عارف باللہ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کی نادرِ روزگار،
اور معرکہ آرا کتاب "مثنوی معنوی" کی جامع اور لاجواب شرح

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ

10

یہ وہ مقبول خاص و عام کتاب ہے کہ خواندہ ناخواندہ سب ہی اس سے دلچسپی لیتے ہیں مگر مضامین عالیہ ہونے کی وجہ سے مطالب سمجھنے میں بڑی دقت پیش آتی ہے اور بعض اوقات نوبت الحاد و زندقہ تک پہنچ جاتی ہے، حضرت حکیم الامت نے اشعارِ مثنوی کو واضح کر کے اور مسائل تصوف کو عام فہم بنا کر نہایت خوبی سے سمجھا دیا ہے حقیقت یہ ہے کہ اس سے معتبر اور شریعت و طریقت کا پاس و ادب رکھ کر مضامین کو حل کرنے والی کوئی اور شرح نہیں لکھی گئی

ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ
بیرون بوہڑ گیٹ
ملتان

عارف باللہ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کی نادر روزگار
اور معرکہ آراء کتاب "مثنوی معنوی" کی جامع اور لاجواب اُردو شرح

از:

حکیم الامۃ مجدد الملۃ حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ

جلد ۱۰

یہ وہ مقبول خاص و عام کتاب ہے کہ خواندہ، ناخواندہ سب ہی اس سے دلچسپی لیتے ہیں. مگر مضامین عالیہ ہونے کی وجہ سے مطالب سمجھنے میں بڑی دقت پیش آتی ہے اور بعض اوقات نوبت الحاد و زندقہ تک پہنچ جاتی ہے. حضرت حکیم الامت ؒ نے اشعارِ مثنوی کو واضح کر کے اور مسائل تصوف کو عام فہم بنا کر نہایت خوبی سے سمجھا دیا ہے. حقیقت یہ ہے کہ اس سے معتبر اور شریعت و طریقت کا پاس ادب رکھ کر مضامین کو حل کرنیوالی اور کوئی شرح نہیں لکھی گئی.

ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ
بیرون بوہڑ گیٹ • ملتان

قَالَ تَعَالٰی كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ

الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ

چوں در کریمہ صدر قولہ تعالیٰ یتلوا ویعلمکم الکتٰب بر فضل علم نظم و معنی قولہ یزکیکم بر شرف علم کلام و عقائد و علم سلوک و قولہ والحکمۃ بر مزیت علم اسرار و علم اصول اول باوضح بیان ست و از انجا کہ وجود تصوف کہ مشتمل بر سلوک و اسرار ست از علم دین نیک عیان ست و باتفاق اہل مذاق مثنوی را در کتب این فن خاص شان ست لیکن از علاقش محتاج تبیان ست + بنا بر علیہ این شرح اردو کہ معنونش را

کلید مثنوی

عنوان ست و این ربع ثالث دفتر سوم از ان ست ز بالفاظ و عبارت مولوی شبیر علی و مولوی حبیب احمد سلمہما اللہ کہ ہر یکے از ایشاں بجائے صاحب معانی یعنی مولانا اشرف علی صاحب دام ظلہم بمنزلہ لسان و ترجمان ست ادر و اصل متن را چناں حل کردہ کہ غایت امکان ست و مسائل را بطورے تقریر نمودہ کہ ہم موافق تحقیق اہل اتقان و ہم مطابق حدیث و قرآن ست و اشکالات و اغلاط را بطرزے دور ساختہ کہ مورث اطمینان داماں ست و جابجا ملفوظات سیدنا الحاج محمد امداد اللہ کہ مطرز افلان

منشط اذہان ست ہم در مطاویش بسرہ حسب فرمائش

محمد عثمان تاجر کتب مالک کتب خانۂ اشرفیہ

حامداً و مصلیاً و مسلماً

ربع ثالث من کلید مثنوی شرح دفتر ثالث

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شرح حبیبی

حامداً و مصلیاً۔ اما بعد۔ واضح ہو کہ مولانا نے اس سے بیشتر گائے کی بابت دو شخصون کا نزاع اور اُن کا مقدمہ بیان کیا تھا اب مولانا اُس قصّہ کا مغز اور اُس کی حقیقت بیان فرماتے ہین۔

نفس خود را کُش جہانے زندہ کن
خواجہ را کشت است او را بندہ کن

مدعی گاؤ نفس تست ہین
خویشتن را خواجہ کردست و مہین

آن کشندہ گاؤ عقل تست رو
بر کشندہ گاؤ تن منکر مشو

عقل اسیرست و ہمی خواہد ز حق
روزی بے رنج و نعمت بر طبق

روزی بے رنج او موقوف چیست
آنکہ بکشد گاؤ را کاصل بدیست

نفس گوید چونکہ کشتی گاؤ من
زانکہ گاؤ نفس باشد نقش تن

خواجہ زادہ عقل ماندہ بینوا
نفس خونی خواجہ گشت و پیشوا

روزی بے رنج میدانی کہ چیست
قوت ارواح است و ارزاق نبی است

لیک موقوف است بر قربان گاؤ
گنج اندر گاو داں اے کنج کاؤ

دوش چیزے خوردہ ام ورنہ تمام
دادمے در دست فہم تو زمام

دوش چیزے خوردہ ام افسانہ است
ہر چہ می آید ز پنہان خانہ است

چشم بر اسباب از چہ دوختیم
کز خوش چشمان کرشم آموختیم

ہست بر اسباب اسبابے دگر
در سبب منگر دراں میکن نظر

انبیا در قطع اسباب آمدند
معجزات خویش بر کیواں زدند

بے سبب مر بحر را بشگافتند
بے زراعت چاش گندم یافتند

ریگہا ہم آرد شد از سعی شان
پشم بز ابریشم آمد کشکشان

جملہ قرآن ست در قطع سبب
عز درویش و ہلاک بولہب

مرغ با بیلے دو سہ سنگ افگند
لشکر زفت حبش را بشکند

پیل را سوراخ سوراخ افگند
سنگ مرغے کو ببالا پر زند

دُم گاؤ کشتہ بر مقتول زن
تا شود زندہ ہمانا در کفن

حلق ببریدہ جہد از جائے خویش
خون خود جوید ز خون پالائے خویش

ہمچنین ز آغاز قرآن تا تمام
رفض اسباب ست و علت والسلام

کشف ایں نے ز عقل کار افزا شود
بندگی کن تا ترا پیدا شود

بند معقولات آمد فلسفی
شہسوار عقل عقل آمد صفی

عقل عقلت مغز و عقل تست پوست
معدۂ حیوان ہمیشہ پوست جوست

مغز جو از پوست دارد صد ملال / مغز نغزان را جلال آمد حلال

چونکہ قشر عقل صد برہان دہد / عقل کل کے گام بے ایقان نہد

عقل دفترہا کند یکسر سیاہ / عقل عقل آفاق دارد پر زماہ

از سیاہی وز سفیدی فارغ است / نور ماہش بر دل و جان بازغ است

ایں سیاہ و آں سفید از قدر یافت / زاں شب قدر است کاختروار تافت

قیمت ہمیان و کیسہ از زر است / بے زرے ہمیان و کیسہ ابتر است

ہمچناں کہ قدر تن از جان بود / قدر جان از پرتو جانان بود

گر بدے جان زندہ بے پرتو کنوں / ہیچ گفتے کافران را میتون

ہین بگو کہ ناطقہ جو می کند / تا بقرنے بعد ما آبے رسد

گرچہ ہر قرنے سخن آرے بود / لیک گفت سابقان یارے بود

نے کہ ہم توریت و انجیل و زبور / شد گواہ صدق قرآن اے شکور

روزی بے رنج جو دبے حسیب / کز بہشت آورد جبریل سیب

بلکہ رزقے از خداوند بہشت / بے صداع باغبان نے رنج کشت

زانکہ نفع نان دران نان داد اوست / بدہدت آن نفع بے توسیط پوست

ذوق پنہاں نقش نان چوں سفرہ است / نان بے سفرہ ولے را بہرہ است

تفصیل تطبیق یہ ہے کہ تم اپنے نفس کو مار کر ایک عالم کو زندہ کر دو (عالم سے مراد یا خود ہی ہو یا تمام مخلوق مراد ہو نفس کشی سے اپنا زندہ ہونا تو ظاہر ہے اور مخلوق کا زندہ ہونا اسلئے ہے

کہ عالم میں جو موت اور فساد ہے وہ نفس کے سبب سے ہے جب وہ مرجاویگا تو عالم زندہ ہو جاوے گا
رہا یہ شبہ کہ عالم میں جو فساد ہے وہ ایک نفس کا تو نہیں اگر ایک نفس مرگیا تو اور نفس کیونکر
مرجائیں گے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مولانا کا مخاطب کوئی خاص شخص نہیں بلکہ ہر فرد ہے۔
جب ہر فرد کا نفس مرجائیگا تو پھر کون سا نفس باقی رہے گا اور اگر الفراد ہی ملحوظ رکھا جاوے تب
بھی جواب ہوسکتا ہے وہ یہ کہ ایک خاص نفس کے مرجانے سے وہ موت مرتفع ہوجائے گی جو اس
خاص نفس کے ذریعے سے دوسروں کو حاصل ہوتی ہے گو مطلق موت مرتفع نہو گی چنانچہ مولانا دفتر دوم
میں فرماتے ہیں نفس تست آں مادر بد خاصیت ÷ کہ فساد از وست در ہر ناحیت + پس
بکش اورا کہ بہر آں دنی ÷ ہر زماں قصد عزیزے میکنی = اور تائید اس توجیہ کی مولانا کے
اس شعر سے بھی ہوسکتی ہے جو قصہ گاؤ میں فرمایا گیا ہے یعنی کشتہ شد ظالم جہانے زندہ شد
ہر یکے از ما خدا را بندہ شد = وجہ تائید یہ ہے کہ اس ظالم کے مرنے سے مخلوق کی وہ
موت مرتفع ہوئی تھی جو اُسکی جہت سے حاصل تھی نہ کہ مطلق موت) اسلئے کہ اُس نے اپنی آقا رح
کو مارا ہے اور اُسکو دوبارہ غلام بنالو۔ یاد رکھو کہ مدعی گاؤ تمہارا نفس ہے جسنے اپنے کو آقا اور
سردار بنا رکھا ہے اور گائے کو مارنیوالی تمہاری عقل ہے اور عقل حق پر ہے تم عوام کی طرح
اسکے فعل پر اعتراض نکرنا نیز عقل کا البتہ یہ ہے کہ وہ اپنی جد وجہد سے قرب حق سبحانہ اور
غذائے روحانی حاصل نہیں کرسکتی اسلئے وہ حق سبحانہ سے چاہتی ہے کہ مجھے بلا معتدبہ مشقت
کے روزی اور نعمت سے بھرا ہوا خوان ملجاوے لیکن اُسکی روزی اُسکو کیوں نہیں ملتی اسکی وجہ
یہ ہے کہ وہ ایک بات پر موقوف ہے اور وہ بات یہ ہے کہ اول وہ گائے کو مار ڈالے جو کہ اصل
شر ہے اسلئے وہ اس گائے کو مارتی ہے نفس اس سے منازعت کرتا ہے کہ تونے میری
گائے کیوں مار ڈالی۔ کوئی یہ شبہ نکرے کہ صاحب نفس کی گائے کونسی ہے جسکو عقل مار سکے
تو پھر عقل نفس کی گائے کو کیونکر مارتی ہے جسپر نفس مدعی ہوتا ہے کیونکہ ہم کہیں گے کہ بات
یہ ہے کہ نفس کی گائے جسم یعنی شہوات اور لذات ہیں اور عقل سلیم انکو فنا کرتی ہے اسیر
نفس شور مچاتا ہے اور مزاحمت کرتا ہے۔ خیر تو جبکہ نفس نے اپنی آقا روح کو مار ڈالا تو اُسکا
بچہ عقل فقیر رہگیا اور نفس خونی آقا اور سردار بن بیٹھا پس وہ بچہ بے مشقت اپنی روزی

حق سبحانہ سے مانگتا ہے تم جانتے ہو کہ وہ بے مشقت روزی کیا ہے جسکو عقل حق سبحانہ سے مانگتی ہے سنو وہ غذائے روح اور اصلی غذا ہے یعنی غذائے معارف وحقائق لیکن چونکہ اسکا حصول موقوف ہے گائے کی قربانی پر کیونکہ یہ خزانہ قتل گاؤ ہی میں مستور ہے اسلئے وہ اسکو مارتی ہے (یا در کھو کہ یہ عنوان تو خبر کا ہے مگر مقصود طلب گاؤ کشی ہے یعنی تمکو گاؤ تن کو مارنا چاہئے) کیا کہوں کل میں نے ایک مباح شئے کھالی تھی اس سے طبیعت میں انشراح نہیں رہا اور مضمون کی آمد بند ہوگئی ورنہ اس مضمون کو تجھے اچھی طرح سمجھا دیتا۔ یہ جو میں نے کہا ہے کہ کل میں نے ایک شے کہالی تھی اس سے ایسا ہوگیا یہ تو صورت ہے ورنہ حقیقت کچھ اور ہی ہے وہ یہ کہ جو کچھ بھی اس عالم میں ظاہر ہوتا ہے وہ سب اثر ہے عالم غیب کا اب تم یہ کہو گے کہ جب تم جانتے ہو تو پھر اس صورت کے اختیار کرنے کی پھر دفع دخل کی ضرورت ہی کیا تھی پہلے ہی سے کیوں نہ کہدیا کہ خدا نے ایسا کر دیا۔ سو میں تمکو اسکی وجہ بھی بتلاتا ہوں کہ میں نے سبب ظاہری پر کیوں نظر کی بات یہ ہے کہ یہ ادا میں نے حسینوں سے اڑائی ہے یعنی انبیاء واولیاء کاملین کا یہی طریقہ ہے کہ وہ اسباب کو اگر موثر حقیقی نہیں سمجھتے تو انکو نظر انداز بھی نہیں کرتے پس انکے تتبع کا فرض ہے کہ اسباب کو نظر انداز نہ کرے لیکن انکو مؤثر حقیقی بھی نہ سمجھے اور نظر کو ان ہی تک محدود نہ رکھے کیونکہ ان اسباب سے اوپر اور اسباب خفیہ مثل ارادہ حق سبحانہ بھی ہیں لہذا صرف انہی پر نظر کو مقصور نکرنا چاہئے بلکہ انپر بھی نظر رکھنی چاہئے کیونکہ انبیاء اسی بات کی تعلیم کیلئے تشریف لائے تھے کہ اسباب کو موثر حقیقی نہ سمجھا جاوے اور انہوں نے اس خیال کو دل سے مٹا دینے کے لئے اپنی معجزات کو زحل تک رفعت دی چنانچہ بلا اسباب ظاہری کے انہوں نے دریا کے دو ٹکڑے کردئے جیسا کہ موسی علیہ السلام کا معجزہ ہے اور اسلئے گویا کہ انہوں نے صاف ستھرے گیہوں بلا بوئے جوتے حاصل کرلئے۔ نیز ریت انکی کوشش سے بلا سبب ظاہری کے آٹا ہوگیا جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ مشہور ہے اور بھیڑ کی اون ابریشم ہوگئی جیسا کہ موسی علیہ السلام کی زوجہ مطہرہ کی کرامت مشہور ہے۔ نیز تمام قران اسباب کے موقوف علیہ ہونیکا قلع قمع کرتا ہے مثلاً ایک مسکین یعنی جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا غلبہ اور ابولہب سے معزز اور دولتمند کی بلا کسی سبب ظاہری پر مبنی تھیں اور دیکھو پرندے ہاتھیوں پر کنکریاں پھینکتے ہیں اور حبش کے بڑے بھاری

لشکر کو شکست دیتے ہیں اور اُس پرندے کی کنکری جو ہوا میں اُڑتا ہے ہاتھی کو چھلنی کر ڈالدیتی ہے۔ علیٰ ہذا حق سبحانہ موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیتے ہیں کہ گائے کی دُم مقتول کے اوپر مارو تاکہ وہ فوراً کفن میں زندہ ہو جاوے ایسا کرتے ہی وہ حلق بریدہ اپنی جگہ سے اُچھل پڑتا ہے اور اپنے قاتل سے قصاص لینا چاہتا ہے یہ اُمور کس ظاہری سبب کا نتیجہ ہیں علیٰ ہذا القیاس قرآن اول سے آخیر تک ترک اسباب و علل علی الوجہ المخصوص سے علی وجہ اعتقاد موثریتہا الحقیقیہ سے پُر ہے الحمدللہ کہ یہ بحث اختیار سبب تو تمام ہوئی اب سنو کہ یہ اُمور تمہاری بکھیڑا کرنے والی عقل سے منکشف نہیں ہو سکتے بلکہ اطاعت حق سبحانہ کرو تاکہ اس سے یہ اُمور تم پر منکشف ہو جاتے ہیں معقولات میں تو فلسفی محبوس ہوتا ہے اور عقل العقل پر یعنی اُس نور حق پر جو عقل کو بینش بخشتا ہے مقبول حق سبحانہ قبضہ کرتا ہے اور اس اختلاف انتخاب کی وجہ یہ ہے کہ عقل العقل تو مغز اور اصل شے ہے اور عقل اسکا پوست اور صورت ہے اور فلسفی پر چونکہ حیوانیت اور بہیمیت کا غلبہ ہے اسلئے وہ پوست کی طرف راغب ہے کیونکہ معدۂ حیوانی کا خاصہ ہے کہ وہ اجسام کو طلب کرتا ہے جو کہ بمنزلہ پوست کے ہیں اور معانی کی طرف اُسکو رغبت نہیں ہوتی جو کہ بمنزلہ مغز کے ہیں اور اہل اللہ پر چونکہ روحانیت کا غلبہ ہے اسلئے وہ طالب معنی ہیں جو کہ مغز ہے اور صورت کی طرف رغبت نہیں کرتے کیونکہ جو شخص طالب مغز ہے اُسے پوست سے سخت نفرت ہے اُسکے لئے تو وہ اعلیٰ درجہ کا مغز بھی حلال و طیب ہے جب یہ معلوم ہو چکا کہ فلسفی کو تو عقل حاصل ہے اور مقبولین حق سبحانہ کو عقل العقل تو اب سمجھو کہ یہ عقل باوجودیکہ ایک پوست ہے لیکن باایں ہمہ جب کسی مدعا کو مانتی ہے تو اُسپر سیکڑوں دلیلیں قائم کرتی ہے جب تسلیم کرتی ہے تو عقل کل یعنی عقل اہل اللہ جو سراسر مغز ہے بے یقین کے کیسے قدم رکھ سکتی ہے کیونکہ یہ عقل تو نہایت ادنیٰ ہے اور وہ نہایت اعلیٰ اسلئے کہ یہ عقل تو اوراق کو سیاہ کرتی ہے اور عقل العقل (یعنی نور حق سبحانہ) عالم کو پُر نور کرتی ہے وہ تسوید و تبییض سے فارغ ہے اور اُسکو عقل کیطرح تسوید و تبییض کی ضرورت نہیں بلکہ اُسکا چاند تو دل وجان پر چمکتا اور اُنکو منور کرکے معدن علوم بناتا ہے اور اس مسودہ و مبیضہ یعنی دفاتر علوم کو جو وقعت حاصل ہوئی ہے یہ بھی اسی شب قدر یعنی نور الٰہی کا نتیجہ ہے جو ستاروں کی طرح دل وجان پر چمکی کیونکہ ان میں جسقدر واقعیت ہے

وہ اسی کا فیض ہے اگر وہ نہ ہوتی تو یہ عقل فی نفسہ کچھ بھی نہ تھی پس اس عقل کی مثال ایسی ہے جیسے کیسہ وہمیانی اور نور حق سبحانہ کی مثال ایسی ہے جیسے سونا اور ہمیانی اور کیسہ کی قدر سونے ہی سے ہے ورنہ بلا سونے کے ہمیانی و کیسہ کسی کام کے بھی نہیں جب ہر دو عقل کا فرق معلوم ہو گیا تو معلوم ہوا کہ عقل کل کے احکام اور مدرکات نہایت صحیح ہیں پس تمکو حقائق کو اس عقل سے سمجھنے کی کوشش نکرنی چاہئے بلکہ عقل کل حاصل کر کے اس سے سمجھنا چاہئے اور عقل ناقص کامل ہوتی ہے عقل العقل یعنی نور حق سبحانہ سے لہذا نور حق سبحانہ حاصل کرنا چاہئے۔ نیز اس کا حاصل کرنا اسلئے بھی ضروری ہے کہ جسطرح جسم کی قدر جان سے ہے اور جسد بلا روح کوڑی کے کام کا بھی نہیں یون ہی جان کی قدر پرتو حق سبحانہ سے ہے کیونکہ جسطرح حیات جسم بدون روح کے متحقق نہیں ہو سکتی یون ہی حیات روح بدون اس پرتو کے حاصل نہین ہو سکتی اسکی وجہ یہ ہے کہ اگر حیات روح بدون پرتو حق سبحانہ کے بھی متحقق ہو سکتی تو کافر بھی زندہ کہلاتے انکو مُردہ کون کہتا۔ حالانکہ قرآن میں انکو مُردہ کہا گیا ہے۔ یہانتک پہونچکر مولانا کے دل میں ایک خیال پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ کوئی سمجھنے والا تو ہے نہیں یہ گفتگو فضول ہے لہذا اسکو ختم کرنا چاہئے اسکے بعد اسکا خود ہی جواب دیتے ہیں اور کہتے ہین۔ نہیں جی تم ضرور بیان کرو کیونکہ تمہاری قوت ناطقہ ایک نہر کھود رہی ہے تاکہ کسی زمانہ مین اس نہر مین پانی بہے یعنی اہل فہم اس سے منتفع ہون۔ اب پھر ایک شبہ ہوتا ہے وہ یہ کہ جب اسمیں اہل فہم ہونگے تو وہ یہ ہی باتیں بھی تو کہہ سکتے ہین پھر بھی اس گفتگو کی ضرورت نہ رہی اس کا جواب دیتے ہیں کہ یہ صحیح ہے کہ ہر زمانہ میں مضامین عالیہ بیان کرنے والے ہوتے ہیں لیکن متقدمین کے مقالات انکے مؤید اور مصدق ہو جاتے ہین تم دیکھ لو کیا انجیل توریت اور زبور قرآن کی مصدق نہ ہوئیں ضرور ہوئیں۔ اور اس سے قرآن کو ایک خاص قوت حاصل ہو گئی۔ ان خیالات کو دفع کر کے پھر مضمون سابق کی طرف عَود فرماتے ہین اور سلسلہ گفتگو کو شروع کر کے کہتے ہیں کہ جب امور مذکورہ بالا تمہارے ذہن نشین ہو گئے تو اب تم اسی فقیر کی طرح بے مشقت اور بے حساب روزی تلاش کرو اور حق سبحانہ سے علوم و معارف حقیقیہ اور نور و قرب حق سبحانہ طلب کرو تاکہ جبرئیل تمہارے پاس بہشت کے سیب یعنی غذائے روحانی لائیں بلکہ خود مالک بہشت یعنی حق سبحانہ بلا توسط روح القدس وغیرہ کے

تمکو غذا پہونچائیں نہ تمکو باغبانی کی دردسری کرنی پڑے اور نہ جوتنے بونے کی زحمت اُٹھانی پڑے اور حق سبحانہ کا بلاواسطہ کسی شے کو عطا کرنا کچھ بھی بعید نہیں کیونکہ مثلاً تمکو تو روٹی کے ذریعے سے نفع پہونچتا ہے مگر روٹی کو نفع کی صفت کسنے بخشی ہے بلاواسطہ حق سبحانہ نے بس جسطرح اُسنے بلاواسطہ روٹی کو وہ صفت بخشی ہے یون ہی وہ نفع بلاتوسط پوست نان کے تمکو بھی دے سکتا ہے کیونکہ اسوقت صورت نان بمنزلہ دسترخوان کے ہوئی اور ذوق اس میں روٹی کی طرح پوشیدہ ہوا پس جسطرح روٹی بدون دسترخوان کے مل سکتی ہے یوں ہی ذوق و نفع نان بھی بدون روٹی کے حاصل ہو سکتا ہے جب یہ ثابت ہو گیا کہ ذوق و نفع نان ظاہری بدون توسط نان کے حاصل ہو سکتا ہے بس اسی سے سمجھ لو کہ اہل اللہ کو غذائے روحانی یوں ہی بلاتوسط دسترخوان یعنی وسائط فیض حاصل ہوتی ہے

شرح شبیری

مولانا نے نصف ثانی کے آخیر میں ایک حکایت بیان کی ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص سالہا سال تک دعا کیا کرتا تھا کہ اے اللہ بلا محنت و مشقت کے مجھے امیر بنا دے لوگ اسکی اس بات پر ہنسا کرتے تھے۔ اتفاقاً ایک روز دعا کر رہا تھا کہ اُسکے گھر میں ایک گائے گھس آئی اُسنے اسکو پکڑ کر ذبح کر لیا مالک گائے نے دعویٰ کیا حضرت داؤد علیہ السلام کے یہاں دعویٰ پیش ہوا آپنے اس مدعا علیہ سے فرمایا کہ تم گائے کی قیمت دو اُسنے کہا کہ میں نے تو دعا کی تھی وہ مستجاب ہوئی اور خدا نے مجھے گائے دی میں قیمت کیسی دوں حضرت داؤدؑ نے فرمایا کہ دعا کوئی طریقہ ملک نہیں ہے تمکو قیمت دینا ہوگی اُسنے اسقدر آہ وزاری کی کہ داؤدؑ کا دل بھر آیا اور انکو یہ خیال ہوا کہ اسکا لب و لہجہ جھوٹوں کا نہیں ہے تب اُنہوں نے مقدمہ ملتوی کر دیا اور خلوت میں جا کر حق تعالیٰ سے اظہار معاملہ کی دعا کی حق تعالیٰ نے سارا معاملہ منکشف فرما دیا کہ مدعی اس مدعا علیہ کے باپ کا غلام ہے اس مدعی نے مدعا علیہ کے باپ کو قتل کر دیا ہے اور مدعا علیہ اُسوقت بچہ تھا تو سارا مال بھی یہ مدعی خود دبا بیٹھا ہے اور گائے اُسی مال میں سے تھی لہذا وہ بھی اس مدعا علیہ ہی کی تھی اور یہ غلام بھی اسی کا ہے اور سارا مال بھی اسی کا ہے۔ دوسرے روز حضرت

داؤد ؑ نے سارا مال اُس شخص کو دلایا اور اُس قاتل غلام کو قتل کرایا۔ اس قصہ کے بعد مولانا اس قصہ کو مقصود پر منطبق فرماتے ہیں اول اُس کا بھی خاکہ سمجھ لو تو پھر آسان ہو جائے گا۔ فرماتے ہیں کہ نفس انسانی تو اُس خونی کی طرح ہے (اسلئے کہ جسطرح اُسنے اپنے آقا کو مار کر حرام مال حاصل کیا تھا اسی طرح نفس نے عقل کو مغلوب کر کے شہوات و لذات کو حاصل کیا ہے) جسنے کہ گائے کا دعویٰ کیا تھا اور گائے شہوات و لذات ہیں اور عقل اُس مدعا علیہ ذابح گائے کی طرح ہے (اسلئے کہ جسطرح کہ یہ مدعا علیہ حق تعالیٰ سے بے محنت و مشقت کے روزی طلب کیا کرتا تھا اسی طرح عقل بھی حق تعالیٰ سے روزی علوم و معارف کو بے کسب و مشقت کے طلب کرتی ہے) تو جسطرح اُسنے گائے کا دعویٰ کیا تھا اور کہتا تھا کہ اسنے میری گائے کو ذبح کر لیا ہے اسی طرح نفس عقل پہ دعوے کرتا ہے کہ اسنے میری لذات و شہوات کو فنا کر دیا ہے اور شیخ کامل داؤد ؑ کی طرح کہ جسطرح اُنہوں نے حق دار کو حق دلا دیا تھا اسی طرح شیخ کامل نفس کو مغلوب کر کے عقل کو غلبہ دلا دیتا ہے اب سمجھو کہ فرماتے ہیں کہ

بیان میں اسکے کہ نفس انسان کا بجائے اُس خونی کے ہے جو کہ مدعی گائے کا ہوا تھا اور وہ ذابح گائے عقل ہے اور داؤد حق تعالیٰ ہیں یا شیخ کامل کہ نائب حق ہے کہ اُسکی قوت اور مدد سے دشمن کو مار کر بے کسب اور بے حساب روزی کا مالک ہو سکتا ہے

نفس خود را کش جہانے زندہ کن   خواجہ را کشت است او را بندہ کن

یعنی اپنے نفس کو مار اور ایک جہان کو زندہ کر اُسنے آقا کو قتل کر دیا ہے اُسکو غلام بنا لے جہان سے مراد خود یہ شخص یعنی نفس کو قتل کر کے اپنے کو زندہ کر لے اور جہان اسلئے کہا یا کہ بعض نے کہا ہے کہ چونکہ انسان جامع ہے لہٰذا یہ عالم اصغر ہے تو مطلب یہ ہے کہ اپنے نفس کو مار تو تجھے حیات اصلی میسر ہو گی اس نالائق نے عقل کو مغلوب کر رکھا ہے تم اسکو مغلوب کر کے غلام بنا لو۔

مدعی گاؤ نفس تست ہین   خویشتن را خواجہ کرد ست ہین

یعنی مدعی گائے تیرا نفس ہے کہ اسنے اپنے کو آقا اور بڑا بنا رکھا ہے۔

آن کشندہ گاؤ عقل تست رو   بر کشندہ گاؤ تن منکر مشو

یعنی وہ ذابح گائے تمہاری عقل ہے جاؤ اُس کشندہ گاؤ تن پر منکر مت ہو۔ گاؤ تن سے مراد لذات و شہوات۔ مطلب یہ کہ عقل نے جو نفس کے لذات و شہوات کو مار لیا ہے تو اُس پر انکار مت کرو اسلئے کہ ان کا تو فنا ہونا ہی بہتر ہے۔

عقل اسیر است و ہمی خواہد ز حق   روزئ بے رنج و نعمت بر طبق

یعنی عقل مطیع (حق) ہے اور وہ حق تعالیٰ سے روزی بے مشقت اور نعمت پر طبق مانگتی ہے روزی بے رنج سے مراد علوم و معارف ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ عقل حق تعالیٰ سے علوم و معارف کو طلب کرتی ہے اور دعا کرتی ہے کہ اے اللہ علوم و معارف عنایت فرما یہ علوم و معارف قرب حق کیلئے علت نہیں ہیں ہاں معین ہیں) تو جسطرح کہ وہ شخص روزی بے رنج و تعب کا طالب تھا اسیطرح عقل بھی حق تعالیٰ سے روزی بے رنج و تعب مانگتی ہے۔

روزی بے رنج او موقوف چیست   آنکہ بکشد گاؤ را کاصل بدیست

یعنی روزی بے رنج وہ موقوف کس شئے کی ہے اُسکی کہ گائے کو مار دے کہ یہی اصل ہے بدی کی (گائے سے مراد لذات و شہوات) مطلب یہ کہ علوم و معارف کا حصول موقوف ہے لذات و شہوات نفسانیہ کے فنا کرنے پر۔

نفس گوید چون کشی تو گاو من   زانکہ گاو نفس باشد نقش تن

یعنی نفس کہتا ہے کہ تو نے میری گائے کیوں ماری اسلئے کہ گاؤ نفس نقش تن ہے مطلب یہ کہ جب لذات نفسانیہ کو فنا کرو گے تو نفس اُس غلام کی طرح تم پر گائے کا دعوے کرے گا۔

خواجہ زادہ عقل ماندہ بے نوا   نفس خونی خواجہ گشت و پیشوا

یعنی عقل جو خواجہ زادہ ہے وہ تو بے نوا رہی ہوئی ہے اور نفس خونی خواجہ اور پیشوا ہو گیا ہے۔

روزی بے رنج میدانی کہ چیست   قوت ارواح است و ارزاق نبی است

یعنی روزی بے رنج تم جانتے ہو کہ کیا ہے قوت ارواح اور ارزاق نبی کے ہیں۔

لیک موقوف ست بر قربان گاؤ گنج قتل گاؤ داں اے گنج کاؤ

یعنی لیکن (اُس روزی کا حصول) گائے کی قربانی پر موقوف ہی قتل گائے کو تم خزانہ سمجھو اے کاوش کرنیوالے مطلب یہ کہ لذات و شہوات نفسانیہ کو ترک کر دو۔ اور انکو فنا کر دو اسی سے تمکو علوم و معارف کا خزانہ ملیگا۔ آگے فرماتے ہیں۔

دوش چیزے خوردہ ام ورنہ تمام دادمے در دست فہم تو زمام

یعنی میں نے کل ایک چیز کھالی ہے ورنہ پورے طور پر میں تمہارے دست فہم میں لگام دیدیتا۔ مطلب یہ کہ میں اس مضمون کو پوری طرح بیان کرتا مگر مجبور اس سے ہوں کہ میں نے ایک چیز کھالی ہے جس سے کہ نفس میں کسل وغیرہ پیدا ہو گیا ہے اور پوری طرح بیان پر قادر نہیں رہا ہوں آگے اس قصے سے انتقال فرماتے ہیں کہ

دوش چیزی خوردہ ام افسانہ است ہر چہ می آید زپنہاں خانہ است

یعنی میں نے کل ایک چیز کھالی ہے یہ تو ایک افسانہ ہے (بلکہ) جو کچھ آتا ہے پوشیدہ گھر سے ہے یعنی میرا بیان سے عجز بھی خدا کی طرف سے ہے باقی یہ چیز کا کھالینا تو ایک ظاہری بہانہ ہے اب کوئی کہتا ہے کہ پھر تم نے اسباب پر کیوں نظر کی اُس کا جواب دیتے ہیں کہ۔

چشم بر اسباب از چہ دوختیم کہ زخوش چشماں کرشم آموختیم

یعنی آنکھ کو اسباب پر میں نے کیوں سی لیا اسلئے کہ خوش چشموں سے میں نے کرشمہ سیکھا ہے (خوش چشم سے مُراد انبیاء ؑ) مطلب یہ کہ میں نے اسباب پر نظر کرنیکو انبیاء علیہم السلام سے سیکھا ہی کہ باوجودیکہ اُنکے معجزات بلا اسباب ظاہری کے پیدا ہوتے تھے مگر پھر بھی وہ اسباب ہی پر نظر رکھتے تھے اور اصل فاعل خدا ہی کو سمجھتے تھے اسیکو فرماتے ہیں کہ

ہست بر اسباب اسباب دگر در سبب منگر دراں افگن نظر

یعنی ان اسباب پر اور دوسرے اسباب ہیں تو تم سبب میں مت دیکھو اُس سبب السبب مین نظر ڈالو یعنی اُس سبب کو جس نے ان اسباب کو بنایا ہے دیکھو

انبیاء در قطع اسباب آمدند معجزات خویش بر کیواں زدند

یعنی انبیاء علیہم السلام اسباب کے قطع کرنے کیلئے آئے اور اپنے معجزات کو اُنہوں نے کیوان

پر لگایا یعنی بہت بڑے بڑے معجزے ان اسباب ظاہری کے بغیر اُنہوں نے ظاہر کیئے۔

بے سبب مر بحر را بشگافتند　　بے زراعت چاش گندم یافتند

یعنی بے سبب کے اُنہوں نے دریا کو چیر دیا اور بے زراعت کے گندم کا خرمن پالیا۔

ریگہا ہم آرد شد از سعی شان　　پشم بز ابریشم آمد کشکشان

یعنی ریتے اُنکی سعی کی وجہ سے آٹے ہو گئے اور بکری کی اُون کھنچتی ہوئی ابریشم ہو گئی (یہ سب معجزات انبیاء کے ہیں تو دیکھو کہ بے اسباب ظاہری کے یہ سب ظاہر ہوا)

جملہ قرآن ہست در قطع سبب　　عز درویش و ہلاک بولہب

یعنی تمام قرآن شریف قطع سبب میں ہے عزت درویش کی اور ہلاکی بولہب کی یعنی تمام قرآن شریف اس قطع سبب ہی کے اندر ہے کہ اس سے درویش یعنی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی تو عزت ہوئی کہ آپ کے معجزات وکرامات ظاہر ہوئے اور ابولہب کی خرابی اور ہلاکت کا باعث ہوا کہ اُسنے اُن کا انکار کیا آگے قطع سبب ہی کی اور مثال ہے کہ۔

مرغ با بیلی دو سہ سنگ افگند　　لشکر زفت حبش را بشکند

یعنی ایک چڑیا ہاتھی پر دو تین کنکریاں مارے اور حبش کے لشکر عظیم کو شکست دیدے

پیل را سوراخ سوراخ افگند　　سنگ مرغے کو بہ بالا پر زند

یعنی ہاتھی کو سوراخ سوراخ کر کے ڈال دے۔ کنکر ایسے جانور کا جو اوپر کو پر مارتا ہے۔ یعنی دیکھو ایک ذرا سے جانور نے کیسے عظیم الشان لشکر کو شکست دی اور ہاتھیوں کو کس طرح مارا یہ بھی اسباب ظاہر کے برخلاف تھا۔

دم گاو کشتہ بر مقتول زن　　تا شود زندہ ہماندم در کفن

یعنی گائے مذبوح کی دُم کو مقتول پر مارو تا کہ وہ اُس وقت کفن میں زندہ ہو جائے۔

حلق ببریدہ جہد از جای خویش　　خون خود جوید زخون پالای خویش

یعنی مقتول اپنی جگہ سے کود دے گا اور اپنے خون کو اپنے خونریز سے ڈھونڈے گا (تو دیکھو اس طرح ایک مقتول کا زندہ ہونا کونسی عقل کے موافق اور اسباب ظاہری پر منطبق ہے)

ہمچنیں ز آغاز قرآن تا تمام　　رفض اسباب است و علت والسلام

یعنی اسی طرح ابتداءِ قرآن سے ختم تک ترک اسباب و علت ہے والسلام مطلب یہ کہ جسطرح کہ دو قصے ہمنے یہاں بیان کئے اسی طرح قرآن شریف اس ترک اسباب کے قصوں سے بھرا پڑا ہے تو بس اسباب کو ترک کرنا چاہئے اور سبب حقیقی پر نظر کرنی چاہئے آگے فرماتے ہیں کہ

کشف این نز عقل کار افزا شود بندگی کن تا ترا پیدا شود

یعنی اسکا کشف عقل کار افزا سے نہ ہو گا بندگی کرو تاکہ تمکو ظاہر ہو جاوے یعنی اس کا کشف کہ اسباب محض فضول ہیں اس عقل معاش سے نہ ہو گا بلکہ خدا تعالیٰ کی اطاعت کرو اس سے حق تعالیٰ منکشف فرما دیتے ہیں۔

بند معقولات آمد فلسفی شہسوار عقل عقل آمد صفی

یعنی فلسفی تو مقید معقولات کا ہے اور عقل کی شہسوار عقل صافی ہے۔

عقل عقلت مغز و عقل تست پوست معدۂ حیوان ہمیشہ پوست جوست

یعنی تیری عقل العقل تو مغز ہے اور تیری عقل پوست ہے اور معدۂ حیوانی ہمیشہ پوست ہی کا متلاشی ہے (تو چونکہ تم ابھی حیوانیت ہی میں پھنسے ہوئے ہو لہذا تم بھی پوست کے متلاشی اور اس عقل کے بندے ہو رہے ہو)

مغز جوی از پوست دارد صد ملال مغز نغز آنرا حلال آمد حلال

یعنی مغز کو تلاش کرو پوست سے تو سو ملال آتے ہیں اور مغز اصل اُسکے لئے حلال ہی حلال

چونکہ قشر عقل صد برہان دہد عقل کل کے گام بے ایقان نہد

یعنی جبکہ پوست عقل سو برہان دیتی ہے تو عقل کل قدم بے یقین کے کب رکھے گی یعنی جب یہ عقل سو دلائل بیان کرتی ہے تو بھلا عقل کل تو بالکل مشاہدہ اور عین الیقین کرا دیگی لہذا اسی کو حاصل کرو۔

عقل دفترہا کند یکسر سیاہ عقل عقل آفاق دارد پُر زماہ

یعنی عقل (معاش) تو ایک طرف سے دفاتر کو سیاہ کر دیتی ہے اور عقل العقل آفاق چاندوں سے پُر رکھتی ہے یعنی اس عقل معاش میں تو دفاتر سیاہ ہوتے ہیں جیسا کہ مشاہد ہے خاصکر اس زمانہ میں کہ ایک علم کی مسل ایک گدہے کا بوجھ اور عقل العقل میں نور ہی نور ہے وہاں یہ

خرافات نہیں ہیں تو وہ قابل طلب ہو اُسکی یہ حالت ہے کہ

ازسیاہی وز سپیدی فارغ است　　　نور ماہش بر دل وجان بازغ است

یعنی سیاہی اور سفیدی سب سے فارغ ہے اور اُسکے چاند کا نور دل وجان پر چمک رہا ہے۔

این سیاہ وآن سفید ار قدر یافت　　　زان شب قدر است کا ختروار تافت

یعنی اس سیاہ اور اُس سفید سے اگر قدر پائی تو یہ اُسی شب قدر کی وجہ سے ہے جو کہ ستارہ کی طرح چمکی یعنی اس عقل اور اس کے اقبال میں جو نور ہے یہ اُسی عقل العقل کا پرتو ہے آگے مثال ہے کہ۔

قیمت ہمیان وکیسہ از زر است　　　بے زرے ہمیان وکیسہ ابتر است

یعنی ہمیانی اور تھیلی کی قیمت روپیہ کی وجہ سے ہے اور بے روپے کے ہمیانی اور کیسہ ابتر ہے مطلب یہ کہ ایک سوت کی تھیلی جو ایک لاکھ روپیہ کی ہوجاتی ہے اس وجہ سے کہ اُسکے اندر روپیہ بھرا ہوا ہے ورنہ کوئی پوچھے بھی نہیں اسی طرح اس عقل کی اور اسکے اقبال کی جو کچھ قدر ہے وہ اُس عقل العقل کی بدولت ہے ورنہ اسکو پوچھتا ہی کون تھا

ہمچنانکہ قدر تن از جان بود　　　قدر جان از پرتو جانان بود

یعنی جس طرح کہ بدن کی قدر جان کی وجہ سے ہوتی ہے جان کی قدر جانان کی پرتو کی وجہ سے ہوتی ہے

گر بُدے جان زندہ بے پرتو کنوں　　　ہیچ گفتے کافران را میتوں

یعنی اگر جان بے پرتو (جانان) کے زندہ ہوتی تو کافروں کو میّتون کیوں کہتے یعنی کافروں کو قرآن شریف میں جا بجا مردہ جو کہا گیا ہے اسکی یہی وجہ ہے کہ اُن پر پرتو جانان نہیں بس معلوم ہوا کہ بے پرتو جانان کے جان اصل میں زندہ ہی نہیں ہے اب یہاں کوئی کہتا ہے کہ آپ جو یہ مضامین بیان فرماتے ہیں اس سے کیا فائدہ اسلئے کہ کسی اہل کمال کی قدر اور اُسکے مضامین کی سماعت اُسکے زمانہ میں ہوتی ہی نہیں پھر اس بیان سے کیا فائدہ۔ مولانا اس کا جواب فرماتے ہیں کہ

ہین بگو کہ ناطقہ جو مے کند　　　تا بقرنے بعد ما آبے رسد

یعنی ہاں کہدو کہ ناطقہ ندی کھود رہا ہے تاکہ ہمارے بعد ایک قرن پانی پہونچے مطلب یہ کہ

اس وقت ہم صرف الفاظ بیان کئے دیتے ہیں ممکن ہے کہ ہمارے بعد کسی کو اس سے نفع ہو
اور اس سے مستفیض ہو تو گویا کہ ندی تو ہم کھو دے دیتے ہیں پانی چلانا رہیجا وے گا یہ کوئی
دوسرا ہمارے بعد کرلیگا اب کوئی کہتا ہے کہ جب بعد والوں کیلئے ہے تو آپکو کیا ضرورت ہے
اُس زمانہ والے خود بیان کردیں گے۔ اس کا جواب فرماتے ہیں کہ

گرچہ ہر قرنے سخن آرے بود لیک گفتِ سالکان یارے بود

یعنی اگرچہ ہر قرن سخن آر ہوتا ہے لیکن پہلوں کا کیا ہوا مددگار ہوتا ہے یعنی پہلے لوگ جو
کہہ جاتے ہیں وہ مستند ہوا کرتا ہے تو اگر ہم کہہ جاوینگے تو اور پچھلوں کیلئے اگرچہ وہ بھی سخن آر
ہوں یہ سند ہوگا اور اس سے اُنکو مدد ملے گی آگے اُسکی ایک مثال فرماتے ہیں کہ

نے کہ ہم توریت و انجیل و زبور شد گواہ صدق قرآں اے شکور

یعنی کیا یہ بات نہیں ہے کہ توریت اور انجیل اور زبور قرآن کے صدق پر گواہ ہوئیں اے شاکر۔
تو بس جسطرح کہ وہ منسوخ کتب بوجہ سابقیت کے گواہ اور مستند ہوئیں اسی طرح ہمارا
کلام بھی پچھلوں کیلئے سند ہوگا آگے رجوع ہے اوپر کہا تھا کہ عقل روزی بے رنج وکسب
کی طالب ہے آگے فرماتے ہیں کہ

روزی بے رنج جوئی و حسیب کز بہشت آورد جبریل سیب

یعنی روزی بے رنج و بے حساب تلاش کرو کہ بہشت سے تیرے واسطے جبریل سیب لاویں
سیب سے مراد شریعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ مطلب یہ ہے کہ تم روزی بے کسب
ور نج کے متلاشی رہو اور وہ علوم و معارف ہیں تو وہ انشاء اللہ تمکو بے رنج و بے کسب میسر
ہو جاویگی۔ اسلئے کہ جبریل علیہ السلام لائے ہیں وہ تمکو میسر ہو گی آگے ترقی کر کے
فرماتے ہیں کہ

بلکہ رزقے از خداوند بہشت بے صداع باغباں بے رنج وکشت

یعنی بلکہ خداوند بہشت کی طرف سے ایک رزق (ملیگا) بے باغبان کے محنت اور بے رنج
کشت کے یعنی نہ بونے کی ضرورت نہ باغباں کے کام کی ضرورت حق تعالیٰ بے رنج
و تعب روزی عطا فرمادیں گے۔

زانکہ نفع نان دراں نان داد اوست　　بدہدت آں نفع بے توسیط پوست

یعنی اسلئے کہ روٹی کا نفع روٹی میں اُسکی دین ہے تو تجھے وہ نفع بے واسطہ پوست کے عنایت فرماویں گے مطلب یہ کہ روٹی میں جولذت ہے اور اُسکا جو نفع ہے یعنی شکم سیری یہ کسنے اُس میں رکھدیا ہے ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ نے ہی اُسکے اندر اسکو پیدا کر دیا تو اگر حق تعالیٰ نے اُسی نفع کو تمہارے لئے بیواسطہ روٹی کے مرتب فرماویں تو کونسا استحالہ لازم آتا ہے تو بس ظاہر ہے کہ وہ روزی بے کشت اور بے محنت باغباں عنایت فرماسکتے ہیں۔

ذوق پنہان نقش نان چوں سفرہ است　　نان بی سفرہ ولی را بہرہ است

یعنی ذوق تو پنہاں ہے اور روٹی کا نقش مثل سفرہ کے ہے اور روٹی بے دستر خواں کے ولی کا حصہ ہے مطلب یہ کہ روٹی میں جو لذت ہے وہ تو پوشیدہ ہے اور روٹی کا جسم اُسکے لئے مثل دستر خوان کے ہے تو جبکہ حق تعالیٰ نے اُس جسم میں وہ لطف ودیعت فرمادیا تو وہی اُس لطف کو بے اُس جسم کے بھی عطا فرماسکتے ہیں اور وہی رزق حق اولیاء اللہ کی خوراک ہوتی ہے

شرح حبیبی

رزق جانی کے بری با سعی جیست　　جز بعدل شیخ کو داؤد تست

نفس چوں با شیخ بیند گام تو　　از بُن دنداں شود او رام تو

صاحب ایں گاؤ رام انگاہ شد　　کز دم داؤد او اگاہ شد

عقل گاہے غالب آید در شکار　　بر سگ نفست کہ باشد شیخ یار

نفس اژدرہاست با صد زور و فن　　روئے شیخ او را چو مرد دیدہ کن

گر تو خواہی ایمنی از اژدہا　　دستش از داماں مکن یکدم رہا

خاک شو در پیش شیخ باصفا / تا ز خاک تو بروید کیمیا
گر تو صاحب گاو را خواهی زبون / چون خران سیخش کن از سوی درون
صد زبان در هر زبانش صد لغت / زرق و دستانش نیاید در صفت
چون به نزدیک ولی الله شود / آن زبان صد گزش کوته شود
مدعی گاو نفس آمد فصیح / صد هزاران حجت آرد نا صحیح
شهر را بفریبد الا شاه را / ره نتاند زد شه آگاه را
نفس را تسبیح و مصحف در یمین / خنجر و شمشیر اندر آستین
مصحف سالوس او باور مکن / خویش با او همسر و همسر مکن
سوی حوضت آورد بهر وضو / و اندر اندازد ترا در قعر جو
عقل نورانی و نیکو طالب است / نفس ظلمانی بر او چون غالب است
زانکه او در خانهٔ عقل تو غریب / بر در خود سگ بود شیر مهیب
باش تا شیران سوی بیشه روند / وین سگان کور آنجا بگروند
مکر نفس و تن نداند عام شهر / او نگردد جز بوحی القلب قهر
هر که جنس اوست یار او شود / جز مگر داود که شیخت بود
کو مبدل گشت جنس تن نماند / هر کرا حق در مقام خود نشاند
خلق جمله علتی اند از کمین / یار علت می شود علت یقین
هر خسی دعوی داودی کند / هر که بی تمییز کف در وی زند

چو ز صیادے شنید آواز طیر	مرغ ابلہ میکند آں سوئے سیر
نقد را از قلب نشناسد غوی ست	ہیں از و بگریز اگر چہ معنوی است
رستہ و بر بستہ پیش او یکیست	گر یقین دعوے کند او در شکیست
این چنیں کس گر ذکی مطلق است	چونکش ایں تمیز نبود احمق است
ہیں از و بگریز چوں آہو ز شیر	سوئے او مشتاب اے دانا دلیر

اوپر طلب غذائے روحانی کی ترغیب دی تھی اب اُس کا طریقہ بتلاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ بطور خود کوشش کرنے سے وہ غذا نہیں مل سکتی بلکہ جب شیخ جو کہ تیرا نزاع و دعویٰ ہے نفس و عقل کے درمیان انصاف کرے گا اور عقل کو غالب اور نفس کو مغلوب کرے گا اسوقت مل سکتی ہی اسلئے کہ نفس خود تجھ سے مغلوب نہیں ہو سکتا۔ بلکہ جب تجھے شیخ کی ہدایت پر عمل کرتے دیکھے گا اُسوقت وہ عاجز ہو کر تیرا مطیع ہوگا جسطرح کہ وہ گائے والا اسوقت مطیع ہوا جبکہ داؤد علیہ السلام کا فیصلہ قطعی سُن لیا۔ یوں ہی عقل بھی تیرے سگ نفس پر اسیوقت غالب ہو سکتی ہے جبکہ شیخ کی اعانت ہو نفس کو ایک چالاک اور ہوشیار اژدہا سمجھو اور شیخ کے چہرہ کو زمرد جو اُسکی آنکھیں پھوڑ کر اُسکو اندھا کر دیتا ہے بس اگر تو اژدہے کے خطرہ سے بچنا چاہتا ہے تو اُس کا دامن ہرگز نہ چھوڑ اور اسکے سامنے خاک ہو جا تاکہ اُس خاک سے کیمیاوی بوٹی پیدا ہو کر تجھے کندن کر دے یعنی فیوضات باطنیہ حاصل ہو کر تو انسان کامل بنجائے اور اگر تو گائے والے (نفس) کو مغلوب کرنا چاہتا ہے تو گدھوں کی طرح اُسکے اندر لکڑی کر تا کہ وہ پریشان ہو کر مطیع ہو جاوے۔ یہ بڑا بدمعاش ہے سوز بانیں رکھتا ہے اور ہر زبان میں سو سو بولیاں رکھتا ہے غرضکہ اُسکے مکر و فریب بیان سے باہر ہیں یہ کسی طرح مغلوب نہیں ہوتا۔ اُسکو صرف شیخ کامل ہی مغلوب کر سکتا ہے کیونکہ جب شیخ کامل کے پاس پہونچتا ہے تو اُسکی وہ سو گز کی زبان کٹ جاتی ہے اور کچھ چوں و چرا نہیں کر سکتا۔ گو یہ گائے والا (نفس) نہایت لسّان ہے اور سفسطہ آمیز

سیکڑوں دلیلیں پیش کرتا ہے مگر اس سے وہ عوام کو دہوکہ دے سکتا ہے لیکن بادشاہ کو دہوکہ نہیں دے سکتا اور رہزنی کرکے اُسکو راہ راست سے نہیں بھٹکا سکتا۔ یاد رکھو کہ یہ بڑا چالاک ہے۔ اسکے ہاتھ میں تسبیح و قرآن ہوتے ہیں اور آستین میں خنجر و شمشیر بس تم اسکی مکارانہ قران خوانی کا کبھی اعتبار نہ کرنا اور اپنے کو اس کا رازدار اور مصاحب نہ بنانا یہ اتنا چالاک ہے کہ وضو کی ترغیب دیکر تمکو حوض پر لیجاتا ہے اور جاکر ندی میں غوطہ دیدیتا ہے مقصود یہ ہے کہ اگر نفس طاعات کی ترغیب بھی دے تب بھی اس کا معتقد نہ ہونا چاہئے بلکہ اُسکے مکر سے ہوشیار رہنا چاہئے کیونکہ اس میں بھی اسکی کوئی غرض مخفی ہوتی ہے پس طاعات کو تو اختیار کرنا چاہئے مگر اس فریب میں نہ آنا چاہئے جسکے لئے اُسنے وہ ترغیب دی تھی۔ شاید تم یہ سوال کرو کہ صاحب عقل تو ایک نورانی شئے اور طالب حسنات ہے اور نفس ظلمانی و طالب سیئات تو نفس عقل پر کیوں غالب ہوا۔ عقل اسپر غالب کیوں نہوئی تو اس کا جواب یہ ہے کہ عقل روح کی ایک قوت ہے اور روح مجردات سے ہے اسلئے وہ تن سے اجنبی ہے اور نفس جسمانی ہے اسلئے اپنے گھر میں ہے اور اپنے گھر پر کتا بھی شیر ہوتا ہے اسلئے وہ خانۂ تن پر عقل کا تسلط نہیں ہونے دیتا اور اسپر غالب آتا ہے لیکن یاد رہے کہ یہ قبضہ اور تسلط عارضی ہے ذرا اس جنگل میں اصلی شیروں کو آنے دو اور اہل اللہ کی توجہ اس طرف منعطف ہونے دو پھر دیکھنا کہ یہ کتے انکے آگے پانی بھریں گے۔ اور بجز اطاعت کے ان کو چارہ نہوگا کیونکہ اسکے مکر کو عام لوگ نہیں جانتے اسلئے کوئی اُسکو مغلوب نہیں کرسکتا یہ اگر مغلوب ہوتا ہی تو ارباب الہامات ربانیہ ہی سے ہوتا ہے بلکہ اور لوگ تو چونکہ اُسکے ہم نفس ہیں اسلئے اُسکے معین ہوتے ہیں بجز داؤد کے جس سے ہماری مُراد شیخ ہے کہ وہ اُسکی بیخکنی کرتا ہے کیونکہ وہ نائب حق ہے اور جسکو حق سبحانہ اپنی نیابت عطا فرماتے ہیں اُسکی قلب ماہیت ہوجاتی ہے اور وہ مجانس نفس و تن نہیں رہتا۔ عوام کے معین نفس ہونے کا راز یہ ہی کہ وہ سب امراض باطنیہ میں مبتلا ہیں اور نفس بھی انہیں امراض میں مبتلا ہے اور یہ یقینی امر ہے کہ ایک بیماری کو دوسری بیماری سے تقویت پھونچتی ہے پس ضرور ہے کہ وہ اُسکے معین ہوں یہاں تک تمکو معلوم ہوا کہ غذائے روحانی حاصل کرنے کیلئے داؤد وقت کی ضرورت ہے

مگر اس مقام پر ایک یہ بات بتلا دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے نا اہل داؤدؑ ہونیکے مدعی ہیں بس جو لوگ تمیز نہیں رکھتے وہ انکو داؤدؑ سمجھکر ان کا دامن پکڑ لیتے ہیں انکی مثال ایسی ہے جیسے ایک احمق جانور شکاری سے جانور کی آواز سنکر اُس طرف چلدیتا ہے اور جال میں پھنس جاتا ہے یہ لوگ گمراہ ہیں کہ سونے اور ملمع میں تمیز نہیں کرسکتے ایسے لوگوں سے بھاگنا چاہئے خواہ وہ دقیقہ رس ہی کیوں نہ ہوں۔ کیونکہ یہ اُسکو جو پابند دام ہو اور اُسکو جو وارستہ از دام ہو دونوں کو یکساں سمجھتے ہیں جبھی تو ایک دھوکہ باز کے پھندے میں پھنس گئے۔ ایسے لوگوں کی بات کا کوئی اعتبار نہیں۔ اگر وہ دعوی کریں کہ ہمکو فلاں بات کا یقین ہے تب بھی وہ شک ہی میں ہیں کیونکہ جب وہ تمیز ہی نہیں رکھتے تو ان کا یقین اس بات کی واقعیت ظاہر نہیں کرسکتا اور واقع میں دونوں امر محتمل ہیں ممکن ہے کہ ایسا ہو جیسا کہ وہ کہتا ہے اور ممکن ہے کہ ایسا نہ ہو اور ایسا شخص اگر نہایت ہی ذہین ہو تب بھی جبکہ وہ اہل کمال اور بہروپیوں میں تمیز نہیں کرسکتا احمق ہی ہے دیکھو ایسے شخص سے اسی طرح بھاگنا جسطرح کہ ہرن شیر سے بھاگتا ہے اور اے سمجھدار شخص تو بینا کانا اُس سے میل نہ کرنا اس سے تم یہ بھی سمجھ سکتے ہو کہ جب یہ دھوکہ کھانیوالا اس قدر قابل نفرت ہے تو دھوکہ دینے والا کس قدر قابل نفرت ہوگا لہذا اُسکی طرف تو بالاولے رُخ نہ کرنا۔ اب ہم ایک واقعہ سناتے ہیں جس سے تمکو معلوم ہو کہ احمق اور بے تمیز لوگ کسدرجہ قابل گریز ہیں۔ سنو

شرح شبیری

رزق جانی کے بری با سعی جست | جز بعدل شیخ کو داؤدؑ تست

یعنی رزق روحانی کو پوری سعی سے کب حاصل کرسکتے ہو سوائے عدل شیخ کے کہ وہ داؤد تمہارے ہیں۔ عدل سے مراد تربیت ہے مطلب یہ کہ اُس رزق روحانی کو بے تربیت شیخ کی تم کب حاصل کرسکتے ہو جسطرح کہ روزی بے کسب داؤد علیہ السلام کے واسطہ سے اُس شخص کو ملگئی اسی طرح شیخ کے ذریعہ سے کہ وہ مثل داؤدؑ کے ہے تمکو روزی علوم و معارف حاصل ہوگی

نفس چوں با شیخ بیند گام تو | از بن دنداں شود او رام تو

یعنی جبکہ نفس تیرا قدم شیخ کیساتھ دیکھے گا تو بُن دنداں سے وہ تیرا مطیع ہو جاویگا (بن دنداں سے مطیع ہونا یعنی پوری طرح تہ دل سے مطیع ہوگا)

صاحب ایں گاؤ رام آنگاہ شود　　　کز دم داؤدؑ او آگاہ شود

یعنی اس گائے والا اُسوقت مطیع ہوگا کہ داؤد علیہ السلام کے دم سے آگاہ ہوگا (گاؤ سے مراد وہی لذات اور صاحب لذات نفس اور داؤد سے مراد شیخ کامل) مطلب یہ کہ نفس اُسوقت تمہارا مطیع ہوگا جبکہ وہ شیخ کامل سے آگاہ ہو جاویگا اور اُسے شیخ کامل کی خبر ہو جاویگی اس وقت وہ مطیع ہوگا۔

عقل گاہی غالب آید در شکار　　　بر سگ نفست کہ باشد شیخ یار

یعنی عقل شکار میں اُسوقت تیرے سگ نفس پر غالب آویگی جبکہ شیخ مددگار ہوگا۔

نفس اژدرہاست با صد زور و فن　　　روئے شیخ او را چو مرد دیدہ کن

یعنی نفس ایک اژدہا ہے ساتھ سو زور و فن کے اور روئے شیخ اُسکے لئے مثل مرد آنکھ نکالنے والے کے ہے مطلب یہ کہ نفس کو مغلوب کرنیوالا اور اُسکو اندھا کرنیوالا روئے شیخ ہی ہے

گر تو خواہی ایمنی از اژدہا　　　دستش از داماں مکن یکدم رہا

یعنی اگر تم اژدہا سے بیخوف رہنا چاہتے ہو تو ہاتھ اُسکے دامن سے ایک دم کو الگ مت کرو

خاک شو در پیش شیخ باصفا　　　تا ز خاک تو بروید کیمیا

یعنی شیخ باصفا کے آگے خاک ہو جا تاکہ تیری خاک میں سے کیمیا پیدا ہو یعنی تم اُسکے آگے خاک ہو جاؤ اور اُسکے مطیع ہو جاؤ تو کمالات خود تمہارے اندر سے پیدا ہونگے۔

گر تو صاحب گاؤ را خواہی زبوں　　　چوں خراں میخش کن از سوءِ درون

یعنی اگر تو نفس کو مغلوب کرنا چاہتا ہے تو گدھوں کی طرح اُسکے سینگ اندر کی طرف سے اُکھاڑ دے مطلب یہ کہ جسطرح کہ گدھے کے سینگ ہوتے ہی نہیں اسی طرح تو بھی اُسکی جڑ اپنے قلب میں سے اُکھاڑ دے اور شہوات و لذات کو ترک کر دے اُسکے بعد دیکھ کہ وہ عاجز ہوتا یا نہیں

صد زباں در ہر زبانش صد لغت　　　زرق و دستانش نیاید در صفت

یعنی (اسکے) سو زبان ہیں اور اُسکی ہر زبان میں سو لغت ہیں اور اُس کا مکر و فریب تو بیان آ نہیں سکتا

چوں بہ نزدیک ولی اللہ شود آن زبان صد گزش کوتہ شود

یعنی جبکہ کسی ولی اللہ کے پاس جاتا ہے تو وہ اُسکی سو گز کی زبان کوتاہ ہو جاتی ہے مطلب یہ کہ نفس بڑا مکار ہے اور اُسکی زبان سو گز کی ہے کہ یہ کسیکے آگے لچتا ہی نہیں مگر جب شیخ کامل کے آگے پہونچتا ہے تو چونکہ وہ اسکے تمام مکروں سے واقف ہوتا ہے لہذا اسکے سامنے اسکی کچھ نہیں چلتی۔

مدعی گاؤ نفس آمد فصیح صد ہزاراں حجت آرد نا صحیح

یعنی مدعی گاؤ (جوکہ) نفس (ہے) بہت فصیح ہے اور لاکھوں حجتیں نادرست لاتا ہے

شہر را بفریبد الا شاہ را رہ نتاند زد شہ آگاہ را

یعنی شہر کو فریب دے لیتا ہے مگر شاہ کو۔ شاہ آگاہ کو گمراہ نہیں کرسکتا۔

نفس را تسبیح و مصحف در یمیں خنجر و شمشیر اندر آستیں

یعنی نفس کے داہنے ہاتھ میں تو تسبیح و مصحف ہے اور آستین میں خنجر و شمشیر ہے مطلب یہ کہ نفس وہ شے ہے کہ یہ ضرر اندرونی پہونچاتا ہے۔ ظاہر میں تو بڑا دوست ہے اور باطن میں بس مار آستین ہے اللھم احفظنا

مصحف و سالوس او باور مکن خویش با او ہمسر و ہمسر مکن

یعنی اُسکے مصحف و مکر کا تو یقین مت کر اور اپنے کو اُسکے ساتھ ہمراز و ہمسر مت بنا ورنہ اگر راز دار ہوگیا تو یا درہے کہ گھر کا بھیدی لنکا ڈہائے۔ اُسکے مکر کی یہ حالت ہے کہ

سوئے حوضت آورد بہر وضو و اندر اندازد ترا در قعر او

یعنی وضو کیلئے حوض کی طرف تجھے لاتا ہے اور (پھر) اُسکے قعر میں تجھے ڈال دیتا ہے مطلب یہ کہ ترغیب نیک کام کی دیتا ہے اور وہاں لیجاکر کسی مصیبت میں مبتلا کردیتا ہے

عقل نورانی و نیکو طالب است نفس ظلمانی بر و چوں غالب است

یعنی عقل تو نورانی ہے اور اچھی طالب ہے۔ تو نفس ظلمانی اُسپر کیونکر غالب ہے، آگے

خود بتاتے ہیں کہ

زانکہ او در خانہ عقل تو غریب بر در خود سگ بود شیر مہیب

یعنی اسلئے کہ وہ نفس تو گھر میں ہے اور عقل تیری غریب ہے تو اپنے دروازہ پر تو کتا بھی شیر مہیب ہوتا ہے مطلب یہ کہ تمنے نفس کی تو خوب خاطر کی ہے اور اُسکو خوب پال رکھا ہے اور بیچاری عقل کو گھر سے باہر کرر کھا ہے تو اپنے گھر تو کتا بھی شیر ہوتا ہے لہذا تیرا نفس اس وجہ سے پھولا ہوا اور عقل پر غالب ہو رہا ہے۔

باش تا شیراں سوئے بیشہ روند ویں سگاں کور آنجا بگروند

یعنی ٹھہر جا یہانتک کہ شیر بیشہ کی طرف جاویں اور یہ اندھے کتے اُس جگہ مطیع ہو نگے۔ (شیران سے مراد شیوخ کاملین) مطلب یہ کہ اس نفس کے بیشہ میں شیوخ کاملین کو آنے دو وہ اُنکو اُنکے گھروں سے نکالیں گے اور انکو مطیع کریں گے۔ اور عقل کو اُنپر غالب کریں گے۔

مکر نفس و تن نداند عام شہر او نگردد جز بوحی القلب قہر

یعنی مکر نفس و تن کو عوام شہر نہیں جانتے وہ بجز الہام قلبی کے مقہور نہیں ہوتا۔ مطلب یہ کہ نفس کے مکروں کو عوام نہیں جانتے ہاں جو شخص ملہم من اللہ ہو وہ اُسکے مکروں کو سمجھ سکتا ہے اور اُسی سے یہ مطیع ہو سکتا ہے۔

ہر کہ جنس او ست یار او شود جز مگر داؤد کو شیخت بود

یعنی جو کہ اُسکی جنس ہے اُسکا یار ہو جاتا ہے مگر سوائے داؤد کے کہ وہ تیرا شیخ ہو یعنی سوائے شیوخ کاملین کے اور عوام تو سب اُسکی ساتھ ہو لیتے ہیں اور شیوخ اسلئے بچے رہتے ہیں کہ

کو مبدل گشت و جنس تن نماند ہر کرا حق در مقام دل نشاند

یعنی کیونکہ وہ مبدل ہو گیا ہے اور جنس تن نہیں رہا جسکو کہ حق نے مقام دل میں بٹھادیا مطلب یہ کہ جسکو کہ حق تعالیٰ نے درجہ روحانیت کا عطا فرمادیا وہ اب جنس نفس و تن سے چھوٹکر جنس روح بن گیا ہے۔ لہذا اُسکو اس سے ضرر نہیں ہوتا اور وہ اسکی ساتھ ملتا نہیں ہے

بلکہ اُسکو ہی خود مطیع کرلیتا ہے

خلق جملہ علتی اند از کمین　　یار علت می شود علت یقین

یعنی مخلوق سب باطن کی رو سے علتی ہیں تو علت تو یقیناً علت ہی کی ہمراہ ہو گی مطلب یہ کہ چونکہ لوگ سب علتی ہیں اور اُنکے باطن میں علت موجود ہے لہذا اُن کا میلان بھی علت ہی کی طرف ہوتا ہے اور وہ اُس سے مل جاتے ہیں۔ آگے شیوخ مکارین سے بچاتے ہیں کہ

ہر خسے دعوے داؤدی کند　　ہر کہ بے تمیز کف در وے زند

یعنی ہر کمینہ دعوی داؤد ہونے کا کرتا ہے تو جو کہ بے تمیز ہے وہ اُسکے اندر ہاتھ مارتا ہے یعنی کمینے لوگ شیخ بنتے ہیں تو جو جاہل اور بے خبر ہیں وہ اُنکے ہاتھ میں ہاتھ دیدیتے ہیں اور پھنس جاتے ہیں آگے اس پھنسنے کی مثال فرماتے ہیں کہ۔

چوں ز صیادے شنید آواز طیر　　مرغ ابلہ میکند آں سوئے سیر

یعنی جبکہ صیاد سے جانور کی آواز سنتا ہے تو بیوقوف جانور اُس طرف کو چلتا ہے۔ مطلب یہ کہ جب صیاد جانوروں کی بولی بولتا ہے تو جو بیوقوف جانور ہے وہ اپنی ہمجنس کی بولی سمجھکر اُدہر جاتا ہے اور پھنس جاتا ہے اسی طرح جو جھوٹے لوگ دعوی مشیخت کا کرتے ہیں جو بیوقوف ہیں وہ اُنکے دام میں پھنس جاتے ہیں

نقد را از قلب نشناسد غوی است　　ہین از و بگریز اگرچہ معنوی ست

یعنی جو کھرے کو کھوٹے سے نہ پہچانے وہ غوی ہے۔ ارے اُس سے بھاگ اگرچہ (بظاہر) معنوی ہو

رستہ و برستہ پیش او یکیست　　گر یقین دعوی کند او در شکیست

یعنی (ہوا و ہوس سے) چھوٹا ہوا اور (اُن کا) مقید اُسکے آگے سب ایک ہیں (اسلئے کہ اُسکو تمیز ہی نہیں) اور اگر وہ یقین کا دعوی کرے تو وہ خود شک میں ہے یعنی اُسے خود ہی شک ہے تو وہ دعوی یقین کا کیا کرے گا۔ اطمینان قلب جسکا نام ہے وہ اسکو حاصل ہی نہیں۔

اینچنیں کس گر ذکی مطلق است　　چونش ایں تمیز نبود احمق است

یعنی ایسا شخص اگرچہ (بظاہر) ذکی مطلق ہی ہو جب اُسکو یہ تمیز نہیں ہے احمق ہے

ہیں از و بگریز چوں آہو ز شیر　　سوئے او مشتاب ای دانا دلیر

یعنی ارے اُس سے بھاگ جیسے کہ ہرن شیر سے اور اے دانا دلیر اُسکی طرف کو دوڑ مت یعنی ایسے شخص کے پاس ہرگز مت جاؤ۔ آگے حضرت عیسی علیہ السلام کی حکایت لاتے ہیں کہ وہ بھاگے جارہے تھے ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت کیوں بھاگ رہے ہیں فرمایا احمقوں سے بھاگ رہا ہوں تو بھلا جب ایسے حضرات کو ضرورت ان سے علیحدگی کی ہوتی ہے تو پھر اوروں کو تو کیوں نہ ہوگی اب حکایت سنئے۔

شرح حبیبی

عیسی مریم بکوہے می گریخت
شیر گوئی خون او میخواست ریخت

آن یکے در پے دوید و گفت خیر
در پیت کس نیست چہ گریزی چو طیر

با شتاب او آنچنان می تافت جفت
کز شتاب خود جواب او نگفت

یکدو میداں در پئے عیسے براند
پس بجد و جہد عیسے را بخواند

کز پئے مرضات حق یک لحظہ بیست
کہ مرا اندر گریزت مشکلے است

از کہ ایں سو می گریزی اے کریم
نے پیت شیر و نہ خوف خصم و بیم

گفت از احمق گریزانم برو
می رہانم خویش را بندم مشو

گفت آخر آں مسیحا نے توئی
کہ شود کور و کر از تو مستوی

گفت آرے۔ گفت تو آن نیستی
کہ فسون غیب را ماویستی

چوں بخوانی آں فسوں بر مردہٗ
بر جہد چوں شیر صید آوردہٗ

گفت آرے آن منم گفت کہ تو
نے ز گل مرغاں کنی اے خوبرو

بردمی بروے سبک تا جاں شود ۔۔۔ در ہوا اندر زماں پرّاں شود
گفت آرے گفت پس اے روح پاک ۔۔۔ ہر چہ خواہی میکنی از کیست باک
با چنیں برہاں کہ باشد در جہاں ۔۔۔ کہ نباشد مر ترا از بندگاں
گفت عیسی کہ بذات پاک حق ۔۔۔ مبدع تن خالق جاں از سبق
حرمت ذات و صفات پاک او ۔۔۔ کہ بود گردوں گریباں چاک او
کاں فسون و اسم اعظم را کہ من ۔۔۔ بر کر و بر کور خواندم شد حسن
بر کہ سنگین بخواندم شد شگاف ۔۔۔ خرقہ را بدرید بر خود تا بناف
بر تن مردہ بخواندم گشت حے ۔۔۔ بر سر لاشے بخواندم گشت شے
خواندم اورا بر دل احمق بہ وُد ۔۔۔ صد ہزاراں بار و درمانے نشد
سنگ خارا گشت وزاں خو بر نگشت ۔۔۔ ریگ شد کز وے نروید ہیچ کشت
گفت حکمت چیست کانجا اسم حق ۔۔۔ سود کرد اینجا نبود اورا سبق
آں ہماں رنجست وایں رنجے چرا ۔۔۔ او نشد او را و ایں را شد دوا
گفت رنجے احمقی قہر خداست ۔۔۔ رنج کوری نیست قہر آں ابتلاست
ابتلا رنجے ست کاں رحم آورد ۔۔۔ احمقے رنجیست کاں زخم آورد
آنچہ داغ اوست مہر او کردہ است ۔۔۔ چارۂ بروے نیارد برد دست
ز احمقاں بگریز چوں عیسی گریخت ۔۔۔ صحبت احمق بسے خونہا بریخت
بر سر آرد زخم رنجے احمقے ۔۔۔ رحم نبود چارہ جوی آں شقے

اندک اندک ابر را دزد دہوا	این چنیں دزدد ہم احمق از شما
آں گریز عیسوی نز بیم بود	ایمن ست و آں پے تعلیم بود
زمہریر ار پر کند آفاق را	چہ غم آں خورشید با اشراق را

ایک مرتبہ عیسیٰ علیہ السلام ایک پہاڑ پر یوں دوڑے جا رہے تھے کہ اس سے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی شیر اُنکو مار ڈالنا چاہتا ہو یہ حالت دیکھکر ایک مخلص پیچھے دوڑا اور کہا حضور خیر تو ہے آپ کیوں اُڑے جا رہے ہیں آپکے پیچھے تو کوئی بھی نہیں پھر کیا خوف ہے مگر وہ اسقدر تیز جا رہے تھے کہ جلدی کے سبب اُسکو جواب بھی ندیا کچھ دور تو وہ اُن کے پیچھے دوڑا مگر جب تھک گیا تو بہت اصرار کیسا تھ اسنے حضرت عیسے علیہ السلام کو آوازیں دینی شروع کیں اور ٹھہرانا چاہا اور کہا کہ خدا کیلئے ذرا ٹھہر جائیے مجھے آپکے بھاگنے کے متعلق ایک شبہ ہوگیا ہے اسکو حل فرماتے جائیے جب وہ ٹھہرے تو اُسنے دریافت کیا کہ آپ کس سے بھاگتے ہیں نہ آپکے پیچھے کوئی شیر آ رہا ہے نہ کسی دشمن کا خطرہ ہے آپنے فرمایا کہ یہ صحیح ہے مگر میں احمق سے بھاگ رہا ہوں اور اُس سے اپنے کو چھڑانا چاہتا ہوں تو جا اپنا کام کر اور مجھے مت روک اُسنے عرض کیا کہ کیا آپ وہ ہی عیسے نہیں جو اندھے بہروں کو اچھا کرتے ہیں آپنے فرمایا کہ ہاں میں وہی ہوں پھر اُسنے سوال کیا کہ کیا آپ وہی نہیں ہیں جو افسون غیب یعنی اسم اعظم اپنے پاس رکھتے ہیں جسکی یہ صفت ہی کہ جب آپ اُسکو کسی مردہ پر پڑھکر دم کرتے ہیں تو وہ یوں مستعدی کیساتھ اُٹھتا ہے جیسے شیر کے پاس شکار لایا گیا ہو آپنے فرمایا کہ ہاں میں وہی ہوں پھر اُسنے دریافت کیا کہ کیا آپ مٹی سے جانور نہیں بنا دیتے اور کیا ایسا نہیں ہوتا کہ آپ ایک آہستہ سے پھونک مارتے ہیں تو وہ جاندار ہو جاتا اور فوراً ہوا میں اُڑ جاتا ہے آپنے فرمایا کہ ہاں میں ایسا ہی کرتا ہوں اور ایسا ہوتا ہے اسپر اسنے متحیر ہو کر پوچھا کہ جب آپ کی یہ شان ہے کہ جو آپ چاہتے ہیں وہی ہو جاتا ہے تو پھر آپ کو کس کا ڈر ہے اور باوجود

ان معجزات باہرہ کے پھر کون ایسا ہے جو آپ کا خادم نہ ہوگا اور اُس سے آپکو تضرر کا اندیشہ ہوگا۔ آپنے فرمایا کہ قسم ہے اُس ذات پاک کی جو جسم و جان کو ابتدا ہی سے پیدا کرنیوالا ہے اور اُسکی ذات وصفات پاک کی قسم جسکا فلک سا عظیم القدر جسم عاشق و مطیع ہے کہ میں نے اُس افسون اور اُس اسم اعظم کو جسکو میں اندھے اور بہروں پر پڑھتا ہوں تو وہ اچھے ہوجاتے ہیں اور پہاڑ پر پڑھکر دم کرتا ہوں تو پھٹ جاتا ہے اور ناف تک گریبان چاک ہوجاتا ہے یعنی مرا مسخر ہوجاتا ہے اور مُردہ پر پڑھتا ہوں تو زندہ ہوجاتا ہے اور لاشے پر پڑھتا ہوں تو شے ہوجاتی ہے۔ احمق کے دل پر نہایت شفقت کیساتھ لاکھوں مرتبہ پڑھا مگر وہ اچھا نہ ہوا بلکہ اور پتھر ہوگیا۔ اور وہ عادت اُسکی نہ گئی اور ایسا ہوگیا جیسے ریت کہ قابل زراعت ہی نہیں اسپر اُس نے یہ سوال کیا کہ آخر اس میں کیا حکمت ہے کہ اسم اعظم نے وہاں کام دیا اور یہاں کچھ کام نہ دیا حالانکہ وہ بھی مرض ہیں اور یہ بھی مرض ہے پھر کیا وجہ ہے کہ اُن کیلئے تو وہ دوا ہوگیا مگر اس مرض کیلئے دوا نہ ہوسکا آپنے فرمایا کہ دونوں قسم کے مرضوں میں فرق ہے۔ مرض حماقت اثر قہر خدا ہے اور اندھاپن وغیرہ امراض قہر خدا کا اثر نہیں ہیں بلکہ وہ ایک قسم کا ابتلائے حق سبحانہ ہے اور ابتلا وہ مرض ہے جسپر رحم آتا ہے اور احمقی وہ مرض ہے کہ اس سے تکلیف ہوتی ہے اور غصہ آتا ہے اور اسکی وجہ سے خوب سزا دینے کو جی چاہتا ہے اور داغ حماقت حق سبحانہ کی قائم کی ہوئی مہر ہے جسکو کوئی تدبیر نہیں توڑ سکتی جب یہ قصہ سُن چکے تو اس سے عبرت پکڑو اور احمقوں سے تم بھی یوں ہی بھاگو جسطرح عیسے علیہ السلام بھاگے تھے۔ کیونکہ احمق کی صحبت بہت خون کرتی ہے اور بہت سے لوگوں کو موت روحانی میں پھنسا دیتی ہے لہذا مرض احمقی خود معالج کو نقصان پھونچاتا ہے اسلئے اس شقی کا علاج کرنا رحم نہیں ہے بلکہ خود اپنے اوپر ظلم ہے کیونکہ جسطرح کہ ہوا تھوڑا تھوڑا پانی اُڑاتی ہے جو محسوس بھی نہیں ہوسکتا اور آخر میں وہ پانی بالکل خشک ہوجاتا ہے یوں ہی احمق بھی تمہارے صفات حمیدہ کو نامعلوم طریقہ سے فنا کرتا رہتا ہے۔ پس تمکو اس سے بچنا چاہئے لیکن تمکو اس مقام پر یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کا بھاگنا اپنے خوف سے نہیں تھا کیونکہ وہ

تو معصوم تھے بلکہ وہ بھاگنا دوسروں کو عملی تعلیم تھی مثلاً اگر کڑکے کی سردی تمام عالم میں پھیل جائے تو آفتاب کو اس سے کیا خطرہ۔ پس یہی حالت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تھی کہ اگر تمام عالم احمق ہو جاتا تب بھی اُنکو ضرر نہ تھا۔

شرح شبیری

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا احمقوں سے پہاڑ پر بھاگنا اور ایک شخص کا اُن کے پیچھے جانا اور اُنسے سوال کرنا

عیسیٰ مریم بکوہے می گریخت　　　شیر گوئی خون او میخواست ریخت

یعنی عیسیٰ مریم علیہما السلام ایک پہاڑ کی طرف (ایسے) بھاگ رہے تھے گویا کہ کوئی شیر انکا خون ریخت کرنا چاہتا یعنی ایسے بھاگ رہے تھے کہ جیسے کوئی درندہ آتا ہو اور کوئی شخص اُسکے خوف سے بھاگے۔

آں یکے در پئے دوید و گفت خیر　　　در پیت کس نیست چہ گریزی چو طیر

یعنی ایک شخص اُن کے پیچھے دوڑا اور کہا کہ خیر تو ہے آپکے پیچھے تو کوئی نہیں ہے آپ پرندہ کی طرح کیوں بھاگ رہے ہیں مطلب یہ کہ ایسے اُڑے ہوئے کیوں جا رہے ہو کوئی دشمن وغیرہ بھی تعاقب میں نہیں۔

با شتاب او آنچناں می تاخت جفت　　　کز شتاب خود جواب او نہ گفت

یعنی جلدی کیساتھ وہ ایسا تیز بھاگ رہے تھے کہ اپنی جلدی کی وجہ سے اُسکو جواب بھی نہ دیا

یکدو میدان در پئے عیسیٰ براند　　　پس بجد جد عیسیٰ را بخواند

یعنی ایک دو میدان تک تو اُسنے عیسیٰ کے پیچھے چلایا پھر بجد جہد سے اُسنے عیسیٰ کو پکارا

کز پئے مرضات حق یک لحظہ بیست　　　کہ مرا اندر گریزت مشکلے است

یعنی کہ خدا کے واسطے ایک گھڑی کیلئے کھڑے رہئے کہ مجھے آپکے بھاگنے میں ایک اشکال ہے

(وہ یہ کہ)

از کہ این سو می گریزی اے کریم
نے پیت شیر و نہ خوف خصم و بیم

یعنی اے کریمؑ آپ اس طرف کس سے بھاگ رہے ہیں آپ کے پیچھے نہ شیر ہے اور نہ خوف دشمن ہے اور نہ کوئی اور خوف ہے۔

گفت از احمق گریزانم برو
می رہانم خویش را بندم مشو

یعنی آپ نے فرمایا کہ میں احمق سے گریزاں ہوں تو جا اور میں اپنے کو (احمق سے) چھڑا تا ہوں تو میری روک مت ہو۔

گفت آخر آن مسیحا نہ توئی
کہ شود کور و کر از تو مستوی

یعنی اُس سائل نے کہا کہ آخر کیا آپ وہی مسیحا نہیں ہیں کہ آپ سے اندھے بہرے سب تندرست ہوتے ہیں مطلب یہ کہ جب آپ ایسے ہیں تو آپکو احمق کیا گزند پہونچا سکتا ہے

گفت آری۔ گفت آن شہ نیستی
کہ فسون غیب را ماویستی

یعنی عیسیٰؑ نے کہا کہ ہاں (میں وہی مسیحا ہوں) تو اُس سائل نے کہا کہ کیا آپ وہ بادشاہ نہیں ہیں جو کہ غیب کی باتوں کے ماوی اور ٹھکانہ ہیں۔

چون بخوانی آن فسون بر مردۂ
بر جہد چون شیر صید آوردۂ

یعنی جب اُس فسوں کو تم کسی مُردہ پر پڑھ دو تو شکاری شیر کی طرح کود آئے۔

گفت آرے آن منم گفت کہ تو
نے ز گل مرغان کنی اے خوبرو

یعنی عیسیٰؑ نے فرمایا کہ ہاں میں وہی ہوں تو اُسنے کہا کہ اے خوبرو کیا آپ وہ نہیں ہیں جو مٹی سے جانور بنا دیتے ہیں۔

بر دمی بروے سبک تا جان شود
در ہوا اندر زمان پران شود

یعنی اُسپر آہستہ سے پھونکتے ہوں یہانتک کہ وہ جان ہو جاتا ہے اور اُسی وقت ہوا میں اُڑنے لگتا ہے۔

گفت آری گفت بس اے روح پاک
ہر چہ خواہی میکنی از کیست باک

یعنی عیسےٰؑ نے فرمایا کہ ہاں تو اُسنے کہا کہ اے روح پاک آپ جو چاہیں کریں پھر ڈر کس کا ہے

باچنیں برہاں کہ باشد در جہاں کہ نباشد مر ترا از بندگاں

یعنی باوجود اس قدر دلائل کے دنیا میں کون ہوگا جو کہ آپکے غلاموں میں سے نہ ہوگا

گفت عیسیٰ کہ بذات پاک حق مبدع تن خالق جاں در سبق

یعنی عیسیٰ نے فرمایا کہ حق کی ذات پاک کی قسم ہے جو کہ بدن کا بنانیوالا اور ازل میں خالق جان ہے

حرمت ذات و صفات پاک او کہ بود گردوں گریباں چاک او

یعنی اُسکی ذات پاک اور صفات کی قسم جسکا کہ آسمان گریباں چاک (عاشق) ہے

کاں فسوں و اسم اعظم را کہ من بر کر و بر کور خواندم شد حسن

یعنی کہ اُس فسوں اور اسم اعظم کو کہ میں نے کور و کر پر پڑھا تو وہ اچھے ہو گئے۔

بر کہ سنگین بخواندم شد شگاف خرقہ را بدرید بر خود تا بناف

یعنی سنگین پہاڑ پر پڑھا تو وہ پھٹ گیا اُسنے اپنے خرقہ کو ناف تک پھاڑ لیا۔

بر تن مردہ بخواندم گشت حی بر سر لاشے بخواندم گشت شی

یعنی مُردہ کے بدن پر پڑھا تو وہ زندہ ہوگیا اور لاشے کے اوپر پڑھا تو وہ شے ہوگئی۔

خواندم آں را بر دل احمق بہ وُد صد ہزاراں بار و درمانی نشد

یعنی میں نے اُسکو احمق کے دل پر دوستی سے لاکھوں بار پڑھا مگر کوئی اثر نہوا۔

سنگ خارا گشت و زاں خو بر نگشت ریگ شد کز وے نروید ہیچ کشت

یعنی پتھر بن گیا اور اس (احمقی کی) خصلت سے نہ پھرا ریت ہوگیا کہ اُس میں کوئی کھیتی نہیں اُگتی

گفت حکمت چیست کانجا اسم حق سود کرد اینجا نبود آں را سبق

یعنی سائل نے کہا کہ (اس میں) کیا حکمت ہے کہ اُس جگہ تو اسم حق نے نفع کیا اور اس جگہ اُسکے لئے سبقت نہ ہوئی۔

آں ہماں رنج است و ایں رنجے چرا او نشد ایں را و آں را شد دوا

یعنی وہ (کوری و کری) بھی ایک بیماری ہے اور یہ بھی ایک مرض ہے تو کس لئے وہ اُسکے لئے تو دوا ہوگیا اور اُسکے لئے نہ ہوا۔

گفت رنج احمقی قہر خداست رنج کوری نیست قہر آں ابتلاست

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ احمقی تو خدا کا قہر ہے (نعوذ باللہ منہ) اور کوری کا مرض قہر نہیں ہے بلکہ وہ تو ابتلاء ہے۔

ابتلاء رنجیست کان رحم آورد　　احمقی رنجیست کان زخم آورد

یعنی مبتلا ہو جانا (کسی مرض میں) تو ایک ایسی شے ہے کہ رحم لاتی ہے اور احمقی ایک ایسا مرض ہے جو کہ زخم پیدا کرتا ہے۔

آنچہ داغ اوست مُہر او کردہ است　　چارۂ بروے نیارد برد دست

یعنی جو کہ (احمقی) کا داغ ہے اسنے مہر کر دی ہے تو کوئی علاج پر قدرت نہیں لا سکتا۔ آگے مولانا فرماتے ہیں

ز احمقاں بگریز چوں عیسیٰ گریخت　　صحبت احمق بسے خونہا بریخت

یعنی احمقوں سے بھاگ جیسا کہ عیسیٰ ع بھاگے (کیونکہ احمق کی صحبت نے بہت سے خون خراب کئے ہیں۔

بر سر آرد ز خشم رنج احمقی　　رحم نبود چارۂ جوئی آن شقی

یعنی احمقی کا مرض سر پر زخم لگاتا ہے اور اس بدبخت کا معالج رحم نہیں ہوتا۔

اندک اندک آب را دزدد ہوا　　وانچنیں دزدد ہم احمق از شما

یعنی جیسے کہ ہوا پانی کو تھوڑا تھوڑا چراتی ہے (اور اسکو ہوا اڑا لیتی ہے) اسی طرح احمق تم میں سے (عقل کو) چراتا ہے (اور انجام کار تمکو بھی احمق بنا لیتا ہے۔

گرمیت را دزدد و سردی دہد　　ہمچناں کو زیر خود سنگے نہد

یعنی تمہاری گرمی (عقل) کو چراتا ہے اور سردی (احمقی) دیدیتا ہے اسی طرح گویا کہ وہ اپنے نیچے ایک پہاڑ رکھتا ہے۔

آں گریز عیسوی نز بیم بود　　ایمن است آں از پئے تعلیم بود

یعنی عیسیٰ علیہ السلام کا بھاگنا خوف کی وجہ سے نہیں تھا (کیونکہ) وہ تو بیخوف تھے (بلکہ تعلیم کیواسطے تھا (کہ انکو بتانا تھا کہ احمق سے اسطرح الگ رہا کرو) آگے اُسکی ایک مثال ہے کہ

زمہریر ار پُر کند آفاق را　　چہ غم آں خورشید با اشراق را

یعنی جاڑا اگر تمام عالم کو زمہری سے بھر دے تو اُس روشن آفتاب کو کیا غم (بس اسی طرح احمقوں سے عیسیٰ علیہ السلام کو کیا غم جیسے سردی سے علاوہ آفتاب کے اور اشیاء متاثر ہوتی ہیں بس اسی طرح احمق کی حماقت سے بھی اور لوگ ہی متاثر ہوتے ہیں) آگے اُسکی وجہ بتاتے ہیں کہ۔

ہر کرا گرمی بود از نور حق — او چہ غم دارد ز سردیہا تولق

یعنی جسکے پاس کہ نورِ حق کی گرمی ہو اُسکو کسی سردی کا کیا غم ہے (تو بس اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس چونکہ نورِ حق تھا انکو احمقوں کی حماقت سے کیا خوف ہوتا) آگے اہل سبا کی حماقت اور اُس حماقت کی وجہ سے اُنکی بربادی کے قصہ کو بیان فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

یاد آمد قصۂ اہل سبا — کز دم احمق صباشان شد وبا
آں سبا ماند بشہر بس کلاں — در فسانہ بشنوی از کودکاں
کودکاں افسانہا می آورند — درج در افسانہ شان بس سر و پند
ہزلہا گویند در افسانہ ہا — گنج میجو در ہمہ ویرانہ ہا
بود شہرے بس عظیم و مہ و لے — قدر او قدر سکرہ بیش نے
بس عظیم و بس فراخ و بس دراز — سخت زفت و تو بتو ہمچوں پیاز
مردم دہ شہر مجموع اندرو — لیک جملہ سہ تن و نا شستہ رو
اندرو نوع خلائق بیشمار — لیک آں جملہ سہ خام پختہ خوار
جاں ناکردہ بجاناں تاختن — گر ہزار انست باشد نیم تن

آں یکے بس دوربین و دیدہ کور / از سلیماں کور و دیدہ پائے مور

واں دگر بس تیزگوش و سخت کر / گنج و در وے نیست یکجو سنگ زر

واں دگر عور و برہنہ لاشہ باز / لیک دامنہائے جامہ او دراز

گفت کور اینک گروہے میرسند / من ہمی بینم کہ چہ قوم اند و چند

گفت کر آرے شنیدم بانگ شاں / کہ چہ میگویند پیدا و نہاں

آں برہنہ گفت ترساں زاں منم / کہ ببرند از درازی دامنم

کور گفت اینک بہ نزدیک آمدند / خیز بگریزیم پیش از زخم و بند

کر ہمی گوید کہ آرے مشغلہ / می شود نزدیک تر یاراں ہلہ

آں برہنہ گفت آوہ دامنم / از طمع برند و من ناایمنم

شہر را ہشتند بیروں آمدند / در ہزیمت در دہے اندر شدند

اندراں دہ مرغ فربہ یافتند / لیک ذرہ گوشت بر وے نی نژند

کور دید و آں کر آوازش شنید / عور بگرفت و بدامن درکشید

مرغ مردہ خشک در زخم کلاغ / استخوانہا زار گشتہ چوں نباغ

پس طلب کردند دیگے یافتند / بے سر و بے بن سبک بشتافتند

بر سر آتش نہادند آں سہ تن / مرغ فربہ را بدیگ اندر زفن

آتشش کردند چنداں اے پسر / کاستخواں شد پختہ لحمش بیخبر

زاں ہمی خوردند چوں از صید شیر / ہر یکے از خوردنش چوں پیل سیر

ہر سہ زاں خوردند و بس فربہ شدند	چوں سہ پیل بس بزرگ و مہ شدند
آنچناں کز فربہی ہر یک جواں	در نہ گنجیدے ز زفتی در جہاں
با چنیں گبزی و ہفت اندام زفت	از شگاف در بروں جستند تفت
راہ مرگ خلق ناپیدا رہے است	در نظر ناید کہ آں بیجا رہے است
نک پیاپے کاروانہا مقتفی	زیں شگاف در کہ ہست آں مختفی
بر در ار جوئی نیابی آں شگاف	سخت ناپیدا و زو چندیں زفاف ؎

جبکہ گفتگو ذکر حماقت تک پہونچی تو مجھے اہل سبا کا قصہ یاد آگیا کہ انکی احمقانہ گفتگو سے اُن کا شہر سبا وبا ہوگیا تھا قبل اسکے کہ ہم اُن کا قصہ بیان کریں اولاً انکے شہر کی حالت بیان کرتے ہیں ان کا شہر معروف بہ سبا اُس بڑے شہر کے مشابہ تھا جسکا ذکر تم لڑکوں کی کہانیوں میں سنتے ہو۔ بچے کہانیاں کہتے ہیں مگر انکی کہانیوں میں بہت سے اسرار و نصائح درج ہوتے ہیں اور گو وہ اپنی کہانیوں میں ترہات بانکتے ہیں مگر تمکو تمام ویرانوں میں خزانوں کا متلاشی رہنا چاہئے لہذا ان میں اسرار و نصائح کو ڈھونڈھنا چاہئے ضرور ملیں گے وہ کہانی یہ ہے کہ ایک بہت بڑا شہر تھا مگر مقدار میں سکورہ سے زیادہ نہ تھا وہ بہت بڑا اور بہت لمبا چوڑا تھا اور بہت گنجان اور پیاز کے چھلکوں کی طرح اوپر تلے بسا ہوا تھا اور آدمیوں کی یہ کثرت کہ دس شہروں کے آدمی اسمیں مجتمع تھے لیکن گنتی میں صرف تین نحوس تھے اور اُسکے اندر مختلف قسم کی مخلوق تھی ایک سب کو شمار کیجئے تو تین بیہودے اور پکی پکائی کے کھانیوالے تھے اب مولانا بر سبیل اعتبار فرماتے ہیں کہ اگر ہزاروں آدمی ہوں اور انکی جان طالب حق نہو تو فی الحقیقت وہ آدھے آدمی کے برابر بھی نہیں ہیں یہ جملہ معترضہ بیان فرما کر پھر قصہ شروع کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ایک تو اُن میں تیز نظر اور اندھا تھا

؎ قولہ زفاف جمع زفہ بروزن غلہ بمعنی زمرہ و گروہ کذا فی القاموس ۱۲ منہ

جو کہ سلیمان یعنی دیکھنے کے لائق چیز کو وہ دیکھتا تھا اور چیونٹی کا پاؤں یعنی نہ دیکھنے کے لائق چیزیں دیکھتا تھا دوسرا بہت سننے والا اور بہرا تھا اسلئے گویا کہ وہ ایک خزانہ تھا جسمیں جو برابر بھی سونا نہ تھا۔ تیسرا ننگا اور مرِیل ٹٹو دوڑانے والا تھا لیکن دامن اُسکے بہت بڑے بڑے تھے ان میں جو اندھا تھا اُسنے کہا کہ کچھ لوگ آرہے ہیں اور میں دیکھتا ہوں کہ کون لوگ ہیں اور کتنے ہیں اور جو بہرا تھا اُسنے کہا کہ میں اُنکی آواز سنتا ہوں کہ وہ زور زور اور چپکے چپکے کیا باتیں کرتے ہیں اور جو ننگا تھا اُسنے کہا کہ مجھے اسکا خطرہ ہے کہ یہ میرا دامن دراز نہ کاٹ لیں اندھے نے کہا لو وہ تو قریب ہی آ گئے ارے اُٹھو اور بھاگو ایسا نہ ہو کہ لوگ ہمیں ضرر پہونچائیں اور قید کر لیں۔ بہرے نے کہا کہ ارے ہاں اُنکی آواز تو نزدیک ہوتی جاتی ہے یارو ہوشیار ہو جاؤ۔ ننگے نے کہا بہت ٹھیک ہے یہ لوگ حرص سے میرا دامن کاٹنا چاہتے ہیں اور مجھے اُنکی طرف سے کھٹکا ہے تم ضرور بھاگو غرضکہ وہ بھاگے اور شہر کو چھوڑ کر باہر نکلے اور بھاگتے بھاگتے ایک گانوں میں پہونچے۔ اس گانوں میں اُنکو ایک بہت موٹا تازہ مُرغ ملا لیکن وہ بہت ہی دُبلا تھا اور اُس میں ذرہ برابر گوشت نہ تھا اندھے نے اُسے دیکھا بہرے نے اُسکی آواز سنی اور ننگے نے پکڑ کر دامن میں رکھ لیا۔ مُرغ مرا ہوا اور سوکھا ہوا تھا اور کووں کی چونچوں سے ہڈیاں بھی سوکھکر سوت کے تاروں کی مانند ہو گئی تھیں اُسکے بعد اُنہوں نے ہانڈی تلاش کی تو ایک ہانڈی ملی جسکے نہ سر تھا نہ پیندی وہ جلدی سے دوڑے اور اُسے لے لیا اور فوراً ہانڈی کو چولہے پر رکھدیا اور اُس موٹے تازہ مُرغ کو اُس میں اپنی ہوشیاری سے رکھدیا آگ اُسکے نیچے اتنی جلائی کہ ہڈیاں گل گئیں اور گوشت کو آنچ بھی نہ لگی اسکے بعد اُنہوں نے اسکو کھایا جسطرح شیر شکار کو کھاتا ہے اور اُسکو کھا کر ہر ایک ہاتھی کی طرح مگن ہو گیا اور اسکو کھا کر تینوں خوب موٹے تازے ہو گئے اور ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے تین بڑے موٹے تازے ہاتھی بلکہ اتنے موٹے ہوئے کہ ایک ایک ان میں عالم میں نہ سماتا تھا لیکن باوجود اسقدر فربہ اور عظیم الجثہ ہونے کے کواڑ کی درز میں سے فوراً نکلجاتے تھے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ اسمیں اشارہ ہے اس طرف کہ راہ موت ایک غیر محسوس راستہ ہے اور اپنی مذاق نہ ہونے کے سبب

دکھلائی بھی نہیں دیتا۔ لیکن مخلوق باوجودیکہ اتنی موٹی تازی ہے کہ اُسمیں کا ہرایک فرد عالم میں نہیں سماتا کیونکہ وہ چاہتا ہے کہ سارا عالم میرا ہو اور اگر اُس سے بھی زیادہ ہو تو وہ بھی میں ہی لیلوں مگر اُسکے اس مخفی شگاف در سے یکے بعد دیگرے قافلے کے قافلے نکلے چلے جارہے ہیں ناس دروازہ کا اسقدر باریک اور غیر محسوس شگاف ہیکہ اگر تم تلاش بھی کرو تو بھی دکھلائی نہ دے مگر باایں ہمہ اسمیں کو اتنی جماعتیں کثیرہ نکل رہی ہیں مولانا نے یہانتک کہانی اور ضمناً اُسکے بعض حقائق بیان کردئے آگے اُسکی شرح کرتے ہیں اور فرماتے ہیں

شرح شبیری

قصہ اہل سبا کا اور اُنکی حماقت کا اور اُنکے اندر انبیاء کی پند و نصیحت کا مؤثر نہ ہونا

یادم آمد قصہ اہل سبا ۔۔۔ کز دم احمق صبا شاں شد وبا

یعنی مجھے اہل سبا کا قصہ یاد آیا کہ دم احمق کی وجہ سے اُنکو صبا وبا ہوگئی تھی مطلب یہ کہ اُنکے جو افعال احمقی کے تھے اُسکی وجہ سے وہ عیش وعشرت اُنکے لئے وبا ہوگئی۔

آں سبا ماند بشہرے بس کلاں ۔۔۔ در فسانہ بشنوی از کودکاں

یعنی وہ سبا ایک (اُس) شہر کی مشابہ ہے (جو کہ) بہت بڑا تھا اور کہانی میں تم بچوں سے سنو گے۔ مولانا کے زمانہ میں معلوم ہوتا ہے کہ بچوں میں ایک کہانی مشہور تھی جسکو مولانا آگے خود بیان فرماوینگے۔ خلاصہ اُس کا یہ ہے کہ بچے بیان کیا کرتے تھے کہ ایک بہت بڑا شہر تھا لیکن اتنا ایک کوزہ کی برابر اور اُس میں بہت بڑی آبادی تھی مگر تھے صرف تین ہی آدمی۔ اُن میں سے ایک بہرا تھا مگر سنتا خوب تھا ایک اندھا تھا اور دیکھتا خوب تھا اور ایک برہنہ تھا مگر اُسکے دامن بڑے لمبے لمبے تھے تو یہ ایک اجتماع ضدین معلوم ہوتا ہے مولانا اسکی حقیقت بیان فرماوینگے کہ اُنکے اندر دنیا کی آنکھ تھی۔ دنیا ہی کیلئے کان تھے دنیا ہی کیلئے وہ لباس تھا۔ دین اور خدا کیلئے چونکہ کچھ نہ تھا لہذا گویا کہ نقد دم تھا تو مثلاً

وہ اندھا دین سے اندھا تھا اور تیز بیں معاملات دنیاوی میں تھا۔ علیٰ ہذا اُن میں صورت تو تھی مگر معنے نہ تھے۔ اسی طرح مولانا فرماتے ہیں کہ اہل سبا بھی اُسی شہر کے مطابق تھے کہ صورت تو بہت ہی عمدہ مگر معنی خاک بھی نہیں اور دین کے نام اُنکے اندر کچھ بھی نہیں تھا آگے مولانا اس قصہ مشہور کو بعد دو تین شعروں کے بیان کرینگے اُسکے بعد اُسکی شرح فرمادیں گے اور اس سے نتیجہ نکالیں گے دور تک یہی مضمون ہے اب مولانا فرماتے ہیں کہ۔

کودکاں افسانہ ہا می آورند　　درج در افسانہ شاں بس سر و پند

یعنی بچے بہت سے افسانے بیان کرتے ہیں اور اُنکے افسانوں میں بہت سے اسرار اور نصائح درج ہوتے ہیں۔ مطلب یہ کہ ان کہانیوں کو بھی بیکار مت سمجھو بلکہ ان سے بھی نتیجہ نکال لو کہ اُن میں بھی معنے ہوتے ہیں یہ فضول نہیں ہوتے جیسا کہ دیکھو بچوں کی اس کہانی کا نتیجہ نکل آیا۔

ہزلہا گویند در افسانہا　　گنج میجو در ہمہ ویرانہا

یعنی یہ لوگ کہانیوں میں ہزل کہتے ہیں تو تم تمام ویرانوں میں خزانہ کو تلاش کرو۔ اب آگے اس قصہ مشہور کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

بود شہرے بس عظیم و مہ ولے　　قدر او چون قدر سکرہ بیش نے

یعنی ایک شہر بہت عظیم الشان تھا لیکن اُسکی قدر ایک کوزہ سے زائد نہ تھی۔

بس عظیم و بس فراخ و بس دراز　　سخت زفت و زفت اندازہ پیاز

یعنی بہت بڑا اور بہت فراخ اور بہت دراز اور بہت ہی عظیم الشان اور برابر ایک پیاز کے۔

مردم دہ شہر مجموع اندرو　　لیک جملہ سہ تن ناشستہ رو

یعنی آدمی گاؤں اور شہر کے اُس میں جمع تھے لیکن سارے تین تن تھے اور وہ بھی ناشستہ رو تھے۔ مطلب یہ کہ اس شہر کے اندر آدمی گاؤں اور شہر کے موجود تھے مگر وہ سارے تین قسم کے آدمی تھے۔

اندرو نوع خلائق بے شمار　　لیک آن جملہ سہ خام پختہ کار

یعنی اُسکے اندر نوع خلائق بیشمار تھی لیکن وہ سارے تین خام پختہ کار تھے یعنی باوجودیکہ نوع

خلائق بیشمار تھی لیکن پھر بھی یہ تین کم ہمت ہی تھے۔

جاں نا کردہ بجاناں تاختن گر ہزار انست باشد نیم تن

یعنی جان کو جانان کیساتھ تاختہ نہ کئے ہوئے تو اگر ہزار ہوں تو وہ نیم تن ہے مطلب یہ کہ جسکو خدا سے تعلق نہ ہو وہ اگر ہزار بھی ہوں تو حقیقت کے اعتبار سے کچھ بھی نہیں ہیں اسی طرح اگرچہ اس شہر میں لاکھوں رہتے تھے مگر کچھ بھی نہ تھے اسلئے کہ خدا سے اُنکو تعلق نہ تھا اور وہ لاکھوں ایسے تھے جیسے کہ صرف تین آدمی ہوں۔

آں یکے بس دور بیں و دیدہ کور از سلیماں کور و دیدہ پائے مور

یعنی وہ ایک بہت دور بیں اور دیدہ کور (یعنی) سلیمان سے کور اور پاؤں مور کو دیکھے ہوئے۔ مطلب یہ کہ دنیا میں دور بیں تھا مگر دین کے اعتبار سے اندھا تھا۔

آں دگر بس تیز گوش و سخت کر گنج و در وے نیست یکجو سنگ و زر

یعنی وہ دوسرا بہت تیز گوش اور بہت سخت بہرا ایک خزانہ تھا اور اُسکے اندر ایک جو کی برابر سونا نہ تھا یعنی دنیا کے اعتبار سے تو بہت کچھ تھا مگر اصل میں دیکھو تو دین میں بہرا

واں دگر عور و برہنہ لاشہ تاز لیک دامن ہائے جامہ او دراز

یعنی اور وہ دوسرا ننگا برہنہ مفلس لیکن اُسکے کپڑے کو دامن بہت دراز تھے یعنی دین کے اعتبار سے یہ برہنہ تھا مگر ظاہری دامن بہت دراز تھے اب اُن میں باتیں شروع ہوئیں۔

گفت کورا اینک گروہے میرسند من ہمی بینم کہ چہ قوم اند و چند

یعنی اندھا بولا کہ یہ ایک گروہ پہونچتے ہیں اور میں اُنکو دیکھ رہا ہوں کہ کون قوم ہے اور کتنے ہیں

گفت کر آرے شنیدم بانگ شاں کہ چہ میگویند پیدا و نہاں

یعنی بہرے نے کہا کہ میں اُنکی آواز سن رہا ہوں وہ جو کچھ کہ ظاہر یا پوشیدہ کہہ رہے ہیں۔

آں برہنہ گفت ترساں زاں منم کہ ببرم از درازی دامنم

یعنی وہ برہنہ بولا کہ میں اس سے ڈر رہا ہوں کہ میرے دامن کی لمبائی نہ کاٹ لیں۔

کور گفت اینک بنزدیک آمدند خیز بگریزیم پیش از زخم و بند

یعنی اندھے نے کہا کہ یہ نزدیک آگئے اُٹھو ہم زخم اور بند سے پہلے بھاگ جائیں۔

گر ہمی گوید کہ آرے مشغلہ ‌ ‌ ‌ می شود نزدیک تر یاراں بلہ

یعنی بہرا کہتا تھا کہ ہاں یہ مشغلہ تو اے یارو بہت نزدیک ہوتا جاتا ہے خبردار رہو۔

آں برہنہ گفت آوہ دامنم ‌ ‌ ‌ از طمع برند ومن ناایمنم

یعنی اُس برہنہ نے کہا کہ آہ میرے دامن کو طمع کی وجہ سے کاٹ لیں گے اور میں بےخوف نہیں ہوں

شہر را ہشتند بیروں آمدند ‌ ‌ ‌ وز ہزیمت در دہے اندر شدند

یعنی اُنہوں نے شہر کو چھوڑ دیا اور باہر آ گئے اور بھاگنے کی وجہ سے ایک گاؤں میں چلے گئے

اندراں دہ مرغ فربہ یافتند ‌ ‌ ‌ لیک ذرہ گوشت بروی نی شدند

یعنی اُس گاؤں میں اُنہوں نے فربہ مرغ پائے لیکن اُنپر ذرہ برابر گوشت تھا بہت دُبلی تھی

کور دید و آں کر آوازش شنید ‌ ‌ ‌ عور بگرفت و بدامن درکشید

یعنی اندھے نے تو دیکھا اور اُس بہرے نے اُسکی آواز سنی اور ننگے نے پکڑ کر دامن میں رکھ لیا

مرغ مردہ خشک در زخم کلاغ ‌ ‌ ‌ استخوانہا زار گشتہ چوں بناغ

یعنی مرغ مُردہ اور زخم کلاغ میں خشک اور ہڈیاں تاگے کی طرح پتلی ہو گئی تھیں۔

پس طلب کردند دیگے یافتند ‌ ‌ ‌ بے سر و بے بن سبک بشتافتند

یعنی پھر اُنہوں نے تلاش کیا تو ایک دیگچی پائی بے سر اور بے تلی کے تو تیز دوڑے۔

برسر آتش نہادند آں سہ تن ‌ ‌ ‌ مرغ فربہ را بدیگ اندر زفن

یعنی اُن تینوں نے اُس مرغ فربہ کو دیگچی میں آگ پر فن سے رکھدیا۔

آتشش کردند چنداں اے پسر ‌ ‌ ‌ کاستخواں شد پختہ لحمش بیخبر

یعنی اے صاحبزادے اُنکو اتنی آگ کی کہ ہڈیاں تو پک گئیں اور اس کا لحم بے خبر تھا۔

زاں ہمی خوردند چوں از صید شیر ‌ ‌ ‌ ہر یکے از خوردنش چوں پیل سیر

یعنی اُن سب نے اُس میں سے ایسا کھایا جیسے کہ صید سے شیر اور ہر ایک اُسکے کھانے سے مانند ہاتھی کے سیر تھا۔

ہر سہ زاں خوردند بس فربہ شدند ‌ ‌ ‌ چوں سہ پیل بس بزرگ و مہ شدند

یعنی تینوں نے اُس میں سے کھایا تو موٹے ہو گئے اور بڑے عظیم الشان ہاتھی کی طرح ہو گئے۔

آنچناں کز فربھی ہر یک جواں   در نگنجندے ز زفتی در جہاں

یعنی ایسے (موٹے ہوئے) کہ موٹاپے کی وجہ سے ہر ایک جوان جہان میں نہ سماتا تھا۔

باچنیں گبزی و ہفت اندام زفت   از شکاف در بروں جستند تفت

یعنی باوجود اتنے موٹاپے اور تن عظیم کے دروازہ کی دراز میں سے جلدی سے نکل گئے۔

مطلب یہ ہے کہ اہل دنیا جو دین کے اعتبار سے کور و کر اور برہنہ ہوتے ہیں اُنکی یہ حالت ہوتی ہے کہ جو شے ڈرنے کی نہیں ہے اُس سے خائف ہوتی ہیں جیسے کہ یہ لوگ اُس لشکر سے ڈرے تھے اور کہا تھا کہ کہیں کوئی دامن نہ کاٹ لے وغیرہ وغیرہ۔ پھر جب اہل دنیا ضرر سے بچنے کیلئے طمع نفع میں پھنستے ہیں تو ظاہر میں تو اُنکو نفع ہوتا ہے اور وہ اُسکو نفع خیال کرتے ہیں مگر حقیقت میں وہ نفع ہی نہیں ہوتا جیسا کہ اُنکو مُرغ ملے مگر کمزور اور بے گوشت کے پھر جو اہل دنیا اس نفع سے متمتع ہوتی ہیں تو وہ بھی صرف صورت ہوتی ہے واقع میں کچھ بھی نہیں ہوتا جیسے کہ ان لوگوں نے اپنے زعم میں کھا لیا مگر اصل میں وہ کچھ بھی نہ تھا پھر اہل دنیا اپنے زعم میں بہت عظیم الشان ہو جاتے ہیں جیسے کہ یہ لوگ کھا کر خوب موٹے ہوئے تھے مگر موت کے ایک ذرا سے دراز میں سے نکلجاتے ہیں۔ آگے یہی شرح خود فرماتے ہیں کہ

راہ مرگ خلق ناپیدا رہے است   در نظر ناید کہ آں بیجا رہے است

یعنی مخلوق کی موت کی راہ ایک ناپیدا راہ ہے کہ نظر میں نہیں آتی اسلئے کہ بیجا راہ ہے۔ یعنی موت کا راستہ ایک ایسا پوشیدہ اور ذرا سا ہے کہ آجتک کسی کو نظر نہیں آیا۔

نک پیاپے کاروانہا مقتفی   زیں شگاف در کہ ہست آں مختفی

یعنی یہ آگے پیچھے قافلے آنیوالے جانیوالے اس شگاف در سے (جا رہے ہیں) جو کہ مخفی ہے

بر در ار جوئی نیابی آں شگاف   سخت ناپیدا و در چندیں زفاف

یعنی اگر دروازہ پھر کر تلاش کرو تو شگاف نہ پاؤ گے اور وہ سخت ناپیدا ہے اور اس میں اسقدر دوڑ دھوپ ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

اے ضیاؑ الحق حسام الدین عیاں
باز باید گفت شرح ایں بیاں

اے پسر ہر مختصر افسانہ نیست
آشنا را روئے در بیگانہ نیست

کر امل را داں کہ مرگ ما شنید
مرگ خود نہ شنید و نقل خود ندید

حرص نابیناست بیند مو بمو
عیب خلقاں و بگوید فاش او

عیب خود یک ذرہ چشم کور او
می نہ بیند گرچہ ہست او عیب جو

عور می ترسد کہ دامانش برند
دامن مرد برہنہ کے درند

مرد دنیا مفلس ست او ترسناک
ہیچ او را نیست واز دزدانش باک

او برہنہ آمد و عُریاں رود
وز غم دزدش جگر خوں می شود

وقت مرگش کہ بود صد نوحہ پیش
خندہ آید جانش را زیں ترس خویش

آں زماں داند غنی کش نیست زر
ہم ذکی داند کہ بود او بے ہنر

چوں کنار کودکے پر از سفال
کو براں لرزاں بود چوں رب مال

گر ستانی پارۂ گریاں شود
پارہ گر بازش دہی خنداں بود

چوں نباشد طفل را دانش دثار
گریہ و خندش ندارد اعتبار

محتشم چوں عاریت را ملک دید
پس براں مال دروغیں می طپید

خواب می بیند کہ او را ہست مال
ترسد از دزدے کہ بربایدجوال

چوں ز خوابش برکشاند گوش کش
پس ز ترس خویش تسخر آیدش

ہمچنیں ترسانی ایں عالماں
کہ بود شاں عقل و علم ایں جہاں

از پے ایں عاقلاں ذوفنون ۔ گفت ایزد در نبی لایعلمون
ہر کسے ترساں ز دزدی کسے ۔ خویشتن را علم پندارد بسے
گوید او کہ روزگارم می برند ۔ خود نداند روزگار سودمند
گوید از کارم برآوردند خلق ۔ غرق بیکاریست جانش تا بحلق
عور ترساں کہ منم دامن کشاں ۔ چوں رہانم دامن از چنگال شاں
صد ہزاراں فصل داند در علوم ۔ جاں خود را می نداند آں ظلوم
داند او خاصیت ہر جوہرے ۔ در میاں جوہر خود چوں خرے
کہ ہمی دانم یجوز و لا یجوز ۔ خود ندانی تو یجوزی یا عجوز
ایں روا واں ناروا دانی ولیک ۔ خود روا یا ناروائی بیں تو نیک
قیمت ہر کار می دانی کہ چیست ۔ قیمت خود را ندانی احمقیست
سعد ہا و نحسہا دانستۂ ۔ ننگری سعدی تو یا ناشستۂ
جاں جملہ علمہا ایں است و ایں ۔ کہ بدانی من کیم در یوم دیں
آں اصول دیں بدانستی ولیک ۔ بنگر اندر اصل خود گو ہست نیک
از اصولینت اصول خویش بہ ۔ کہ بدانی اصل خود اے مردمہ

ای ضیاء الحق حسام الدین کہانی تو ختم ہوئی اب اُسکی صاف صاف شرح کرنی چاہیئے اور اسکی ضروری ضروری اسرار بیان کرنے چاہئیں۔ کیونکہ ہمنے محض کہانی ہونے کی حیثیت سے نہیں بیان کیا۔ اسلئے کہ ہر مختصر شے کہانی نہیں ہوتی۔ اور عارف اُسکو افسانہ ہونے کی حیثیت سے نہیں دیکھتا بلکہ اُسکے متضمن اسرار ہونے کے لحاظ سے اُسکو دیکھتا ہے۔ شرح اس کہانی کی یہ ہے

کہ اس میں جو بہت سننے والا بہرا شخص ہے وہ امل اور امید ہے کیونکہ امل دوسروں کی موت تو خوب سنتی ہے کہ آج فلاں مر گیا اور کل فلاں مرا تھا لیکن وہ اپنی موت کی خبر نہیں سنتی اور اس خیال سے اپنا منتقل ہونا نہیں دیکھتی یعنی صاحب امل کو یہی خیال ہوتا ہے کہ میں کبھی نہ مروں گا اسی لئے وہ کبھی دنیا کے جھگڑوں سے فارغ ہو کر موت کیلئے تیاری نہیں کرتا اور اس قصہ میں جو تیز نظر اندھا ہے وہ حرص ہے کہ یہ سب کے عیب دیکھتی اور بیان کرتی ہے مگر باوجودیکہ وہ عیب بینی میں منہمک ہے اسکی پھوٹی ہوئی آنکھ اپنا عیب ذرا نہیں دیکھتی اس قصہ میں ایک ننگا اپنے دامن کے کاٹے جانے سے ڈرتا ہے اور اتنا نہیں سمجھتا کہ بھلا ننگے کے پاس دامن ہوتا ہی کہاں ہے جسے کوئی کاٹے یا پھاڑے اسکی تاویل یہ ہے کہ دنیادار مفلس ہے۔ اول تو اسکے پاس اصلی مال ہی نہیں بلکہ خیالی ہے پھر وہ خیالی بھی اس کی ملک نہیں مگر وہ ڈرتا ہے کہ کہیں چوری نہ ہو جائے اور باوجودیکہ اس کا کچھ بھی نہیں لیکن اسکو چوروں کا کھٹکا ہے وہ تو ننگا ہی آیا تھا اور ننگا ہی چلا جاویگا اور حالت اسکی یہ ہے کہ چور کی فکر میں اس کا جگر خون ہوا جاتا ہے مرنے کے وقت جبکہ وہ اپنی تہیدستی پر ہزاروں آہ و فغاں کرتا ہوگا اسکی جان اسکے اس خوف پر ہنسے گی اور کہیگی کہ عجب احمق تھا جو چوری کے اندیشہ میں گھلا جاتا تھا۔ یہی وقت ہے جبکہ دولتمند کو معلوم ہوگا کہ وہ بالکل مفلس ہے اور اسکے پاس کوڑی بھی نہیں اور وہی وقت ہے جبکہ وہ یہ جانے گا کہ وہ تو کچھ نہ جانتا تھا کیونکہ جو فنون وہ جانتا تھا وہ فنون اسوقت بیکار ہیں گے اور جو ہنر کار آمد ہے وہ اسکو آتا نہ ہوگا اسلئے کہیگا کہ ہم بڑے احمق تھے کہ کام کی باتیں نہ سیکھیں اور فضولیات میں مصروف رہے دنیاوی دولتمندوں کی حالت ایسی ہے جیسے کسی لڑکے نے گود میں ٹھیکرے بھر رکھے ہوں کیونکہ جسطرح یہ لوگ اپنے مال کے ضائع ہونے سے ڈرتے ہیں اسی طرح اس لڑکے کو بھی ان ٹھیکروں کے ضائع ہونیکا خوف ہوتا ہے چنانچہ اگر اسکے پاس سے کوئی ٹھیکرا لیلو تو فوراً رونے لگتا ہے اور کہتا ہے کہ میرا روپیہ لے لیا اور اگر ایک ٹھیکرا اسے دیدو تو خوش ہوتا ہے اور سمجھتا ہے کہ مجھے روپیہ ملگیا۔ لیکن چونکہ لڑکے کو عقل نہیں ہوتی اسلئے نہ ٹھیکرے کے جاتے رہنے پر اس کا رونا کوئی چیز ہے اور

نہ اسکے ملجانے پر اُس کا ہنسنا کوئی شے ہے۔ بس یہی حالت دنیاوی دولت اور دولتمندوں کی ہے۔ بس ایک غلطی تو دولتمندوں کی یہ ہے کہ وہ اُسکو دولت سمجھتے ہیں۔ دوسری غلطی یہ ہے کہ وہ اُسکے پاس عاریت ہے لیکن وہ اُسکو اپنی ملک سمجھتے ہیں پس چونکہ یہ لوگ اس فرضی مال کو باوجود اُسکے عاریت ہونیکے اپنی ملک سمجھتے ہیں اسی لئے اُسکے لئے بیقرار ہوتے ہیں۔ اُنکی حالت بالکل ایسی ہے جیسے کوئی شخص خواب دیکھ رہا ہو کہ میرے پاس مال ہے اور ڈر رہا ہو کہ مبادا کوئی چور میری خورجین اُڑا لیجاوے۔ لیکن جبکہ کوئی شخص اُس کا کان پکڑ کر اُٹھا کر بٹھلا دیتا ہے تو وہ خود اپنے اوپر ہنستا ہے اور کہتا ہے کہ میں بھی عجب چیز ہوں کہ خواہ مخواہ پریشان ہو رہا تھا۔ بس یوں ہی یہ دولتمند بھی اسوقت خواب میں اپنے کو دولتمند جانتے اور اس دولت کے ضائع ہونے سے ڈرتے ہیں۔ لیکن جب موت انکو بیدار کریگی اُسوقت اُنکو خود اپنے اوپر ہنسی آویگی اور جیسے دولتمندوں کی خوف کی حالت ہے وہی حالت اُن عالموں کی خوف کی ہے جو کہ علم وعقل دنیاوی رکھتے ہیں کیونکہ واقع میں یہ لوگ عقل وعلم کچھ بھی نہیں رکھتے چنانچہ قرآن خود ہمارے اس دعوے کی تصدیق کرتا ہے اور وہ ایسے باہنر مند عاقلوں کو جاہل بتلاتا ہے اور کہتا ہے اولٰئک کالانعام بل ھم اضل وغیرہ مگر با ایں ہمہ وہ اپنے کو بہت بڑا عالم جانتا ہے اور ہر شخص سے ڈرتا ہے کہ کہیں میرا علم نہ چُرا لے یعنی ضائع نہ کر دے چنانچہ وہ کہتا ہے کہ لوگ میرا وقت برباد کرتے ہیں حالانکہ اُسکے پاس نافع وقت ہی نہیں۔ نیز وہ کہتا ہے کہ لوگ مجھے کام نہیں کرنے دیتے حالانکہ وہ خود سر سے پاؤں تک بیکاری میں غرق ہے یہ ایک ننگا ہے جو کہتا ہے کہ میرے دامن بڑے بڑے اور زمین پر گھسٹتے چلتے ہیں اور سوچتا ہے کہ میں کیسے اپنا دامن لوگوں کے ہاتھوں سے چھڑاؤں۔ یہ شخص اپنے کو علوم کا بہت بڑا ماہر جانتا ہے لیکن واقع میں وہ ظالم اتنا جاہل ہے کہ اُسے اپنی بھی خبر نہیں وہ ہر جوہر کی خاصیت جانتا ہے لیکن اپنے جوہر کی حالت نہیں بیان کر سکتا۔ وہ دعوی کرتا ہے کہ میں یجوز ولا یجوز جانتا ہوں لیکن اس سے کوئی کہے کہ احمق تو اپنی نسبت تو یہ جانتا ہی نہیں کہ تو یجوز کہلانے کا مستحق ہے یا عجوز کہلانے کا یعنی تو یہ تو جانتا ہی نہیں کہ اس عقبہ سے پار ہو جانیوالا ہے یا بڑھیا کی طرح عاجز ہے

(ف- واضح ہو کہ یہ معنی تو اسوقت ہیں جبکہ نسخہ "خود ندانی تو بجوزی یا عجوزہ" ہو اور اگر نسخہ "خود ندانی تو کہ حوری یا عجوز" ہو جیسا کہ حضرت مجدد الملۃ والدین عم فیضہم نے فرمایا کہ مجھے تو یوں ہی یاد پڑتا ہے تو اسوقت معنی یہ ہونگے کہ تو اپنی نسبت تو جانتا ہی نہیں کہ تو جمیل الباطن ہے یا قبیح الباطن فتنبہ) تو یہ دوسری چیزوں کی نسبت تو جائز یا ناجائز ہونا جانتا ہے لیکن تجھے اپنی نسبت بھی تو جاننا چاہئے کہ تو بھی رونق دار حق ہے یا نہیں تو ہر مال کی قیمت تو جانتا ہے مگر افسوس کہ تجھے اپنی قدر و قیمت معلوم نہیں کہ اعماالتہ تو کتنا بیش قیمت ہیرا ہے اور اب تو نے اپنی کیا گت بنالی ہے لہذا یہ علم تیرا علم نہیں بلکہ سراسر حماقت ہے تو دوسری اشیاء کی سعادت و نحوست سے تو خوب واقف ہے مگر تجھے اپنا علم نہیں کہ تو سعد ہے یا نحس۔ حالانکہ تمام علوم کی روح تو یہ ہے کہ تو اپنی نسبت یہ جان لے کہ قیامت میں ہم کیا ہونگے تو نے دین کے اصول تو جان لئے مگر اب تجھکو اپنی اصل کو بھی دیکھنا چاہئے کہ وہ فطرۃً اچھی ہے مگر تو نے اسکو بگاڑ دیا ہے (یا یوں کہو کہ تمکو اپنی اصل کو دیکھنا چاہئے کہ وہ کیسی ہے کیونکہ یہ دیکھنا عمدہ بات ہے یا یوں کہو کہ تمکو اپنی اصل کو دیکھنا چاہئے کہ وہ اچھی بھی ہے یا نہیں) تمہارے اصولی ہونے سے تو یہ بہتر ہے کہ تم اپنی ذات کے اصولی ہو یعنی یہ جانو کہ تمہاری اصل کیا ہے اور اب تم کیا بن رہے ہو۔ خلاصہ یہ کہ اس شعر میں صرف طول امل اور حرص اور اعتراز بمال و کمال ظاہری تین چیزیں تھیں۔

شرح شبیری

اے ضیاء الحق حسام الدین ہاں بازبایدگفت شرح ایں بیاں

یعنی اے ضیاء الحق حسام الدین ہاں اس بیان کی شرح پھر بیان کرتی چاہئے

اے پسر ہر مختصر افسانہ نیست آشنا را روئے در بیگانہ نیست

یعنی اے لڑکے ہر مختصر افسانہ ہی نہیں ہے اور آشنا کیلئے رو بیگانہ میں نہیں ہے مطلب یہ کہ ہر کہانی کو صرف کہانی ہی مت سمجھو بلکہ اُس سے نتائج نکالو گے اس قصہ کی شرح بیان فرماتے ہیں۔

شرح اُس اندھے تیز بیں کی اور اُس بہرے تیز سُننے والیکی اور اُس برہنہ دراز دامن کی

کر امل را داں کہ مرگ ما شنید　　مرگ خود نشنید و نقل خود ندید

یعنی بہرا تو امل کو جانو کہ وہ ہماری موت کو سنتی ہے اور اپنی موت اور اپنی منتقل ہونیکو نہیں دیکھتی

حرص نابیناست بیند مو بمو　　عیب خلقاں او بگوید کو بکو

یعنی حرص نابینا ہے کہ وہ مو بمو مخلوق کے عیب دیکھتی ہے اور کوچہ بکوچہ کہتی ہے

عیب خود یک ذرہ چشم کور او　　می نہ بیند گرچہ ہست او عیب جو

یعنی اپنے کو اسکی اندھی آنکھ ذرہ برابر بھی نہیں دیکھتی اگرچہ وہ عیب جو ہے۔

عور می ترسد کہ دامانش برند　　دامن مرد برہنہ کے درند

یعنی ننگے صاحب فرماتے ہیں کہ اُسکے دامن کو لیجاویں گے ارے ننگوں کے دامن کو کب پھاڑتے ہیں مطلب یہ کہ اُسکے پاس جب دامن ہی نہیں تو کوئی پھاڑے ہی گا کیا۔ مگر انکی ڈر کے مارے پھونک نکلی جاتی ہے۔

مرد دنیا مفلس است و ترسناک　　ہیچ او را نیست از دزد انش باک

یعنی دنیا دار مفلس ہے اور (پھر) خوفناک ہے اُسکو چوروں سے کیا خوف اسلئے کہ

او برہنہ آمد و عریاں رود　　وز غم دزدش جگر خوں میشود

یعنی وہ برہنہ آیا اور عریاں ہی جاویگا اور چوروں کے غم سے جگر خون ہوا جاتا ہے۔

وقت مرگش کہ بود صد نوحہ پیش　　خندہ آید جانش را زیں ترس خویش

یعنی اُس کی موت کے وقت کہ پہلے سے سو نوحے ہوتے ہیں اس کی جان کو اس اپنی خوف سے ہنسی آتی ہے۔

آں زماں داند غنی کش نیست زر　　ہم ذکی داند کہ بود او بے ہنر

یعنی اُسوقت غنی جان لیتا ہے کہ اُسکے پاس زر نہیں ہے اور ذکی بھی جان لیتا ہے کہ وہ بے ہنر تھا۔ آگے اہل دنیا کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

چوں کنارِ کودکے پُر از سفال	کو بداں لرزاں بود چوں ربِّ مال

یعنی بچوں کی گود کی طرح کہ وہ ٹھیکرے سے بھری ہوتی ہے اور وہ (بچہ) اُسپر مال والوں کی طرح ڈرتا ہے (کہ کوئی ان ٹھیکروں کو چرا نہ لے۔

گر ستانی پارہ گریاں شود | پارہ گر باز ش دہی خنداں شود

یعنی اگر تم ایک ٹکڑا لیلو تو رونے لگے اور اگر پھر اُس ٹکڑے کو دیدو تو خوش ہو جاوے

چوں نباشد طفل را دانش دثار | گریہ و خندش ندارد اعتبار

یعنی جبکہ بچہ کو عقل کامل نہیں ہوتی تو اُس کا رونا اور ہنسنا معتبر نہیں ہے۔

محتشم چوں عاریت را ملک دید | پس براں مال دروغیں می طپید

یعنی محتشم نے جب عاریت کو ملک سمجھا تو اُس جھوٹے مال پر تڑپنا شروع کر دیا۔

خواب می بیند کہ او را ہست مال | ترسد از دزدے کہ بربایدجوال

یعنی خواب دیکھتا ہے کہ اُس کا مال ہے اور چوری سے ڈرتا ہے کہ کوئی گون اُچک لیگا۔

چوں ز خوابش می کشاند گوش کش | پس ز ترس خویش تسخر آیدش

یعنی جب خواب سے اُسکو کان کھینچنے والا اُٹھاویگا تو اسکو اپنے خوف پر ہنسی آویگی۔

ہمچنیں ترسانے ایں عالماں | کہ بود شاں عقل و علم ایں جہاں

یعنی اسی طرح ان عالموں کا خوف ہے جنکو کہ اس جہان کا عقل و علم ہوتا ہے۔

از پے ایں عاقلاں ذوفنوں | گفت ایزد در نبی لا یعلمون

یعنی ایسی ہی عاقلان ذوفنون کیواسطے حق تعالیٰ نے قرآن شریف میں لایعلمون فرمایا ہے

ہر کسے ترساں ز دزدی کسے | خویشتن را علم پندارد بسے

یعنی ہر شخص دوسرے کی چوری سے ڈرتا ہے اور اپنے لئے علم عظیم جانتا ہے۔

گوید او کہ روزگارم می برند | خود ندارد روزگاری سودمند

یعنی کہتا ہے کہ میرا وقت ضائع کرتے ہیں اور خود کوئی وقت نافع نہیں رکھتا۔

گوید از کارم بر آوردند خلق | غرق بیکاریست جانش تا بحلق

یعنی کہتا ہے کہ لوگوں نے مجھے کام سے رکھا (حالانکہ) اُسکی جان حلق تک بیکاری میں غرق ہے؛

عور ترساں کہ منم دامن کشاں ۔۔۔ چوں رہانم دامن از چنگال شاں

یعنی ننگا ڈرتا ہے کہ میں دامن کش ہوں تو انکے چنگل سے دامن کس طرح چھڑاؤں

صد ہزاراں فضل داند از علوم ۔۔۔ جان خود را می نداند آں ظلوم

یعنی لاکھوں فضل علوم جانتا ہے اور وہ ظالم اپنی حقیقت کو نہیں جانتا۔

داند او خاصیتے ہر جوہرے ۔۔۔ درمیاں جوہر خود چوں خرے

یعنی ہر ذات کی خاصیت کو جانتا ہے اور اپنی ذات کے جاننے میں گدھے کی طرح ہے اور کہتا ہے۔

کہ ہمی دانم یجوز و لایجوز ۔۔۔ خود ندانی کہ تو حوری یا عجوز

یعنی کہ میں یجوز و لایجوز سب جانتا ہوں اور خود تو یہ نہیں جانتا کہ تو حور ہے یا بڑھیا۔ یعنی اپنی تو خبر نہیں اور ساری دنیا کی خبر لیتا پھرتا ہے ایک نسخہ ہے "خود ندانی تو یجوزی یا عجوز" اسکے معنے یہ ہونگے کہ تجھے خبر نہیں کہ تو اس قابل ہے کہ تجھ پر اطلاق حسن جائز ہو یا بڑھیا ہو مگر اسمیں تکلف ہے نسخہ جو متن میں لکھا گیا ہے وہ ہی بے تکلف معلوم ہوتا ہے ؟

ایں روا واں ناروا دانی ولیک ۔۔۔ خود روا یا ناروائی بیں تو نیک

یعنی یہ روا ہے اور وہ ناروا ہے اسکو تو جانتا ہے لیکن تو خود (سکہ) چلنے والا ہے یا بے چلنے والا ہے اسکو اچھی طرح دیکھ یعنی یہ دیکھ قیامت میں تو سکۂ روا ہے یا ناروا ہے اگر اس روا ناروا کو دیکھ لیا تو کام بن گیا ورنہ قسمت کو روؤ گے ؟

قیمت ہر کالہ می دانی کہ چیست ۔۔۔ قیمت خود را ندانے احمقیست

یعنی ہر اسباب کی قیمت کو جانتا ہے کہ کیا ہے اور اپنی قیمت کو نہیں جانتا تو احمق ہے۔

سعد ہا و نحسہا دانستۂ ۔۔۔ ننگری سعدی تو یا ناشستۂ

یعنی سعد و نحس کو تو تو جانتا ہے اور یہ نہیں دیکھتا کہ تو سعد ہے یا ناشستہ ہے ؟

جاں جملہ علمہا این است ایں ۔۔۔ کہ بدانی من کیم در یوم دیں

یعنی تمام علوم کی جان یہی ہے یہی کہ تم یہ جان لو کہ قیامت میں تم کون ہونگے

آں اصول دیں بدانستی ولیک ۔۔۔ بنگر اندر اصل خود کو ہست نیک

یعنی وہ اصول دین کے تو تو نے جان لئے لیکن اپنی اصل میں دیکھ کہ وہ (علم) خوب ہے ؟

از اصولیت اصول خویش بہ — کہ بدانی اصل خود اے مرد مہ

یعنی اصولی ہونے سے اپنے اصول بہتر ہیں کہ اے مرد بزرگ تم اپنی اصل کو جان لو۔ (تو دنیا میں یہی ہو رہا ہے کہ اپنی حقیقت اور اصل سے تو غافل ہیں اور دوسروں کے عیوب اور انکی حقائق کو دیکھتے پھرتے ہیں) آگے قصہ بیان فرماتے ہیں کہ :

شرح حبیبی

اصل شان بد بود آں اہل سبا — می رمیدندے ز اصحاب لقا

داد ایشاں چندیں ضیاع و باغ و راغ — از چپ و از راست از بہر فراغ

بسکہ می افتاد از پُری ثمار — تنگ می شد معبرِ بر رہگذار

آں نثار میوہ رہ را می گرفت — از پُری میوہ رہرو در شگفت

سلہ بر سر در درختستان شاں — پُر شدے ناخواست از میوہ فشاں

باد آں میوہ فشاندے بیکسی — پُر شدے زاں میوہ دامنہا بسے

خوشہہائے زفت تا زیر آمدہ — بر سر و بر روے روندہ می زدہ

مردِ گلخن تاب از پُری زر — بستہ بودے بر میاں زریں کمر

سگ کلیچہ کوفتے در زیر پا — تخمہ بودے گرگ صحرا از نوا

گشتہ ایمن شہر و دہ از دزد و گرگ — بز نترسیدے ہم از گرگ سترگ

جامہ ایشاں اگر چرکیں شدے — آتش سوزندہ شاں صابون بُدے

در تنور انداختندے جامہ را — بعد یک ساعت شدے خوش با صفا

گر بگویم شرح نعمتہائے قوم ‌ ‌ کہ زیادت می شد آں یوماً فیوم
مانع آمد از سخنہائے مہم ‌ ‌ انبیاء بردند امر فاستقم
چوں ز حد بردند ناشکری چناں ‌ ‌ غیرت حق کار گر شد در زماں
سیزدہ پیغمبر آنجا آمدند ‌ ‌ گمرہاں را جملہ رہبر می شدند
کہ ہلا نعمت فزوں شد شکر کو ‌ ‌ مرکب شکر ار بخسپد حرکو
شکر منعم واجب آمد در خرد ‌ ‌ ورنہ بکشاید در خشم ابد
ہیں کرم بینید آں خود کس کند ‌ ‌ کز چنیں نعمت بشکرے بس کند
سر بہ بخشد شکر خواہد سجدۂ ‌ ‌ پا بہ بخشد شکر خواہد قعدۂ
شکر نعمت نعمتت افزوں کند ‌ ‌ صد ہزاراں گل ز خارے سر زند

جب تمکو اس شہر کی حالت معلوم ہو گئی تو اُسکے رہنے والوں کا قصہ سنو۔ چونکہ اس شہر سبا کے رہنے والے بد اصل تھے اور اُن کے قلوب مریض تھے اسلئے وہ حق بیں حضرات (انبیاءؑ) سے بھاگتے تھے یہ تو اجمال ہے اب اُسکی تفصیل سنو۔ حق سبحانہ نے بہت سا مُلک اور بہت سے باغ اور جنگل ہر طرف انکو عطاء کئے تھے تاکہ اُنکو اطمینان قلب نصیب ہو اور وہ اُسکو عبادت الٰہی کا ذریعہ بنا دیں انکے تمول و تنعم کی یہ حالت تھی کہ چونکہ سڑکیں پر دو رویہ میوہ دار درختوں کی قطاریں تھیں اور میوے بکثرت گرتے تھے اسلئے رہگیروں کو چلنے کیلئے خالی راستہ نہ ملتا تھا۔ میووں کا ستھراؤ رستہ بند کر دیتا تھا اور اجنبی مسافر کو میووں کی کثرت سے حیرت ہوتی تھی اگر کوئی شخص ٹوکرا سر پر لئے ہوئے اُنکے باغوں میں گذرتا تو بلا اسکے خواہش کے میووں کی گرنے سے ٹوکرا بھر جاتا تھا بدون اسکے کہ کوئی شخص ان درختوں کو حرکت دے خود ہوا انکو حرکت دیتی تھی اور بہت سے دامن میوں

سے بھر جاتے تھے بڑے بڑے خوشے نیچے لٹکے ہوئے تھے جو چلنے والیکے منہ سے مس کرتے تھے
میوے کی کثرت سے بھڑ بھوبچے کی یہ حالت تھی کہ کمر میں میوے کا ٹپکا باندھ کر بھاڑ جھونکتا تھا
انسان کی یہ حالت تھی کہ کلچوں کو پاؤں میں روندتے اور منہ نہ لگاتے تھے۔ بھیڑیوں کی خوراک
کی یہ حالت تھی کہ زیادہ کھانے سے اکثر بدہضمی میں مبتلا رہتے تھے چونکہ کثرت دولت
سے استغنا بڑھا ہوا تھا اسلئے اہل شہر کو نہ چور کا کھٹکا تھا نہ بھیڑیئے کا اور چونکہ بھیڑیے
اپنی شکم سیری کی وجہ سے بکریوں کی طرف توجہ نہ کرتے تھے اسلئے بکریوں کو بھی بھیڑیوں
کا خطرہ نہ تھا ان لوگوں کو اگر کپڑا میلا ہو جاتا تھا تو وہ آگ جسکا کام جلانا ہے انکے لئے خواہ
بتسخیر استدراجی یا بسبب ہنرمندی انکو صابون کا کام دیتی تھی۔ یعنی تھوڑی دیر کیلئے وہ
اسے تنور میں ڈالدیتے تھے اور اسکا میل کچیل جلکر کپڑا نہایت صاف نکل آتا تھا۔ غرض انکو بیحد
تموّل اور بے انتہا تنعم حاصل تھا۔ میں کہانتک بیان کروں اسلئے کہ اگر میں ان کی نعمتوں
کی تفصیل کروں جو یوماً فیوماً ترقی پذیر تھیں تو وہ مجھے ضروری باتوں سے مانع ہو جاویگی
لہذا اسی قدر پر اکتفا کر کے اصل مقصد بیان کرتا ہوں سنو انبیاء کو حکم ہوا کہ جس بات
کا تمکو حکم ہوا ہے اسکو بجالاؤ اور انہوں نے اسکی تعمیل کی یعنی اہل سبا کی تبلیغ پر آمادہ
ہوئے (یا یوں کہو کہ انبیاء ان کے پاس حق سبحانہ کا یہ حکم لیگئے کہ تم ٹھیک ہو جاؤ)
کیونکہ جب باوجود ان نعمتوں کے ان کی ناشکری حد سے بڑھی تو غیرت حق نے اپنا کام
کیا اور انکی اصلاح کیلئے انبیاء کو بھیجا چنانچہ اس مقام پر تیرہ نبی متعاقباً یا مجتمعاً آئے
اور انکی رہبری کی اور فرمایا کہ دیکھو لوگو نعمت حق سبحانہ بہت بڑھ گئی ہے اب اسکا شکر بھی
ادا کرنا چاہئے اور اگر اسپ شکر سو رہا ہے تو اسے ایڑ لگانی چاہئے یعنی اگر شکر میں فتور
واقع ہو تو پھر نئے سرے سے مستعد ہو کر شکر کرنا چاہئے کیونکہ شکر منعم عقلاً واجب ہے اور
ناشکری کی صورت میں تم قہر ابدی میں مبتلا ہو جاؤ گے تم غور تو کرو کہ کوئی ایسی عنایت
بھی کرتا ہے جیسی حق سبحانہ کرتا ہے کہ اتنی بڑی نعمتوں کے مقابلہ میں معمولی شکر پر اکتفاء
کرتا ہے مثلاً سر سی نعمت عطاء کرتا ہے اور اس کا شکر مقرر کیا ہے سجدہ جو کچھ بھی دشوار
نہیں۔ اور پاؤں عطا کرتا ہے اس کا شکر کیا مقرر کیا ہے قعدہ و قیام وغیرہ معمولی اور آسان

اور یہ بھی نہیں کہ وہ شکر گذشتہ نعمتوں ہی کا معاوضہ سمجھا جاوے۔ بلکہ وہ اور نعمتوں کا بھی سبب ہوگا اور تمہاری نعمتیں اُس سے اور بڑہیں گی اور کانٹوں میں لاکہوں پہول نکلیں گے یعنی وہ نعمتیں تمکو اس طریق سے پہونچیں گی کہ تمکو وہاں سے ملنے کا گمان بھی نہ ہوگا۔

شرح شبیری

اہل سبا کی اکڑ اور اُنکی ناشکری کا قصہ

اصل شاں بد بود زاں اہل سبا　　می رمید ندے ز اصحاب لقا

یعنی اُن کی اصل بُری تھی اسلئے اہل سبا اصحاب لقا سے بھاگتے تھے اصحاب لقا سے مُراد انبیا کیونکہ اُنکو لقائی حق میسر ہوتا ہے۔

داد شاں چندیں ضیاع و باغ و راغ　　از چپ و از راست از بہر فراغ

یعنی حق تعالیٰ نے انکو اسقدر اسباب اور باغ وغیرہ چپ و راست سے فراغ کیواسطے دیا تھا کہ۔

بسکہ می افتاد از پُری ثمار　　تنگ می شد معبرہ بر رہگذار

یعنی پہل زیادتی کی وجہ سے اسقدر گرتے تھے کہ چلنے والوں کو رستہ تنگ ہوجاتا تھا۔

آں نثار میوہ رہ را می گرفت　　از پُری میوہ رہرو در شگفت

یعنی وہ میوہ کا گرنا راستہ کو گہیر لیتا تھا اور زیادتی میوہ کی وجہ سے چلنے والا تعجب میں ہوتا تھا

سلہ بر سر بر درختستان شاں　　پُر شدے ناخواست از میوہ فشاں

یعنی ٹوکرا سر پر رکہکر اُنکے باغوں میں بے خواہش میوہ فشاں کے پر ہوجاتا۔

باد آں میوہ فشاندے در کسے　　پُر شدی زاں میوہ دامنہا بسے

یعنی ہوا اُس میوہ کو بلا کسی آدمی کے گراتی تھی اور اُس سے بہت سے دامن پُر ہو جاتے تھے

خوشہا ئے زفت تا زیر آمدہ　　بر سر و روئے روندہ می زدہ

یعنی بڑے بڑے خوشے نیچے تک آئے ہوئے سر اور منہ چلنے والے پر لگتے تھے۔

مرد گلخن تاب از پُری زر　　بستہ بودے بر میاں زریں کمر

یعنی بہر بہونجا روپیہ کی زیادتی کی وجہ سے گھر میں تری میں ٹیکا باندہتا تھا۔

سگ کلیچہ کوفتے در زیر پا　　تخمہ بودے گرگ صحرا از نوا

یعنی کتا کلیچہ کو پاؤں کے نیچے روند دیتا تھا اور غذا کی وجہ سے گرگ صحرا کو تخمہ ہو جاتا تھا۔

گشتہ ایمن شہر وده از دزد و گرگ　　بز نہ ترسیدے ہم از گرگ سترگ

یعنی شہر اور گاؤں چور اور بھیڑیئے سے بیخوف تھے اور بکری گرگ عظیم سے نہ ڈرتی تھی اسلئے کہ بھیڑیے کو شہر میں آنیکی ضرورت ہی نہ ہوتی تھی اُسکو جنگل ہی میں اتنی غذا ملجاتی تھی کہ پھر اسکو ضرورت نہ رہتی تھی۔

جامۂ ایشاں اگر چرکیں شدے　　آتش سوزندہ شاں صابون بُدے

یعنی اُن کے کپڑے اگر میلے ہو جاتے تو آگ جلانے والی اُن کا صابون ہوتی۔

در تنور انداختندے جامہ را　　بعد یک ساعت شدے خوش باصفا

یعنی تنور میں کپڑے کو ڈال دیتے تو بعد ایک ساعت کے وہ خوش باصفا ہو جاتا تھا یعنی وہ آگ میں جلتا نہ تھا بلکہ صاف ہو جاتا تھا ممکن ہے کہ حق تعالیٰ اُن کی آگ کو بھی اسقدر نرم کر دیا ہو کہ وہ نہ جلاتی ہو اور صاف کر دیتی ہو۔

گر بگویم شرح نعمتہائے قوم　　کہ زیادت می شد آن یوماً فیوم

یعنی اگر میں قوم کی نعمتوں کی شرح کروں کہ وہ دن بدن زیادہ ہوا کرتی تھیں۔

مانع آید از سخنہائے مہم　　انبیاء بردند امر فاستقم

یعنی اُن باتوں کی شرح کرنا مجھے ضروری باتوں سے مانع ہو جاویگی اور انبیاء اُنکے پاس امر فاستقم لائے یعنی جب سقدر نعمتیں اہل سبا پر ہوئیں تو اب انبیاء نے فرمایا کہ ذرا استقامت اختیار کرو بہسل مت جانا۔

چوں ز حد بردند ناشکری چناں　　غیرت حق کارگر شد در زماں

یعنی جب وہ لوگ ناشکری کو حد سے اسقدر لیگئے کہ غیرت حق اُسی وقت کارگر ہو گئی یعنی غیرت حق اُن کی اِس حرکت سے جوش میں آگئی۔

تیرہ پیغمبروں کا اہل سبا کی نصیحت کے لئے آنا

سیزدہ پیغمبر آنجا آمدند گمرہاں راجملہ رہبری شدند

یعنی اس جگہ تیرہ پیغمبر آئے کہ سارے گمرہوں کیلئے رہبر ہوتے تھے (اور فرماتے تھے کہ)

کہ ہلا نعمت فزوں شد شکر کو مرکب شکر ار بخسپد حر کو

یعنی کہ خبردار نعمت زیادہ ہوگئی ہے شکر کرو اور مرکب شکر اگر سو جاوے تو تم حرکت دیدو۔

شکر منعم واجب آمد در خرد ورنہ بکشاید در خشم ابد

یعنی منعم کا شکر کرنا عقل کے اعتبار سے بھی واجب آیا ہے ورنہ خشم ابدی کا دروازہ کھلجاتا ہے۔

ہیں کرم بینید وایں خود کس کند کز چنیں نعمت بشکری بس کند

یعنی ارے کرم تو دیکھو اور یہ کوئی کرتا ہے کہ اتنی نعمتوں پر ایک شکر کو بس کرے مطلب یہ کہ حق تعالیٰ اتنی نعمتوں پر بہت تھوڑے شکر پر کفایت فرماتے ہیں مگر پھر بھی کوئی شکر نکرے تو اسکی بدبختی۔ آگے اسکے نظائر فرماتے ہیں کہ

سر بہ بخشد شکر خواہد سجدہٴ پا بہ بخشد شکر خواہد قعدہٴ

یعنی سر بخشتے ہیں اور شکر میں ایک سجدہ چاہتے ہیں اور پاؤں بخشتے ہیں اور شکر میں ایک قعدہ مانگتے ہیں۔

شکر نعمت نعمتت افزوں کند صد ہزاراں گل ز خارے سر زند

یعنی نعمت کا شکر کرنا تمہاری نعمت کو زیادہ کرتا ہے اور لاکھوں پھول ایک خار سے ظاہر ہوتے ہیں یعنی ہمارے اس شکر سے جو کہ خار کی طرح ہے لاکھوں گل ظاہر ہوتے ہیں۔

شرح حبیبی

قوم گفتہ شکر ما را برد غول	ما شدیم از شکر وز نعمت ملول
ما چناں پژمردہ گشتیم از عطا	کہ نہ طاعت ما خوش آید نے خطا

مانمی خواہیم نعمت ہا و باغ | مانمی خواہیم اسباب فراغ
نعمتے چہ سیر شد جانہا ازیں | شکر چہ گوئیم برگزیدہ ہیں

ان لوگوں نے کہا کہ صاحبو ہم سے شکر کی توقع نہ رکھو نہ ہمارا جی شکر کو چاہتا ہے نہ نعمت کو ہمارا دل تو اس نعمت سے اتنا مرجھا گیا ہے کہ نہ ہمکو طاعت میں مزہ آتا ہے نہ معصیت میں آپ اس نعمت ہی کی بنا پر تو ہمسے شکر چاہتے ہیں۔ پس ہمیں نہ ان نعمتوں کی ضرورت ہے اور نہ باغوں کی اور نہ ہمکو اسباب فراغت درکار ہے آپ یہ سب لیجائیں اور ہمارا پیچھا چھوڑیں آپ نعمت نعمت گاتے ہیں کیسی نعمت ہمارا تو اسکی طرف رخ کرنے کو بھی جی نہیں چاہتا۔ اب فرمائے ہم کس بات کا شکر کریں۔

انبیاء گفتند در دل علتے است | کہ ازاں در حق شناسی آفتے است
نعمت از وے جملگی علت شود | طعمہ در بیمار کے قوت شود
چند خوش پیش تو آمد اے مصر | جملہ ناخوش گشت صاف او کدر
تو عدوئے ایں خوشیہا آمدی | گشت ناخوش ہرچہ بر وے کف زدی
ہر کہ او شد آشنا و یار تو | شد حقیر و خوار در دیدار تو
ہر کہ او بیگانہ باشد با تو ہم | پیش تو او بس مہ است و محترم
ایں ہم از تاثیر آں بیماری است | زہر او در جملہ خلقاں ساری است
دفع آں علت بباید کرد زود | کہ شکر باآں حدث خواہد نمود
ہر خوشی کاید بتو ناخوش شود | آب حیواں گر رسد آتش شود
کیمیائے مرگ و جسک است آں صفت | مرگ گردد زاں حیات عاقبت

پس غذائی که زوی دل زنده شد
چون بیامد در تن تو گنده شد

پس عزیزی که بناز اشکار شد
چون شکارت شد بر تو خوار شد

آشنائی عقل با عقل از صفا
چون شود هر دم فزون باشد ولا

آشنائی نفس با هر نفس پست
تو یقین می دان که هر دم کمتر است

زانکه نفسش گرد علت می تند
معرفت را زود فاسد می کند

گر نخواهی دوست را فردا نفیر
دوستی با عاقل و با عقل گیر

از سموم نفس چون با علتے
هر چه گیری تو مرض را آلتے

گر بگیری گوهرے سنگے شود
ور بگیری مهر دل جنگے شود

ور بگیری نکتهٔ بکر لطیف
بعد درکت گشت بی ذوق و کثیف

که من این را بس شنیدم کهنه شد
چیز دیگر گو بجز این اے عضد

چیز دیگر تازهٔ و نو گفته گیر
باز فردا زان شوی سیر و نفیر

دفع علت کن چو علت خو شود
هر حدیث کهنه پیشت نو شود

تا که از کهنه بر آرد برگ تو
بشگفاند کهنه صد خوشه ز گو

ما طبیبانیم شاگردان حق
بحر قلزم دید ما را فانفلق

آن طبیبان طبیعت دیگرند
که بدل از راه نبضے بنگرند

ما بدل بیواسطه خوش بنگریم
کز فراست ما بعالے منظریم

آن طبیبان غذایند و ثمار
جان حیوانی بدیشان استوار

ما طبیبان فعالیم و مقال / ملہم ما پرتو نور جلال

کاینچنین فعلے ترا نافع بود / وانچناں فعلے ز رہ قاطع شود

اینچنین قولے ترا پیش آورد / وانچناں قولے ترا نیش آورد

آنچنان و اینچنین از نیک و بد / پیش تو بنہیم و بنمائیم جد

گر تو خواہی ایں گزین و خواہی آں / زہر و شکر سنگ و گوہر شد عیاں

واں طبیبان را بود بوے دلیل / ایں دلیل ما بود وحی جلیل

دست مزدے می نخواہیم از کسے / دست مزد ما رسد از حق بسے

ہیں صلا بیماری ناسور را / داروئے مایک بیک رنجور را

انبیاء علیہم السلام نے فرمایا کہ تمہارے دل میں بیماری ہے جو کہ اشیاء کو علی ما ھی علیہ دیکھنے سے مانع ہے جب وہ مرض دل کے اندر ہوتا ہے تو ہر نعمت اُس سے روگ معلوم ہوتی ہے دیکھو اگر کوئی مریض ہو تو کتنی ہی غذائیں کہلاؤ کبھی قوت نہ آئیگی بلکہ اور مرض کی ترقی کا سبب ہونگی کیونکہ وہ خلط فاسد کی طرف مستحیل ہونگی اور خلط فاسد کے بڑہنے سے مرض میں زیادتی ہوگی پس جسطرح یہاں اغذیہ نے اپنا برعکس اثر دکہلایا یہی حالت مرض قلب کے ساتھ نعمتوں کی ہے اور یہی وجہ ہے کہ جو اچھی چیز تمہارے سامنے آتی ہے تمہیں بری معلوم ہوتی ہے اور صاف شئے تمکو مکدر دکہلائی دیتی ہے اور اسلئے تم ان عمدہ اشیاء کے دشمن ہو رہے ہو اور جس چیز پر ہاتھ ڈالتے ہو تمکو بری معلوم ہوتی ہے نیز جو تمہارا دوست ہوتا ہے وہ تمہارے نظر میں حقیر اور ذلیل نظر آتا ہے اور جو بیگانہ ہوتا ہے وہ معزز اور مکرم سمجھا جاتا ہے یعنی اہل اللہ حقیقت میں دوست ہیں اُنکو تم حقارت کی نظر سے دیکھتے ہو اور اہل دنیا جو درحقیقت بیگانہ ہیں انکی قدر کرتے ہو یہ بھی اُسی وباء عام کا اثر ہے جسکا زہر تمام لوگوں میں پھیلا ہوا ہے۔ پس اسوقت ضرورت اسکی ہے کہ اس مرض کو جس سے شکر پاخانہ

دکھلائی دیگی بہت جلد دور کیا جائے کیونکہ تمہارا مزاج روحانی اعتدال سے منحرف ہوگیا ہے اور
جو اچھی چیز تمہارے سامنے آتی ہے وہ تمہیں بری معلوم ہوتی ہے اگر آب حیات بھی تمہارے پاس
پہونچتا ہے تو وہ بھی تمہاری نظر میں آگ ہو جاتا ہے اس سے انجام کار حیات روحانی مبدل
بموت روحانی ہو جاتی ہے پس گویا کہ یہ موت اور رنج کی کیمیا ہے جو قلب ماہیت کر دیتی ہے
نیز دیکھو تمہارا مزاج روحانی اعتدال سے اتنا منحرف ہوگیا ہے کہ جو غذائیں دل کو حیات
بخشنے والی ہیں وہ تمہارے بدن میں جاکر فاسد ہو جاتی ہیں اور بجائے مفید ہونے کے مرض
بڑھاتی ہیں۔ اور بہت سے شکار ناز یعنی نازنین محبوب جو اس قابل ہیں کہ انکی ناز برداری
کیجاوے جب تمہارے پاس آتے ہیں تو تم انکو منہ بھی نہیں لگاتے یہ کسقدر فساد مزاج ہے
یاد رکھو کہ جب عقل غالب ہوتی ہے اور عقل کی عقل کیساتھ دوستی ہوتی ہے اور نفسانیت
کا شائبہ بھی نہیں ہوتا تو اس سے محبت میں روزانہ ترقی ہوتی ہے اور جب نفس کا غلبہ
ہوتا ہے اور نفس کی کسی نفس کیساتھ دوستی ہوتی ہے تو محبت دن بدن گھٹتی جاتی ہے
اور وجہ اسکی یہ ہے کہ نفس بلا بس مرض یعنی مریض شہوات و اہوا ہے اسلئے دوستی
میں بہت جلد بگاڑ پیدا کرتا ہے کیونکہ جب تک غرض حاصل ہوتی رہیگی دوست رہیگا اور جب
غرض حاصل ہو جاویگی یا اسکی امید منقطع ہو جاویگی الگ ہو جاویگا۔ پس اگر تم چاہتے ہو کہ
کل کو دوست سے بگاڑ اور تنفر نہو تو عاقل اور عقل سے دوستی کرنی چاہئے۔ یاد رکھو کہ جب تک
تم اثر نفس سے مریض ہو اسوقت تک تمہاری یہی حالت رہیگی کہ جو چیز تم کھاؤ گے وہ مرض بن
جاویگی اور ہر شے تمکو خلاف ما ہی علیہ دکھلائی دیگی۔ مثلاً لوگے تم موتی اور تمکو نظر آئیگا پتھر
کروگے محبت انجام کار بنجائیگی دشمنی اور سمجھوگے ایک نازک اور نئی بات اور سمجھنے کے بعد
ہو جاویگی بے مزہ اور بھدی اور تم کہوگے کہ یہ تو میں سن چکا اور پرانی بھی ہوگئی اب کوئی
اور نئی بات سناؤ اچھا فرض کرو کہ اور نئی بات بھی کہی گئی مگر پھر کیا وہ بھی کل کو معمولی اور قابل
نفرت ہو جائیگی۔ اور یوں ہی سلسلہ جاری رہے گا۔ پس اگر تم چاہتے ہو کہ یہ خرابیاں دفع
ہوں تو ان کی جڑ کو کاٹو اور اس مرض کو دفع کرو جو ان آثار کا منشا ہے پس جبکہ وہ مرض منقطع
ہو جائیگا تو ہر پرانی بات میں بھی تمکو نئی ہی کا مزہ آدیگا۔ اور اس کا یہ نتیجہ ہوگا کہ پرانے ہی

درختوں میں نئی شاخیں نکلیں گی اور وہ پرانے ہی درخت سیکڑوں خوشے نکالیں گے یعنی وہی
باتیں جو اسوقت تمکو اساطیر الاولین نظر آتی ہیں یا پرانی باتوں کی طرح بے مزہ معلوم ہوتی
ہیں۔ ہزاروں طرح کے ثمرات محمودہ بخشیں گے تم امراض جسمانیہ کے معالجہ کی طرف تو توجہ
کرتے ہو اور ان متعارف طبیبوں سے رجوع کرتے ہو لیکن تم امراض روحانیہ کے معالجہ کی
کیوں فکر نہیں کرتے اور ہم سے کیوں بھاگتے ہو۔ دیکھو تو سہی ہم میں اور اُن میں کسقدر تفاوت
ہے۔ ہم وہ طبیب ہیں جنہوں نے حق سبحانہ سے تعلیم حاصل کی ہے اور بحر قلزم بھی ہمکو جانتا
اور ہماری قدر کرتا ہے کہ ہمکو دیکھکر پھٹ جاتا ہے اور راستہ دیدیتا ہے ہم وہ اطباء طبیعت
نہیں جو دل کے بعض حالات نبض سے ظناً معلوم کرتے ہیں وہ اور لوگ ہیں۔ ہم تو دل کو خوب
اچھی طرح اور براہ راست بلا توسط نبض عیاناً دیکھتے ہیں کیونکہ ہم فراست کے مقام عالی پر
ہیں۔ نیز وہ لوگ تو غذاؤں اور پھلوں کے طبیب اور ان کا نفع نقصان جاننے والے اور
ان سے روح حیوانی کو تقویت دینے والے ہیں اور ہم طبیب افعال واقوال ہیں ہمکو انکے
خواص پرتو نور حق سبحانہ سے معلوم ہوئے ہیں اور اُس پرتو ہی سے ہمکو معلوم ہوا ہے کہ فلاں
کام تمہارے لئے نافع ہے اور فلاں فعل تمکو راہ حق سے جُدا کرنیوالا ہے اور فلاں بات
تمکو راہ حق میں آگے بڑہائیگی اور فلاں بات تمکو نقصان پہونچاویگی اور سب ہم تمہارے
سامنے رکھدیتے ہیں اور اُنکی مضرتوں اور منفعتوں کو اچھی طرح دکھلا دیتے ہیں۔ اسکے بعد
تمکو اختیار حاصل ہے خواہ اشیاء نافعہ کو لیلو خواہ ضارہ کو تمہارے سامنے موتی اور پتھر بالکل
صاف رکھے ہوئے ہیں۔ نیز وہ طبیب تو قارورہ سے بعض احوال پہچانتے ہیں اور ہمکو وحی
حق سبحانہ سے معلوم ہوتے ہیں۔ نیز وہ فیس لیتے ہیں ہم فیس بھی نہیں لیتے بلکہ ہماری
فیس خزانہ شہنشاہ حقیقی سے ملتی ہے پس جبکہ ہمارے علم میں اور انکے علم میں بھی زمین
آسمان کا فرق ہے اور ہماری تشخیص اور اُنکی تشخیص میں بھی زمین آسمان کا بل ہے اور وہ مرض
جسکا ہم علاج کرتے ہیں اس مرض سے کہیں زیادہ مہتم بالشان ہے جسکا متعارف طبیب
معالجہ کرتے ہیں اور ہم اُنکی طرح فیس بھی نہیں لیتے جس سے ہماری خیر خواہی و شفقت
بہ نسبت اُنکی شفقت کے کہیں زیادہ ظاہر ہوتی ہے نیز اسمیں کچھ خرچ بھی نہیں ہوتا

کہ عمل ہی مانع ہو پھر کیا وجہ ہے کہ تم ہم سے علاج نہیں کراتے دیکھو ہوش میں آؤ اور اپنے معالجہ کی فکر کرو ہم عام اعلان کرتے ہیں کہ ہم عسیر البرء امراض کا علاج کرتے ہیں اور ہر بیمار کو بلا امتیاز اپنے شفاخانہ سے مفت اور بلا کسی فیس یا قیمت کے دوا دیتے ہیں جس کا جی چاہے ہم سے علاج کرائے +

شرح شبیری

جواب قوم کا انبیاء علیہم السلام کو

قوم گفتہ شکر ما را برد غول ماشدیم از شکر و از نعمت ملول

یعنی قوم نے کہا کہ ہمارے شکر کو بھوت لیگئے اور ہم تو شکر اور نعمت سب سے ملول ہوئے ہیں۔ مطلب یہ کہ شکر تو وہ کرے جسکو نعمت سے راحت ملے ہم تو اسقدر نعمت ہونے سے اُکتا گئے ہیں۔ لہذا ہم شکر کیا کریں۔

نعمتے چہ سیر شد جاں ما ازیں شکر چہ گوئیم بر گوئید ہیں

یعنی نعمت کیا ہوتی ہے ہماری تو جان اس سے سیر ہوگئی ہے ہم شکر کیا کریں ارے کچھ بتاؤ تو۔

پیش ما ایں نعمت آرد محنتے شکر محنت کس نگفتہ است اے فتے

یعنی یہ نعمت تو ہمارے سامنے مصیبت کو لاتی ہے تو شکر مصیبت بھی کسی نے کیا ہے اے جوان

ماں چناں پژمردہ گشتیم از عطا کہ نہ طاعت ماں خوش آید نے خطا

یعنی ہم تو اس عطا سے اسقدر پژمردہ ہو گئے ہیں کہ نہ طاعت ہمکو اچھی معلوم ہوتی ہے اور نہ خطا

مانمی خواہیم نعمت ہا و باغ مانمی خواہیم اسباب فراغ

یعنی ہم نعمتوں اور باغوں کے خواہشمند نہیں ہیں اور ہم اسباب فراغ کو نہیں چاہتے (نعوذ باللہ)

انبیاء علیہم السلام کا قوم کو جواب دینا

انبیاء گفتند در دل علتے است کہ ازاں در حق شناسی آفتے است

یعنی انبیاء علیہم السلام نے کہا کہ دل میں کوئی مرض ہے کہ اُسکی وجہ سے حق شناسی میں آفت واقع ہو رہی ہے۔

نعمت از وے جملگی علت شود　　　طعمہ در بیمار کے قوت شود

یعنی اُس (علت) کی وجہ سے نعمت بھی علت ہو جاتی ہے اور بیمار میں کہانا کب قوت ہوتا ہے۔ یعنی بیماری کی وجہ سے لذیذ کہانے بدمزہ ہو جاتے ہیں تو اسی طرح اس مرض قلبی کی وجہ سے نعمت علت ہو جاتی ہے۔

چند خوش پیش تو آمد اے مصر　　　جملہ ناخوش گشت و صافِ او کدر

یعنی اے مصر (علی الذنب) تیرے سامنے کتنی ہی عمدہ اشیاء آئیں (مگر) سب ناگوار اور اُن اشیاء کی صاف گدلا ہو گئیں (یہ سب اُس مرض کی وجہ سے ہے)

تو عدوئے ایں خوشیہا آمدی　　　گشت ناخوش ہرچہ بروے کف زدی

یعنی تو ان عمدہ اشیاء کا دشمن ہو گیا ہے اور تو نے جس چیز پر ہاتھ مارا وہ بُری ہو گئی۔

ہر کہ او شد آشنا و یار تو　　　شد حقیر و خوار در دیدار تو

یعنی جو شخص کہ وہ تمہارا آشنا اور یار ہے وہ تمہاری نظر میں حقیر و خوار ہو گیا ہے۔

ہر کہ او بیگانہ باشد با تو ہم　　　پیش تو او بس مہ است و محترم

یعنی جو شخص کہ وہ تیری ساتھ بیگانہ ہوتا ہے وہ تیرے سامنے بہت عظیم و محترم ہے مطلب یہ کہ جو خیر خواہ ہیں جیسے کہ انبیاء علیہم السلام انکو تو بیگانہ سمجھتے ہو اور جو بیگانے ہیں اُنکے آشنا ہوتے ہو

ایں ہم از تاثیر آں بیماری است　　　زہر او در جملہ خلقاں ساری است

یعنی یہ بھی اُسی بیماری کی تاثیر کی وجہ سے ہے اور اُس کا زہر ساری مخلوق میں سرایت کرنیوالا ہے

دفع آں علت بباید کرد زود　　　کہ شکر با آں حدث خواہد نمود

یعنی اُس مرض کو جلدی ہی دفع کرنا چاہئے کہ اسکی ساتھ تو شکر بھی نجاست دکہائی دیگی۔

ہر خوشے کاید بتو ناخوش شود　　　آب حیواں گر رسد آتش شود

یعنی جو عمدہ شے کہ تجھ تک آوے وہ ناخوش ہو جاتی ہے اور آب حیواں اگر پہنچے تو

آتش ہو جاوے۔ مطلب یہ کہ اُس مرض قلبی کی وجہ سے نافع شے بھی تمہارے پاس آکر مضر ہو جاوی گی

کیمیای مرگ و جسک است آن صفت   مرگ گردد زاں حیاتت عاقبت

یعنی وہ صفت مرگ و ہلاکت کی کیمیا ہے اور اُس سے تمہاری حیات آخر کار مرگ ہو جاوی گی۔ مطلب یہ کہ یہ مرض وہ بلا ہے کہ یہ حیات کو مبدل بمرگ کر دیتا ہے۔

بس غذائے کہ زوی دل زندہ شد   چوں بیامد در تن تو گندہ شد

یعنی بہت سی وہ غذائیں کہ اُن سے دل زندہ ہوتا ہے جب تمہارے بدن میں آئیں تو وہ گندہ ہو گئیں۔

بس عزیزے کہ بناز اشکار شد   چوں شکار تست شد بر تو خوار شد

یعنی بہت سے وہ معشوق کہ جو ناز کی وجہ سے آشکار ہو گئے تو جب وہ تیرے شکار ہوئے تو تیرے نزدیک خوار ہو گئے۔ مطلب یہ کہ بہت سے وہ حضرات جو اپنی شفقت کی وجہ سے تم پر شفیق ہوئے اور خود تمہارا ساتھ دیا مگر جب تمہارے پاس آئے تو تمنے انکی ذلت کی جیسے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی شان میں ہمیشہ گستاخیاں کی ہیں آگے فرماتے ہیں کہ۔

آشنائی عقل با عقل از صفا   چوں شود ہر دم فزوں باشد ولا

یعنی عقل کی عقل کیساتھ دوستی صفائی کیساتھ جب ہوتی ہے تو دوستی ہر دم زیادہ ہی ہوتی ہے

آشنائی نفس با ہر نفس پست   تو یقین می داں کہ دم دم کمتر است

یعنی نفس کی ہر نفس پست کیساتھ آشنائی ہو تو تم یقیناً جان لو کہ دم بدم کم ہوگی

زانکہ نفسش گرد علت می تند   معرفت را زود فاسد می کند

یعنی اسلئے کہ اُس کا نفس علت کے گرد تنتا ہے اور دوستی کو جلدی فاسد کر دیتا ہے

گر نخواہی دوست را فردا نفیر   دوستی با عاقل و با عقل گیر

یعنی اگر تو کل دوست سے نفرت نہیں چاہتا تو دوستی عاقل و عقل کیساتھ اختیار کر۔

از سموم نفس چوں با علتے   ہر چہ گیری تو مرض را آلتے

یعنی سموم نفس سے جب تو با علت ہے تو جو کچھ کہ تو لے گا تو مرض کیلئے آلہ ہو گا۔ یعنی اگر اچھی بات بھی لیگا تو اُس سے بھی مرض ہی کو ترقی ہوگی۔

گر بگیری گوہرے سنگے شود ور بگیری مہر دل جنگے شود

یعنی اگر تو گوہر لے تو وہ ایک پتھر ہو جاوے اور اگر محبت قلبی اختیار کرے تو لڑائی ہو جاوے۔

ور بگیری نکتۂ بکر و لطیف بعد درکت گشت بی ذوق کثیف

یعنی اور اگر کسی نکتۂ نو و لطیف کو لوگے تو تمہارے لینے کے بعد وہ بے ذوق اور کثیف ہو جاویگا (اسلئے کہ تم اُسکو سنکر کہتے ہو کہ)

کہ من این را بس شنیدم کہنہ شد چیز دیگر گو بجز این اے عضد

یعنی میں نے اسکو بہت مرتبہ سنا ہے پُرانا ہو گیا ہے تو اسکے سوائے قوت بازو کوئی اور چیز بیان کرو۔

چیز دیگر تازہ و نو گفتہ گیر باز فردا زاں شوی سیر و نفیر

یعنی کوئی دوسری تازی اور نئی بات کہی ہوئی فرض کرلو تو تم اُس سے بھی تو کل کو سیر اور نفور ہو جاوگے تو پھر اور نئی بات مانگوگے پھر اور مانگوگے علی غیر النہایۃ لہذا اب اس کا علاج یہ ہے کہ)

دفع علت کن چو علت خوشود ہر حدیث کہنہ پیشت نو شود

یعنی اس مرض کو دفع کردے کہ جب مرض دفع ہو جاویگا تو ہر بات پُرانی تمہارے سامنے نئی ہو جاویگی (اسلئے کہ تم اُسکے الفاظ پر نظر نہ رکھوگے بلکہ اُس سے جو نفع ہے اُسپر تمہاری نظر ہوگی اور اُس سے منتفع ہوگے تو گویا کہ ہر بات نئی بات ہوگی آگے اسکو فرماتے ہیں کہ)۔

تا کہ از کہنہ بر آرد برگ نو بشگفاند کہنہ صد خوشہ ز گو

یعنی یہانتک کہ کہنہ سے برگ نو نکلیں گے اور وہی کہنہ گڑھے میں سے سو خوشے نکالیگا مطلب یہ کہ اُسی کہنہ سے ہر بار منتفع ہوگے تو گویا کہ ہمیشہ نئی بات سنی اور تمکو ہر بار اس میں نیا لطف آویگا تو قبل اُس مرض کو کھود و ساری باتیں آسان ہو جاوینگی آگے پھر اُن انبیاءؑ کا اہل سبا کو جواب ہے فرماتے ہیں کہ

ما طبیبانیم شاگردان حق بحر قلزم دید ما را فانفلق

یعنی ہم طبیب ہیں اور شاگردان حق تعالیٰ ہیں ہمکو بحر قلزم نے دیکھا تو وہ بھی پھٹ گیا یعنی متاثر ہوا مطلب یہ کہ ہم حق تعالیٰ سے مستفیض ہیں اور ہم سے ہر شے متاثر ہوتی ہے مگر تم

ہی (یعنی اہل سبا ہی) متاثر نہیں ہوتے اور فرماتے ہیں کہ۔

آں طبیباں طبیعت دیگرند　　　　کہ بدل از راہ نبضے بنگرند

یعنی وہ طبیبان طبیعت دوسرے ہیں جو کہ دلکو نبض کی راہ سے دیکھتے ہیں۔

مابدل بیواسطہ خوش بنگریم　　　　کز فراست مابعالی منظریم

یعنی ہم دل کو بے واسطہ (نبض وغیرہ) کے اچھی طرح دیکھ لیتے ہیں اسلئے کہ فراست کی وجہ سے ہم عالی منظر ہیں۔

آں طبیبان غذا ایند و ثمار　　　　جان حیوانی بدیشاں استوار

یعنی وہ طبیب غذا کے ہیں اور ثمار کے کہ جان حیوانی اُن سے درست رہتی ہے۔

ماطبیبان فعالیم و مقال　　　　ملہم ما پرتو نور جلال

یعنی ہم طبیب افعال واقوال کے ہیں اور ہمارا ملہم نورِ حق کا پرتو ہے یعنی ہم افعال واقوال کے ضرر و نفع کو بتاتے ہیں اور ہمارا امداد فیض نورِ حق ہے کہ اُس سے مستفیض ہو کر مضر و نافع کی تشخیص کرتے ہیں اور بتادیتے ہیں کہ۔

کاینچنیں فعلے ترا نافع بود　　　　وآنچناں فعلے زرہ قاطع بود

یعنی کہ ایسا فعل تو تجھے نافع ہوگا اور ویسا فعل تجھے راستہ (حق) سے قاطع ہوگا۔

اینچنیں قولے ترا پیش آورد　　　　وآنچناں قولے ترا نیش آورد

یعنی ایسا قول تو تجھے آگے لادیگا اور ویسا قول تیرے زخم لگادیگا (غرضکہ مضر و نافع سب تمہیں بتادیتے ہیں)

آنچناں واینچنیں از نیک وبد　　　　پیش تو بنہیم وبنمائیم جد

یعنی ایسے ویسے (سب) نیک و بد سے تیرے سامنے رکھدیتے ہیں اور حقیقت کو دکھادیتے ہیں

گر تو خواہی ایں گزیں ور خواہی آں　　　　زہر و شکر سنگ و گوہر شد عیاں

یعنی اگر تو چاہے تو اسکو قبول کر اور اگر چاہے اسکو زہر اور شکر اور سنگ و گوہر سب ظاہر ہوگیا ہے

آں طبیباں را بود بولے دلیل　　　　ویں دلیل ما بود وحی جلیل

یعنی ان طبیبوں کیلئے تو پیشاب دلیل ہوتی ہے اور یہ ہماری دلیل وحی جلیل سے ہے

دست مزدی می نخواہیم از کسے دست مزد ما رسد از حق بسے

یعنی ہم کسی سے اُجرت نہیں مانگتے۔ ہماری اُجرت تو حق تعالیٰ سے بہو نچ رہی ہے۔ یہ شعر ترجمہ ہے ما اسئلکم علیہ اجرا ان اجری الا علے العلمین کا اور فرماتے ہیں کہ

ہیں صلا بیماری ناسور را دار وے ما یک بیک رنجور را

یعنی ہاں بیماری ناسور کیلئے اعلان ہے اور ہماری دوا ایک ایک مریض کیلئے (مفت) ہے مطلب یہ کہ وہ حضرات اعلان فرماتے ہیں کہ دیکھو ناسور جو ایسی شے ہے کہ اُس کا علاج ہی نہیں مگر ہم ناسور قلب کا علاج آج مفت کرتے ہیں اور ایک ایک کی دوا تقسیم کرتے ہیں جس کا دل چاہے علاج کرا دے۔

شرح حبیبی

قوم گفتند اے گروہ مدعی کو گواہ علم طب نافعی

چوں شما بستہ ہمیں خواب و خورید ہمچو ما باشید و در دہ می چرید

چوں شما در دام ایں آب و گلید کے شما صیاد سیمرغ ولید

حب جاہ و سروری دارد بداں کہ شمارد خویش از پیغمبراں

ما نخواہیم اینچنیں لاف و دروغ کردن اندر گوش و افتادن بدوغ

انبیا گفتند کایں زاں علت است مایۂ کوری حجاب رویت است

دعوے ما را شنید ید و شما می نہ بیند ایں گہر در دست ما

امتحانست ایں گہر مر خلق را ماش گرد انیم گرد چشمہا

ہر کہ گوید کو گوا گفتش گواست کو نمی بیند گہر حبس عماست

آفتابے در سخن آمد کہ خیز — کہ برآمد روز و برجہ کم ستیز
تو بگوئی آفتابا کو گواہ — گویدت اے کور از حق دیدہ خواہ
روز روشن ہر کہ او جوید چراغ — عین جستن کوریش دارد بلاغ
ورنہ می بینی گمانے بردہ — کہ صباح است و تواند پردہ
کوری خود را مکن زیں گفت فاش — خامش و در انتظار فضل باش
فضل بے علت مگر دریابدت — زیں شقاوت روئے دل برتابدت
ورنہ مانی در چنیں کوری ابد — آئینہ پنہاں شد از تو در غد
در میان روز گفتن روز کو — خویش رسوا کردن است ای تند خو
صبر و خاموشی جذوب رحمت است — ویں نشان جستن نشان علت است
انصتوا بپذیر تا بر جان تو — آید از جاناں جزائے انصتوا
گر نخواہی نکس پیش ایں طبیب — بر زمین زن زر و سر را ای لبیب
گفت افزوں را تو بفروش و بخر — بذل جان و بذل جاہ و بذل سر
تا ثنائے تو بگوید فضل ہو — کہ حسد آرد ملک بر جاہ او
چوں طبیباں را نگہدارید دل — خود بہ بینید و شوید از خود خجل
دفع ایں کوری بدست خلق نیست — لیکن اکرام طبیباں از ہدیست
ایں طبیباں را بجاں بندہ شوید — تا بمشک و عنبر آگندہ شوید

ان لوگوں نے انبیاء ع کا وعظ سنکر کہا کہ اے طب دانی کا دعوے کرنیوالی جماعت تمہاری

طب نافع کے جاننے کا ثبوت کیا ہے جبکہ تم بھی ہماری طرح پابند خواب و خور ہو تو تم بھی ہماری ہی طرح ہو جیسے ہم شہر میں کھاتے پیتے ہیں تم بھی کھاتے پیتے ہو اور جبکہ تم آب و گل کے جال میں پھنسے ہوئے ہو تو تم سیمرغ دل کے شکاری کب ہو سکتے اور قلوب میں تصرف کیسے کر سکتے ہو۔ انبیاء نے جواب دیا کہ یہ سوال بھی اسی مرض کا نتیجہ ہے اور یہ تمہارا اندھاپن حقیقت بینی سے مانع ہے تمنے ہمارے طبیب روحانی ہونے کو سن تو لیا لیکن اس موتی (یعنی ہمارے طبیب روحانی ہونے) کو ہمارے ہاتھ میں نہیں دیکھتے ہو ہم اسکو لوگوں کی آنکھوں پر پھرا رہے ہیں یعنی وہ انکے پیش نظر ہے لیکن مخلوق ہے کہ اس کا ثبوت اور امتحان چاہتی ہے پس جو شخص شہادت مانگتا ہے ہم اُس سے کہتے ہیں کہ تیرا سوال خود شاہد ہے کہ تو موتی کو دیکھ نہیں سکتا اور اندھے پن میں محبوس ہے پس یہ شہادت خود اعتراف ہے ہمارے صدق کا کیونکہ اسکے یہی معنے ہیں کہ ایک شے واضح ہے مگر ہمکو دکھلائی نہیں دیتی۔ مثلاً آفتاب کہتا ہے کہ اُٹھو دن ہو گیا دیکھو میری مزاحمت مت کرو۔ پس اگر اسوقت تم یہ کہو کہ سورج گواہ لا جو شہادت دیں کہ تو سچا ہے تو وہ اُس کا یہی جواب دیگا کہ اندھے تو اپنے اندھے پن کا اقرار کر کے خود میری صدق کی گواہی دے رہا ہے پس تو خدا سے دعا کر کہ وہ تجھے آنکھ دے اور تو میرے صدق کا مشاہدہ بھی کرے۔ واقعی بات یہ ہے کہ جو شخص روز روشن میں چراغ ڈھونڈھتا ہے تو یہ اس کا احمقانہ ڈھونڈھنا بھی اُسکے اندھے پن کی دلیل اور روز روشن کی شہادت ہے اب اگر تم دیکھ نہیں سکتے اور محجوب ہو اور تمکو ظہور صبح حق میں تردد ہے تو اسکی صورت یہ ہے کہ تم انکار کر کے اپنے اندھے پن کو ظاہر نکرو بلکہ خاموش ہی رہو اور دل سے اس بات پر آمادہ رہو کہ اگر کسی طرح مجھپر حق واضح ہو جاوے تو میں قبول کر لوں اور فضل حق کے منتظر رہو کیونکہ جب دل سے قبول حق پر آمادہ ہو گے اور مخالفت و معاندت نکرو گے تو شاید حق سبحانہ کا وہ فضل جو کسی سبب ظاہری پر مبنی نہیں تمہارے شامل حال ہو اور تمہارے دل کا رُخ شقاوت کی طرف سے پھیر کر ہدایت کی طرف کر دے اور تم مہتدی ہو جاؤ اور اگر اتنا بھی نہ کرو گے اور مخالفت و معاندت ہی پر آمادہ رہو گے تو سمجھ لو کہ آئینہ حق نما تمسے غلاف میں پوشیدہ ہو گیا اور اب وضوح حق کی ظاہراً کچھ امید نہیں مگر حق سبحانہ کو اب بھی اختیار حاصل ہے کہ وہ دل کو پھیر دیں

اور ہدایت فرمادیں۔ یاد رکھو کہ دن میں یہ کہنا کہ دن کہاں ہے اپنے کو رسوا کرنا ہے۔ نیز صبر اور خاموشی اور دل سے وضوح حق کے بعد قبول حق پر آمادہ رہنا حق سبحانہ کی رحمت کو اس کی طرف کھینچنے والا ہے اور معاندانہ ثبوت طلب کرنا مرض باطنی کی علامت ہے تمکو حکم انصتوا کو قبول کر کے اُسپر کاربند ہونا چاہئے تاکہ حق سبحانہ کی طرف سے تمپر رحمت ہو خوب سمجھ لو اگر تم عود مرض نہیں چاہتے ہو تو تمکو اطباء کی عزت و توقیر کرنا چاہئے اور فضول گفتگو کے بدلہ میں بذل مال اور بذل جاہ اور بذل سر خریدنا چاہئے یعنی فضول باتیں نہ کرنا چاہئیں بلکہ انکے لئے جان مال عزت و آبرو سبکو صرف کرنے پر آمادہ رہنا چاہئے تاکہ حق سبحانہ تمہاری وہ تعریف کریں کہ اُسکی رفعت پر آسمان کو بھی رشک ہو۔ دیکھو جبکہ تم طبیبوں کی دلداری کروگے تو اپنے امراض تمکو مشاہد ہوں گے اور تمکو اپنی حالت دیکھکر خود ندامت ہوگی۔ کوئی یہ شبہ نکرے کہ ہدایت انبیاء کے قبضہ میں تھوڑا ہی ہے جو تعظیم و تکریم کے صلہ میں وہ انکو بخشدیں گے کیونکہ گو یہ مسلم ہے کہ ہدایت مخلوق کے قبضہ میں نہیں مگر طبیبوں کا اکرام خود خدا کی ہدایت ہے جو مقدمہ ہی ہدایت الی قبول الحق، کا۔ پس تم ان کے دل و جان سے غلام ہو جاؤ تاکہ مشک و عنبر سے پُر ہو جاؤ۔

شرح شبیری

قوم سبا کا انبیاء علیہم السلام سے معجزوں کی درخواست کرنا

قوم گفتند اے گروہ مدعی　　　　کو گواہ علم طب نافعی

یعنی قوم نے کہا کہ اے گروہ مدعی (نبوت اُس) علم طب نافع کا گواہ کہاں ہے مطلب یہ کہ تم جو کہتے ہو کہ ہمارے پاس وہ علم طب ہے کہ جو بڑے بڑے امراض کا علاج کر سکتا ہے تو اُسکے لئے کوئی گواہ بھی تو ہونا چاہئے جو اُس علم کے نافع ہونے کو بتادے اور کہتے تھے کہ

چوں شما بستہ ہمیں خواب و خورید　　　　ہمچو ما باشید در دہ می چرید

یعنی (اے گروہ انبیاء) جب تم اسی خواب و خور کے مقید ہو اور ہماری طرح رہتے ہو اور گاؤں میں کہاتے پیتے ہو۔

چوں شما در دام ایں آب و گلید　　کے شما صیاد سیمرغ دلید

یعنی جبکہ تم اسی آب و گل کے دام میں ہو تو تم سیمرغ دل کے صیاد کب ہو سکتے ہو۔ مطلب یہ کہ جب تم ہماری طرح کھاتے پیتے چلتے پھرتے ہو پھر تمہارے اندر کونسی بات زیادہ ہے جو تم پیمبر اور طبیب روحانی کہلانے کے مستحق ہو بلکہ

حب جاہ و سروری دارد براں　　کہ شمارد خویش از پیغمبراں

یعنی حب جاہ و سرداری اُس پر کہتی ہے کہ اپنے کو پیغمبروں سے گنے یعنی تم میں سے ہر ایک کو حب جاہ نے اسپر مجبور کیا ہے کہ دعوے نبوت کا کرتے ہو ورنہ اگر حب جاہ نہ ہوتی تو کبھی تم ایسا دعوے نکرتے،

ما نخواہیم ایچنیں لاف و دروغ　　کردن اندر گوش و افتادن بدوغ

یعنی ہم ایسے لاف و دروغ کو کان میں کرنا اور فریب میں پڑنا نہیں چاہتے۔ مطلب یہ کہ جب ہم میں اور تم میں کوئی فرق نہیں ہے اور تم دعویٰ نبوت کا کرتے ہو تو بھلا ہم ایسی شیخی اور دروغ کو کس طرح مان لیں۔

انبیا گفتند کایں زاں علت ست　　مایۂ کوری حجاب رویت است

یعنی انبیاء نے فرمایا کہ یہ اُسی مرض کی وجہ سے ہے اور کوری کی اصل رویت (حق) کا حجاب ہے یعنی تمہارا مرض اور تمہاری کوری تمہیں رویت حق سے مانع ہو رہی ہے اور فرمایا کہ

دعوی ما را شنیدید و شما　　می نہ بینید ایں گہر در دست ما

یعنی تمنے (صرف) ہمارے دعوی کو تو سُن لیا اور ہمارے ہاتھ میں اس گوہر (نبوت) کو دیکھتے نہیں یعنی تم اس گوہر نبوت کو دیکھتے نہیں حالانکہ یہ اسقدر درخشاں و تاباں ہے کہ اسکے لئے گواہ کی خود ضرورت ہی نہیں مگر جو کوئی نہ دیکھے تو اس کا علاج ہی کیا ہے

امتحانست ایں گہر مر خلق را　　ماش گرداں ہم گرد چشمہا

یعنی یہ گوہر مخلوق کیلئے ایک امتحان ہے اور ہم اسکو آنکھوں کے گرد پھرا رہے ہیں۔

ہر کہ گوید کو گوا گفتش گواست　　کو نمی بیند گہر حبس عماست

یعنی جو شخص کہتا ہے کہ گواہ کیا ہے اُس کا قول خود گواہ ہے کہ وہ گوہر کو نہیں دیکھتا اور

محبوس عمیٰ ہے۔ مطلب یہ کہ یہ گوہر نبوت جو اس قدر درخشاں و تاباں اور ظاہر ہے یہ مخلوق کے امتحان کیلئے ہے کہ معلوم ہو کہ کون اسکو دیکھتا ہے اور کون اس سے اندھا ہے تو ہم اسکو آنکھوں کی گرد پھرا رہے ہیں اب بھی اگر کوئی اسپر گواہ کو طلب کرتا ہے تو اُس کا یہ طلب گواہ خود اُسکے اندھے ہونیکا گواہ ہے اور معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ شخص اندھا ہے اسکو بصیرت حاصل نہیں ہے۔ آگے ایک مثال فرماتے ہیں کہ

آفتابے در سخن آمد کہ خیز   کہ برآمد روز و برجہ کم ستیز

یعنی ایک آفتاب گفتگو میں آوے کہ اُٹھ اسلئے کہ دن نکل آیا اُٹھ جا مخالفت مت کر۔

تو بگوئی آفتابا کو گواہ   گویدت اے کور از حق دیدہ خواہ

یعنی تو کہے کہ اے آفتاب (اس امر کا) گواہ کون ہے تو وہ تجھے کہیگا کہ ارے احمق حق تعالیٰ سے آنکھ مانگ۔ مطلب یہ کہ مثلاً آفتاب جو تمسے آکر کہے کہ اٹھو دن ہو گیا ہے اور تم اُس سے کہو کہ کون گواہ ہے اس امر کا کہ دن ہو گیا ہے تو وہ یہی کہے گا اندھے تجھے علامت اور گواہ نظر نہیں آتا کہ جو تجھے کہہ رہا ہے وہی علامت و گواہ ہے ساسی طرح انبیا علیہم السلام فرماتے ہیں کہ طریق حق آگیا ہے اُسکو قبول کرو تم اُن سے گواہ طلب کرتے ہو تو یاد رہے کہ اپنے دعوے کے وہ خود ہی گواہ ہیں ان کا تشریف لانا خود طریق حق کا واضح ہوتا ہے ؎

آفتاب آمد دلیل آفتاب   گر دلیلت باید از وے رو متاب

آگے فرماتے ہیں کہ

روز روشن ہر کہ او جوید چراغ   عین جستن کوریش دارد بلاغ

یعنی روز روشن میں جو شخص کہ چراغ کو تلاش کرے تو بیہودگی سے خود اُسکی یہ تلاش کوری رکھتی ہے یعنی اگر کوئی روز روشن میں یہ کہے کہ مجھے کچھ نظر نہیں آتا معلوم ہوتا ہے کہ رات ہو گئی ہے اور اندھیرا چھا گیا ہے لہذا چراغ لاؤ تو اس کا یہ کہنا ہی خود اسکے اندھے ہونیکی علامت ہے۔

ور نمی بینی گمانے بردۂ   کہ صباح است و تو اندر پردۂ

یعنی اور اگر تو دیکھتا نہیں ہے اور ایک گمان لے گیا ہے کہ صباح ہے اور تو پردہ میں ہے۔

کوری خود را مکن زیں گفت فاش   خامش و در انتظار فضل باش

یعنی اس کہنے سے اپنے اندھے پن کو ظاہر مت کر خاموش اور انتظار فضل (حق) میں رہ۔ مطلب یہ ہے کہ اگر آفتاب نبوت تمکو نظر نہیں آتا تو یہ تو طبعی امر ہے کہ کسی بات کو سنکر ایک شبہ دل میں پڑجاتا ہے کہ ممکن ہے کہ صحیح ہے تو اُسکو سنکر تمہیں شبہ تو ہونا چاہئے کہ ممکن ہے کہ یہ نبی ہوں مگر ہمکو نظر نہ آتا ہو اور ہمیں بصیرت نہو تنا سمجھو اور مخالفت مت کرو بلکہ مخالفت سی خاموش رہکر طلب اور جستجو کرو اور پھر فضل حق کا انتظار کرو انشاء اللہ اگر مخالفت وعناد نہ ہوگا اور طلب ہوگی تو حق ضرور واضح ہوجاوے گا اور فضل حق منعطف ہوگا باقی اس آفتاب نبوت کا انکار کرکے اپنے اندھے ہونیکو ظاہر مت کرو کیا فائدہ ہے بس مخالفت تو کرو مت (خاموش سے یہی مراد ہی) اور طلب کرتے رہو حق انشاء اللہ خود واضح ہوگا اور یہ ہوگا کہ۔

فضل بے علت مگر در یابدت — زیں شقاوت روئے دل برتابدت

یعنی فضل (حق) بلا سبب (ظاہری) ہے شاید تمکو پالے اور اس شقاوت سے تیرے روے دل کو پھیر دے مطلب یہ کہ بلا تدابیر ظاہری انشاء اللہ فضل حق تمہیں پالے گا اور اس بدبختی سے تمکو نجات دیدے گا۔

ور بمانی در چنیں کوری ابد — آئینہ پنہاں شد از تو در نمد

یعنی اور اگر تو ایسی ہی کوری ابدی میں رہے تو آئینہ تجھسے نمدے میں پوشیدہ ہوگیا ہے مطلب یہ کہ اگر اب بھی نہ دیکھے تو بس ایسا ہے جیسے کہ آئینہ نمدے میں پوشیدہ کردو تو وہ موجود تو ہے پاس مگر دکھائی نہیں دیتا اور اُس سے منتفع نہیں ہوسکتے۔

درمیان روز گفتن روز کو — خویش رسوا کردن ست اے تندخو

یعنی دن میں یہ کہنا کہ دن کہاں ہے اے تندخو اپنے کو رسوا کرنا ہے مطلب یہ کہ حضرات انبیاء کی مخالفت کرنا خود اپنے کو رسوا کرنا ہے سب کو معلوم ہوجاویگا کہ اسکو بصیرت حاصل نہیں ہے بلکہ اندھا ہے

صبر و خاموشی جذوب رحمت ست — ویں نشاں جستن نشان علت ست

یعنی صبر و خاموشی جاذب رحمت ہے اور یہ نشان تلاش کرنا نشانی مرض کی ہے، صبر و خاموشی سے مراد مخالفت نہ کرنا ہے یعنی حضرات انبیاء کی مخالفت نکرنا یہ جاذب رحمت ہے اور صرف اس سے کہ مخالفت نہو اکثر فضل حق ہوجاتا ہے۔

انصتوا بپذیر تا بر جان تو　　آید از جانان جزائے انصتوا

یعنی انصتوا تو قبول کر تا تیری جان پر جانان کی طرف سے انصتوا کی جزا آدے ۔ مطلب یہ کہ قرآن شریف میں ہے انصتوا لعلکم ترحمون ۰ انصتوا پر ترحمون کو محمول کیا ہے لہذا اگر تم مخالفت اہل بعد وانبیاء سے انصات کروگے تو وہ محمول تم پر مرتب ہو جاوے گا

گر نخواہی نکس پیش ایں طبیب　　بر زمین زن زود سر را ای لبیب

یعنی اگر تو عود مرض نہیں چاہتا تو اے لبیب زمین پر اس طبیب کے سامنے سر ٹیک یعنی عود مرض کو جو سخت مہلک ہے اگر تم نہیں چاہتے تو مخالفت ترک کرو اور اطاعت اختیار کرو انشاء اللہ پھر ایسا نہ ہوگا

گفت افزوں را تو بفروش و بخر　　بذل جان و بذل جاہ و بذل زر

یعنی زائد باتوں کو تو فروخت کردو اور بذل جان اور بذل جاہ اور بذل سر کو خرید لو

تا ثنائے تو بگوید فضل ہو　　کہ حسد دارد ملک بر جاہ تو

یعنی تا کہ تمہاری ثنا فضل حق کہے کہ ملک تمہاری جاہ پر حسد کرے یعنی تم اگر اس گفتگو زائد کو فروخت کرکے بذل جاہ وغیرہ حاصل کروگے تو فضل حق نازل ہوگا اور اسوقت تمہارا وہ مرتبہ ہوگا کہ ملک بھی تمہارے جاہ پر رشک کرے گا۔

چوں طبیباں را نگہدارید دل　　خود بہ بینید و شوید از خود خجل

یعنی جبکہ تم طبیبوں کی دل کی حفاظت کروگے تو خود دیکھ لوگے اور اپنے سے شرمندہ ہوگے یعنی اگر تم مخالفت نکروگے اور انکے دل کو صدمہ نہ پہونچاؤگے تو پھر اسکی برکت سے حق تم پر خود واضح ہو جاویگا اور اس وقت اپنے اس انکار سے تم خود شرمندہ ہوگے۔

دفع ایں کوری بدست خلق نیست　　لیک اکرام طبیباں از ہدیست

یعنی اس کوری کا دفع کرنا مخلوق کے قبضہ میں نہیں ہے لیکن طبیبوں کا اکرام ہدایت سے ہے مطلب یہ کہ حضرات انبیاء کے قبضہ میں تو ہدایت کر دینا نہیں ہے جیسا کہ انک لا تھدی من احببت سے صاف معلوم ہوتا ہے مگر ان حضرات کی تعظیم اور انکی عدم مخالفت ضرور اسکے لئے شرط ہے اور ہدایت میں اسکو ضرور دخل ہے لہذا یہ کردکہ۔

این طبیباں را بجاں بندہ شوید	تا بمشک و عنبر آگندہ شوید

یعنی ان طبیبوں کی جان و دل سے مطیع ہو جاؤ تا کہ مشک و عنبر سے پُر ہو جاؤ (بس اصل عدم مخالفت و عناد ہے انشاء اللہ اگر یہ نہ ہوگا تو فضل حق ضرور پاویگا)

شرح حبیبی

قوم گفتند این ہمہ زرقست و مکر	کہ خدا نائب کند از زید و بکر
ہر رسول شاہ باید جنس او	آب و گل کو خالق افلاک کو
مغز خر خوردیم تا ما چوں شما	پشہ را داریم ہمسراز ہُما
کو ہُما کو پشہ کو گل کو خدا	ز آفتاب چرخ چہ بود ذرہ را
این چہ نسبت این چہ پیوندی بود	تا کہ در عقل و دماغے در رود
تا کجا این گفت بیہودہ کجا	این چہ زرقست و چہ شیدست و دغا
خود کجا کو آسمان کو ریسمان	می نگیرد مغز ما این داستان
غالباً ما عقل داریم این قدر	کند نا رامی شناسیم از گزر
این بداں ماند کہ خرگوشے بگفت	من رسول ماہم و با ماہ جفت
کز رمہ پیلاں بر آن چشمہ زلال	جملہ نخچیراں بدند اندر وبال
جملہ محروم و زخوف از چشمہ دور	حیلۂ کردند چوں کم بود زور
از سرکہ بانگ زد خرگوش زال	سوئے پیلاں در شب غرہ ہلال
شاہ پیلان من رسولم پیش نیست	بر رسولان بند و زجر و خشم نیست
ماہ می گوید کہ اے پیلان روید	چشمۂ آن ماست زاں یکسو شوید

ورنه من تاں کور گردانم ستم — گفتم از گردن برون انداختم

ترک این چشمه بگوئید وروید — تا ز زخم تیغ من ایمن شوید

نک نشان آنست کاندر چشمه ماه — مضطرب گردد ز پیل آب خواه

که بیا رابع عشر اے شاہ پیل — تا درون چشمه یابی زین دلیل

آن فلاں شب حاضر آئی شاه پیل — تا درون چشمه یابی آن دلیل

چونکه هفت وهشت ازمه بگذرید — شاه پیل آمد ز چشمه می چرید

چونکه زد خرطوم پیل آن شب در آب — مضطرب شد آب ومه کرد اضطراب

پیل باور کرد از وے آن خطاب — چون درون چشمه مه کرد اضطراب

ترس ترساں باز گشتند آن رمه — بعد ازان نامد یکے زلیشان همه

مانه آن پیلان گو لیم اے گروه — کاضطراب ماه آرد مان شکوه

انبیاء کا جواب سنکر لوگوں نے کہا کہ ہم ہرگز نہ مانیں گے کہ خدا زید وعمرو و بکر کو اپنا نائب کریگا یہ تمہارا مکر و فریب ہے قاعدہ ہے کہ بادشاہ کا قاصد اُسکے جنس سے ہوتا ہے پھر کجا آب و گل سے بنا ہوا آدمی اور کہاں خالق افلاک۔ ہمنے کچھ گدہے کا بھیجا نہیں کہا یا ہے اور ہم احمق نہیں کہ مچھر کو ہما کا ہمسر قرار دیں۔ بہلا کجا مچھر کجا ہما کجا مٹی کجا خدا اور آفتاب فلک سے ذرہ کو کیا نسبت یہ کونسی مناسبت اور کونسا جوڑ ہے جسکو عقل باور کرسکے اور جو دماغ میں اُسکے بہلا کجا ہم کجا یہ بیہودہ گفتگو بہلا ہم ملننے والے ہیں پھر یہ فریب یہ مکر یہ دغا کیسی بہلا کہیں ایسا ہو سکتا ہے توبہ توبہ کہاں آسمان کہاں ریسمان ہمارا دماغ تو اس افسانہ کو قبول نہیں کرتا اور غالباً ہم اتنی تمیز بھی رکھتے ہیں کہ گندنا اور گذر میں یعنی حق اور باطل میں تمیز کرسکیں

اسکی مثال تو ایسی ہے جیسے ایک خرگوش نے کہا تھا کہ میں چاند کا قاصد اور اس کا قربن ہوں اور وجہ اُسکی یہ تھی کہ ایک شفاف چشمہ پر تمام شکار ہاتھیوں کے ہاتھ سے پریشان اور اُس سے منتفع ہونے سے محروم اور خوف کے باعث اس چشمہ سے دور تھے اور قوت تھی نہیں اسلئے انکو تدبیر کی سوجھی اور اُنھوں نے یہ چال کی کہ چاندرات کو پہاڑ پر سے ایک بوڑھے خرگوش نے ہاتھیوں کو آواز دی اور کہا کہ اے ہاتھیوں کے بادشاہ میں محض قاصد ہوں اور قاعدہ ہے کہ قاصدوں کو نہ قید کیا جاتا ہے اور نہ اُنپر غیظ و غضب کیا جاتا ہے۔ پس میں جو کچھ کہنے والا ہوں امید ہے کہ میں اس میں معذور سمجھا جاؤں گا۔ چاند کہتا ہے کہ اے ہاتھیو تم چلے جاؤ اور ہمارے چشمہ سے الگ ہو جاؤ ورنہ میں تمکو بہت بُری طرح اندھا کردوں گا۔ دیکھو میں تمکو اطلاع کرچکا ہوں اور اپنی گردن سے اس بار کو الگ کرچکا ہوں پس تم اس چشمہ کو چھوڑ دو اور جہاں جی چاہے چلے جاؤ۔ تاکہ میری تلوار کے زخم سے محفوظ رہو یہ تو پیغام تھا اب اگر اُسکی تصدیق چاہتے ہو کہ واقعی یہ پیغام چاند ہی کا ہے تو اُسکی علامت یہ ہے کہ جو ہاتھی پانی پینے جاویگا چاند اُسکی اس حرکت سے چشمہ کے اندر پیچ و تاب کھاویگا پس میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ چودھویں تاریخ کو آئیں تاکہ چشمہ کے اندر اُس علامت کو مشاہدہ کریں آپ اُس رات کو ضرور آئے تاکہ چشمہ کے اندر آنیو یہ علامت معلوم ہو جائے جبکہ پندرہ راتیں چاند کی گذر گئیں یعنی گذرنے کو ہوئیں تو ہاتھیوں کا بادشاہ آیا اور چشمہ سے پانی پینے لگا جوں ہی اُسنے اُس رات کو پانی میں سونڈ ڈالی فوراً ہی پانی میں اضطراب پیدا ہوا اور چاند بھی مضطرب ہونے لگا جبکہ ہاتھی نے چشمہ کے اندر چاند کا اضطراب دیکھا تو اُسکو خرگوش کی بات کا یقین ہوگیا اور سارا گلہ خوف زدہ ہوگیا اور اسکے بعد اُس میں سے ایک بھی چشمہ کی طرف نہ پھٹکا تو صاحبو ہم احمق ہاتھی نہیں ہیں کہ ہمکو چاند کا خیالی اضطراب مرعوب کرسکے۔

شرح شبیری

قوم سبا کا انبیاء علیہم السلام متہم قرار دینا

قوم گفتند ایں ہمہ زرقست و مکر	کہ خدا نائب کند از زید و بکر

یعنی قوم نے کہا کہ یہ سب فریب ہے اور مکر ہے کہ خدا زید و بکر میں سے کسیکو اپنا نائب

بتادے۔ مطلب یہ کہ وہ نبوت ہی کا انکار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ بشر رسول حق ہو ہی نہیں سکتا اسلئے کہ۔

ہر رسول شاہ باید جنس او   آب و گل کو خالق افلاک کو

یعنی ہر رسول شاہ اس کی جنس سے ہونا چاہئے اور آب و گل کہاں اور خالق افلاک کہاں مطلب یہ کہ رسول مرسل کی جنس سے ہونا چاہئے تو خدا کا رسول خدا ہی ہو اور یہ ہو گا نہیں تو بس رسول بھی نہ ہو گا اور کہتے تھے کہ۔

مغز خر خوردیم تا ما چوں شما   پشہ را داریم ہمسر از ہما

یعنی کیا ہمنے مغز خر کھا لیا ہے تاکہ ہم تمہاری طرح پشہ کو ہمسر از ہما کار کہیں یعنی ہم کوئی بیوقوف تو نہیں ہیں جو بشر کو رسول حق تان لیں اسلئے کہ۔

کو ہما کو پشہ کو گل کو خدا   ز آفتاب چرخ چہ بود ذرہ را

یعنی کہاں تو ہما اور کہاں پشہ اور کہاں مٹی اور کہاں خدا اور آفتاب چرخ کو ذرہ سے کیا نسبت ہو گی۔

ایں چہ نسبت ایں چہ پیوند ے بود   تا کہ در عقل و دماغے در رود

یعنی یہ کیا نسبت اور کیا تعلق ہو گا کہ کسی عقل و دماغ میں جاویگا۔

ما کجا ویں گفت بیہودہ کجا   ایں چہ زرقست و چہ شیدست و دغا

یعنی ہم (یعنی انسان) کہاں اور یہ بیہودہ بات کہاں یہ کیا فریب اور کیا مکر اور کیا دغا ہے۔

خود کجا کو آسمان کو ریسماں   می نگیرد مغز ما ایں داستاں

یعنی خود کہاں (نسبت) ہے کہاں آسمان اور کہاں ریسماں ہماری تو عقل اسبات کو قبول نہیں کرتی (کہ خدا کا رسول اور قاصد بشر ہو)

غالباً ما عقل داریم ایں قدر   گند نا رامی شناسیم از گزر

یعنی غالباً ہم اسقدر تو عقل رکھتے ہیں کہ پیاز کو گاجر سے ممتاز کر لیں (تو ایسا تو نہیں ہے کہ بشر کو قاصد حق مان لیں آخر خدا اور بشر میں امتیاز کرنے کی لائق تو ہماری عقل ہے ہی) آگے خرگوش کی حکایت لاتے ہیں کہ ان کفار نے کہا کہ بشر کو رسول حق کہنا تو ایسا ہے جیسے کہ اُس خرگوش نے

(جس کا قصہ کلیلہ و دمنہ میں ہے) ہاتھی سے کہا تھا کہ میں قاصد ماہ ہوں تو جس طرح کہ وہ غلط کہتا تھا اسی طرح یہ بات بھی غلط ہے۔

حکایت خرگوشوں کی کہ ایک خرگوش کو ہاتھی کے پاس رسول بنا کر بھیجا تھا کہ جا کر کہہ کہ میں چاند کا قاصد ہوں چاند نے کہا ہے کہ اس چشمہ سے پانی مت پیا کر اور یہ قصہ کتاب کلیلہ و دمنہ میں ہے

ایں بداں ماند کہ خرگوشے بگفت　　من رسول ماہم و با ماہ جفت

یعنی یہ (دعویٰ نبوت) اس سے مشابہ ہے کہ ایک خرگوش نے کہا تھا کہ میں چاند کا رسول ہوں اور اس کا قرین ہوں مطلب یہ کہ جیسا وہ غلط تھا ایسا ہی یہ بھی نعوذ باللہ غلط ہے اور اس خرگوش نے ایسا اسلئے کیا کہ۔

کز رمہ پیلاں ازیں چشمہ زلال　　جملہ نخچیراں بدند اندر وبال

یعنی کیونکہ جماعت پیلوں کی وجہ سے اس چشمہ شیریں سے تمام نخچیر وبال میں تھے یعنی ان کو اس سے پینا نصیب نہ ہوتا تھا۔

جملہ محروم و زخوف از چشمہ دور　　حیلۂ کردند چوں کم بود زور

یعنی سب محروم تھے اور خوف کی وجہ سے چشمہ سے دور تھے تو انہوں نے جبکہ قوت کم تھی ایک حیلہ کیا (اور وہ حیلہ یہ کیا کہ)

از سر کہ بانگ زد خرگوش زال　　سوئے پیلاں در شب غرہ ہلال

یعنی ایک بوڑھے خرگوش نے سر کوہ سے ہاتھیوں کی طرف غرہ ہلال کی شب میں آواز دی یعنی اول شب ماہ میں آکر اسنے سر کوہ سے یہ آواز دی کہ۔

شاہ پیلاں من رسولم بیش نیست　　بر رسولاں بند و زجر و نیش نیست

یعنی اے شاہ پیلاں میں رسول ہوں اور زیادہ (کچھ) نہیں ہوں اور قاصدوں پر بند اور زجر اور

یعنی نہیں ہے مطلب یہ کہ میں ایلچی ہوں اور ایلچی را چہ زوال۔

ماہ می گوید کہ اے پیلاں روید چشمہ آن ماست زاں یکسو شوید

یعنی چاند کہتا ہے کہ اے ہاتھیو چلے جاؤ چشمہ ہماری ملک ہے اس سے ایک طرف ہو جاؤ۔(اور کہتا ہے کہ)۔

ورنہ من تاں کور گردانم ستم گفتم از گردن برون انداختم

یعنی ورنہ میں تمکو ستم سے اندھا کردوں گا تو میں نے کہدیا اور گردن سے باہر ڈال دیا ہے مطلب یہ کہ خرگوش نے کہا کہ چاند نے یہ پیغام دیا ہے کہ اس چشمہ سے ہٹ جاؤ ورنہ میں تمکو اندھا کردونگا تو اب میں تو تم سے کہہ چکا ہوں تم جانو۔

ترک ایں چشمہ بگوئید و روید تا ز زخم تیغ من ایمن شوید

یعنی اس چشمہ کو چھوڑدو اور چلے جاؤ تاکہ میری تیغ کی زخم سے بیخوف رہو۔

نک نشاں آنست کاندر چشمہ ماہ مضطرب گردد ز پیل آب خواہ

یعنی (اُس چاند کی ناراضگی کی) نشانی یہ ہے کہ چشمہ کے اندر چاند آبخواہ ہاتھی سے مضطرب ہوتاہے یعنی جب کوئی ہاتھی پانی پینا چاہتا ہے تو چاند غصہ کی وجہ سے چشمہ کے اندر کانپا کرتا ہی لیس یہ اُسکی علامت ہے کہ وہ ہاتھیوں کے پانی پینے سے ناراض ہے اور یہ کہا کہ۔

کہ بیا رابع عشر اے شاہ پیل تا درون چشمہ یابی زیں دلیل

یعنی اے شاہ پیل چودہویں رات کو آنا تاکہ چشمہ کے اندر تو اس سے دلیل پاوے یعنی اُس خرگوش نے کہا کہ اے شاہ پیل تم چودہویں رات کو آنا اسوقت تمکو اُس کی خفگی اور اس کا اضطراب معلوم ہو جاویگا۔

آں فلاں شب حاضر آ ای شاہ پیل تا درون چشمہ یابی آن دلیل

یعنی اُس فلاں رات میں اے شاہ پیل آ تاکہ چشمہ کے اندر تو اُس دلیل کو پالے۔

چوں دو ہفتہ از مہ نو بگذرید شاہ پیل آمد ز چشمہ می چرید

یعنی ماہ نو کے دو ہفتے گذر گئے تو شاہ پیل آیا کہ چشمہ سے چرتا تھا یعنی وہ بعد دو ہفتہ کے کہ چودہویں شب تھی چشمہ سے پانی پینے آیا۔

چونکه زد خرطوم پیل آن شب در آب | مضطرب شد آب مہ کرد اضطراب

یعنی ہاتھی نے جبکہ اس شب کو پانی میں سونڈ ماری تو پانی مضطرب ہوا اور چاند نے بھی اضطراب کیا یعنی پانی کے ہلنے سے چاند بھی ہلا۔

پیل باور کرد از وے آن خطاب | چون درون چشمہ مہ کرد اضطراب

یعنی ہاتھی نے اُس خرگوش سے اُس بات کو یقین کرلیا جبکہ چشمہ کے اندر ماہ نے اضطراب کیا یعنی جب چاند انکے پانی پینے سے ہلا تو یہ سمجھے کہ بیشک یہ پانی پینے سے خفا ہوتا ہے اسلئے خفگی کے مارے کانپ رہا ہے۔

ترس ترساں باز گشتند آں رمہ | بعد ازاں نامد یکے زالیشاں ہمہ

یعنی ڈرتے ڈرتے وہ گروہ واپس ہوگئے اور اُسکے بعد اُن سب میں سے ایک بھی نہ آیا اور سب ڈر گئے اور وہ نخچیر آرام سے بیٹھ گئے۔ آگے اہل سبا کا مقولہ ہے کہتے ہیں کہ۔

ما نہ زاں پیلاں گوئیم اے گروہ | کاضطراب ماہ آرد ماں شکوہ

یعنی اے گروہ (انبیاء) ہم ان بیوقوف ہاتھیوں میں سے نہیں ہیں کہ چاند کا مضطرب ہونا ہمارے لئے خوف لاوے یعنی ایسے ڈرنے والے نہیں ہیں تو تم جو قاصد حق بنکر ہمیں ڈراتے ہو ہم اس سے ڈرنیوالے نہیں ہیں۔ جب اُنہوں نے یہ کہا تو حضرات انبیاء علیہم السلام جواب فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

انبیاءؑ گفتند آوہ پند ماں	سخت تر کرد ای سفیہماں بند تاں
اے دریغا کہ دوا در رنج تاں	گشت زہر جاں قہر آہنج تاں
ظلمت افزود ایں چراغ آن چشم را	چوں خدا بگماشت پردہ خشم را
چہ رئیسی جست خواہیم از شما	کہ ریاست ما فزونست از سما
چہ شرف یابد زکشتی بحر دُر	خاصہ کشتی ز سرگیں گشتہ پُر

اے دریغ آں دیدۂ کور و کبود
کافتاب اندرو ذره نمود

ز آدمے کو بود بے مثل و ندید
دیدۂ ابلیس جز طینے ندید

چشم دیوانہ بہارش دے نمود
زانطرف جنبید کورا خانہ بود

اے بسا دولت کہ آید گاه گاه
پیش بے دولت بگردد او ز راه

اے بسا معشوق کاید ناشناخت
پیش بدبختے ندانند عشق باخت

احمقاں را ایں چنیں حرماں چراست
می نسازد گمرہاں را راه راست

ایں غلط ده دیده را حرمان ماست
ویں مقلب قلب را سوء القضاست

چوں بُت سنگیں شمارا قبلہ شد
لعنت و کوری شمارا ظلہ شد

چوں بشاید سنگ تاں انباز حق
چوں نشاید عقل و جاں ہمراز حق

پشۂ مرده ہمارا شد شریک
چوں نشاید زنده ہمراز ملیک

یا مگر مرده تراشیده شماست
پشہ زنده تراشیده خداست

عاشق خویشید و صنعت کرد خویش
دم ماراں را سر مارست کیش

نے دراں دُم دولتے و نعمتے
نے دراں سر راحتے و لذتے

گرد سر گرداں بود آں دم مار
لائق اند و درخورند آں ہر دو یار

آنچناں گوید حکیم غزنوی
در الٰہی نامہ گر خوش بشنوی

کم فضولی کن تو در حکم قدر
درخور آمد شخص خر با گوش خر

شد مناسب عضوہا و ابدانہا
شد مناسب وصفہا با جانہا

وصف ہر جانے مناسب باشدش ... بیگماں جانے کہ حق بنواشدش

چون صفت با جاں قرین کردست او ... پس مناسب دانش ہمچوں چشم ورو

شد مناسب وصفہا در خوب وزشت ... شد مناسب حرفہا کہ حق نوشت

دیدہ و دل ہست بین الاصبعین ... چون قلم در دست کاتب اے حسین

اصبع لطف است وقہر اندر میاں ... کلک دل با قبض و بسطے زیں بناں

اے قلم بنگر گر اجلالیستی ... کہ میان اصبعان کیستی

جملہ قصد و جنبشت زیں اصبعست ... فرق تو بر چار راہ مجمع است

ایں حروف حالہات از نسخ اوست ... عزم و فسخت ہم ز عزم و فسخ اوست

جز نیاز و جز تضرع راہ نیست ... زیں تقلب ہر قلم آگاہ نیست

ایں قلم داند ولے بر قدر خود ... قدر خود پیدا کند در نیک و بد

انبیاءؑ نے جواب دیا کہ اے احمق لوگو افسوس کہ تم پر ہماری نصیحت کا برا اثر پڑا اور اُس نے تمہاری بندش کو اور بھی سخت کردیا کیونکہ پہلے تو صرف گمراہی تھی اور اب اسکے ساتھ عناد بھی شامل ہو گیا اور افسوس کہ ہماری دوا تمہاری بیماری کے بارہ میں تمہاری مقہور جان کیلئے زہر بنگئی اور چونکہ حرکتوں سے حق سبحانہٗ نے اپنے قہر کا پردہ تمہاری آنکھوں پر ڈالدیا ہے اسلئے اس چراغ ہدایت نے تمہاری آنکھوں کیلئے تاریکی ہی بڑھائی۔ اے احمقو تم سوچو تو سہی کہ جبکہ ہماری ریاست آسمان سے بھی زیادہ ہے تو ہم تم سے ریاست کے کیا طلبگار ہو سکتے ہیں اور غور تو کرو کہ موتیوں والا سمندر ایک کشتی سے کیا عزت حاصل کرسکتا ہے بالخصوص اُس کشتی سے جو گوبر سے پُر ہو۔ اب مولانا فرماتے ہین (اور یہ بھی ممکن ہے کہ مقولہ انبیاءؑ ہی ہو) واقعی اُس آنکھ کی حالت نہایت افسوسناک ہے جسمیں آفتاب ذرہ معلوم ہوا اور ایسا بہت ہوتا ہے چنانچہ آدم علیہ السلام باوجودیکہ لاجواب اور

بے مثل تھے مگر ابلیس کی آنکھ کو مٹی کے سوا اور کوئی بات نظر نہ آئی اور اُسنے کہدیا انا خیر منہ خلقتنی من نار وخلقتہ من طین اور اسکی ابلیسی آنکھ نے اُن کی بہار کو خزاں ہی دکہلایا کیوں نہو ہر کوئی اپنے گھر ہی کی طرف سے حرکت کرتا ہے یعنی ہر شخص کے خیالات وافعال اُسکے مناسب ہوتے ہیں اسلئے ابلیس نے بھی وہی کیا جو اُسکے مناسب تھا۔ ارے بہت سی دولتیں ایسی ہوتی ہیں کہ کبھی کبھی اور اتفاق سے کسی مفلس کے سامنے آجاتی ہیں لیکن وہ بجائے اسکے کہ اسپر قبضہ کرے اُس راستہ ہی کو چھوڑ دیتا ہے اور بہت سے معشوق ایسے ہوتے ہیں کہ ایک بدنصیب عاشق کے پاس بھیس بدلکر آتے ہیں مگر وہ اپنا ارمان نہیں نکال سکتا۔ یہ لوگ نہایت ہی احمق ہوتے ہیں۔ اب سنو کہ احمق اسقدر کیوں محروم ہوتے ہیں بات یہ ہے کہ گمراہوں اور بجر فتاروں کیلئے راہ راست موافق اور مناسب ہی نہیں اصل وجہ اس کی یہ ہے کہ ہر بات تقدیر سے تعلق رکھتی ہے پس ہماری آنکھ کو غلطی میں ڈالنے والی ہماری شقاوت ازلی ہے اور ہمارے دلوں کو گمراہی کی طرف پھیرنے والی خوبی تقدیر ہے۔

تهیدستان قسمت را چه سود از رہبر کامل   که خضر از آب حیوان تشنه می آرد سکندر را

اسس استطرادی مضمون کو یہانتک پہونچا کر مولانا پھر جواب انبیاء بیان فرماتے ہوئے کہتے ہیں کمبختو چونکہ تمنے بتوں کی پرستش شروع کی اسلئے یہ لعنت بعد عن الرحمۃ اور اندہا پن تمپر چھا گیا کہ تم کسی طرح حق کو قبول نہیں کرتے اور یہ آفتاب تمہیں نظر نہیں آتا تم کہتے ہو کہ تم خدا کے رسول کیسے ہو سکتے ہو اچھا تم ہی انصاف کرو جب تمہارے بُت خدا کے شریک ہو سکتے ہیں حالانکہ پتھر ہیں تو ذی روح اور ذی عقل خدا کا مقرب کیوں نہیں ہو سکتا۔ اور جبکہ مردہ پتھر (بت) ہما (حق سبحانہ) کا شریک وسہیم ہو سکتا ہے تو زندہ پتھر (آدمی) بادشاہ (حق سبحانہ) کا مقرب کیوں نہیں ہو سکتا۔ یا شاید یہ فرق ہو کہ وہ مردہ تمہارا بنایا ہوا ہے اسلئے وہ تو شریک ہو سکتا ہے اور زندہ خدا کا بنایا ہوا ہے اسلئے وہ خدا کا مقرب بھی نہیں ہو سکتا لاحول ولا قوۃ بات یہ ہے کہ تم لوگ خود اپنے اوپر اور اپنی مصنوعات پر عاشق ہو اسلئے تم اپنے کو انبیاء سے برتر سمجھتے ہو اور اپنی مصنوعات کو بھی اور تمہارے مناسب بھی یہی ہے کیونکہ سانپ کی دُم کا دین و مذہب اسکا سر ہی ہوتا ہے۔ کیونکہ نہ اُس دم میں کوئی خوبی ہے نہ سر میں کوئی بہتری اسلئے وہ دُم

سر کے گرد گھومتی ہے اور یہ جوڑا نہایت ہی مناسب ہے۔ دیکھو اگر تم غور سے سنو تو میں تمہیں بتاؤں
کہ حکیم غزنوی الٰہی نامہ میں یوں فرماتے ہیں کہ تم حکم الٰہی میں گفتگو اور بحث و مناظرہ نہ کیا کرو۔ بلکہ تم جس مرتبہ
کے ہو اُسی مرتبہ پر رہو کیونکہ ہر چیز اپنے میل کیساتھ اچھی ہوتی ہے چنانچہ گدھے کا جسم گدھے کے
کانوں ہی کے مناسب ہے اور گدھے کے کان اُسکے جسم کیلئے زیبا ہیں چونکہ تمہارا منہ نہیں
کہ احکام الٰہیہ میں گفتگو کرو اسلئے خاموش رہنا چاہیئے یہ حاصل تھا حکیم غزنوی کی نصیحت کا آگے
مولانا اسپر اضافہ فرماتے ہیں یا یوں کہو کہ اُسکی تشریح فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کچھ گدھے ہی
کی تخصیص نہیں بلکہ تمام اعضاء و ابدان میں مناسبت ہوتی ہے اور اعضاء و ابدان کی بھی تخصیص
نہیں بلکہ اوصاف ارواح اور خود ارواح میں بھی مناسبت ہوتی ہے اور جس جان میں جو صفت
حق سبحانہ پیدا فرماتے ہیں وہی اُسکے لئے مناسب ہوتی ہے پس جس جان میں جو وصف غیر اختیاری
دیکھو سمجھ لو کہ یہی اسکے مناسب ہے جیسے آنکھ اور چہرہ میں مناسبت ہوتی ہے پس اچھے لوگوں اور
بُرے لوگوں میں جو اوصاف ہیں وہ سب اُن کے مناسب ہیں کیونکہ وہ آثار صنع حق ہیں اور حق سبحانہ
حکیم مطلق اور صانع کامل ہیں پس ان کی صنعت کے آثار میں ہرگز بے ڈھنگا پن نہیں ہو سکتا۔ جب
یہ مقدمہ ممہد ہو گیا تو اب سمجھو کہ دل اور آنکھ حق سبحانہ کی دو انگلیوں کی یوں ہی درمیان میں ہیں جسطرح
کہ کاتب کے ہاتھ میں قلم ایک انگلی لطف ہے دوسری قہر اور ان دونوں کے درمیان میں قلم دل ہی
وہ قلم کبھی ان انگلیوں کے اثر سے منقبض ہوتا ہے اور کبھی منبسط جب یہ بھی معلوم ہو گیا تو اب وہ
مضمون اچھی طرح ثابت ہو گیا کہ تم اپنے کو اور اپنے بتوں کو انبیاء سے بڑھکر سمجھتے ہو تمہارے
مناسب ہے بھی یہی۔ اب مولانا اس مضمون کے نتیجہ کے طور نصیحت فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب
یہ ثابت ہوا کہ تم حق سبحانہ کے قبضہ میں ہو وہ جس طرف چاہیں تمہیں پلٹ سکتے ہیں تو تمکو اس امر کا ضرور
لحاظ رکھنا چاہیئے کہ تم کس مقتدر کے قبضہ میں ہو یاد رکھو کہ تمہاری ہر حرکت اُسی کے حکم سے ہے اور
تمہارا سر چوراہے پر رکھا ہوا ہے یعنی جسطرح چوراہے پر رکھے ہوئے سر کو ہر طرف کے آنے جانے
والے لوگوں کی ٹھوکروں کا خطرہ ہوتا ہے اور اسکو اطمینان نہیں ہو سکتا کہ میں ایک حالت پر قائم ہوں گا
یوں ہی تمکو بھی اپنی حالت پر اطمینان نہ ہونا چاہیئے بلکہ قہر الٰہی سے ہر وقت ڈرتے رہنا چاہیئے۔ اور اپنی
طاعات و عبادات پر کبھی ناز نکرنا چاہیئے کیونکہ تمہارے حالات قلبیہ اُسیکے پیدا کئے ہوئے ہیں اور

تمہارا عزم و فسخ عزم سب اُسیکی عزم و فسخ کا اثر ہے پس ایسی حالت میں گھمنڈ اور ناز کا کوئی موقع نہیں اور بجز نیاز و تضرع زاری و مسکنت کے اور کوئی بہبودی کی صورت نہیں ہر شخص اس تقلب سے واقف نہیں اسلئے وہ بے اعتدالیوں میں منہمک ہے اور جو شخص کچھ جانتا بھی ہے وہ بھی اس کی حقیقت سے واقف نہیں بلکہ اپنی حیثیت کیموافق جانتا ہے اور حیثیت اُسکی اُسکے افعال حسنہ اور سیئہ سے ظاہر ہے کہ وہ کس درجہ کا آدمی ہے۔

شرح شبیری

انبیاء علیہم السلام کا اُن کے طعن کا جواب دینا اور انکی مثال بیان فرمانا

انبیاء گفتند آوہ پند ما   سخت تر کرد اے سفیہاں بند تاں

یعنی انبیاء علیہم السلام نے فرمایا کہ افسوس ہماری نصیحت نے اے بیوقوفو تمہاری بند کو زیادہ کردیا

اے دریغا کہ دوائے رنج تاں   گشت زہر جان قہر آہنج تاں

یعنی افسوس کہ تمہارے مرض کی دوا تمہاری قہر کش جان کیلئے زہر ہوگیا یعنی ان کی جو جان قہر کی جاذب اور قہر حق کو کھینچنے والی تھی اُسکے لئے یہ نصائح انبیاء زہر ہوگئی اور ان کا کفر اور بھی زیادہ ہوگیا۔

ظلمت افزود ایں چراغ آں چشم را   چوں خدا بگماشت بر دل خشم را

یعنی اس چراغ (نبوت) نے اُس آنکھ کو ظلمت ہی بڑھائی جبکہ خدا نے دل پر خشم کو مقرر فرمادیا تھا یعنی چونکہ اُنکے دل پر خشم حق تھا لہذا انکو چراغ ہدایت اور آفتاب نبوت نے اور ظلمت ہی کو زیادہ کیا اُنکو ہدایت نہ ہوسکی اور انبیاء ؑ نے فرمایا کہ

چہ رئیسی جست خواہیم از شما   کہ ریاست ماں فزونست از سما

یعنی ہم تمسے کیا ریاست کو ڈھونڈیں گے کہ ہماری ریاست تو آسمان سے زیادہ ہے مطلب یہ کہ ہم تمسے جاہ و مال کیا طلب کرتے ہماری سلطنت تو زمین و آسمان سب پر ہے۔ تو پھر ہمکو تمہارا مال

و دولت لیکر کیا نفع ہوگا آگے اُسکی مثال دیتے ہیں کہ۔

چہ شرف یابد ز کشتی بحر دُر
خاصہ کشتی ز سرگین گشتہ پُر

یعنی موتیوں کا دریا کشتی سے کیا شرف پاویگا۔ خاصکر اُس کشتی سے جو سرگین سے پُر ہو۔ مطلب یہ کہ جس دریا میں موتی بھرے ہوں اگر اُس میں ایک کشتی بھی آجاوے تو اُس کشتی سے اس دریا کو کیا شرف ہو سکتا ہے اور خاصکر جبکہ وہ کشتی گوبر سے بھری ہو تو بجائے شرف کی اور گندگی ہی زیادہ ہو گی تو اسی طرح انبیاء نے فرمایا کہ تمہاری مال و دولت سے ہمکو شرف تو کیا ہوتا اور گندگی ہی بڑھے گی آگے فرماتے ہیں کہ۔

اے دریغ آن دیدۂ کور و کبود
آفتابے اندر و ذرہ نمود

یعنی افسوس ہے اُس کور و کبود آنکھ پر کہ جو آفتاب اُسکے اندر ذرہ دکھائی دیا۔ مطلب یہ کہ اس اندھے کی حالت قابل افسوس ہے کہ جسے آفتاب ذرہ دکھائی دے تو اسی طرح جو آفتاب کو نہ دیکھے وہ بھی یقیناً اندھا ہے۔

ز آدمے کو بود بے مثل و ندید
دیدۂ ابلیس جز طینے ندید

یعنی اُن آدم سے جو کہ بے مثل و نظیر تھے دیدۂ ابلیس نے سوائے مٹی کے (کچھ) نہ دیکھا۔

چشم دیوانہ بہارش دے نمود
ز انطرف جنبید کو را خانہ بود

یعنی چشم انبیاء نے اسکو بہار دے دکھلائی اور اس طرف سے جنبش کی جس طرف کہ اُس کا گھر تھا یعنی چونکہ اس کا گھر اور مرجع ضلال تھا لہذا اسکو غلط ہی دکھائی دیا۔

اے بسا دولت کہ آید گاہ گاہ
پیش بے دولت بگردد او ز راہ

یعنی بہت سی وہ دولتیں جو کبھی کبھی بے دولت کے سامنے آتی ہیں تو وہ راہ سے پھر جاتا ہے مطلب یہ کہ جسکو مفت گھر بیٹھے دولت ہاتھ آجاوے اسکو اس دولت کی قدر نہیں ہوا کرتی۔

اے بسا معشوق کاید ناشناخت
پیش بدبختے ندانند عشق باخت

یعنی بہت سے وہ معشوق کہ وہ ناآشنا سا ہو کر کسی بدبخت کے سامنے آوین تو وہ عشق کرنا نہ جانے گا مطلب یہ کہ اگر کوئی معشوق کسی کے پاس خود چلا جاوے تو جو عاقل ہے وہ تو اُسکی اور قدر کریگا اور اسکو نعمت غیر مترقبہ سمجھیگا مگر جو بیوقوف ہے وہ اُسکی بیقدری کرے گا اور اسکو بھگانے لگا بھی

نہیں تو اسی طرح اُن لوگوں کے پاس دولت نبوت مفت ہی آگئی ہے لہذا یہ کمبخت قدر نہیں کرتے آگے فرماتے ہیں کہ

احمقاں را ایں چنیں حرماں چراست　　　　می نسازد گمرہانرا راہ راست

یعنی احمقوں کو البساحرمان کیوں ہیں (اس سوال کے بعد جواب خود فرماتے ہیں) گمراہونکو راہ راست موافق نہیں آتی (لہذا محروم رہتے ہیں)۔

ایں غلط دہ دیدہ احرمان ماست　　　　وین مقلب قلب را سوء القضاست

یعنی آنکھ کو غلطی میں ڈالنے والا ہمارا حرمان ہے اور یہ مقلب قلب کو سوء القضا ہے مطلب یہ کہ ہماری محرومی باعث ہے غلطی دیدہ کی اور ہمارے قلب کو سوء القضا تقلیب کر رہی ہے۔ لہذا ہم غلطی میں پڑے ہوئے ہیں آگے انبیاء ع کا مقولہ ہے فرماتے ہیں کہ۔

چوں بُت سنگین شما را قبلہ شد　　　　لعنت و کوری شما را ظلہ شد

یعنی جبکہ بُت سنگین تمہارے لئے قبلہ ہو گئے اور لعنت و کوری تمہارے لئے سایہ ہو گئیں۔

چوں بشاید سنگ تا ال انباز حق　　　　چوں نشاید عقل و جان ہمراز حق

یعنی جبکہ تمہارے پتھر خدا کے شریک ہو سکتے ہیں تو عقل و روح ہمراز حق کیوں نہیں ہو سکتے۔ مطلب یہ ہے کہ اُنہوں نے کہا تھا کہ بھلا بشر کس طرح رسول حق ہو سکتا ہے رسول تو مرسل کی جنس سے ہونا چاہئے حضرات انبیاء علیہم السلام اس کا جواب دیتے ہیں کہ دیکھو تم پتھر کے بتوں کو خدا کا شریک مانتے ہو تو کمبخت بھلا وہ مُردہ بیجان بے عقل پتھر تو شریک حق ہو سکے اور جو کہ زندہ ہے اور عقل و جان رکھتا ہے وہ رسول بھی نہ ہو سکے غضب کی بات ہے

پشۂ مردہ ہُما را شد شریک　　　　چوں نشاید زندہ ہمسر از ملیک

یعنی مردہ مچھر تو ہُما کا شریک ہو جاوے تو زندہ ہمراز شاہ کیوں نہیں ہو سکتا۔ مطلب یہ کہ ذرا سوچو تو کہ مردوں کو تو تم شریک حق بنا رہے ہو اور انسان زندہ اگر کہے کہ وہ قاصد ہے تو اُسکو نہیں مانتے بظاہر (اور فی الحقیقۃ) تو انسان کا قاصد حق ہونا ان کے شریک ہونے سے اقرب ہے مگر یہ فرق ہو سکتا ہے کہ۔

آں بُت مردہ تراشیدہ شماست　　　　پشہ زندہ تراشیدہ خداست

یعنی وہ بُت مُردہ تو تمہارا اپنا بنایا ہوا ہے اور وہ پشہ زندہ بنایا ہوا خدا کا ہے تو اپنی بنائی ہوئی چیز کو تو اسقدر بڑھایا کہ اُسے بھی خدا بنا دیا اور خدا کی بنائی ہوئی شے ایسی کہ وہ قاصد حق بھی نہ ہو سکے انکی تو یہ حالت ہے کہ۔

عاشق خویشند و صنعت کرد خویش　　　دم ماراں را سر مار است کیش

یعنی یہ لوگ اپنے اور اپنے کی ہوئی صنعت کے عاشق ہیں اور سانپوں کی دُم کیلئے سانپ کا سر ہی مذہب ہے مطلب یہ ہے کہ جب سانپ بیٹھتا ہے تو دُم کو چکر دیکر منہ سے ملا لیتا ہے تو جس طرح کہ دُم کیلئے سر مار مذہب ہوتا ہے کہ وہ اُسی طرف رجوع ہوتی ہے اسی طرح یہ لوگ اپنی مصنوعات کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور اُنہیں پر مغرور اور خوش رہتے ہیں حالانکہ۔

نے دراں دم دولتے و نعمتے　　　نے دراں سر راحتے و لذتے

یعنی نہ تو اُس دُم میں کوئی دولت یا نعمت ہے اور نہ اس سر میں کوئی راحت یا لذت ہے۔

گرد سر گرداں بود آں دُم مار　　　لائق اند و در خورند آں ہر دو یار

یعنی وہ سانپ کی دُم سر کے گرد گرداں رہتی ہے تو وہ دونوں یار لائق اور مناسب ہیں مطلب یہ کہ جس طرح کہ اُس دُم یا سر مار میں کوئی دولت یا نعمت یا راحت نہیں ہوتی اسی طرح نہ خود ان میں اور نہ ان کی مصنوعات میں کوئی راحت وغیرہ ہے تو یہ جو آپس میں ایک دوسرے کے عاشق ہیں یہ اسوجہ سے کہ دونوں آپس میں مناسب ہیں کہ دونوں مضر اور بیکار ہیں لہذا الکنز بجنس باہمجنس پرواز تو چونکہ ان کی مناسب ضلالت اور گمراہی ہی ہے تو انکو وہی نصیب ہوتی ہے آگے فرماتے ہیں کہ

آنچناں گوید حکیم غزنوی　　　در الٰہی نامہ گر خوش بشنوی

یعنی اگر تم خوب سنو تو (ہم تم کو بتلاتے ہیں کہ) حکیم غزنوی الٰہی نامہ میں اس طرح کہتے ہیں کہ۔

کم فضولی کن تو در حکم قدر　　　در خور آمد شخص خر با گوش خر

یعنی تم حکم قدر میں فضولی مت کرو (اسلئے کہ) جسم خر گوش خر کیساتھ مناسب آیا ہے مطلب اس کا اور اگلے کئی اشعار کا یہ ہے کہ حکم قدر میں تم اعتراض مت کرو حق تعالیٰ نے ہر شے کو اپنے مناسب کیساتھ بنایا ہے تو اسی طرح انکے مناسب گمراہی تھی ان کو گمراہ کر دیا ہے

شد مناسب عضو ہا و ابدانہا　　　شد مناسب وصفہا با جانہا

یعنی اعضا، ابدان کے مناسب ہیں اور اوصاف جانوں کے مناسب ہیں۔

وصف ہر جانے مناسب با شدش　　　بیگمان جائے کہ حق بترا شدش

یعنی وصف ہر جان کا اُسکے مناسب ہوتا ہے اور اس جگہ تو یقینا جبکہ کہ حق نے بنایا ہو۔

چون صفت با جاں قرین کردست او　　　پس مناسب دانش ہمچوں چشم ورو

یعنی جب کسی صفت کو حق تعالیٰ نے کسی جان کیساتھ قرین کیا ہے تو اسکو چشم ورو کی طرح مناسب ہی سمجھو۔ یعنی جس طرح کہ چشم و رو مناسب ہیں اسی طرح او جسقدر اوصاف وغیرہ حق تعالیٰ نے کسی میں پیدا کئے ہیں وہ سب بھی مناسب ہی ہین۔

شد مناسب وصفہا در خوب و زشت　　　شد مناسب حرفہا کہ حق نوشت

یعنی اچھے بُرے کے تمام اوصاف مناسب ہیں اور وہ حروف کہ حق نے لکھے ہیں سب مناسب ہیں یعنی جو جسکی تقدیر میں لکھا ہے وہ اسکے مناسب ہے۔

دیدۂ ودل ہست بین الاصبعین　　　چون قلم در دست کاتب ای حسین

یعنی دیدۂ ودل (حق تعالیٰ کی) دو انگلیوں کے درمیان میں (اس طرح) ہین جس طرح کہ کاتب کے ہاتھ مین قلم ہوتا ہے اے حسین۔ یعنی جس طرح کہ کاتب کے ہاتھ میں قلم ہوتا ہے کہ وہ جسطرح چاہے اسکو پھیرے اسی طرح حق تعالیٰ کے قبضہ مین قلب ہے جسطرح وہ چاہیں اُسکو پھیر سکتے ہیں خواہ اسکو بینا کردیں یا کور کردیں جو چاہیں کریں۔

اصبع لطف است و قہر اندر میاں　　　کلک دل با قبض و بسطے زین بناں

یعنی لطف و قہر کی انگلی درمیان میں ہے تو اس انگلی کی وجہ سے کلک دل قبض و بسط میں ہے۔ یعنی جب لطف ہے تو دل میں بھی بسط ہے اور اگر قہر ہے تو دل میں بھی انقباض ہے تو جب قلب قلم کی طرح ہے تو اسکو خطاب کرکے فرماتے ہیں کہ۔

اے قلم بنگر گر اجلا لیستے　　　کہ میان اصبعین کیستے

یعنی اے قلم دیکھ لے اگر تو اجلالی ہے کہ کسکی انگلیوں میں ہے۔

جملہ قصد و جنبشت زین اصبع است　　　فرق تو بر چار راہ مجمع است

یعنی تیرے تمام قصد اور حرکات اس انگلی سے ہیں اور سر تیرا مجمع کے چوراہے پر ہے یعنی جس

طرح کہ قلم کہ ہوتا ہے کاتب کی انگلیوں میں مگراس کا سر جو راہ پر ہوتا ہے کہ وہ جو لکھتا ہے اسکو سب دیکھتے ہیں۔ اسی طرح انسان کا قلب ہے تو خدا کے قبضہ میں مگر جو کچھ اعمال یہ کرتا ہے اسکو ایک عالم دیکھتا ہے۔

این حروف حالہات از فسخ است — عزم و فسخت ہم زعزم و فسخ اوست

یعنی تیرے حالات کے یہ حروف اسکے لکھنے سے ہیں اور تیرا عزم اور فسخ عزم اسکے عزم و فسخ سے ہے (غرضکہ تمام حالات اُسیکے قبضہ میں ہیں جب یہ حالت ہے تو اب سمجھ لو کہ)

جز نیاز و جز تضرع راہ نیست — زین تقلب ہر قلم آگاہ نیست

یعنی بجز نیاز و تضرع کے کوئی راہ نہیں ہے اور تقلب سے ہر قلم آگاہ نہیں ہے مطلب یہ کہ بس اب تمکو چاہئے کہ درگاہ حق میں نیاز و تضرع سے کام لو اور ان ہی سے اپنی درستی حالت کو عرض کرو کہ وہی اسکو درست کر دینگے باقی بے اُنکے کئے کچھ نہ ہوگا۔ اور اس تقلب سے ہر شخص چونکہ آگاہ نہیں ہے اسی لئے گمراہ ہوتے ہیں۔

این قلم داند ولے بر قدر خود — قدر خود پیدا کند در نیک و بد

یعنی اسکو قلم جانتا ہے لیکن اپنی قدر کے موافق اور اپنی قدر کو نیک و بد میں ظاہر کر دیتا ہے یعنی اسکو جانتا بھی ہے مگر ہر شخص اپنی قدر کے موافق ہی جانتا ہے اور جب اسکو لوگوں میں ظاہر کرتا ہے تو اپنی قدر کو سب پر ظاہر کر دیتا ہے اور سبکو معلوم ہو جاتا ہے کہ انکی یہ حالت ہے اور ان کا علم اسقدر ہے آگے ایک مضمون لاتے ہیں جسکا خلاصہ یہ ہے کہ مثال یا مثل وہ بیان کر سکتا ہے جو اس مثال یا مثل کی اور ممثل لہ دونوں کی حقیقت سے واقف ہو اور اسکے افعال و خواص کو احاطہ کئے ہوئے ہو ورنہ مثال مطابق واقع کے نہ ہوگی بلکہ یوں ہی اوٹکرلیس ہوگی اور یہ معلوم ہے کہ حق تعالیٰ کی کنہہ ذات کسیکو معلوم نہیں ہے تو ان لوگوں نے جو مثل بیان کی کہ حق تعالیٰ کو ماہ کہا اور انکے قاصدوں کو خرگوش کی طرح کہا اور پھر اس کا غلط ہونا ثابت کیا یہ مثل مطابق واقع کے نہیں ہے اسلئے کہ مثال کی اگر حقیقت سمجھ بھی لی تو طرف ثانی ممثل لہ کی حقیقت کی تو خبر نہیں ہے پھر کس طرح مثال بیان کر سکتے ہیں۔ اب اشعار سے سمجھ لو۔

شرح حبیبی

انچہ در خرگوش و پیل آویختند — تا ازل را با حیل آمیختند

کے رسد تاں ایں مثلہا ساختن — سوئے آں درگاہ پاک انداختن

آں مثل آوردن آں حضرت است — کہ بعلم سر و جہر او آیت است

تو چہ دانی سر چیزے ای تو کل — تا بہ زلف و یا بہ رخ آری مثل

موسی آں را کہ عصا دید و نبود — اژدہا بد سر او لب برکشود

چوں چناں شاہی نداند سر چوب — تو چہ دانی سر آں دام و حبوب

چوں غلط شد چشم موسی در مثل — چوں کند موشی فضولی مدخل

آں مثالت را چو اژدرہا کند — تا بپاسخ جزو جزوت برکند

ایں مثل آورد ابلیس لعین — تا کہ شد ملعون حق تا یوم دیں

ایں مثال آورد قاروں از لجاج — تا فرو شد در زمیں با تخت و تاج

ایں مثال آورد نمرود جہول — تاکہ پشہ مغز سر خوردش عجول

ایں مثال اندیش گشتہ قوم عاد — کاستخواں شاں خرد مرد آمد ز باد

ایں مثال آورد شداد لئیم — تاکہ شد محروم از ہر دو نعیم

ایں مثال آورد فرعوں از غلط — تاکہ اندر آب دریا شد سقط

ایں مثال آورد ہر بدبخت دوں — تاکہ شد در قعر دوزخ سرنگوں

ایں مثالت را چو زاغ و بوم داں — کہ ازیشاں پست شد صد خانداں

اب اہل سبا کی طرف رُخ کرتے ہیں اور ان کی خبر لیتے ہیں فرماتے ہیں کہ اُن احمق لوگوں نے جو خرگوش اور ہاتھی کے قصہ کو دست آویز بنایا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ حکم ازلی کو چالاکیوں کی ضمن میں داخل کر دیا۔ بھلا ان سے کوئی کہے کہ گدھو تمہیں کب زیبا ہے کہ مثلیں تراش تراش کر حضرت حق سبحانہ سے انکو منسوب کرو و لہ المثل الاعلیٰ مثال بیان کرنا تمہارا کام نہیں کیونکہ اُسکے لئے ضرورت ہے ممثل بہ اور ممثل لہ ہر دو کے پورے حالت معلوم ہونے کی تاکہ قیاس مع الفارق نہو جاوے اور یہ بات تم میں مفقود ہے لہذا ثابت ہوا کہ یہ تمہارا کام نہیں۔ بلکہ یہ حق سبحانہ کے شایاں ہے جو کہ علم محیط رکھتے ہیں اور جن کا علم غیب و شہادت نہایت واضح امر ہے۔ مثلاً اگر کوئی گنجا زلف و رخ کی مثال بیان کرے تو اُس سے یہی کہا جاویگا اے گنجے جب تیرے زلفیں ہی نہیں اور تو نے زلف کبھی دیکھی بھی نہیں تو تو زلف و رُخ کی حالت کیا جانے کہ تو ان کی مثال بیان کرتا ہے۔ یاد رکھو کہ مثال بیان کرنا یعنی کسی شے کی حالت ظاہر کرنا کچھ آسان کام نہیں۔ دیکھو موسیٰ علیہ السلام نے جس چیز کو محض لاٹھی سمجھا تھا وہ صرف لاٹھی ہی نہ تھی بلکہ باطن کے لحاظ سے اژدہا بھی تھی جسکی اندرونی حالت بعد کو ظاہر ہوئی اور ایک وقت میں وہ منہ کھول کر کھڑی ہوگئی۔ بھلا جب اتنا بڑا شخص ایک لکڑی کی باطنی حالت نہ سمجھ سکے پھر تمہیں اُس دام و دانہ کی حقیقت کیا معلوم ہو سکتی ہے جسنے تمکو پھنسا رکھا ہے اور جبکہ اظہار حال میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے غلطی ہوئی تو بھلا چوہا بیہودہ اس میں بل کیا بنا سکتا ہے اور اس میں کیا مداخلت کر سکتا ہے یاد رکھنا کہ حق سبحانہ تمہاری مثال کو اژدہا بنا دینگے کہ وہ جواب میں تمہارے عضو عضو کو الگ کر دیگا۔ یعنی اس کا جواب یہ ہوگا کہ تم ہلاکت ابدی میں مبتلا ہوگے دیکھو ابلیس ملعون نے بھی اظہار حال آدم میں یوں ہی غلطی کی تھی اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہمیشہ کیلئے ملعون ہوگیا اور قارون نے بھی یوں ہی مکابرہ و مجادلہ کیا تھا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تخت و تاج سمیت زمین میں دھنس گیا اور جاہل نمرود نے بھی اسی طرح مجادلہ کیا تھا جسکے سبب ایک مچھر نے فوراً اس کا بھیجا کھالیا اور قوم عاد نے بھی یہی باتیں گھڑی تھیں جس سے ان کی ہڈیوں کو چور چور کر دیا گیا اور شداد پاجی نے بھی اسی قسم کا مکابرہ کیا تھا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں جنتوں سے محروم رہا نہ اپنی بہشت سے منتفع ہوا نہ خدا کی بہشت سے اور فرعون نے بھی یوں ہی غلط جھگڑا کیا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پانی میں ڈوب گیا

غرض ہر بدبخت وشقی ازلی نے اسی قسم کی فضول باتیں کیں حتے کہ وہ دوزخ میں الٹا گرادیا گیا
پس تم اپنی اس مثال کو ایک کوا پایا تو سمجھو جسنے ہزاروں گھرانے تباہ کردئے لہذا وہ
تم کو بھی نہیں چھوڑ سکتا۔

شرح شبیری

بیان اُس کا کہ ہر شخص کا کام مثال بیان کرنا نہیں ہے اور خاصکر کار خانۂ حق میں جوکہ غیر متناہی ہو

انچہ در خرگوش و پیل آں ویختند تا ازل را با حیل آمیختند

یعنی جو کچھ کہ وہ لوگ خرگوش و پیل (کے قصہ) میں الجھے اور ازل کو حیل کیساتھ ملا دیا۔

کے رسد شاں این مثلہا ساختن سوئے آن درگاہِ پاک انداختن

یعنی انکو یہ مثل بیان کرنا کب پہونچتا ہے (اور پھر) اُس درگاہ پاک کی طرف ڈالنا۔ مطلب یہ کہ حکم ازلی کو ان خرگوشوں کے حیلہ کیساتھ ملا دیا اور ان دونوں باتوں کو ایک کرکے اللہ میاں تک پہونچے کہ انکی مثال بیان کی تو ان لوگوں کو یہ کب مناسب تھا اسلئے کہ یہ تو حقائق اشیاء سے پوری طرح واقف ہی نہیں۔

ایں مثال آوردن آن حضرت است کہ بہ علم سر و جہر او آیت است

یعنی یہ مثال بیان کرنا کام (اس) درگاہ کا ہے کہ جو علم سر و جہر میں حجت ہے یعنی جسکو کہ حقائق اشیاء کا علم ہے اس کا کام ہے کہ وہ مثال بیان کرے تو وہ مطابق واقع کے ہوگی اسلئے کہ اسکو طرفین کی حقیقت معلوم ہے۔

تو چہ دانی سر چیزے تا تو کل تا بہ زلف و یا بہ رُخ آری مثل

یعنی جب تک کہ تو گنجا ہے تو کسی چیز کا بھید کیا جانے تا کہ زلف یا رخ کی مثل بیان کرے مطلب یہ کہ جب تم گنجے ہو تو تم کیا جانو کہ زلف کیسی ہوتی ہے اور رخ حسین کیسا ہوتا ہے اب تم اسکی مثال بیان کرنے لگے تو یہ سراسر حماقت ہی ہے۔ اسی طرح جب تمکو کسی شی کی حقیقت معلوم

نہیں تو اُسکی مثال ہی کیا بیان کر سکتے ہو آگے اس حقیقت ناشناسی کی ایک نظیر لاتے ہیں کہ -

موسیٰ آنرا کہ عصا دید و نبود　　اژدہا بُد سرا و لب می کشود

یعنی موسیٰؑ جسکو کہ عصا دیکھا اور وہ (عصا) نہ تھا (بلکہ) اژدہا تھا اور اسکے بھید کو لب کھولتا تھا یعنی دیکھو موسیٰؑ اس عصا کی حقیقت کو نہ سمجھے اور سوال حق پر یہی کہا کہ عصای میری لاٹھی ہے حالانکہ وہ اژدہا تھا اور جب وہ لب کھولتا تھا تو اس کا بھید ظاہر ہوتا تھا -

چوں چنان شاہی نداند سرِ چوب　　تو چہ دانی سرِّ این دام و حبوب

یعنی ایسا بادشاہ ایک لکڑی کے بھید کو نہ جانے تو تم اس دام اور دانوں کے راز کو کیا جانو یعنی دنیا میں جو دام و حبوب ہیں تم اُنکے اسرار کی کیا خبر ہو سکتی ہے

چوں غلط شد چشم موسیٰ در مثل　　چوں کند موشے فضولے مدخل

یعنی جب مثل بیان کرنے میں چشم موسیٰ غلط ہو گئی تو ایک چوہا فضولی کسطرح دخل دے سکتا ہے - اور وہ مثال مطابق واقع کے تو کیا ہوتی بلکہ یہ ہوتا ہے کہ

آں مثالت را چو اژدرہا کند　　تا بپاسخ جزو جزوت برکند

یعنی تمہاری اس مثال کو حق تعالیٰ اژدہا بنا دیتے ہیں یہانتک کہ جواب میں وہ تمہارے جزو جزو کو اُکھاڑ دیتی ہے - مطلب یہ کہ وہ مثال خود تمہیں کو نقصان دہ ہوتی ہے آگے ایسی مثال کے نقصان دہ ہونے کی نظائر بیان فرماتے ہیں کہ

این مثال آورد ابلیس لعین　　تا کہ شد ملعون حق تا یوم دین

یعنی ابلیس ملعون یہ مثال لایا - یہانتک کہ قیامت تک ملعون حق ہو گیا - مطلب یہ کہ اُسنے یہ کہا خلقتنی من نار و خلقتہ من طین تو دیکھو اسی وجہ سے ملعون بن گیا -

این مثال آورد قارون از لجاج　　تا فرو شد در زمین با تخت و تاج

یعنی یہی مثال قارون مخالفت کی وجہ سے لایا - یہانتک کہ زمین میں مع تخت و تاج کے چلا گیا - مطلب یہ کہ اُسنے کہا کہ انما اوتیتہ علیٰ علمٍ عندی - اِس دعوے ہی کی بدولت اُسکو خسف ہوا

این مثال آورد نمرود جہول　　تا کہ پشہ مغز سر خوردش عجول

یعنی یہی مثال نمرودِ جاہل لایا۔ یہانتک کہ مچھر نے جلدی سے اُس کا مغز سر کہا لیا۔ مطلب یہ کہ اُسنے کہا تھا انا احیي و اُمیت تو خدا کی برابری کی تھی لہذا ہلاک ہوا۔

این مثال اندیش گشتہ قوم عاد کاستخوان شان خرد و مرد آمد زباد

یعنی اس مثال کے سوچنے والے قوم عاد ہوئے کہ اُن کی ہڈیاں ہوا سے چور چور ہوگئیں۔ یعنی اُنہوں نے تکبر و نافرمانی کی تھی جیساکہ جابجا قرآن شریف میں ہے تو اُنکو سزا ملی۔

این مثال آورد شداد لئیم تاکہ شد محروم از ہر دو نعیم

یعنی شداد لئیم بھی اس مثال کو لایا یہانتک کہ وہ دونوں نعمتوں سے محروم رہا۔ مطلب یہ کہ مشہور ہے کہ اُسنے ایک باغ بنایا تھا جسکو وہ بہشت کی مثال کہا کرتا تھا تو اُس کے اس دعوی کی بدولت ہلاک ہوا۔ اور دونوں نعیم سے محروم رہنے کے یہ معنے بھی ہوسکتے ہیں کہ مشہور ہے کہ جب وہ اُسکی مصنوعہ جنت تیار ہوئی تو وہ اس میں داخل ہوتے لگا دروازہ میں قدم رکھتے ہی روح پرواز کر گئی خسر الدنیا و الاخرۃ کا مصداق ہوگیا۔

این مثال آورد فرعون از غلط تاکہ اندر آب دریا شد سقط

یعنی یہی مثال فرعون غلطی کی وجہ سے لایا۔ یہانتک کہ آب دریا میں ساقط ہوا یعنی اُسنے کہا انا ربکم الاعلی بس اس دعوی میں مارا گیا۔ یہ نظائر تو خاص خاص تھی آگے عام طور پر فرماتے ہیں کہ۔

این مثال آورد ہر بدبخت دوں تاکہ شد در قعر دوزخ سرنگوں

یعنی ہر بدبخت کمینہ اس مثال کو لایا یہانتک قعر دوزخ میں سرنگون ہوا یعنی ہر بدبخت کمینہ ایسے دعوے کرتا ہے تو ہلاک ہوتا ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

این مثالت را چو زاغ و بوم داں کہ از ایشان پست شد صد خانداں

یعنی اپنی اس مثال کو زاغ و بوم کی طرح (منحوس) جانو کہ اُنکی وجہ سے سیکڑوں خاندان برباد ہوگئے ہیں بس اسی طرح تمہاری ان مثلوں سے بھی بہت بربادی پہیلتی ہے آگے نوح علیہ السلام کے کشتی بنانیکے قصہ کو بیان فرماتے ہیں کہ وہ کشتی بنایا کرتے تھے اور انکی قوم اُنپر استہزا میں مثالیں بیان کرتی تھی تو وہ قوم آخر ہلاک ہوئی یہ اُسی عقل ناکافی کی بدولت ہے کہ حقیقت کو سمجھتے نہیں ہیں اور مثال بیان کرنے بیٹھ جاتے ہیں اب حکایت سنو

شرح حبیبی

نوح اندر بادیہ کشتی بساخت | صد مثل گو از پئے تسخر بتاخت

در بیابانے کہ چاہ و آب نیست | میکند کشتی چہ نادان ابلہی است

آں یکے میگفت ایں کشتی بتاز | واں یکے میگفت پرش ہم بساز

آں یکے میگفت دنبالش کزاست | واں یکے میگفت پشتش کز فرست

آں یکے میگفت پالانش کجاست | واں یکے میگفت پالیش کز حراست

واں یکے میگفت کاں مشکی تہی است | واں یکے میگفت ایں خر بہر کیست

آں یکے میگفت جو چوں میخورد | ور نہ بارت کے بمنزل می برد

آں یکے میگفت بیکاری مگر | یا شدے فرتوت شد عقلت ز سر

او ہمی گفت ایں بفرمان خداست | ایں بچربکہا نخواہد گشت کاست

ایں مثل بشنو کہ شب دزدِ عنید | در بن دیوار حفرہ می برید

نیم بیدارے کہ او رنجور بود | طقطق آہستہ اش را می شنود

رفت بر بام و فرود آویخت سر | گفت او را در چہ کاری ای پدر

خیر باشد نیم شب چہ می کنی | تو کہ گفتا دہل زن ای سنی

در چہ کارے گفت می کوبم دہل | گفت کو بانگ دہل ای بوسبل

گفت فردا بشنوی ایں بانگ را | نعرۂ یا حسرتا وا ویلتا

من چو درفتم بشنوی بانگ دہل | آنزماں واقف شوی بہ خبر دل

اوپر مولانا نے فرمایا تھا کہ مجادلین تباہ و برباد ہو گئے۔ اب اُسکو ایک مثال سے ثابت کرتے ہیں اور کہتے ہیں۔ دیکھو لوگوں نے نوح علیہ السلام سے بھی اسی قسم کے مجادلے کئے تھے پھر اُن کا کیا حشر ہوا۔ تفصیل اُسکی یہ ہے کہ نوح علیہ السلام کشتی بنا رہے تھے اُسکو دیکھکر سیکڑوں مثالیں بیان کرنیوالے تمسخر کیلئے دوڑ پڑے اور کہا کہ اس خشکی میں جہاں نہ کنواں ہے نہ پانی یہ شخص کشتی بنا رہا ہے نہایت بیوقوف آدمی ہے (نعوذ باللہ) کوئی کہتا تھا کہ جناب ذرا اسی چلائیے تو سہی کوئی کہتا تھا کہ چلنے کیلئے اسکے پاؤں تو ہیں نہیں لہٰذا آپ اس میں پر لگائیں کوئی کہتا تھا کہ اس کا پیچھا ٹیڑھا ہے کوئی کہتا تھا کہ اسکی کمر ٹیڑھی ہے کوئی کہتا تھا کہ اسکا پالان کہاں ہے کوئی کہتا تھا کہ اسکے پاؤں ٹیڑھے کیوں ہیں کوئی کہتا تھا کہ یہ تو خالی مشک ہے کوئی کہتا تھا کہ یہ گدہا کس کے لئے ہے کہ اسکے منہ تو ہے نہیں پھر چرچ کیسے کہتا ہے اور اگر کہتا ہی نہیں تو آپ کا سامان منزل تک کیونکر لیجاتا ہے۔ کوئی کہتا تھا کہ جناب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو کوئی کام نہیں جو اس فضول اور لاَیعنی کام میں مصروف ہیں یا آپ بڈھے ہو گئے ہیں اور دماغ سے عقل جاتی رہی ہے وہ سب کا یہی جواب دیتے تھے کہ یہ میں بحکم الٰہی بنا رہا ہوں اور تمہاری پھبتیوں سے اس میں ہرگز کمی نہیں آسکتی ابتو تم مذاق اُڑا رہے ہو لیکن انشاء اللہ ایک دن تمکو اسکی ضرورت معلوم ہو جاویگی چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ طوفان آیا اور سب ڈوب گئے۔ نوح علیہ السّلام اور اُنکی قوم کی حالت ایسی تھی جیسے ایک چور دیوار کی جڑ میں نقب لگا رہا تھا ایک ایسے شخص نے جو بیمار تھا اور بیماری کے سبب سے اچھی طرح نیند نہ آتی تھی اسلئے کچھ سو رہا تھا کچھ جاگ رہا تھا اسکی آہستہ آہستہ کھٹ کھٹ کو سنا یہ سنکر وہ کوٹھے پر چڑھا اور اُسنے سر جھکا کر اُس سے کہا کہ آپ کیا کر رہے ہیں خیر تو ہے آپ کون ہیں اور آدھی رات کے وقت کیا کر رہے ہیں۔ اُسنے جواب دیا کہ میں ڈھول بجانے والا ہوں پھر اُسنے کہا کہ اچھا آپ کر کیا رہے ہیں اُسنے کہا کہ میں ڈھول بجا رہا ہوں اُسنے کہا کہ ڈھول کی آواز تو کہیں معلوم نہیں ہوتی اُسنے کہا کہ یہ آواز اب سنائی دیگی بلکہ کل سننا جبکہ میں مال لیکر چلتا ہونگا اور تم واویلا اور آہ و فریاد سے گھر کو سر پر اُٹھا لوگے جب میں جاؤں گا اُسوقت وہ آواز سنائی دیگی اور مفصل حالت معلوم ہو جائیگی یوں ہی قوم نوح کو بھی اس کشتی کی ضرورت اسوقت محسوس نہ ہوتی تھی اور بعد کو اُنکو اچھی طرح معلوم ہو گئی۔

آں دروغ است و کژ و بر ساختہ　　بہر آں کژ را تو ہم نشناختہ
در غلط افتادۂ اے نیم خام　　پختہ شو در آتش حق والسلام

پس جس طرح قوم نوح علیہ السلام وغیرہ کی مثالیں غلط تھیں اور اُنکو کشتی وغیرہ کا راز معلوم نہ تھا یوں ہی تمہاری مثال بھی خلاف واقع غلط اور تراشی ہوئی ہے نیز تمکو اس کا راز بھی معلوم نہیں دیکھو تم غلطی میں پڑے ہوئے اور ادکچرے ہو پس تمکو آتش حب حق میں پختہ ہونا چاہئے۔

شرح شبیری

قوم نوح کا اُنکی کشتی بنانے میں استہزاء کی طور پر مثل بیان کرنا

نوحؑ اندر بادیہ کشتی بساخت　　صد مثل گو از پئے تسخر بتاخت

یعنی نوح علیہ السلام نے خشکی میں کشتی بنائی تو سیکڑوں مثل بیان کرنیوالے مسخرہ پن کیلئے دوڑے اور کہتے تھے کہ۔

در بیابانے کہ چاہ و آب نیست　　می کند کشتی چہ ناداں ابلہی است

یعنی جس جگہ پر کہ کنواں یا پانی نہیں ہے یہ کشتی بنا رہے ہیں کیا نادان اور احمق ہیں (نعوذ باللہ)

آں یکے میگفت ایں کشتی بتاز　　واں یکے میگفت پرش ہم بساز

یعنی وہ ایک کہتا تھا کہ اس کشتی کو دوڑاؤ تو اور وہ دوسرا کہتا تھا کہ اُسکی پر بھی بناؤ یعنی پانی وغیرہ تو ہے ہی نہیں پھر اسکے چلنے کی کیا سبیل ہے۔ پر بنالو کہ جس سے اُڑا کرے گا

آں یکے میگفت دنبالش کژ است　　واں یکے میگفت پشتش کژ تر است

یعنی وہ ایک کہتا تھا کہ دنبال اسکا ٹیڑھا ہے اور ایک کہتا تھا کہ اسکی پشت ٹیڑھی میڑھی ہے۔

آں یکے میگفت پالانش کجاست　　واں یکے میگفت پالیش کج چرا ست

یعنی ایک کہتا تھا کہ اُس کا پالان کہاں ہے اور ایک کہتا تھا کہ اُس کا پاؤں کج کیوں ہے مطلب یہ کہ خشکی میں تو گھوڑا وغیرہ چل سکتا تھا اور انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ تم اسکو خشکی ہی میں چلاؤ گے تو یہ تو بتاؤ کہ اسکا پالان کہاں ہے کمبخت سارے مسخرے جمع تھے*

آں یکی میگفت کایں مشکے تہی است / واں یکی میگفت ایں خر بہر کیست

یعنی ایک کہتا تھا کہ یہ ایک مشک خالی ہے (یعنی فضول ہے) اور ایک کہتا تھا کہ یہ گدھا کسکے لئے ہے

آں یکی میگفت جو چوں میخورد / ورنہ بارت کے بمنزل می برد

یعنی ایک کہتا تھا کہ یہ جو کسطرح کہاتا ہے اور اگر نہیں کہاتا تو تمہارے بوجھ کو منزل پر کس طرح لیجاتا ہے،

آں یکی میگفت بیکاری مگر / یا شدی فرتوت عقلت شد زسر

یعنی ایک کہتا تھا کہ شاید تم بیکار ہو یا فرتوت ہو گئے ہو اور تمہارے سر سے عقل جاتی رہی ہے (نعوذ باللہ) غرض کہ وہ کمبخت یہ باتیں کیا کرتے تھے اب اُن کا جواب سُنئے کہ کس متانت سے فرماتے ہیں کہ۔

او ہمی گفت ایں بفرمان خداست / ایں بچر بکہا نخواہد گشت کاست

یعنی وہ فرماتے تھے کہ یہ حکم خدا سے ہے اور یہ ان تمسخروں سے گھٹے گی نہیں مطلب یہ کہ تم خواہ کتنا ہی استہزا کرو یہ اسی طرح رہیگی اور تمکو کل معلوم ہو جاویگا کہ یہ تمسخر کسپر پڑیں گے۔ قرآن شریف میں بھی ہے کہ ان تسخروا منا فانا نسخر منکم کما تسخرون۔ آگے مولانا ایک چور کی حکایت لاتے ہیں کہ جس طرح کہ نوح علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ کل تمکو معلوم ہو جاویگا اور یہ بات اُنکے کلام سے نکلتی ہے اسی طرح ایک چور نقب دے رہا تھا صاحب خانہ نے پوچھا کہ ارے تو کون ہے اُسنے کہا کہ ڈھول بجانے والا ہوں صاحب خانہ نے کہا کہ کیا کر رہا ہے بولا کہ ڈھول بجا رہا ہوں صاحبخانہ نے کہا کہ آواز کہاں ہے تو کہتا ہے کہ اُسکی آواز تجھے کل کو سنائی دیگی جب بازار میں غل مچاتا پھر یگا۔ تو اسی طرح نوح ع نے کہدیا کہ کل کو خبر ہو جاویگی اب حکایت سنو۔

حکایت اُس چور کی کہ نقب لگا رہا تھا اور سمجھ رہا تھا کہ میں ڈھول بجا رہا ہوں

ایں مثل بشنو کہ شب دزد عنید / در بُن دیوار حفرہ می برید

یعنی یہ مثل سنو کہ ایک شب کو ایک چور معاند ایک دیوار کی جڑ میں نقب لگا رہا تھا۔

نیم بیدارے کہ او رنجور بود — طقطقی آہستہ اش را می شنود

یعنی ایک نیم بیدار جو بیمار تھا اُسکی آہستہ کھٹ کھٹ کو سنتا تھا۔

رفت بر بام و فرود آویخت سر — گفت او را در چہ کارے ای پدر

یعنی وہ مریض کوٹھے پر گیا اور سر نیچے لٹکا کر اُس سے بولا کہ اے بابا تو کس کام میں ہے۔

خیر باشد نیم شب چہ می کنی — تو کئی گفتا دُہل زن ای سنی

یعنی خیر تو ہے تو رات کو کیا کر رہا ہے ارے تو کون ہے تو وہ چور بولا ارے بھائی ڈہول بجانیوالا ہوں

در چہ کاری گفت میکوبم دُہل — گفت کو بانگ دہل ای بوسبل

یعنی تو کس کام میں ہے اُسنے کہا ڈہول بجا رہا ہوں تو صاحب خانہ نے کہا کہ اے بوسبل ڈہول کی آواز کہاں ہے۔

گفت فردا بشنوی این بانگ را — نعرۂ یا حسرتا واویلتا

یعنی چور نے کہا کہ اس آواز کو تو کل کو سُن لیگا (اور وہ) یا حسرتا یا ویلتا کا نعرہ ہے یعنی جب تو یا حسرتا یا ویلتا کرے گا اسوقت معلوم ہو گا کہ ہاں ڈہول بج رہا تھا (اور بولا کہ)

من چو رفتم بشنوی بانگ دُہل — آن زمان واقف شوی بر جزو و کل

یعنی میں جب چلا گیا تو تو ڈھول کی آواز سُن لیگا۔ اور اُسوقت جزو و کل پر واقف ہو جاویگا۔ بس اسیطرح حضرت نوح علیہ السلام اُس قوم سے فرماتے تھے کہ وہ کہتے تھے کہ کشتی کیوں بناتے ہو تو فرما دیتے تھے کہ کل کو اسکی حقیقت معلوم ہو جاویگی۔ آگے پھر اُن ہی انبیاء ؑ قوم سبا کا مقولہ ہے کہ فرماتے ہیں کہ

آن ہدروغ ست و کثر و برخاستہ — سر آن کثر را تو ہم نشناختہ

یعنی وہ (مثل) جھوٹ ہے اور کج ہے اور گھڑی ہوئی ہے اور اس کج کے سر کو تم بھی نہیں پہچانتے۔

در غلط افتادۂ اے نیم خام — پختہ شو در آتش حق والسلام

یعنی اے نیم خام تو غلطی میں پڑا ہوا ہے تو حق تعالیٰ کی آتش (محبت) میں پختہ ہو جاؤ والسلام

مطلب یہ کہ چونکہ تم اس مثل کی حقیقت کو نہیں سمجھے اسلئے غلطی کر رہے ہو اور اگر اس مثل کی حقیقت کو سمجھ لیتے تو پھر ایسی غلطی نکرتے تو اب تم حب حق دل میں پیدا کرو اُس سے یہ غلطی رفع ہو جاویگی۔ آگے اُس مثل کو خود اُن ہی پر صادق کرتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

سرّ آں خرگوش داں دیو فضول	کہ بہ پیش نفس تو آمد رسول
تا کہ نفس گول را محروم کرد	ز آب حیوانی کہ از وے خضر خورد
باز گونہ کردہ معنیش را	کفر گفتی مستعد شو نیش را
اضطراب ماہ گفتی در زلال	کہ بترسانید پیلاں را شغال
قصۂ خرگوش و پیل آری و آب	خشیت پیلاں ز مہ در اضطراب
ایں چہ ماند آخر اے کوراں خام	با مہے کہ شد ز بونش خاص و عام
چہ مہ و چہ آفتاب و چہ فلک	چہ عقول و چہ نفوس و چہ ملک
چہ وحوش و چہ طیور و چہ جماد	چہ ملوک و چہ گدا چہ کیقباد
چہ بلاد و چہ جبال و چہ بحار	چہ مہ و چہ سال چہ لیل و نہار
چہ تراب و آب و چہ باد و چہ نار	چہ خریف و صیف و چہ دے چہ بہار
جملہ اندر حکم و در فرمان او	ہمچو گوئے در خم چوگان او
آفتاب آفتاب و آفتاب	ایں چہ می گویم مگر ہستم بخواب

ہمنے جو کہا تھا کہ تمکو اسکا راز معلوم نہیں سو سنو حقیقت اس مثال کی یہ ہے کہ خرگوش شیطان ہے اور نفس کے پاس قاصد حق کیساتھ بنکر آیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ احمق نفس کو

اُس چشمۂ آبِ حیات سے پانی پینے سے روک دیا جس سے حضرت خضر علیہ السلام نے پیا تھا یعنی حقائق و معارف سے منتفع ہونے سے روک دیا۔ تمنے اسکے معنے اُلٹے کئے اور کفر بکا تو اب اُسکی سزا کیلئے تیار رہو تمنے پانی میں چاند کے مضطرب ہونے کا بھی تذکرہ کیا ہے جس سے خرگوش نے ہاتھیوں کو ڈرایا تھا۔ بھلا غضب ہے کہ انبیاء ع کے مقابلہ میں خرگوش اور ہاتھی اور پانی اور ہاتھیوں کے پانی کے اندر چاند کی تڑپ سے ڈر جانے کا قصہ بیان کرتے ہو ارے اندھو تمہیں شرم نہیں آتی بھلا اسکو اس ماہ حقیقی سے کیا نسبت جسکا تمام عالم مغلوب و مسخر ہے۔ کیا چاند کیا سورج کیا آسمان کیا عقول کیا نفوس کیا فرشتے کیا وحوش کیا طیور کیا جمادات کیا سلاطین کیا مفلس کیا سلاطین عظام مثل کیقباد کیا شہر کیا پہاڑ کیا دریا کیا مہینہ کیا سال کیا رات اور دن کیا مٹی کیا پانی کیا ہوا کیا آگ کیا خریف کیا گرمی کیا خزان کیا بہار غرض کہ ہر چیز اُسکے حکم کے تابع ہے اور ایسی ہے جیسے گیند بلّے کے لپیٹ میں وہ سورج کے سورج کا سورج ہے ارے میں یہ کیا کہہ رہا ہوں میں شاید خواب میں ہوں جو سمجھتا نہیں اُس کا مرتبہ تو کہیں بڑھکر ہے آفتاب آفتاب آفتاب کو اس سے کیا نسبت (**توضیح**) اہل سبا نے اپنی تمثیل میں جو چاند کو حق سبحانہ سے تشبیہ دی تھی اس میں انکو اشتراک فی المعبود کا وصف بھی مدنظر تھا کیونکہ وہ قوم ستارہ پرست بھی تھی اب مولانا در ایں چہ باشد الخ سے اس خیال کا ابطال کرتے ہیں ھذا ما قالہ بحر العلوم ایک توجیہ تو یہ ہے۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ اولاً مولانا نے اُنکی تمثیل کو خود اُن پر اُلٹا تھا اب اُس کا محل نزاع سے اجنبی ہونا ظاہر فرماتے ہیں یعنی اول حملہ تھا کفار پر اب اپنی طرف سے مدافعت ہے اور حاصل مدافعت یہ ہے کہ وہ قصہ فریب تھا خرگوش کا جو اُسنے اپنی ذاتی منفعت کیلئے کیا تھا اور جس میں کہ وہ کامیاب بھی ہو گیا اور چاند اپنی عجز کے سبب اس تلبیس کے ازالہ پر قادر نہو سکا لیکن خدا تو قادر ہے اُسکے خلاف کسی کی تلبیس چل نہیں سکتی چنانچہ فرماتے ہیں ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین الخ پس اس مثال کو حق سبحانہ سے کیا تعلق وھذا ھو الراجح عندی۔ وجہ اول یہ کہ اولاً مولانا نے اس مثال کی لغویت کو اجمالاً ان الفاظ سے ظاہر فرمایا تھا۔ آنچہ در خرگوش و پیل آویختند +

تا ازل را باحیل آمیختند + کے رسد تاں ایں مثلہا ساختن + سوئے آن درگاہ پاک انداختن +
جس سے معلوم ہوتا ہے کہ منشا الغویت اس کا قریب ہونا ہے اور یہ توجیہ بالکل اسکے مطابق ہے دوسری
وجہ یہ کہ سیاق کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ پوری مثال ابن کا مشارالیہ ہے نہ کہ فقط ماہ - تیسری
وجہ یہ کہ مولانا نے جس انداز سے ان کی تقریر کو نقل کیا ہے اس سے ہرگز یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ انکو
چاند کو حق سبحانہ کیساتھ وصف معبودیت میں شریک کرنا مقصود ہے رہا علامہ بحرالعلوم کا یہ ارشاد
کہ چوں تشبیہ دادید ایں رسالت را برسالت خرگوش از ماہ پس حق را مثل ماہ دانستید
وایں غلط عظیم ست وکوری شنیع شاید آن قوم ماہ پرستاں باشند کہ ماہ را عظیم مثل اللہ بدانستند
در معبودیت پس رسل کوری انبیا بیان فرمودند" سو سراسر مخدوش ہے کیونکہ اول تو تشبیہ
مرکب میں تشبیہ اجزا با اجزا لازم نہیں پس اُن کا یہ ارشاد کہ پس حق را مثل ماہ دانستند امر
غیر مسلم اور بر تقدیر تسلیم یہ ضرور نہیں کہ مماثلت فی المعبودیۃ ہی مراد ہو بلکہ ظاہر یہ ہے کہ مماثلت
فی الشرف ای المشارکۃ المطلقۃ فیہ مراد ہے جیسا کہ اُن کا سیاق کلام بتا رہا ہے پس اس سے
اعتقاد مشارکت فی المعبودیۃ یا اس مقام پر اس کا مقصود ہونا سمجھنا غیر موجہ ہے اصل وجہ یہ ہے کہ
علامہ نے جب دیکھا کہ مشبہ بہ حق سبحانہ کو بنایا گیا ہے اور فرمایا گیا ہے "کہ این چہ مانند با ہے"
اسلئے اُنہوں نے ابن کا مشارالیہ ماہ کو بنایا اسکے بعد اُنکو ایسی وجہ تشبیہ تلاش کرنے کی ضرورت
ہوئی جسکی تردید کی ضرورت ہوا اسلئے وجہ تشبیہ مشارکت فی المعبودیۃ کو قرار دیا - اور یہ اسوقت ہو سکتا ہے
جبکہ ان کا اعتقاد بھی یہ ہو اسلئے فرمایا "شاید آن قوم ماہ پرستاں الخ ولاحاجۃ الی ہذہ التکلفات الباردۃ
فافہم)

شرح شبیری

سِرِّ آں خرگوش دان دیو فضول — کہ بہ پیش نفس تو آمد رسول

یعنی اُس خرگوش کا راز شیطان فضول کو جانو کہ وہ تمہارے نفس کے سامنے رسول ہو کر آیا

تا کہ نفس گول را محروم کرد — ز آب حیوانی کہ از وے خضر خورد

یعنی یہانتک کہ نفس بیوقوف کو اُس آب حیوانی سے جس سے کہ خضر نے کھایا ہے محروم کردیا مطلب

یہ کہ وہ مثل اصل میں اسطرح ہے کہ وہ خرگوش تو شیطان ہے اور وہ چشمہ آبحیات ابدی ہے اور
وہ ہاتھی تمہارا نفس ہے بشیطان نے تمکو بہکا کر آب حیوانی سے روکدیا اور اصل میں تو یہ مثل تمہارے
اوپر صادق آتی ہے مگر تمنے یہ کیا کہ

باژگونہ کردۂ معنیش را　　　کفر گفتی مستعد شو نیش را

یعنی تونے اُسکے معنی کو اُلٹ دیا ہے اور تونے کفر بکا ہے اب تو سزا کیلئے مستعد ہوجا۔ مطلب
یہ کہ تمنے اُس مثل میں حق تعالیٰ کو ماہ سے تشبیہ دی ہے تو یہ کفر ہے لہذا اسکی سزا کیلئے مستعد
ہوجاؤ۔ اب یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ چاند سے تشبیہ دینے میں کیا حرج ہے خود مولانا ہی بلکہ
حق تعالیٰ کو ماہ آفتاب وغیرہ سے تشبیہ دیا کرتے ہیں تو بات یہ ہے کہ قرآن شریف سے معلوم
ہوتا ہے کہ یہ قوم کواکب پرست ہے قرآن شریف میں ہے کہ ہُدہُد نے سلیمان علیہ السلام سے
آکر عرض کیا کہ یسجدون للشمس۔ اور یہ قصہ اہل سبا کا ہی ہے تو معلوم ہوا کہ وہ کواکب کو اٰلہ
مانتے تھے تو اس تشبیہ میں بھی اُن کا یہی مقصود تھا کہ ماہ اور حق تعالیٰ دونوں من کل الوجوہ متشابہ ہیں
اور جیسے وہ خدا ہیں ویسے ہی یہ چاند بھی (نعوذ باللہ) خدا ہے تو مولانا اسطرح تشبیہ دینے کو کفر
فرماتے ہیں اور انکی حالت سے اُن کا یہ اعتقاد صاف معلوم ہوتا ہے اب کوئی شبہ نہیں رہا تو انبیاء
علیہم السلام فرماتے ہیں کہ یہ مثل اصل میں تو تم پر صادق تھی مگر تمنے اسکو اُلٹا کردیا۔

اضطراب ماہ گفتی در زلال　　　کہ بترسانید پیلاں را شغال

یعنی تمنے ماہ کے اضطراب کو آب شیریں میں بیان کیا کہ پیلونکو شغال نے ڈرادیا۔ (شغال مجازاً کہدیا)
مطلب یہ کہ تم یہ بیان کرتے اور اُسکو مثل حق بیان کرتے ہو تو یہ تو صریح کفر ہے اور کفر اُسی اعتقاد
کی وجہ سے ہوا۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

قصۂ خرگوش و پیل آری و آب　　　خشیت پیلاں زمہ در اضطراب

یعنی قصہ خرگوش کا اور ہاتھی کا اور پانی کا لاتے ہو۔ اور چاند سے اضطراب کیوقت میں ہاتھیوں کا ڈرنا
(بیان کرتے ہو)

ایں چہ ماند آخر اے کوراں خام　　　با مہے کہ شد زبونش خاص و عام

یعنی اے اندھو خام یہ آخر کیا متشابہ ہوگا اُس ماہ کے جسکے کہ خاص و عام سب مغلوب ہیں (دیکھو

یہاں خود ماہ کہہ رہے ہیں تو کفر اس اعتقاد ہی کی وجہ سے فرمایا) آگے فرماتے ہیں کہ

چہ مہ و چہ آفتاب و چہ فلک   چہ عقول و چہ نفوس و چہ ملک

یعنی کیا ماہ اور کیا آفتاب اور کیا فلک اور کیا عقول اور کیا نفوس اور کیا فرشتہ۔

چہ وحوش و چہ طیور و چہ جماد   چہ ملوک و چہ گدا چہ کیقباد

یعنی کیا وحوش اور کیا طیور اور کیا جماد اور کیا بادشاہ اور کیا فقیر اور کیا کیقباد۔

چہ بلاد و چہ جبال و چہ بحار   چہ مہ و چہ سال و چہ لیل و نہار

یعنی کیا شہر اور کیا پہاڑ اور کیا دریا اور کیا مہینہ اور کیا سال اور کیا رات اور کیا دن۔

چہ تراب و آب و چہ باد و چہ نار   چہ خریف و صیف و چہ دی چہ بہار

یعنی کیا مٹی اور کیا پانی اور کیا ہوا اور کیا آگ اور کیا خریف اور کیا صیف اور کیا خزاں اور کیا بہار۔

جملہ اندر حکم و در فرمان او   ہمچو گوئے در خم چوگان او

یعنی سب اُسکی حکم اور فرمان میں ہیں مثل گیند کے اُنکی چوگان کے خم میں ہیں *

آفتاب آفتاب آفتاب   ایں چہ میگویم مگر ہستم بخواب

یعنی وہ آفتاب آفتاب آفتاب ہے اور میں یہ کیا کہہ رہا ہوں شاید میں خواب میں ہوں مطلب یہ کہ جب اُسکی یہ سب اشیاء تابع فرمان ہیں تو پھر کوئی شے الوہیت میں اُسکی شریک کس طرح ہوسکتی ہے۔ اُسکی شان تو بہت بڑی ہے پھر آفتاب آفتاب آفتاب سے تشبیہ دی مگر کہتے ہیں کہ میں یہ کیا کہہ رہا ہوں شاید خواب میں ہوں ورنہ ایسی باتیں کیوں کرتا اسلئے تشبیہ تو یہ بھی ناقص ہی ہے لہذا اب اس سے خاموش ہو کر حضرات انبیاء علیہم السلام و اہل اللہ کے خشم اللہ دل دُکھنے کے آثار کو بیان فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

صد ہزاراں شہر را خشم شہاں	سرنگوں کردست اے بدگوہراں
کوہ بر خود می شگافد صد شگاف	آفتابے چوں خرے در طواف

خشم مرداں خشک گرداند سحاب　　خشم دلہا کرد عالمہا خراب

بنگرید اے مردگاں بے حنوط　　در سیاستگاہ شہرستان لوط

پیل خود چہ بود کہ سہ مرغ پراں　　کوفتند آں پیلگاں را استخواں

اضعف مرغان ابابیل ست او　　پیل را بدرید و نہ پذیرد رفو

کیست کو نشنید آں طوفان نوحؑ　　یا مصاف لشکر فرعون و روح

روح شاں بشکست و اندر آب ریخت　　ذرہ ذرہ آب شاں بر می گسیخت

کیست کو نشنید احوال ثمود　　وانکہ صرصر عادیاں را می ربود

چشم باری در چناں پیلاں کشا　　کہ بدندے پیل کش اندر وغا

آنچناں پیلاں و شاہاں ظلوم　　زیر خشم دل ہمیشہ در رجوم

تا ابد از ظلمتے در ظلمتے　　می روند و نیست غوثے رحمتے

نام نیک و بد مگر نشنیدہ اید　　جملہ دیدند و شما نادیدہ اید

دیدہ را نادیدہ می آرید لیک　　چشم تاں را وا کشاید مرگ نیک

گر دو عالم پُر بود خورشید و نور　　چوں روی در ظلمتے مانند کور

بے نصیب آئی ازاں نور عظیم　　بستہ روزن باشی از ماہ کریم

تو دروں چاہ رفتستے ز کاخ　　چہ گنہ دارد جہانہائے فراخ

جان کہ اندر وصف گرگے ماند او　　چوں ببیند روئے یوسف را نکو

لحن داؤدی بہ سنگ و کہ رسید　　گوش آں سنگیں دلانش کم شنید

آفرین بر عقل و بر انصاف باد
هر زمان واللہ اعلم بالرشاد

صدقوا رسلاً کراماً یا سبا
صدقوا روحاً سباها من سبا

صدقوا هم هم شموس طالعة
یومنوا کم من مخازی القارعة

صدقوا هم هم بدور زاهره
قبل ان یلقوکم بالساهره

صدقوا هم هم مصابیح الدجی
اکرموهم هم مفاتیح الرّجا

صدقوا من لیس یرجو خیرکم
لا تضلوا لا تصدوا غیرکم

پارسی گوئیم هین تازی بهل
هندوے آن ترک باش از جان و دل

هین گواهیهای شاهان بشنوید
بگروید آسمانها بگروید

یا بحال اولینان بنگرید
یا سوئے آخر بحزم مے برپرید

حزم چه بود در دو تدبیر احتیاط
از دو آن گیری که دورست از خباط

آن یکے گوید درین ره هفت روز
نیست آب وهست ریگ پائی سوز

آن دگر گوید دروغ ست این بدان
که بهر شب چشمهٔ بینی روان

حزم آن باشد که برگیری تو آب
تا رهی از ترس باشی در صواب

گر بود در راه آب این را بریز
ور نباشد وائے بر مرد ستیز

اے خلیفه زادگان دادے کنید
حزم بهر روز میعادے کنید

آن عدوے کز پدرتان کین کشید
سوئے زندانش ز علیین کشید

آن شه شطرنج دل را مات کرد
از بهشتش سخرهٔ آفات کرد

چند جانبدش گرفت اندر نبرد — تا بکشتی در فگندش روی زرد

اینچنیں کردست با آں پہلواں — سُست سستش منگر ای دیگراں

مادر و بابائے ما را آں حسود — تاج و پیرایہ بچالاکی ربود

کردشاں آنجا برہنہ و خوار و زار — سالہا بگریست آدم زار زار

کہ ز اشک چشم او روئید نبت — کہ چرا اندر جریدہ لاست ثبت

تو قیاسے گیر طراریش را — کہ چناں سرور کند زوریش را

الحذر لے گل پرستاں از شرش — تیغ لاحول لے زنید اندر سرش

کو ہمی بیند شما را از کمیں — کہ شما او را نمی بینید ہیں

دائما صیاد ریزد دانہا — دانہ پیدا باشد و پنہاں دغا

ہر کجا دانہ بدیدے الحذر — تا نہ بندد دام بر تو بال و پر

چونکہ دیدی دانہ بگریز ای حمام — ورنہ چوں خوردی درافتادی بدام

شاد مرغے کو ترک دانہ گفت — در ریاض قدس بہرش گل شگفت

ہم بداں قانع شد و از دام رست — ہیچ دامے پر و بالش را نہ بست

اب مولانا اہل سبا کو اُن کی گستاخی پر توبیخ فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے گستاخو تم اپنی قوت جسمانی و دماغی پر کیا پھولے ہوئے ہو اور کیا گستاخیاں کر رہے ہو یاد رکھو کہ اہل اللہ کے غضب نے لاکھوں شہروں کو اُلٹ دیا ہے اُن کی شوکت کی یہ حالت ہے کہ پہاڑوں کے سیکڑوں ٹکڑے ہوتے ہیں اور آفتاب گدہا چکی کی طرح اُن کے سامنے گھومتا ہے اہل اللہ کا غضب ابر کا پانی خشک کر دیتا ہے اور اُنھنے بہت سے ملکوں کو تباہ کر دیا ہے ۔ اے ذلیل مردو اگر اعتبار

ہو تو قوم لوط کے ملک کو دیکھ لو کہ اُس کا کیا حال ہوا۔ ہاتھی کی تو اُن کے سامنے کوئی حقیقت ہی نہیں کیونکہ اُن کی ہڈیاں تو چند پرندوں نے کچل دی ہیں۔ دیکھ ابابیل بہت کمزور جانور ہے مگر اسنے کنکریوں سے اُنکو یوں چھید ڈالا کہ پھر زخم مندمل نہ ہو سکے اور آخرکار مر گئے کون ہے جسنے طوفان نوح کا واقعہ نہیں سُنا یا موسی ؑ اور فرعون کے لشکروں کی معرکہ آرائی نہیں سنی۔ دیکھو موسی علیہ السلام نے اُن کو شکست دی اور پانی میں ڈبو دیا اور پانی نے انکو گلا کر ریزہ ریزہ کر دیا اور کون ہے جسنے ثمود کا قصہ نہیں سُنا اور یہ نہیں سنا کہ آندھی نے قوم عاد کو اُڑا دیا تھا پس تم ذرا اُن زبردست لوگوں کی حالت کو بغور دیکھو جو کہ لڑائیوں میں ہاتھیوں کا مقابلہ کر کے اُن کو مار ڈالتے تھے اور دیکھو کہ ایسے زبردست لوگ ہمیشہ اہل دل کے غضب کے تختہ مشق رہے ہیں اور ہمیشہ مار کھاتے رہے ہیں اور ہمیشہ ایک مصیبت کی تاریکی سے اُس سے بڑی مصیبت کی تاریکی میں منتقل ہوتے رہے ہیں۔ نہ اُن کا کوئی فریاد رس تھا اور نہ کوئی رحمت کرنے والا پس تمکو اپنی قوت پر ہرگز گھمنڈ نہ ہونا چاہئے تمہارے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تمہیں دین و دنیا کی کچھ بھی خبر نہیں کہ جن واقعات کو دنیا دیکھ رہی ہے تم اُنکو نہیں دیکھتے نہیں بلکہ تم ضرور دیکھتے ہو مگر ان کی ساتھ ایسا معاملہ کرتے ہو گویا کہ دیکھا ہی نہیں۔ لیکن یاد رہے کہ موت تمہاری خوب آنکھیں کھول دیگی اور پھر تم تعامی بھی نہ کر سکوگے یہانتک تو بیچ کو ختم کر کے آگے نصیحت فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم جو کمالات انبیاء علیہم السلام کو نہیں دیکھ سکتے یہ انبیاء ؑ کی تقصیر نہیں بلکہ خود تمہارا قصور ہے کیونکہ اُنکی کمالات ظاہر ہیں لیکن تم اُنکو دیکھنا ہی نہیں چاہتے اسلئے اسکی ذمہ داری خود تم پر عائد ہے نہ کہ اُن پر مثلاً اگر ہر دو عالم نور سے پُر ہوں اور تم روشنی میں آؤ ہی نہیں بلکہ آنکھیں بند کر کے تاریکی میں چلو تو نور کا کیا قصور خود تمہاری خطا ہے۔ کیونکہ جبکہ تم ایسا کروگے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ اُس نور وافر سے محروم رہوگے اور نور پہونچنے کا ذریعہ تمہارے لئے مسدود ہو گا نیز اگر دنیا فراخ ہو اور تم اُس سے خود فائدہ نہ اُٹھاؤ بلکہ کنوئیں میں اُتر جاؤ جیسا کہ تمنے کیا ہے کہ قصر ہدایت کو چھوڑ کر چاہ ضلالت میں گرے ہوئے ہو تو پھر عالم کا کیا قصور وہ تمکو اپنی آغوش میں لینے اور راحت پہونچانے کیلئے ہر وقت تیار ہے قصور خود تمہارا ہے اب مولانا اپنی تقریر کا رُخ بدلتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کے کمالات انبیاء ؑ کو نہ دیکھنے کی وجہ انہماک فی الشہوات و لذات اور

بغض وعناد اہل الحق ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ جو روح وصف گرگی میں محبوس ہوگی یعنی حرص وطمع ومخالفت وعناد میں مشغول ہوگی وہ یوسف ع کے چہرہ کو غور سے نہیں دیکھ سکتی یعنی اہل کمال کے کمالات کو غائر نظر سے نہیں دیکھ سکتی۔ کیونکہ بھیڑیا تو یہ چاہے گا کہ جسقدر جلد ممکن ہو اس یوسف کو کھا جاؤں پھر اتنا موقع کہاں مل سکتا ہے کہ وہ اسکی خوبیوں میں غور کرے اور دیکھے کہ یہ خوبصورت ہے یا بدصورت پس یہی حالت معاندین کی ہے کہ انکو عناد ہی سے فرصت نہیں پھر انکو انبیاء ع کے کمالات میں غور کرنے کا کب موقع مل سکتا ہے یہی سبب تھا کہ لحن داؤدی پتھروں اور پہاڑوں تک تو پہونچتی تھی مگر سنگدل آدمی اسکو نہ سنتے تھے پس ہم تو عقل وانصاف کو سراہتے ہیں کیونکہ یہی وہ چیزیں ہیں جن سے اشیاء کا حسن وقبح اور ان کا ادراک علی ماہی علیہ ہو سکتا ہے۔

اب پھر مولانا اہل سبا کو مخاطب بناتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے اہل سبا تم عقل اور انصاف سے کام لو اور انبیاء کرام کی تصدیق کرو اور اس روح (نبی) کی تصدیق کرو جسکو ایک بڑے پھانسنے والے محبوب نے پھانس لیا ہے (یعنی حق سبحانہ نے) ارے کمبختو وہ آفتاب روشن ہیں ان کی تصدیق کرو اور تکذیب کر کے اپنے اوپر اندھے پن کا دھبہ نہ لگاؤ۔ یہ لوگ قیامت میں تمہارے کام آئیں گے اور تمکو اسدن کی رسوائیوں سے بچائیں گے ارے یہ ماہتاباں ہیں ان کی تصدیق کرو قبل اسکے کہ وہ قیامت میں تمسے ملیں کیونکہ اسوقت کا ملنا نہایت خطرناک ہے ارے یہ اندھیری رات کے چراغ ہیں ان کی تصدیق کرو اور یہ حصول امید کے ذرائع ہیں انکی تعظیم وتکریم کرو ارے یہ تمسے کسی نفع کی توقع نہیں رکھتے انکی ضرور تصدیق کرو دیکھو نہ خود گمراہ ہو نہ دوسروں کو قبول حق سے روکو تم یہ کہوگے کہ ہم عربی نہیں سمجھتے جو کچھ کہنا ہے فارسی میں کہو بہت اچھا لو فارسی ہی سنو تم اس معشوق حقیقی یعنی حق سبحانہ کے دل وجان سے عاشق بنو اور انبیاء علیہم السلام جسقدر اسکے کمالات کی شہادت دیتے ہیں سبکو بگوش قبول سنو۔ دیکھو آسمانوں نے اسکی اطاعت کرلی ہے تم بھی اطاعت کرو۔ اور اسکی دو صورتیں ہیں یا تو پہلے نافرمانوں کی حالت دیکھ لو اور اُن سے عبرت حاصل کرو یا مابعد کیلئے حزم کو کام میں لاؤ۔ حزم کے معنے ہیں دو تدبیروں کے بارہ میں احتیاط پر عمل کرنا۔ اور اس تدبیر کو اختیار کرنا جسمیں ٹھوکر کھانیکا اندیشہ نہو۔ مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ اس سات روز کے راستہ میں پانی کہیں نہیں۔ صرف پاؤں جلانیوالا

ریت ہے۔ دوسرا کہتا ہے نہیں صاحب یہ غلط ہے بلکہ تمکو ہر رات ایک چشمہ جاری ملیگا۔ اس
وقت احتیاط اس میں ہے کہ پانی لیلو تاکہ خطرہ سے محفوظ رہو۔ ٹھیک راستہ پر چلو اگر رستہ
میں پانی ہوا تو اُس پانی کو گرا دینا اور اگر نہ ہوا اور تم پانی لیکر بھی نہ چلے تو تمہاری کمبختی آگئی پیاسے
مروگے۔ اے بنی آدم خدارا انصاف کو کام میں لاؤ اور قیامت کے بارہ میں احتیاط پر عمل کرو۔
اور اعمال صالحہ کر کے اُسکے لئے توشہ تیار رکھو کیونکہ ضرورت پڑی تو کام دیگا اور اگر بالفرض
سارا قصہ افسانہ ہوا تو تمکو کچھ ضرر نہیں اور وہ دشمن جو تمہارے جد امجد سے دشمنی کرتا ہے اور
اُنکو بہشت سے جیلخانہ دنیا میں لا ڈالتا ہے اور وہ دشمن جسنے اتنے بڑے دل کی شطرنج کی
بادشاہ یعنی آدم علیہ السلام کو مات کردی اور اُنکو بہشت سے نکالکر مصیبتوں میں پھنسا دیا
اور مقابلہ میں اُنکو کئی داؤ میں پھانس لیا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ کشتی میں نہایت شرمندگی کیساتھ
اُنکو چاروں شانے چت پٹک دیا۔ غرض کہ اس کہلاڑی پہلوان کیساتھ اسنے یہ معاملہ کیا تو
اے پٹھو تم اس پرانے کہاگ کو نظر حقارت سے نہ دیکھو تم اُسکے سامنے کیا حقیقت رکھتے ہو اس
کمبخت حاسد نے تو تمہارے باپ آدم کا تاج اور تمہاری ماں حوا کا زیور اُتار دیا تھا یہ انعام
خداوندی تھا کہ اُنکو پھر مل گیا ورنہ اُسنے کوئی کمی نہ کی تھی اُسنے اُنکو برہنہ اور ذلیل خستہ کردیا تھا
جسکے سبب آدم کو اسقدر کثرت سے رونا پڑا کہ اُنکے آنسوؤں سے گھاس نکل آئی۔ وہ کہتے تھے
تھے کہ میں نے کیوں اس خبیث کا کہنا مانا کہ میرا نام دفتر عصاۃ[۵۷] میں درج ہوا اب تم اسکی چالاکی
کو اسی سے قیاس کرلو کہ اتنا بڑا سردار اُسکے ہاتھوں اسقدر پریشان ہوتا ہے کہ غصہ میں اپنی
ڈاڑھی نوچتا ہے پھر تمہاری تو ہستی ہی کیا ہے۔ اے عالم ناسوت اور اجسام و جسمانیات کے
عاشقو اُسکے شر سے بچو اور لاحول کی تلوار اُسکے سر پر مار کر اسکو اسقدر مضمحل کردو کہ تم پر غالب
نہ آسکے کیونکہ وہ تمہیں اُس کمین سے دیکھ رہا ہے جہاں کہ تم اُسکو نہیں دیکھ سکتے اسلئے تم اس سے
صرف لاحول کی تلوار سے مقابلہ کرسکتے ہو اور دو بدو اُس سے نہیں لڑ سکتے اور اُسکے کمینگاہ میں
مستور ہونیکا یہ راز ہے کہ شکاری جال میں دانہ ڈالکر خود چھپ جاتا ہے پس دانہ تو ظاہر ہوتا ہے
اور دھوکا مخفی ہوتا ہے اسلئے جانور پھنس جاتا ہے۔ اسی طرح یہ خود تو چھپا ہوا ہے اور لذت و شہوات

[۵۷] یہ حاصل ہے لفظ جریدہ لا کا یعنی دفتر عدم اطاعت یا عدم تقرب وغیرہ ۱۲ منہ

دانے تمہارے سامنے ڈالدئیے ہیں تاکہ تم دہوکے میں آجاؤ۔ پس دیکھو تم جہاں کہیں شیطانی دانہ دیکھو اُس سے بچنا۔ ایسا نہو کہ تم جال میں پھنس جاؤ تمکو دانہ دیکھتے ہی بچنا چاہیئے اور یہ خیال نہ کرنا چاہیئے کہ ہم ہوشیاری کیساتھ دانہ بھی کہالیں گے اور جال سے بھی بچ جائینگے اسلئے کہ دانہ کہاکر جال سے بچنا ناممکن ہے نہایت خوشی ہے اُس شخص کیلئے جو اس دانہ سے بچارہا اور اس سبب سے بہشت میں اُسکے لئے طرح طرح کی خوشی کے سامان مہیا ہوگئے اور اُسنے انہیں پر قناعت کی اور جال سے بچارہا۔ اور کوئی جال اُسکو مقید نہ کرسکا۔

شرح شبیری

صد ہزاراں شہر را خشم شہاں　　سرنگوں کردست ای بدگوہراں

یعنی اے بدذاتو خشم شاہاں نے لاکھوں شہروں کو سرنگون کردیا ہے (یہاں خطاب اُن اہل سباہی کو ہے) مطلب یہ ہے کہ ارے تم اُن کا دل مت دکھاؤ ان حضرات کے دل دکہنے کی وجہ سے لاکھوں شہر برباد ہوگئے ہیں اور یہ حالت ہے کہ۔

کوہ بر خود می شگافد صد شگاف　　آفتابے چوں خرا سے در طواف

یعنی پہاڑ اپنے اوپر سو شگاف ہوکر پہٹ جاتا ہے اور آفتاب مثل چکی کے طواف میں ہے یعنی اُن حضرات کے خشم کیوقت پہاڑ پہٹ جاتے ہیں اور آفتاب جو اسقدر عظیم الشان کرہ ہے سرگرداں پہر رہا ہے۔

خشم مرداں خشک گرداند سحاب　　خشم دلہا کرد عالمہا خراب

یعنی مردان حق کا غصہ سحاب کو خشک کردیتا ہے اور خشم قلوب (اہل اللہ) جہانوں کو خراب کردیتا ہے،،

بنگرید اے مُردگاں بے حنوط　　درسیاستگاہ شہرستاں لوط

یعنی اے بے حنوط مُردو قوم لوط کے شہروں کی سیاستگاہ میں دیکھو (بے حنوط سے مراد ذلیل اسلئے کہ حنوط تو مُردہ کے اکرام کیلئے لگایا جاتا ہی) مطلب یہ کہ اُنکے شہروں کو دیکھکر عبرت حاصل کرو کہ اُنہوں نے انبیاءؑ کی نافرمانی کی تو ہلاک ہوئے اسی طرح یہ روز بد تمہارا

بھی آنیوالا ہے اور ان حضرات کے غصہ کا یہ اثر ہوتا ہے کہ۔

پیل خود چہ بود کہ سہ مرغ پراں　　کوفتند آں پیلگانرا استخواں

یعنی ہاتھی خود کیا ہوتا ہے کہ چند اڑنیوالے جانوروں نے اُن ہاتھیوں کی ہڈیاں توڑ دیں

اضعف مرغاں ابابیل است و　　پیل را بدرید و نہ پذیرد رفو

یعنی سب سے زیادہ ضعیف جانوروں میں ابابیل ہے اور اُسنے ہاتھی کو پھاڑ ڈالا کہ وہ رفو کو قبول نہیں کرتا۔ مطلب یہ ہے کہ دیکھو خشم ہوا تو ایک ذرا سے جانور نے ہاتھیوں کو درہم برہم کر دیا۔ اور اگرچہ یہ خشم حق سے ہوا ہے مگر خشم انبیاء کیلئے خشم حق ضروری ہے اسلئے خشم انبیاء بھی یہ سب باتیں ہو سکتی ہیں اور قرآن شریف میں جو ابابیل آیا ہے اُسکے معنے اس ابابیل متعارف کے نہیں ہیں جو سیاہ سیاہ ایک چڑیا کی برابر ہوتا ہے بلکہ ابابیل جمع ہے ابول کی اُسکے معنے ہیں جھنڈ کے جھنڈ یعنی وہ جانور جھنڈ کے جھنڈ تھے اب اُنکی تفصیل نہیں کہ کیا تھے اور مولانا کا یہاں ابابیل کہنا بھی اسی معنی میں ہے یعنی وہ بہت چھوٹے جانور تھے مگر چونکہ تتبع سے یہ معلوم ہے کہ چھوٹا جانور الگ ہو کر نہیں اُڑتا بلکہ ملکر اُڑتے ہیں اسلئے مولانا نے اُسکو اضعف مرغاں کہدیا یعنی وہ جھنڈ چھوٹے جانوروں کے تھے باقی مولانا کی مراد بھی یہ ابابیل نہیں ہیں خوب سمجھ لو آگے فرماتے ہیں کہ

کیست کو نشنید آں طوفان نوح　　یا مصاف لشکر فرعون و روح

یعنی وہ کون ہے جسنے کہ وہ طوفان نوح نہیں سنا یا لشکر فرعون اور روح کی جنگ دکو نہیں سنا تو یہ سب خشم انبیاء ہی کی بدولت ہوا ہے) روح سے مراد موسیٰ ہیں۔

روح شاں بشکست و اندر آب ریخت　　ذرہ ذرہ آب شاں بر می گسیخت

یعنی موسیٰ نے اُنکو شکست دی اور پانی میں ریختہ کر دیا۔ اور پانی اُنکو ذرہ ذرہ کرکے توڑتا تھا

کیست کو نشنید احوال ثمود　　وانکہ صرصر عادیاں را می ربود

یعنی کون ہے جسنے کہ ثمود کا حال نہیں سنا اور یہ کہ صرصر عادیوں کو لے بھاگتی تھی۔

چشم بارے در چناں پیلاں گشا　　کہ بدندے پیل کش اندر وغا

یعنی ایک دفعہ آنکھ اُن ہاتھیوں میں کھول کہ یہ لڑائی میں پیل کش تھے یعنی یہ لوگ بڑے

بڑے زبردست تھے۔ مگر

آن چنان پیلان و شاہان ظلوم　　زیر خشم دل ہمیشہ در رجوم

یعنی ایسے زبردست اور شاہان ظالم خشم دل کے نیچے ہمیشہ رجم میں تھے یعنی ذرا آنکھ کھولکر عبرت پکڑو کہ ایسے ایسے زبردست لوگ اور اس طرح ہلاک ہوئے۔

تا ابد از ظلمتے در ظلمتے　　می روند و نیست غوثے رحمتے

یعنی ابد الآباد تک ایک ظلمت سے دوسری ظلمت میں چلتے رہیں گے اور کوئی فریاد رس اور رحمت نہ ہوگی۔ مطلب یہ کہ دیکھ لو اُس خشم کی بدولت ابد الآباد تک ظلمت ہی ظلمت میں رہیں گے۔

نام نیک و بد مگر نشنیدہ اید　　جملہ دیدند و شما نادیدہ اید

یعنی نیک و بد کا نام شاید تم نے نہیں سُنا ہے اور سب نے تو دیکھا ہے اور تم بے دیکھے ہو۔

دیدہ را نادیدہ می آرید لیک　　چشم تاں را واکشاید مرگ نیک

یعنی دیکھی ہوئی چیز کو بے دیکھی ہوئی لاتے ہو لیکن تمہاری آنکھ کو موت اچھی طرح کھول دیگی۔ مطلب یہ کہ عبرت جو حاصل نہیں کرتے تو ایسا ہے کہ گویا تم نے دیکھا ہی نہیں۔ اور باوجود اسقدر واقعات کے موجود ہونے کے تم اندھے ہو تو خیر موت اچھی طرح تمہاری آنکھیں کھول دیگی اور اُس روز اس غفلت اور اندھے پن کی حقیقت معلوم ہو جاویگی آگے اس عبرت کے چیزوں کے موجود ہونیکو اور اُن سے عبرت حاصل نکرنیکی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

گر دو عالم پُر بود خورشید و نور　　چوں روی در ظلمتے مانند کور

یعنی اگر دونوں عالم خورشید و نور سے پر ہوں تو جب تم ظلمت میں اندھے کی طرح چلو۔

بے نصیب آئی ازاں نور عظیم　　بستہ روزن باشی ازماہ کریم

یعنی اُس نور عظیم سے بے نصیب ہوگے اور اُس ماہ کریم سے بستہ روزن ہوگے۔ مطلب یہ کہ اگرچہ تمام عالم عبرت کی چیزوں سے بھرا ہوا ہے مگر جبکہ تم عبرت حاصل نکرو تو تمہارے اعتبار سے وہ ایسا ہے گویا کہ ایک شے بھی موجود نہیں ہے اور تم اندھوں کی طرح تمام عالم میں پھر رہے ہو۔

تو درون چاہ رفتستی ز کاخ　　چہ گنہ دارد جہانہائے فراخ

یعنی تو کنوئیں میں محل سے چلا گیا ہے تو اُس عالم فراخ کی کیا خطا یعنی اگر تو سارے جہان کو چھوڑ کر ایک تاریک کنوئیں میں چلا جاوے تو اگر اُس جہان کے باغ و بہار تجھے نظر نہ آویں تو اُسکی کیا خطا۔

جان کہ اندر وصف گرگی ماند او　　چوں بہ بیند روئے یوسف را نکو

یعنی وہ جان کہ وصف گرگی میں مشابہ ہے تو وہ روئے یوسف کو اچھی طرح کب دیکھ سکتی ہے۔

لحن داؤدی بہ سنگ وکہ رسید　　گوش آن سنگین دلانش کم شنید

یعنی لحن داؤدی سنگ و کوہ تک تو پہنچ گیا (مگر) اُن سنگین دلوں کے کانوں نے اُسکو نہ سُنا۔

آفریں بر عقل و بر انصاف باد　　ہر زماں واللہ اعلم بالرشاد

یعنی (ایسے) عقل و انصاف پر ہر دم آفریں ہے۔ واللہ اعلم بالرشاد۔ مطلب یہ کہ بہائی ایسی عقل و انصاف پر جو کہ حق کو دیکھے ہی نہیں ہزار آفریں۔ یہ طعن ہے۔ خلاصہ سب کا یہ ہے کہ دنیا میں عبرت کی چیزیں موجود ہیں اُنکو دیکھکر عبرت حاصل کرو۔ اور اہل اللہ اور انبیاؑ کا دل دکھانے سے باز رہو آگے مولانا قوم سبا کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں کہ۔

صدقوا رسلاً کراماً یا سبا　　صدقوا روحاً سباہا من سبا

یعنی اے قوم سبا رسولان کرام کی تصدیق کرو اور اُس روح کی تصدیق کرو کہ مقید کر رکھا ہے اُسکو جسنے کہ مقید کیا ہے۔ مطلب یہ کہ اُن حضرت کی تصدیق کرو کہ اُنکو حق تعالیٰ نے مقید کیا ہے اور وہ حق تعالیٰ کے مطیع ہیں۔

صدقواہم ہم شموس طالعۃ　　یومنوا کم من مخازی القارعۃ

یعنی اُن کی تصدیق کرو وہ آفتاب ہیں چمکنے والے وہ تمکو قیامت کی رسوائیوں سے نجات دیں گے۔

صدقواہم ہم بدور زاہرہ　　قبل ان یلقوکم بالساہرہ

یعنی اُن کی تصدیق کرو وہ چاند ہیں روشن قبل اسکے کہ وہ تمسے قیامت میں ملیں۔ مطلب یہ کہ قیامت میں ملنے سے پہلے پہلے اُن کی تصدیق کر لو ورنہ قیامت میں وہ تم سے بہ حیثیت مدعی کے ملیں گے لہذا اس سے پہلے ہی کی تصدیق کام آویگی۔

صدقوہم ہم مصابیح الدجیٰ　　اکرموہم ہم مفاتیح الرجا

یعنی اُنکی تصدیق کرو وہ تاریکی کے چراغ ہیں اور ان کا اکرام کرو وہ امید کی کنجیاں ہیں

صدقوا من لیس یرجو اخیرکم　　لاتضلوا لاتصدوا غیرکم

یعنی اُس شخص کی تصدیق کرو جو تمہاری خیر کا طالب نہیں ہے خود گمراہ مت ہوا ور اپنے غیر کو روکو مت۔ یعنی جو کہ تمسے مال کے طالب نہیں اور کسی شے کے طالب نہیں اُن کی تصدیق کرو۔ یہاں جو تہوڑی سی عربی لکھدی ہے تو آگے فرماتے ہیں کہ

پارسی گوئیم ہیں تازی بہل　　ہندوے آن ترک باش ای آب و گل

یعنی ہم فارسی کہتے ہیں عربی کو چھوڑ دو اور اُس ترک کا غلام ہو جاوے آب و گل (ترک سے مراد حضرت من) مطلب یہ کہ ہم فارسی کہتے ہیں عربی کو ترک کرو اسلئے کہ شاید عربی کو کوئی نہ سمجھے اور بس خدا کے بندے بنے رہو یہی مطلوب ہے۔

ہیں گواہیہائے شاہاں بشنوید　　بگرویدند آسمانہا بگروید

یعنی ہاں بادشاہوں کی گواہی کو سنو اور آسمان تو مطیع ہو گئے تم بھی مطیع ہو جاؤ۔

یا بحال اولینان بنگرید　　یا سوئے آخر بحزمے بر پرید

یعنی یا پہلوں کے حال دیکھو یا آخر کی طرف حزم سے اُڑو مطلب یہ کہ یا تو اُن حضرات کی باتیں سنکر مان لو اور اگر یہ نہیں ہوتا تو پہلوں کے قصوں سے عبرت حاصل کرو۔ اور اگر یہ بھی نہیں ہے تو حزم سے کام لو کہ دیکھ لو احتیاط کس میں ہے اُسکو لیلو تو دیکھ لو کہ احتیاط اسی میں ہے کہ انبیاء کی تصدیق کیجاوے اسلئے کہ یہ کہتے ہیں کہ اگر نہ مانو گے تو قیامت میں بازپرس ہوگی۔ سو اگر تصدیق کرلی اور یہ (نعوذ باللہ) کاذب ہوئے اور قیامت وغیرہ نہ آئی تو تمسے کوئی بھی نہ پوچھیگا کہ تمنے کیا کیا تھا اور اگر یہ سچے ہوئے اور قیامت قایم ہوئی تو اسوقت تم باایمان ہوگے غرضکہ ہر صورت سے اُن کی مان لینا ہی بہتر ہے آگے حزم کے

معنی بیان فرماتے ہیں۔

حزم کے معنے کے بیان میں اور مرد حازم کی مثال

حزم چہ بود در دو تدبیر احتیاط — از دو آں گیری کہ دور ست از خباط

یعنی حزم کیا ہوتا ہے دو تدبیروں میں احتیاط کرنا اور دو میں سے اُسکو لینا جو خبط سے دور ہے (بس اسکا نام حزم ہے تو ہم اوپر بتا چکے ہیں کہ احتیاط تصدیق انبیاء ہی میں ہے۔ لہذا اُنکی مانو آگے ایک مثال سے حزم کے اس معنی کو اور واضح فرماتے ہیں کہ)

آں یکے گوید دریں رہ ہفت روز — نیست آب و ہست ریگ پائی سوز

یعنی ایک شخص کہتا ہے کہ اس راہ میں سات روز تک پانی نہیں ہے اور ریت پاؤں کو جلانیوالا ہے۔

آں دگر گوید دروغ ست ایں بداں — کہ بہر شب چشمہ بینی عیاں

یعنی دوسرا کہتا ہے کہ غلط ہے یہ سمجھ لے کہ ہر شب میں ایک چشمہ دیکھو گے ظاہر طور پر یعنی ہر منزل پر چشمہ ملے گا۔

حزم آں باشد کہ برگیری تو آب — تا رہی از ترس و باشی در صواب

یعنی حزم وہ ہے کہ تم پانی لیلو تاکہ خوف سے چھوٹ جاؤ اور درست حالت میں رہو۔

گر بود در راہ آب ایں را بریز — در نباشد وائے بر مرد ستیز

یعنی اگر راستہ میں پانی ہو تو اُسکو گرادینا اور اگر نہو تو مخالفت کرنیوالے آدمی پر افسوس ہو یعنی جبکہ اسکو نہ مانے اور احتیاط نکرے اُسوقت اُسکی حالت افسوسناک ہو۔ آگے فرماتے ہیں کہ

اے خلیفہ زادگاں دادی کنید — حزم بہر روز میعادے کنید

یعنی اے شہزادو انصاف کرو اور روز میعاد کیلئے حزم کرو یعنی اُس روز کیلئے احتیاط سے کام لو اور چونکہ حضرت آدم خلیفہ اور بادشاہ تھے اسلئے خلیفہ زادہ انسان کو کہدیا۔

آں عدوئے کز پدرتاں کیں کشید — سوئے زندانش زعلیین کشید

یعنی وہ دشمن جسنے کہ تمہارے باپ سے کینہ کیا اور علیین سے اُن کو زندان کی طرف کھینچا۔

آں شہ شطرنج دل را مات کرد　　　　از بہشتش سخرۂ آفات کرد

یعنی اُسنے شطرنج دل کے شاہ کو مات کر دیا۔ اور بہشت سے (نکالکر) اُنکو سخرۂ آفت کر دیا یعنی وہاں سے نکال کر اُنکو آفات میں مبتلا کر دیا۔

چند جا بندش گرفت اندر نبرد　　　　تا بکشتی در فگندش روی زرد

یعنی کئی جگہ سے اُسنے بند لڑائی میں پکڑے یہانتک کہ کشتی میں اُنکو زرد رو کر کے ڈالدیا۔

این چنیں کردست با آں پہلواں　　　　سست سستش منگرید اے دیگراں

یعنی اُسنے اُس پہلوان کیساتھ ایسا کیا ہے تو اے دوسرو تم اُسکو کمزور مت سمجھو۔

مادر و بابائے ما را ایں حسود　　　　تاج و پیرایہ بچالا کے ربود

یعنی ہمارے ماں باپ کا اُس حاسد نے تاج اور پیراہن چالاکی سے لے لیا ہے۔

کردشاں آنجا برہنہ خوار و زار　　　　سالہا بگریست آدم زار زار

یعنی اُنکو اُس جگہ برہنہ اور ذلیل کیا تو آدم علیہ السلام سالہا سال تک زار زار روئے۔

کہ ز اشک چشم او رو سید نبت　　　　کہ چرا اندر جریدہ لاست ثبت

یعنی یہانتک کہ اُن کی اشک چشم سے گھاس اُگ آیا کہ کیوں دفتر لا میں (میرا نام) ثبت ہے مطلب یہ کہ وہ اسلئے روتے تھے کہ میرا نام اُس دفتر مخالفت میں کیوں ثبت ہو گیا۔ اور کیوں لکھا گیا۔ مؤرخین نے لکھا ہے کہ اُن کی اشک چشم سے بوٹیاں پیدا ہوئی تھیں اور جسقدر خوشبو دار بوٹیاں مثل لائچی وغیرہ کے ہیں سب پیدا ہوئی تھیں۔ تو دیکھو اُس شیطان نے ایسے زبردست کو بھی ایک دفعہ ہرا دیا۔

تو قیاسے گیر طراریش را　　　　کہ چناں سرور کند ز و ریش را

یعنی تم اُسکی چالاکی کو قیاس کر لو کہ ایسا سردار اُسکی وجہ سے داڑہی کو اُکھاڑے۔ یعنی جب وہ اُس سے زیر ہو گئے تو پھر تم دیکھ لو کہ تمہارے ساتھ کیا کچھ کر سکتا ہے۔

الحذر اے گل پرستاں از سرش　　　　تیغ لا حولے زنید اندر سرش

یعنی اے گل پرست تو اُسکے شر سے بچو اور لاحول کی تلوار اُسکے سر میں مارو۔

کو ہمی بیند شما را از کمیں　　　　که شما او را نمی بینید ہیں

یعنی کیونکہ وہ تو تمکو کمین سے دیکھہ رہا ہے اور تم اُسکو نہیں دیکھتے ہو (قرآن شریف میں بھی ہے کہ انہ یرٰکم ھو و قبیلہ من حیث لا ترونھم تو اُسکی مثال ایسی ہے جیسی کہ صیاد کہ جانور کو صیاد تو دیکھتا ہے اور وہ جانور اُسکو نہیں دیکھتا اور صیاد کی یہ حالت ہوتی ہے کہ)

دائما صیاد ریزد دانہا　　　　دانہ پیدا باشد و پنہاں دغا

یعنی صیاد ہمیشہ دانے ڈالتا ہے پر دانہ تو ظاہر ہوتا ہے اور دغابازی پوشیدہ ہوتی ہے

ہر کجا دانہ بدیدی الحذر　　　　تا نہ بندد دام بر تو بال و پر

یعنی جہاں کہیں تم دانہ دیکھو تو بچو تاکہ جال تمہر بال و پر کو باندہ نہ دے۔

چونکہ دیدی دانہ بگریز ای حمام　　　　دانہ چون خوردی در افتادی بدام

یعنی اے کبوتر جب تو نے دانہ دیکھا تو تو بھاگ اور جو دانہ تو نے کھالیا تو (سمجھہ لے کہ) تو جال میں پڑگیا۔ مطلب یہ ہے کہ یہ شیطان بھی ہر دم شہوات کا جال بچھاتا ہے اور ہر دم اُسکے اندر لذات کے دانے ڈالتا ہی تو تم اکیلئے تم ذرا بچتے رہنا کہیں اسکے جال میں نہ پھنس جاؤ بس جہان کہیں ذرا شبہ بھی ہو حزم اور احتیاط کی بات یہ ہے وہاں ٹہیرو مت بس چلدو۔

زانکہ ہر مرغے کہ ترک دانہ کرد　　　　دانہ از صحرائے بے تزویر خورد

یعنی اسلئے کہ جس جانور نے کہ دانہ کو ترک کیا صحرائے بے تزویر سے دانہ کھایا۔

شاد مرغے کو بترک دانہ گفت　　　　در ریاض قدس بہرش گل شگفت

یعنی خوش ہو وہ مرغ جسنے کہ ترک دانہ کیا اور ریاض قدس سے اُسکے لئے پہول کہلگئے یعنی جسنے کہ ان لذات و شہوات کو ترک کیا اُسکیلئے ریاض قدس سے گل کہل گئے اور علوم و معارف حاصل ہو گئے

ہم بدان قانع شد و از دام رست　　　　ہیچ دامے پر و بالش را نہ بست

یعنی اُسیر قانع ہو گیا اور دام سے چھوٹ گیا تو کسی دام نے اُسکے پر و بال کو نہ باندہا۔ یعنی پھر وہ کہیں پھنس ہی نہیں سکتا۔ تو اسی طرح جو شخص کہ شیطان کے جال کے دانوں کو ترک

کر سکیگا وہ کبھی اُسکے جال میں نہیں پھنس سکتا آگے ایک مثال میں حزم کا فائدہ اور ترک حزم کا ضرر بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

باز مرغے فوق دیواری نشست
دیدہ سوئے دانہ و دامی بہ بست

یک نظر او سوئے صحرا می کند
یک نظر حرصش بدامے می کشد

ایں نظر با آں نظر چالیش کرد
ناگہانے از نظر نمالیش کرد

رفت و دانہ خورد اندر دام ماند
صائدش کشت و بخورد و کام راند

باز مرغے کان تردد را گذاشت
زاں نظر بر کند و بر صحرا گماشت

شاد پر و بال او بخا لہ
تا امام جملہ آزاداں شد او

ہر کہ او را مقتدا سازد برست
در مقام امن و آزادی نشست

زانکہ شاہ حازمان آمد دلش
تا گلستان و چمن شد منزلش

حزم از و راضی و او راضی ز حزم
ایں چنیں کن گر کنی تدبیر عزم

اب ہم دو جانوروں کی حالت بیان کرتے ہیں اس سے تمکو عبرت حاصل کرنا چاہیئے۔ ایک جانور دیوار پر آزاد بیٹھا ہے اسی اثنا میں اُسنے جال اور دانہ کو دیکھا۔ اب وہ ایک طرف تو صحرا کو دیکھتا ہے اور اپنی آزادی کا خیال کرتا ہے دوسری طرف لذت دانہ پر نظر کرتا ہے اور حرص اُسکو اُسکی طرف کھینچتی ہے۔ اب دونوں نظروں میں جنگ ہوتی ہے اور نظر حرص غالب آکر اُسکی عقل کو فنا کر دیتی ہے اور اُسکو عقل سے کورا کر دیتی ہے وہ جاتا ہے اور دانہ کھا کر جال میں پھنس رہتا ہے۔ شکاری اسے ذبح کرتا ہے اور کھا کر اپنی مقصد براری کرتا ہے اب ایک دوسرا جانور لو اُسکو بھی یہی تردد پیش آتا ہے مگر وہ تردد کو چھوڑ دیتا ہے اور دام

دانہ سے نظر کو ہٹا کر صرف جنگل کو مطمح نظر بناتا ہے ایسے جانور کے مزے ہیں اور اُسکے پر و بال خوش ہیں اور وہ اپنے اس فعل سے تمام آزادوں کا مقتدا ہو جاتا ہے جو جانور اسکو مقتدا بناتا ہے بچ جاتا ہے اور امن و آزادی کی جگہ میں بیٹھا ہوتا ہے کیونکہ اُسنے نہایت ہوشیاری سے کام لیا۔ اسلئے اُس کا دل ہوشیاری ہیں گویا کہ ہوشیاروں کا بادشاہ تھا اور اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بجائے دام یا شکم صیاد کے گلستان و چمن اُس کا مسکن بنا۔ اب وہ حزم و احتیاط سے خوش ہے کہ وہ اُسکے کام آئیں۔ اور حزم و احتیاط اُس سے خوش ہیں کہ اُسنے اُن کی قدر کی۔ بس اگر تمکو کرنا ہے تو ایسی تدبیر اور ایسا عزم اختیار کرو۔

شرح شبیری

اُس جانور کے حال کی پراگندگی جسنے ترک حزم ہوا و ہوس کی وجہ سے کیا

باز مرغے فوق دیواری نشست   دیدہ سوئے دانہ و دامی بہ بست

یعنی پھر (یہ سنو کہ) ایک جانور کسی دیوار پر بیٹھا اور آنکھ کو دانہ و دام کی طرف باندیا۔

یک نظر او سوئے صحرا میکند   یک نظر حرصش بدانہ می کشد

یعنی وہ ایک نظر تو صحرا کی طرف کرتا ہے اور اُسکی حرص کی ایک نظر دانہ کی طرف کھنچتی ہے یعنی ایک دفعہ دیکھتا ہے کہ جنگل لق و دق پڑا ہے مگر اُس میں دانہ نہیں ہے لیکن جال بھی یقیناً نہیں ہے اور جہاں دانہ ہے وہاں جال کا احتمال ہے غرضکہ وہ دونوں طرف نظر کر رہا ہے۔

این نظر با آن نظر چالیش کرد   ناگہانے از خرد خالیش کرد

یعنی اس نظر نے اُس نظر کیساتھ لڑائی کی تو ناگہاں عقل سے اُسکو خالی کر دیا۔

رفت و دانہ خورد و اندر دام ماند   صائدش کشت و بخورد و کام راند

یعنی گیا دانہ کہایا اور جال میں رہ گیا تو شکاری نے اُسکو ذبح کیا اور کہایا اور کام چلایا۔

مطلب یہ کہ اسی طرح انسان ایک طرف لذت دیکھتا ہے اور وہاں شیطان کے بہکانیکا یقین ہوتا ہے اور دوسری طرف شیطان نہیں مگر لذت بھی نہیں تو اُسوقت یہ سوچتا ہے کہ لاؤ اسوقت تو مزہ لیلو پھر دیکھا جاویگا۔ بس یہ سوچ کر اُدہر کو چلا۔ اور پھنسا۔ پھر ساری عقل وغیرہ رکھی رہ جاتی ہے اور شیطان کا شکار ہو جاتا ہے۔

باز مرغے کان تردد را گذاشت　　　　زان نظر بر کند و بر صحرا گماشت

یعنی پھر اُس مرغ کو سنو کہ اُسنے تردد کو تو چھوڑا اور اُس (دانہ) سے نظر الگ کر کے جنگل پر (نظر کو) مقرر کر دیا (اور احتمال ضرر پر وہاں سے چلدیا)

شاد پر و بال او بخا له　　　　تا امام جملہ آزادان شد او

یعنی اُسکے پر و بال خوش ہیں اور خوشی ہے اُسکے لئے یہانتک کہ وہ تمام آزادوں کا امام ہو گیا

ہر کہ او را مقتدا سازد برست　　　　در مقام امن و آزادی نشست

یعنی جسنے کہ اُسکو مقتدا بنالیا وہ چھوٹ گیا اور مقام امن اور آزادی میں بیٹھ گیا۔

زانکہ شاہ حازماں آمد دلش　　　　تا گلستان و چمن شد منزلش

یعنی اسلئے کہ اُس کا دل حازموں کا بادشاہ ہے یہانتک کہ گلستان اور چمن میں اُسکی منزل ہو گئی

حزم زو راضی و او راضی ز حزم　　　　این چنین کن گر کنی تدبیر و عزم

یعنی وہ حزم سے راضی اور حزم اُس سے راضی تو تو ایسا ہی کر اگر تدبیر و عزم کرتا ہے مطلب یہ کہ ایک تو وہ تھا کہ شیطان کے بہکانے میں آکر پھنس گیا اور ایک وہ ہے کہ اُسنے احتمال ضرر پر اُسمیں لذت کو ترک کر دیا۔ اور وہاں سے چلدیا۔ بس اب وہ کہیں بھی نہیں پھنس سکتا اور وہ سب کا مقتدا ہو گیا۔ اب اور بھی جو کوئی اُسکو مقتدا بنائے وہ بھی اُسکی طرح دام ابلیس سے چھوٹ جاویگا۔ آگے فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

بارہا در دام حرص اُفتادۂ　　　　حلق خود را در بریدن دادۂ

بازرت آن تو آب لطف آزاد کرد ‌‌ ‌‌ توبه پذرفت و شمار اشاد کرد

گفت ان عدتم کذا عدنا کذا ‌‌ ‌‌ نحن زوجنا الفعال بالجزا

چونکه جفتے را بر خود آورم ‌‌ ‌‌ آید آن جفتش دوانه لاجرم

جفت کردیم این عمل را با اثر ‌‌ ‌‌ چون رسد جفتے رسد جفتے دگر

چون رباید غارتے از جفت شوئ ‌‌ ‌‌ جفت می آید پئے او شوئ جوئے

بار دیگر سوئے این دام آمدید ‌‌ ‌‌ خاک اندر دیدۀ توبه زدید

بازرت آن تواب بکشود آن گره ‌‌ ‌‌ گفت هین بگریز این سو پا منه

باز چون پروانۀ نسیان رسید ‌‌ ‌‌ جان تابان را جانب آتش کشید

کم کن اے پروانۀ نسیان و شکے ‌‌ ‌‌ در پر سوزیده بنگر تو یکے

چو رهیدی شکر آن باشد که هیچ ‌‌ ‌‌ سوئے آن دانه نداری پیچ پیچ

تا ترا چون شکر گوئی بخشد او ‌‌ ‌‌ روزی بے دام و بے خوف عدو

شکر آن نعمت که تان آزاد کرد ‌‌ ‌‌ نعمت حق را بباید یاد کرد

چند اندر رنجها و در بلا ‌‌ ‌‌ گفتی از دامم رها کن اے خدا

تا چنین خدمت کنم احسان کنم ‌‌ ‌‌ خاک اندر دیدۀ شیطان کنم

چو خلاصت داد حق از امتحان ‌‌ ‌‌ همچنانستی که بودی همچنان

چون رها کردت فرامش کردیش ‌‌ ‌‌ جان خود را مست دهیش کردیش

سگ زمستان جمع کرده استخوانش ‌‌ ‌‌ زخم سرما خورد گرداند چنانش

که بگویداین قدرِ تن که منم ۔ خانۂ از سنگ باید کردنم
چونکه تابستاں بیاید من بچنگ ۔ بہر سرما خانۂ سازم ز سنگ
چونکہ تابستاں بیاید از کشاد ۔ استخوانہا پہن گردد پوست شاد
رفت گردد پاک شد در سائۂ ۔ کاہے سیر غرے خود رائۂ
گویداو چوں زفت بیند خویش را ۔ در کدامیں خانہ گنجم اے کیا
گویدش دل خانۂ سازای عمو ۔ گویداو در خانہ کے گنجم بگو
استخوان حرص تو در وقت درد ۔ در ہم آید خورد گردد در نورد
گوئی از توبہ بسازم خانۂ ۔ در زمستان باشدم کاشانۂ
چوں بشد رنج و شدت آن حرص رفت ۔ ہمچو سگ سودائے خانہ از تو رفت
شکر نعمت خوشتر از نعمت بود ۔ شکر بارہ کے سوئے نعمت رود
شکر جانِ نعمت و نعمت چو پوست ۔ زانکہ شکر آرد ترا تا کوئی دوست
نعمت آرد غفلت و شکر انتباہ ۔ صیدِ نعمت کن بدامِ شکرِ شاہ
نعمت شکرت کند پُر چشم و میر ۔ تا کنی صد نعمت ایثار فقیر
سیر نوشی از طعام و نقل حق ۔ تا رود از تو شکم خواری و دق
نعمت وہاب را شکرے کنید ۔ تا سر منحوس خود را شکنید
شکر جذب نعمتِ او فر کند ۔ کفر نعمت مرد را کا فر کند

یہاں سے مولانا انسان کی بے اعتدالیوں کو دکھلانا چاہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ دیکھو

تم بہت مرتبہ حرص کے جال میں پھنسکر معاصی میں مبتلا ہو چکے اور اپنے کو ہلاکی میں ڈال چکے ہو
لیکن پھر بھی جبکہ تمنے توبہ کی تو حق سبحانہ نے اپنی عنایت بے غایت سے تمکو اس جال سے چھڑا کر
خوش کیا اور یہ ہدایت کردی کہ دیکھو اگر تمنے پھر یہ حرکت تو پھر یہی سزا موجود ہے کیونکہ
ہمنے افعال کو اُنکے نتائج کیساتھ والبستہ کر رکھا ہے اور گویا کہ افعال و نتائج آپسمیں نر
و مادہ ہیں۔ اب فرض کرو کہ میں ایک جوڑے کے نر یا مادہ کو اپنے پاس لاؤں تو اس تعلق
کی بنا پر جو ایک کو دوسرے سے ہے دوسرا خود کھنچا چلا آئیگا۔ پس یوں ہی ہمنے عمل کو اُسکے
نتیجہ کیساتھ والبستہ کر رکھا ہے۔ پس عمل تحقق ہوگا تو لامحالہ (ہماری عادت کیموافق جسکے
بدلنے پر ہمکو کامل قدرت حاصل ہے) اُسکے ساتھ اُسکا اثر بھی متحقق ہوگا۔ دیکھو جب
کوئی شخص ایک جوڑے میں سے نر کو اڑالے تو اسکے پیچھے پیچھے مادہ بھی پہونچ جائیگی۔
لیکن باوجودیکہ تمکو ہدایت کردی گئی تھی مگر پھر اس جال میں آپھنسے اور توبہ کی آنکھوں میں
خاک جھونکدی مگر جب تمنے پھر معذرت کی تو حق سبحانہ نے اپنی رحمت سے پھر عقدہ کشائی
کی اور کہدیا کہ جا بہاگ دیکھ پھر ادہر آکر نہ پھٹکنا لیکن پھر جبکہ وہ نسیان جو پروانہ کی طرح گناہ
کی آگ پر عاشق ہے آوارد ہوا یعنی تم پہلی توبہ کو بھول گئے تو وہ تمہیں آگ میں کھینچ لے گیا
اور گناہ میں مبتلا کردیا۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ لے پروانہ نسیان و شک بس بہت
ہوچکی۔ ابتو جانے دے ذرا اپنے جلے ہوئے پر کو دیکھ اور پہلے معاصی کے نتائج کو پیش نظر کر
اور دوبارہ آگ میں گرنے سے بچ۔ یعنی بھول کی کوئی حد بھی اس غفلت کو چھوڑ و۔ دیکھو جب
تمکو حق سبحانہ نے جال سے چھڑادیا ہے تو تمکو اس انعام کا شکر کرنا چاہئے۔ اور شکر
اس کا یہ ہے کہ پھر دانہ کی طرف رُخ نکرو۔ تاکہ جب تم شکر کرو تو حق سبحانہ تمکو ایسی روزی
عطا فرمائیں جسمیں نہ کوئی جال پوشیدہ ہو اور نہ کسی دشمن کا خطرہ ہو یعنی غذائے روح
یا غذائے جنت اُس نعمت کے شکر میں کہ اُسنے تمکو دام بلا سے رہائی عطا فرمائی ہے
تمکو حق سبحانہ کی نعمت کو یاد کرنا چاہئے اور اُسکے مقتضا پر عمل کرنا چاہئے۔ (یاد رکھو کہ
اس مقام پر ایک دوسری توجیہ بھی ہے وہ یہ کہ "شکر آن نعمت کہ تاں آزاد کرد"
بدل یا عطف بیان ہو گا شکرکے کا جو بیت بالا میں ہے یا خبر ہو مبتدا محذوف کی یعنی وہ

آں شکر آں نعمت ست کہ تاں آزاد کرد) لیکن تمنے اب تک ایسا نہیں کیا تم بہت
مرتبہ تکلیفوں میں اور مصیبت کے جال میں پھنسے اور یہ کہا کہ اے اللہ مجھے اس پھندے
سے چھڑا دے تاکہ میں یوں اطاعت کروں اور یوں اچھے کام کروں لیکن جب حق سبحانہ نے اُس
تکلیف سے نجات دی تو پھر ویسے کے ویسے ہی رہے جیسے تھے اور جبکہ تمکو اس مصیبت سے
چھوڑا دیا تو پھر تم اُسکو بھول گئے اور پھر اپنے کو اس رہائی اور راحت میں مست اور بیہوش
کر لیا۔ تمہاری ایسی مثال ہے جیسے ایک کتا کہ موسم سرما اُسکی ہڈیوں کو اکٹھا کر دیتا ہے
اور سردی کی تکلیف سے وہ سکڑ کر ذرا سا رہجاتا ہے کیونکہ وہ کہتا ہے کہ مجھے اپنے اس
جسم کیموافق جتنا کہ میں ہوں پتھروں کا ایک گھر ضرور بنانا چاہئے اب تو جاڑے ہیں اور سردی
کے مارے جان نکلی جاتی ہے گھر بنانیکا کسے ہوش ہے ہاں جب گرمیاں آجائیں گی
اُسوقت جاڑوں کیلئے اپنے پنجوں سے پتھروں کا گھر بناؤں گا پس جبکہ گرمیاں آتی ہیں اور
اُسکا جسم کھلجاتا ہے اور ہڈیاں پھیل جاتی ہیں اور کھال عمدہ ہوجاتی ہے تو خوب موٹا
تازہ ہوجاتا ہے اور سایہ میں پاؤں پھیلا کر سورہتا ہے اُسوقت وہ کاہل اور بے نیاز
احمق اور خود رائے ہوتا ہے اب جبکہ وہ اپنے کو خوب موٹا تازہ دیکھتا ہے تو کہتا ہے
بھلا میں اس گھر میں سما سکتا ہوں اُس کا دل اب بھی اُس سے کہتا ہے کہ ارے گھر بنالے
تو اُس کا یہ جواب دیتا ہے کہ اچھا تو ہی بتا میں کس گھر میں سما سکتا ہوں اور بیہودہ عذر
کرکے گھر نہیں بناتا پس بالکل یہی حالت تمہاری ہے کہ تکلیف کیوقت تو تمہاری حرص کی
ہڈیاں سمٹ کر اکٹھی ہوجاتی ہیں اور سکڑ کر چھوٹی ہوجاتی ہیں اُسوقت تم کہتے ہو کہ مجھے
توبہ کی ایک عمارت بنانی چاہئے تاکہ سرمائے مصائب و آلام و ہموم سے نجات ملے۔ لیکن
جب وہ تکلیف جاتی رہی اور حرص موٹی تازی ہوگئی تو کتے کی طرح گھر بنانے کا خیال تمہارے
دل سے بھی جاتا رہتا ہے یہ نہایت نازیبا روش ہے لہذا اسے چھوڑنا چاہئے اور جب
مصیبت سے نجات حاصل ہوجاوے تو شکر کرنا چاہئے کیونکہ نعمت کا شکر خود نعمت سے
بھی اچھا ہے اسلئے کہ شاکر مصیبت میں نہیں پڑتا اور صاحب نعمت مصیبت میں گرفتار
ہوجاتا ہے۔ نیز شکر نعمت کی روح ہے اور نعمت اُس کا قالب۔ اور یہ فرق اسلئے ہے کہ

شکر تمکو حق سبحانہ تک پہونچانیوالا ہے برخلاف نعمت کے کہ وہ اکثر گمراہ کردیتی ہے کیونکہ نعمت سے غفلت پیدا ہوتی اور شکر سے ہوشیاری حاصل ہوتی ہے پس شکر نعمت افضل ہوا نفس نعمت سے اچھا ہمنے مانا کہ نعمت بھی اچھی چیز ہے لیکن نعمت بھی تو شکر ہی سے ملتی ہے پس اگر تم نعمت خداوندی ہی کے طالب ہو تو اُسکی تحصیل کا ذریعہ بھی شکر ہی ہے اسلئے بھی شکر ضروری ہے۔ شکر جو کہ خود بھی ایک نعمت ہے اگر تمکو حاصل ہو جاوے تو تم چشم سیر اور دولتمند ہو جاؤگے اور اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم دوسروں کو نعمت دے سکوگے اور تم غذائے روحانی خوب پیٹ بھر کر کھاؤگے۔ یہانتک کہ یہ جسمانی غذا کا زیادہ کھانا اور اُسکی تکلیف تمسے دور ہوگی پس تم حق سبحانہ کی نعمت کا شکر کرو تاکہ یہ منحوس سر تمہارا پھوٹنے سے بچ جاوے شکر نعمت فراواں کو کھینچتا ہے اور ناشکری آدمی کو کافر تک کردیتی ہے۔

شرح شبیری

بارہا در دام حرص اُفتادهٔ حلق خود را در بُریدن دادهٔ

یعنی بارہا تم دام حرص میں پڑچکے ہو اور اپنے حلق کو کاٹنے کیلئے تمنے دیدیا ہے۔

باز آں تواب لطف آزاد کرد توبہ پذرفت و شمارا شاد کرد

یعنی اُس تواب لطف نے تمکو آزاد کردیا اور توبہ قبول کرکے تمکو خوش کردیا یعنی تمنے بارہا گناہ کرکے توبہ کی ہے اور حق تعالیٰ نے ہمیشہ تمہاری توبہ کو قبول فرمایا ہے اور تمکو خوش کردیا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا ہے کہ۔

گفت ان عدتم کذا عدنا کذا نحن زوجنا الفعال بالجزا

یعنی فرمایا کہ اگر تم اِس طرح لوٹوگے تو ہم اُس طرح لوٹیں گے ہمنے افعال کو جزا کے ساتھ ملادیا ہے یعنی فرمادیا ہے کہ اگر تم پھر گناہ کروگے تو ہم سزا دینگے اسلئے کہ ہمنے افعال کو اُنکی جزا کے ساتھ قرین کردیا ہے تو جب فعل ہوگا اُسکی مطابق اُسکی جزا بھی مرتب ہوجاویگی آگے ایک مثال دیتے ہیں کہ۔

چونکہ جفتے را بر خود آورم آید آں جفتش دوانہ لاجرم

یعنی جبکہ ہم ایک جفت کو اپنے پاس لادیں تو وہ دوسرا جوڑا بھی یقیناً آویگا (تو اسی طرح جب افعال وجزا آپس ہیں جفت ہیں تو ایک کے آنے سے دوسری بھی آویگی)۔

جفت کردیم ایں عمل را با اثر چوں رسد جفتے رسد جفتے دگر

یعنی ہمنے ان اعمال کو اثر کی ساتھ جفت کر دیا ہے توجب ایک جفت پھونچے گی تو وہ دوسری بھی پھونچے گی۔

چوں رباید غارتے از جفت شوے جفت می آید پئے او شوی جوئی

یعنی جبکہ کوئی لوٹیرا کسی جفت سے (اُسکے) شوہر کو اُچک لے تو وہ جفت اُسکے پیچھے شوہر کو تلاش کرتی ہوئی آتی ہے۔ تو اسی طرح جبکہ اعمال اور جزا آپس ہیں جفت ہیں تو ایک کے وجود سے دوسرے کا وجود ضروری ہے توحق تعالیٰ نے یہ فرمادیا ہے مگر

بار دیگر سوئے ایں دام آمدید خاک اندر دیدۂ توبہ زدید

یعنی تم دوسری دفعہ (پھر) اس جال کی طرف آئی۔ اور دیدۂ توبہ میں تمنے خاک جھونکدی۔ یعنی باوجود اسکے کہ اول توبہ قبول کرکے یہ سب کچھ کہدیا گیا تھا مگر تمنے پھر توبہ توڑ دی

باز تاں آں تواب بکشود آں گرہ گفت ہیں بگریز روایں سو منہ

یعنی پھر اُس تواب نے تمہاری گرہ کھولدی اور کہدیا ارے بھاگ اس طرف منہ مت کر۔

باز چوں پروانۂ نسیاں رسید جان تاں را جانب آتش کشید

یعنی پھر جب نسیان کا پروانہ پھونچا تو تمہاری جان کو اُسنے آتش کی طرف کھینچا۔

کم کن اے پروانہ نسیان و شکے در پر سوزیدہ بنگر تو یکے

یعنی اے (شخص) پروانہ نسیان وشک کو کم کر اور تو ایک مرتبہ جلے ہوئے پر کو دیکھ لے۔ (پر سوزیدہ سے مُراد معصیت کے نقصانات ہیں) مطلب یہ ہے کہ اِس نسیان و شک کو چھوڑ اور معصیت سے جو تجھے نقصان مثل ضعف وغیرہ کے پھونچا ہے اُسکو دیکھ کہ اگر تو پھر کریگا تو پھر یہی ہوگا تو اِس سے عبرت پکڑ اور آیندہ اُن افعال کا مرتکب مت ہو۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

چوں رہیدی شکر آں باشد کہ ہیچ | سوئے آں دانہ نیاری ہیچ پیچ

یعنی جب تو چھوٹ گیا تو اُس کا شکریہ ہے کہ اُس دانہ کی طرف کبھی رغبت نہ رکھے۔

تا ترا چوں شکر گوئی بخشد او | روزی بے دام و بے خوف عدو

یعنی تاکہ جب تو شکر کرے وہ تجھے روزی بے دام اور بے خوف عدو مرحمت فرمادے مطلب یہ کہ اُس چھوٹ جانیکا شکریہ تھا کہ تم کبھی پھر اس طرف کو رُخ نہ کرتے اور جب تم اُس طرف کو رخ نہ کرتے تو ان لذات و شہوات کو ترک کرتے تو حق تعالیٰ تمکو وہ لذت عطا فرماتے کہ جن میں ضرر کا احتمال بھی نہ تھا

شکر آں نعمت کہ تان آزاد کرد | نعمت حق را بباید یاد کرد

یعنی اُس نعمت کے شکر میں کہ تمکو عذاب سے آزاد کیا نعمت حق کو یاد کرنا چاہئیے۔

چند اندر رنجہا و در بلا | گفتی از دامم رہا کن اے خدا

یعنی کتنی مرتبہ تو نے رنج و بلا میں کہا ہے کہ اے اللہ مجھے (اسوقت اس) دام سے چھوڑ دے

تا چنیں خدمت کنم احسان کنم | خاک اندر دیدۂ شیطان کنم

یعنی تاکہ میں ایسی خدمت کروں اور احسان کروں اور دیدۂ شیطان میں خاک ڈالوں۔ یعنی اُس وقت خوب خوب وعدے کرتے ہو۔

چوں خلاصی داد حقت زامتحان | ہمچنانستی کہ بودی ہمچناں

یعنی جبکہ حق تعالیٰ نے تجھے اُس مصیبت سے خلاصی دیدی تو تو ویسا ہی ہے جیسا کہ تھا۔

چوں رہا کردت فرامش کردیش | جان خود را مست و بیہش کردیش

یعنی جبکہ تجھے رہا کردیا تو تو نے اُس (وعدہ) کو فراموش کردیا۔ اور اپنی جان کو مست و بیہوش بنالیا (اور سارے وعدے وعید بھول گئے) آگے اس وعدہ کرنے اور پھر بھول جانے کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

حکایت کتوں کے جاڑوں میں نذر کرنیکی کہ جب گرمی آویگی تو جاڑے کیلئے گھر بنا وینگے

سگ زمستان جمع گردد استخوانش — زخم سرما خورد گرداند چنانش

یعنی کتا جاڑے میں اُسکی ہڈیاں جمع ہوتی ہیں اور جاڑے کا زخم اسکو اس طرح چھوٹا کر دیتا ہے

کو بگوید کایں قدر تن کہ منم — خانۂ از سنگ باید کردنم

یعنی کہ وہ کہتا ہے کہ جسقدر کہ میرا بدن ہی مجھے ایک گھر پتھر کا بنانا چاہئے یعنی جب بدن سکڑ جاتا ہے

تو کہتا ہے کہ میرا جسم دبلا پتلا تو ہے ہی لہذا ایک چھوٹا سا گھر مجھے کافی ہوگا اور کہتا ہے کہ

چونکہ تابستاں بیاید من بہ چنگ — بہر سرما خانۂ سازم زسنگ

یعنی جب گرمی آویگی تو میں اپنی ہاتھ سے سردی کے واسطے پتھر کا ایک گھر بناؤں گا۔

چونکہ تابستاں بیاید از گشاد — استخوانہا پہن گردد پوست شاد

یعنی جبکہ گرمی آتی ہے تو خوشی کے مارے اُسکی ہڈیاں موٹی ہوجاتی ہیں اور کھال اچھی ہوجاتی ہے

زفت گردد پا کشد در سایۂ — کاہلی سیرے غرے خود رایۂ

یعنی موٹا ہوجاتا ہے تو سایہ میں پاؤں کھنچتا ہے کاہل اور سیر اور مغرور اور خود رائی (ہوکر)

گوید او چوں زفت بیند خویش را — در کدامیں خانہ گنجم اے کیا

یعنی جب اپنے کو موٹا دیکھتا ہے تو کہتا ہے کہ اے میاں میں کس گھر میں سماؤں گا۔

گویدش دل خانۂ ساز ای عمو — گوید او در خانہ کے گنجم بگو

یعنی اُس سے دل کہتا ہے کہ چچا گھر بنالے تو کہتا ہے کہ یہ تو بتا کہ میں کسی گھر میں کس طرح سماؤنگا

آگے اس مثال کو مثل لہٗ پر منطبق فرماتے ہیں کہ۔

استخوان حرص تو در وقت درد — درہم آید خورد گردد در نورد

یعنی تیری حرص کی ہڈیاں درد کے وقت میں درہم برہم ہوجاتی ہیں اور لپٹکر چھوٹی ہوجاتی ہیں۔

گوئی از توبہ بسازم خانۂ — در زمستان باشدم کاشانۂ

یعنی (اُسوقت) تو کہتا ہے کہ میں توبہ کا ایک گھر بناؤں گا کہ جاڑوں میں وہ میرے لئے کاشانہ

ہوجاوے

چوں بشد رنج و شدت آں حرص زفت — ہمچو سگ سودائے خانہ از تو رفت

یعنی جب رنج جاتا رہا تو تیری حرص عظیم ہوگئی اور کتے کی طرح گھر کا خیال تجھ سے جاتا رہا۔

زاور پھر اُسی طرح غافل ہو گئے تو ایسا نہ چاہئے بلکہ اُس رہا ہونے کا شکر یہ ہے کہ پھر کبھی اُسکے مرتکب نہ ہو اور اس نعمت خلاصی کا شکر ادا کرو اسلئے کہ)

شکر نعمت خوشتر از نعمت بود　　شکر بارہ کے سوی نقمت بود

یعنی شکر نعمت نعمت سے اچھا ہوتا ہے (اسلئے کہ) شکر نقمت کی طرف کب لیجاتا ہے۔

شکر جانِ نعمت و نعمت چو پوست　　زانکہ شکر آرد ترا تا کوی دوست

یعنی شکر تو نعمت کی جان ہے اور نعمت مثل پوست کے ہے اسلئے کہ شکر تو تمکو کوئے دوست تک لاتا ہے

نعمت آرد غفلت و شکر انتباہ　　صید نعمت کن بدام شکر شاہ

یعنی نعمت تو غفلت لاتی ہے اور شکر بیداری لاتا ہے تو نعمت کا شکار شکر شاہ کے دام میں کرو۔ مطلب یہ ہے کہ شکر نعمت نعمت سے بہتر ہے اسلئے کہ دیکھو نعمت تو بعض مرتبہ سبب ہلاکت کا ہو بھی جاتی ہے مگر شکر کبھی سبب ہلاکت نہیں ہوتا۔ تو تم یہ کرو کہ شکر کیا کرو کہ شکر خود جالب نعمت ہے۔ نعمت شکر کی بدولت خود تم تک دوڑتی ہوئی آویگی۔

نعمت شکرت کند پُر چشم و میر　　تا کنی صد نعمت ایثار فقیر

یعنی شکر جو ایک نعمت ہے وہ تجھے پُر چشم اور امیر کر دیگا۔ یہانتک کہ تم سو نعمتیں فقیر پر نثار کر دو گے یعنی شکر سے اس قدر نعمت زیادہ ہوگی کہ خود تو رکھو ہی گے مگر اوروں کو بھی دو گے

سیر نوشی از طعام و نقل حق　　تا رود از تو شکم خواری و دق

یعنی تو حق تعالیٰ کے طعام و نقل سے سیر ہو کر کھا ویگا یہانتک کہ تجھسے شکم خواری اور دق (یاب) جاتا رہیگا یعنی اسقدر نعمت ملیگی کہ پھر حرص نہ رہے گی۔

نعمت وہاب را شکری کنید　　تا سر منحوس خود در انشکنید

یعنی حق تعالیٰ کی نعمت کا شکر کرو تاکہ اپنے سر منحوس کو نہ توڑ لو۔

شکر جذب نعمت او فر کند　　کفر نعمت مرد را کافر کند

یعنی شکر کرنا نعمت وافر کو جذب کرتا ہے اور کفران نعمت انسان کو کافر کر دیتی ہے۔ (اور ہر شے کا شکر الگ ہے تو اس خلاصی کا شکر یہی ہے کہ پھر اُس کام کے مرتکب نہ ہو)

آگے اہل سبا کا حضرات انبیاء علیہم السلام کو نصیحت سے روکنے کا قصہ بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

قوم گفتند اے نصوحان بس بود
آنچہ گفتید ار دریں دہ کس بود

قفل بر دلہائے ما بنہاد حق
کس نداند برد بر خالق سبق

نقش ما ایں کرد آں تصویر گر
ایں نخواہد شد بگفت و گو دگر

سنگ را صد سال گوئی لعل شو
کہنہ را صد بار گوئی باش نو

خاک را گوئی صفات آب گیر
آب را گوئی عسل شو یا کہ شیر

نار را گوئی کہ نور محض شو
پشہ را گوئی کہ سوئے باد رو

قلب را گوئی کہ زر پاک شو
یا کہ اکسیری شود چالاک شو

ہیچ ازاں اوصاف دیگرگوں شوند
آب کے گردد عسل اے ارجمند

خالق افلاک وہم افلاکیاں
خالق آب و تراب و خاکیان

آسمان را داد دوران و صفا
آب و گل را تیرہ روئی و نما

کے تواند آسماں دردے گزید
کے تواند آب و گل صفوت خرید

قسمتے کردست ہر یک را ربے
کے کئے گردد بجہدت چوں کہے

غرضکہ جب انبیاء علیہم السلام نے اُنکو بہت کچھ نصیحت کی اور حجتوں سے اُنکو مغلوب کیا تو اُنہوں نے جبر کو دستاویز بنا کر پیچھا چھوڑانا چاہا اور کہا کہ صاحبو اگر اُس گاؤں میں کوئی شخص آپکی بات ماننے والا ہوتا تو جسقدر آپ غل مچا چکے ہیں وہ ہی کافی تھا مگر کیا کیجئے کہ حق سبحانہ نے دلوں پر قفل

لگا دیا ہے کہ نصیحت کا اثر اس میں پہونچتا ہی نہیں اور یہ کسی کی مجال نہیں کہ خدا کا مقابلہ کرکے اُس سے بازی لیجائے کہ اُسنے تو قفل لگایا ہے اور دوسرا شخص اُسکو توڑ دے جبکہ اُس مصور نے ہماری تصویر ایسی بنائی ہے تو اب وہ کسی صورت سے نہیں بدل سکتی آپ پتھر کو سو برس تک کہیں کہ تو لعل ہوجا اور پرانے کو سو مرتبہ کہیں کہ تو نیا ہوجا۔ آپ مٹی کو کہیں کہ پانی کی صفات اختیار کرے اور پانی سے کہیں کہ شہد ہوجا۔ یا ذرہ بنجا آگ سے کہیں کہ نور محض بنجا جلانے کی صفت چھوڑ دے مچھر سے کہیں کہ ہوا کے پاس جا کھوٹے کو کہیں کہ کھرا بنجا یا اکسیر ہوجا۔ اور چست و چالاک ہوجا لیکن کہیں یہ صفات بدل سکتی ہیں ہرگز نہیں۔ پانی ہرگز شہد نہیں بن سکتا۔ افلاک اور ساکنین افلاک اور آب و خاک اور خاکیوں کے خالق نے آسمان کو چکر اور صفائی عطا فرمائی ہے اور آب و گل کو تیرگی اور نمو عطا فرمایا ہے اب آسمان تیرگی اختیار نہیں کرسکتا۔ اور آب و گل صفائی حاصل نہیں کرسکتی غرض کہ ہر چیز کو اُسنے ایک خاص روش عطا کی ہے جس سے وہ نہیں پھر سکتی چنانچہ اگر پہاڑ کو کوشش سے کاہ بنانا چاہو تو ناممکن ہے۔

شرح شبیری

منکروں کا انبیاء علیہم السلام کو نصیحت کرنے سے منع کرنا اور جبریوں کے طریقہ پر حجت لانا

قوم گفتند اے نصوحان بس بود　　　اُنچہ گفتید ار دریں دہ کس بود

یعنی قوم (سبا) نے کہا کہ اے ناصحو جو کچھ کہ تمنے کہا ہے اگر کوئی گاؤں میں (سننے والا) ہو تو کافی ہے یعنی اگر ہم تمہاری بات مانیں تو جتنا تمنے کہا ہے اسقدر کہنا کافی ہے مگر ہم کیا کریں ہم سمجھ ہی نہیں سکتے اسلئے کہ۔

قفل برزد بر دلہائے ما حق　　　کس نداند برد بر خالق سبق

یعنی حق تعالیٰ نے ہمارے قلوب پر قفل لگا دیا ہے اور خدا پر کوئی سبقت لیجا نہیں سکتا اتو یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ خدا ہمیں اس حالت میں رکھے اور ہم تمہاری مان کر دوسری

حالت بدل لیں)

نقش ما این کرد آن تصویر گر　　این نخواہد شد بگفت و گو دگر۔

یعنی اُس مصوّر نے ہمارا نقش ایسا ہی بنایا ہے تو یہ گفتگو سے متغیر نہیں ہو سکتا۔ (اسلئے کہ اس کی تو ایسی مثال ہے کہ)

سنگ را صد سال گوئی لعل شو　　کہنہ را صد بار گوئی باش نو

یعنی پتھر کو سو برس تک تو کہہ کہ لعل ہو جا اور پرانے کو سو مرتبہ کہہ کہ نیا ہو جا۔

خاک را گوئی صفات آب گیر　　آب را گوئی عسل شو یا کہ شیر

یعنی تو خاک کو کہے کہ پانی کی صفات لیلے اور پانی کو کہے کہ شہد یا دودھ ہو جا۔

نار را گوئی کہ نور محض شو　　پشہ را گوئی کہ سوئے بادرو

یعنی تو آگ کو کہے کہ نور محض ہو جا اور مچھر کو کہے کہ ہوا کی طرف جا۔

قلب را گوئی کہ عین پاک شو　　یا کہ اکسیرے شو و چالاک شو

یعنی کھوٹے کو تو کہے کہ تو عین پاک ہو جا یا کہ اکسیر ہو اور چست و چالاک ہو جا۔

ہیچ از ان اوصاف دیگر گوں شوند　　آب کے گردد عسل ہر ارحمند

یعنی کیا ان میں سے کوئی متغیر ہو سکتی ہے اور اے برخوردار پانی شہد کب بن سکتا ہے۔

خالق افلاک وہم افلاکیان　　خالق آب و تراب و خاکیان

یعنی آسمان اور آسمان والوں کے خالق نے اور پانی اور مٹی اور خاکیوں کے خالق نے۔

آسمان را داد دوران و صفا　　آب و گل را تیرہ روئی و نما

یعنی آسمان کو تو چکر کھانا اور صفائی دی۔ اور آب و گل کو۔ تیرہ روئی اور نشو و نما دیا۔

کے تواند آسمان دردے گزید　　کے تواند آب و گل صفوت خرید

تو آسمان تو تیرگی کو کب قبول کر سکتا ہے اور پانی اور مٹی صفائی کو کب لے سکتی ہیں۔

قسمتے کردست ہر یک را رہے　　کے کُہے گردد بجہدت چوں کہے

یعنی ہر ایک کیلئے ایک راہ تقسیم کر دی ہے تو تمہاری کوشش سے پہاڑ تنکے کی برابر کب ہو سکتا ہے (تو بس اسی طرح حق تعالیٰ نے ہمارے لئے بھی اس حالت کو مقرر فرما دیا ہے

اب ہم اسکو بھی کسی کے کہنے سننے سے بدل نہیں سکتے لہذا نصیحت کرنا فضول ہے۔ جب قوم نے یہ کہا تو حضرات انبیاء علیہم السلام نے جواب دیا کہ۔

شرح حبیبی

انبیا گفتند کارے آفرید ۔ وصفہائے کہ نتاں زاں سرکشید
وافرید او وصفہائے عارضی ۔ کہ کسے مبغوض می گردد رضی
سنگ را گوئی کہ زر شو بیہودہ است ۔ مس را گوئی کہ زر شو راہ ہست
ریگ را گوئی کہ گل شو عاجز ست ۔ خاک را گوئی کہ گل شو جائز ست
رنجہا دادہ است کانرا چارہ نیست ۔ آن بمثل لنگی و فطس و عمی ست
رنجہا دادہ است کانرا چارہ ہست ۔ آن بمثل لقوہ و درد سر ست
این دواہا ساخت بہر ائتلاف ۔ نیست این درد و دواہا از گزاف
بلکہ اغلب رنجہا را چارہ ہست ۔ چون بجد جوئی بیاید آن بدست

انبیاء علیہم السلام نے جواب دیا کہ ہم انکار نہیں کرتے بیشک ایسے اوصاف بھی ہیں جنکے آگے تسلیم خم کرنا پڑتا ہے لیکن اسکے ساتھ ہی ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ اوصاف بھی ہیں جو قابل تغیر ہیں۔ مثلاً دیکھو کبھی ایک شے مبغوض ہوتی ہے اور وہی شے دوسرے وقت میں پسندیدہ ہوجاتی ہے یہ مسلم کہ پتھر سے سونا ہونے کی طلب لغو ہے کیونکہ اسمیں اسکی قابلیت ہی نہیں پیدا کیگئی لیکن تانبے سے سونا بننے کی طلب معقول ہے کیونکہ اسمین قابلیت ہے ریت کو اگر چاہو کہ پھول ہو جاوے تو ایسا نہیں ہوسکتا لیکن اگر مٹی کو یہ چاہو تو ممکن ہے علی ہذا امراض بھی حق سبحانہ نے دو قسم کے پیدا کئے ہیں وہ بعض جنکا کوئی علاج ہی نہیں گو نگا مادرزاد ہونا یا ناک کا خلقۃً چپٹا ہونا یا مادرزاد اندھا ہونا ہے اور جو بعض امراض قابل زوال اور علاج

پذیر ہیں لقوہ یا درد سر یا بخار وغیرہ ہیں چنانچہ دواؤں کو جو حق سبحانہ نے پیدا کیا ہے تو فضول نہیں پیدا کیا بلکہ انکو اسی لئے پیدا کیا ہے کہ ان کو استعمال کیا جاوے اور ان سے امراض عارضہ کو زائل کیا جاوے بلکہ اکثر بیماریاں تو ایسی ہی ہیں جو قابل علاج ہیں۔ ہاں مگر کوشش کی ضرورت ہے جب کوشش کروگے تو ایسی دوائیں مل سکتی ہیں جن سے انکو زائل کیا جاوے جبکہ امراض جسمانیہ کی حالت معلوم ہو گئی تو امراض روحانیہ کو بھی اسی پر قیاس کر لو۔

شرح شبیری

انبیاء علیہم السلام کا جبریوں کو جواب

انبیاء گفتند کارے آفرید وصفہائے کہ نتان زاں سر کشید

یعنی انبیاء علیہم السلام نے فرمایا کہ ہاں حق تعالیٰ نے ایسے اوصاف پیدا فرمائے ہیں کہ ان سے سرکشی نہیں کر سکتے (لیکن)

وافریدا وصفہائے عارضی کہ گہے مبغوض می گردد رضی

یعنی اور اوصاف عارضی (بھی) پیدا فرمائے ہیں کہ کبھی مبغوض پسندیدہ ہو جاتا ہے۔ یعنی ایک شخص مبغوض ہوتا ہے مگر پھر وہ پسندیدہ ہو جاتا ہے تو دیکھو اسکے اندر مبغوض ہونیکا وصف عارضی تھا۔ حاصل یہ کہ بعض اوصاف تو بیشک ایسے ہی ہیں کہ ان سے سرتابی نہیں ہوسکتی مگر بعض ایسے بھی ہیں کہ وہ بدل سکتے ہیں۔ آگے دونوں کی نظائر پیش فرماتے ہیں کہ۔

سنگ را گوئی کہ زر شو بیہودہ است مس را گوئی کہ زر شو راہ ہست

یعنی پتھر کو اگر تو کہے کہ سونا ہو جا تو بیہودگی ہے اور تانبے کو کہے کہ سونا ہو جا تو راہ ہے۔ یعنی مس کو کہہ سکتے ہیں اسلئے کہ وہ ہو جاتی ہے تو اسکو کہنا ٹھیک ہے۔

ریگ را گوئی کہ گل شو عاجز است خاک را گوئی کہ گل شو جائز است

یعنی ریت کو اگر تم کہو کہ گارا ہو جا تو وہ عاجز ہے اور مٹی کو کہو کہ گارا ہو جا تو جائز ہے۔ (اسلئے کہ اسکا گارا بنا کرتا ہے)

رنجہا دادست کانرا چارہ نیست آں بمثل لنگی و فطس و عمی است

یعنی بعض امراض ایسے دئے ہیں کہ جن کا علاج نہیں ہے وہ تو مثل گونگے ہونیکے اور ناک چپٹی ہونیکے اور (مادر زاد) اندھا ہونے کے ہیں (کہ ان کا کوئی علاج ہی نہیں ہے)

رنجہا دادست کانرا چارہ ہست　　　آن بمثل لقوہ و درد سر است

یعنی بعض امراض ایسے دئے ہیں کہ جنکا علاج ہے اور وہ مثل لقوہ اور درد سر کے ہیں۔

این دواہا ساخت بہر ایتلاف　　　نیست این درد و دواہا از گزاف

یعنی ان دواؤں کو الفت پکڑنے کیلئے بنایا ہے اور یہ درد اور دوائیں فضول نہیں ہیں۔ یعنی دواؤں کو امراض کیلئے مناسب بنایا ہے یونہی نہیں ہے کہ جو دل میں آیا فضول ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ لگا دیا ہو۔

بلکہ اغلب رنجہا را چارہ ہست　　　چون بجد جوئی بیاید آن بدست

یعنی بلکہ اکثر امراض کے علاج ہیں جب تم کوشش سے تلاش کرو تو ہاتھ آسکتے ہیں (تو بس جبکہ بعض چیزیں اپنی حالت سے متغیر ہو سکتی ہیں اور امراض کا علاج ہو سکتا ہے تو تمہاری اس گمراہی کا علاج بھی ہو سکتا ہے اور تمہاری یہ حالت بدل بھی سکتی ہے ہاں اگر ان سے یہ کہا جاتا کہ تم فرشتہ بنجاؤ مثلاً تب تو یہ کہہ سکتے تھے کہ ہم نہیں بن سکتے مگر اسمیں ان کا یہ کہنا ظاہر ہے کہ غلط تھا) آگے پھر ان منکرین کے جواب کو نقل فرماتے ہیں کہ انبیاء کے جواب سنکر اُنہوں نے دوبارہ اپنی حجت کو مضبوط کیا اور اُسپر دوبارہ دلیل لائے۔

شرح حبیبی

قوم گفتند اے گروہ این رنج ما　　　نیست زاں رنجے کہ بپذیرد دوا

سالہا گفتید زین افسون و پند　　　سخت تر میگشت زاں ہر لحظہ بند

گر دوا را این مرض قابل بُدے　　　آخر از وے ذرۂ زائل شدے

سدہ چون شد آب ناید در جگر　　　گر خورد دریا رود جائے دگر

لاجرم آماس گیرد دست و پا　　　تشنگی را نشکند آن استقا

انبیاء گفتند نومیدی بدست　　فضل و رحمتهای باری بیحد است

از چنین محسن نشاید ناامید　　دست در فتراک این رحمت زنید

ای بسا کارا که اول صعب گشت　　بعد از آن بگشاده شد سختی گذشت

بعد نومیدی بسی امیدهاست　　از پس ظلمت بسی خورشیدهاست

خود گرفتم که شما سنگین شدید　　قفلها بر گوش و بر دل بر زدید

هیچ ما را با قبولی کار نیست　　کار ما تسلیم و فرمان بردنیست

او بفرمودست ما این بندگی　　نیست ما را از خود این گویندگی

جان برای امر او داریم ما　　گر بریگی گوید او کاریم ما

امر حق را ما گروه بی ریا　　می رسانیم این رسالت با شما

غیر حق جان نبی را راه نیست　　با قبول و رد خلقش کار نیست

مزد تبلیغ رسالاتش از وست　　زشت و دشمن رو شدیم از بهر دوست

ما برین درگه ملولان نیستیم　　تا ز بعد راه هر جا بیستیم

دل فروبسته و ملول آنکس بود　　کز فراق یار در محبس بود

دلبر و مطلوب با ما حاضرست　　در نثار رحمتش جان شاکرست

در دل ما لاله زار و گلشنی است　　پیری و پژمردگی ما را راه نیست

دائما تر و جوانیم و لطیف　　تازه و شیرین و خندان و ظریف

پیش ما صد سال و یک ساعت یکیست　　که دراز و کوته از ما منفکی است

آن دراز و کوتهی در جسمهاست | خود دراز و کوته اندر جان کجاست

سیصد و نه سال آن اصحاب کهف | پیش شان یک روز بے اندوه و لهف

وانگهی بنمودشان یک روز هم | که بہ تن باز آمد ارواح از عدم

چون نباشد روز و شب یا ماه و سال | کے بود سیری و پیری و ملال

در گلستان عدم چون بیخودی ست | مستی از سغراق لطف ایزدی است

لم یذق لم یدر هر کس کو نخورد | کے بوهم آرد جعل انفاس ورد

نیست موهوم ار بدے موهوم آن | همچو موهومان شدے معدوم آن

دوزخ اندر وهم چون آرد بهشت | هیچ تابد روئے خوب از خوک زشت

هین گلوئے خود مبر یداے مهان | اینچنین لقمہ رسیده تا دهان۔

راههائے صعب پایان برده ایم | ره بر اهل خویش آسان کرده ایم

هین بجوئید از نجوم سعد راه | زانکه در ظلمت دریده قعر چاه

هر کہ ما را گشت پیرو باز رست | از عذاب نار و در جنت نشست

وانکہ نشنید از شقاوت پند ما | در عذاب جاودان شد مبتلا

انبیا علیہم السلام کا جواب سنکر پھر لوگون نے اعتراض کیا اور کہا کہ یہ تو آپکو بھی تسلیم ہے کہ امراض دو قسم کے ہین بعض ناقابل علاج اور بعض قابل علاج پس ہمارا مرض اُن امراض سے نہیں ہے جو قابل علاج ہون اور دلیل اُسکی یہ ہے کہ آپ حضرات نے برسوں ہمکو نصیحتیں کیں اور منتر پڑے مگر مرض بڑہتا گیا جون جون دوا کی۔ اس سے ہمارے بندشوں میں اضافہ ہی ہوتا گیا اور ذرہ بھر بھی کمی نہ آئی۔ پس اگر یہ امراض قابل علاج ہوتے تو کچھ تو کمی ہوتی۔

دیکھئے جب جگر میں سدہ پیدا ہوجاتا ہے تو اس میں پانی نہیں پہونچ سکتا۔ خواہ وہ سمندر ہی کیوں نہ پیجاوے بلکہ وہ دوسرے مقامات پر چلا جاتا ہے اور اُس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پیاس تو نہیں بجھتی جسکے لئے پیا گیا تھا بلکہ اور روگ پیدا ہوجاتا ہے یعنی ہاتھ پاؤں ورم کرجاتے ہیں۔ بس یہی حالت ہماری ہے اسپر انبیاؑ نے کہا کہ نا اُمیدی کی کوئی بات نہیں تم کوشش کرو۔ انشاء اللہ سارا مرض زائل ہوجاویگا اسلئے حق سبحانہ کی رحمتیں اور اُنکے فضل بیحد ہیں اور ایسے صاحب انعام واکرام سے نا اُمید ہونا زیبا نہیں تم کوشش کرو اور رحمت حق سبحانہ کو دستاویز بناؤ بہت سے کام ابتداءً سخت ہوتے ہیں اُسکے بعد سب سہل ہوجاتے ہیں اور ساری مشکلات دفع ہوجاتی ہیں اگر کسیکے مرض کی حالت یاس تک پہونچ جاوے تب بھی واقع میں اُسکے لئے بہت اُمیدیں ہیں اور اگر ظلمت قلب انتہا کو پہونچ جاوے تب بھی واقع میں بہت سے آفتاب معارف وغیرہ ہیں جو اسکو زائل کرسکتے ہیں۔ اچھا ہمنے فرض کیا کہ تم پتھر ہی ہوگئے اور تمنے اپنے دلوں اور کانوں پر قفل لگالئے ہیں کہ نہ تم ہماری نصیحتوں کو سنتے ہو نہ سمجھتے ہو لیکن ہمکو اسکی بھی کچھ پروا نہیں کیونکہ ہماری یہ غرض نہیں کہ تم خواہ مخواہ قبول ہی کرلو۔ ہمارا اصل مقصد تو حق سبحانہ کی اطاعت اور اُسکے حکم کی تعمیل ہے۔ اُسنے ہمکو اس خدمت پر مامور کیا ہے اسلئے ہم کرتے ہیں۔ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے کہ مایوس ہوکر اسکو چھوڑ دیں ہماری جان تو اُسی کی احکام کی اطاعت کیلئے ہے پس اگر وہ ہمیں حکم دے کہ تم ریت میں کھیتی کرو ہم کرنے کو موجود ہیں خواہ پیداوار ہو یا نہ ہو ہم لوگوں کو دکھاوا تو مقصود ہے نہیں بلکہ ہمکو تو اطاعت مقصود ہے پس ہم اُس امر حق سبحانہ کے سبب جو ہمکو تمہاری تبلیغ کی بابت ہوا ہے یہ پیغامات تم تک پہونچاتے ہیں خواہ تم پر ان کا اثر ہو یا نہ ہو خوب سمجھ لو کہ انبیاء علیہم السلام کا دست تو صرف حق سبحانہ ہوتا ہے اسلئے اُنکو اُسکی اطاعت مدنظر ہوتی ہے اُنکو مخلوق کے رد و قبول سے کچھ سروکار نہیں ہوتا۔ اور اپنی پیغام رسانی کی اُجرت وہ اُسی کی خزانہ سے پاتے ہیں مخلوق سے وہ کسی نفع کے خواستگار نہیں ہوتے اور اپنے محبوب ہی کی خاطر لوگوں کی نظروں میں بُرے اور دشمن بنتے ہیں۔ نیز ہم لوگ درگاہ حق سبحانہ تک

پھونچے ہوئے ہیں اور چلتے چلتے اُکتا نہیں گئے کہ بُعد مسافت کے سبب تھک کر ہر جگہ بیٹھ
جایا کریں۔ دل تنگ اور ملول وہ شخص ہوتا ہے جو فراق یار کے قید خانہ میں ہو۔ مگر بحمد اللہ ہم
ایسے نہیں ہیں ہمارا مطلوب ہمارے پاس موجود ہے اور ہمپر اپنی رحمت برسا رہا ہے جسکی
ہماری جان ہر دم شکر گذاری کرتی ہے اور ہمارا دل باغ باغ ہے بڑھاپے اور پژمردگی کو
ہمارے یہاں کوئی دخل نہیں۔ ہم ہمیشہ تر و تازہ۔ جوان۔ پاکیزہ۔ شیریں خنداں اور
خوش طبع رہتے ہیں۔ ہمارے نزدیک سو برس اور ایک ساعت دونوں برابر ہیں اسلئے کہ درازی
وکوتاہی کو ہمسے کچھ واسطہ نہیں درازی وکوتاہی کا تعلق اجسام سے ہے اور ہم سراپا روح ہیں۔
روح میں درازی وکوتاہی کہاں۔ دیکھو اصحاب کہف پر روحانیت غالب تھی اسلئے تین سو نو برس
انکے نزدیک ایک دن تھے جو بے غم و رنج گذر گئے اور جبکہ ان کی روح واپس ہوئی ہے اور وہ
جاگے ہیں تو اُسوقت انکو اتنے سال ایک دن بھی نہ معلوم ہوئے اور جبکہ ہمکو ماہ و سال اور رات دن
سے بھی تعلق نہو اور جبکہ گلستان فنا میں جسمیں ہم یا اصحاب کہف وغیرہ ہیں بیخودی اور جام شراب
لُطف خداوندی کی مستی ہو تو ہم لوگوں کی طبیعت کیسے بھر سکتی ہے اور ہماری روح کیونکر بڈھی
اور کمزور ہو سکتی ہے اور ہم کیسے اُکتا سکتے ہیں جسنے یہ شراب نہیں پی اور اس کا مزہ نہیں چکھا
وہ اس سے واقف نہیں ہو سکتا۔ دیکھو پھول کی بو گوہ کے کیڑے کے وہم میں بھی نہیں آسکتی
اور وہ نہیں جان سکتا کہ خوشبو بھی کوئی چیز ہے پس تم اسے کیسے سمجھ سکتے ہو۔ جب یہ امر معلوم
ہوا کہ ہم حق سبحانہ سے اُکتا نہیں سکتے تو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ہم تمہاری نصیحت کو نہیں چھوڑ سکتے
کیونکہ ترک نصیحت ترک اطاعت حق ہے اور ترک اطاعت اکتانا ہے جو ہمارے لئے ناممکن ہے
ہم جو کچھ امور غیبیہ کی نسبت بیان کرتے ہیں اُسکو تم ہمارا وہم نہ سمجھنا اسلئے کہ اگر یہ بات وہمی
ہوتی تو اور موہومات کی طرح یہ بھی فنا ہو جاتی لیکن یہ فانی نہیں پس موہوم بھی نہیں تم سوچکہ دوزخ
کو آدمی بہشت کیسے سمجھ سکتا ہے اور بدصورت سور کا چہرہ کیونکر حسین معلوم ہو سکتا ہے جبکہ یہ
نہیں ہو سکتا تو ہماری مدرکات کو وہم کیونکر کہا جاتا ہے دیکھو کہنا مانو اور جبکہ ایسی نفیس غذا تمہاری
منہ تک پھونچ گئی ہے تو اپنا گلا کاٹ کر اُسکو معدہ میں جانے سے نہ روکو۔ مانا کہ وہ غذا اس
طرح معدہ میں نہ پھونچ سکیگی لیکن یہ یاد رہے کہ جان بھی نہ رہے گی پس تم اپنے کو ہماری

نصیحتوں کی ضد سے اندھا بہرا نہ بناؤ ہماری نصیحت سنو اور اُسے قبول کرو دیکھو اُس رستہ کی کڑیاں خود اپنے اوپر اُٹھا کر ہمنے اپنے متبعین کیلئے اُسکو آسان کر دیا ہے اب وصول الی اللہ کچھ زیادہ دشوار نہیں رہا تم ذرا ہمت کرو انشاء اللہ بہت آسانی سے پھونچ جاؤ گے ہم سعد ستارے ہیں اور تم تاریکی ضلالت اور کنویں کی تہ میں ہو پس تم ہمکو راہ نما بناؤ۔ یاد رکھو جسنے ہماری پیروی کی عذاب دوزخ سے بچ گیا اور جنت میں جا بیٹھا اور جسنے اپنی بدبختی سے ہماری نصیحت نہ سنی وہ عذاب ابدی میں مبتلا ہوا۔

شرح شبیری

اُن منکروں کا جبریانہ حجتوں کو دوبارہ کرنا

قوم گفتند اے گروہ ایں رنج ما نیست زاں رنجے کہ بہ پذیرد دوا

یعنی قوم نے کہا کہ اے گروہ (انبیاء) ہمارا مرض اُن امراض میں سے نہیں ہے جو دوا کو قبول کرے۔ مطلب یہ کہ انبیاء نے جو کہا تھا کہ بعض امراض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اُن کا علاج ہو سکتا ہی تو تم بھی اپنا علاج کرو تو وہ کہتے ہیں کہ ہمارا مرض ایسا نہیں ہے جو دوا کو قبول کرے اور اُس کا قرینہ یہ ہے کہ۔

سالہا گفتید زیں افسون و پند سخت تر میگشت زاں ہر لحظہ بند

یعنی سالہا سال تک تمنے ان افسون و پند سے کہا (مگر) اُس سے ہر لحظہ بند زیادہ ہی ہوتی گئی یعنی تمنے اتنا سمجھایا مگر ہمارا انکار اور مانعیت قبول حق سے بیماری بڑھتی چلی گئی۔

گر دوا را ایں مرض قابل بُدے آخر از وے ذرۂ زائل شُدے

یعنی اگر یہ مرض دوا کے قابل ہوتا تو اس میں کچھ ذرا ذہور سا زائل تو ہوتا مگر ہمارا یہ مرض بڑھ رہا ہے لہذا معلوم ہوا کہ لاعلاج ہے اور ظاہر ہے کہ اُن کا یہ کہنا غلط ہے اسلئے کہ یہ تو اُسوقت کہہ سکتے جبکہ انبیاء کے کہنے پر عمل کرتے اور اسکے بعد مرض زائل نہ ہوتا تو کہتے کہ مرض لاعلاج ہی جب علاج ہی نکرے تو پھر اسکا لاعلاج ہونا کہاں سے معلوم ہوا) آگے اُسکی ایک مثال دیتے ہیں کہ

سدہ چوں شد آب ناید در جگر گر خورد دریا رود جائے دگر

یعنی سُدّہ جب پیدا ہوگیا تو پانی جگر میں نہیں آتا اگر دریا بہا دے تو وہ دوسری جگہ چلا جاوے

لاجرم آماس گیرد دست و پا تشنگی را نشکند آن استقا

یعنی لامحالہ ہاتھ پاؤں آماس اختیار کرتے ہیں اور وہ پانی پینا تشنگی کو بجھاتا نہیں ہے (تو چونکہ ہمارے اندر اسکے قبول کرنے سے مانع موجود ہے۔ لہذا ہمارے اندر یہ نصیحت وغیرہ اثر نہیں کرسکتی) آگے حضرات انبیاء علیہم السلام کا جواب ہے۔

انبیاء علیہم السلام کا جبریوں کو دوبارہ جواب دینا

انبیاؑ گفتند نومیدی بدست فضل و رحمتہائے باری بیحدست

یعنی انبیاء نے فرمایا کہ ناامیدی بُری ہے (اسلئے کہ) فضل و رحمت حق تو بیحد ہے۔

از چنین محسن نشاید ناامید دست در فتراک این رحمت زنید

یعنی ایسے مُحسن سے ناامید نہ ہونا چاہئے۔ اور اس رحمت کے فتراک میں ہاتھ مارو مطلب یہ کہ انبیاء نے فرمایا کہ حق تعالیٰ سے ناامید نہ ہونا چاہئے بلکہ فتراک رحمت میں ہاتھ مارو تاکہ رحمت حاصل ہوجاوے اور ناامیدی بہت بُری چیز ہے۔ ناامید ہرگز نہ ہو اسلئے کہ۔

اے بسا کارا کہ اول صعب گشت بعد ازان بکشادہ شد سختی گذشت

یعنی بہت سے وہ کام کہ اول سخت ہوئے اور اسکے بعد کُھل گئے اور سختی گذر گئی (تو تمکو بھی چاہئے کہ ناامید نہ ہو ممکن ہے کہ پہلے مرض کا علاج نہ ہوا ہو اور اب ہوجاوے)۔

بعد نومیدی بسے اُمیدہاست از پس ظلمت بسے خورشیدہاست

یعنی ناامیدی کے بعد بہت سی امیدیں ہیں اور ظلمت کے بعد بہت سے خورشید ہیں (لہذا ناامید مت ہو) ایک جواب تو یہ دیا آگے ایک دوسرا جواب فرماتے ہیں جسکا خلاصہ یہ ہے کہ ہمنے مانا کہ تم قبول نہیں کرتے مگر ہمکو اس سے کیا غرض تم مانو یا نہ مانو ہم تو اس کام کو حکم حق سمجھ کر کرتے ہیں۔ خدا کا حکم ہے کہ تبلیغ کرو۔ کرتے ہیں چاہے کوئی سُنے یا نہ سُنے۔ آخر سُرخی تک یہی مضمون ہے فرماتے ہیں کہ۔

خود گرفتم کہ شما سنگین شدید قفلہا بر گوش و بر دل بر زدید

یعنی مین نے فرض کرلیا کہ تم سنگین (دل) ہوگئے ہو اور گوش و دل پر تمنے قفل لگا لئے ہین۔

ہیچ ما را با قبولے کار نیست — کار ما التسلیم و فرمان بردنیست

یعنی ہمکو بالکل کسی قبول سے کام نہیں ہے۔ ہمارا کام تسلیم اور حکم بجالانا ہے۔

امر حق را ما گروہ بے ریا — می رسانیم این رسالت با شما

یعنی ہم گروہ بے ریا امر حق کیلئے اس رسالت کو تم تک پہونچاتے ہیں۔ مطلب کہ ہمکو حکم حق ہے کہ پہونچاؤ تو ہم پہونچاتے ہیں چاہے کوئی قبول کرے یا نہ کرے اسلئے کہ۔

غیر حق جان نبی را یار نیست — با قبول و رد خلقش کار نیست

یعنی جان نبی کیلئے سوائے حق تعالےٰ کے کوئی یار نہیں ہے اُسکو مخلوق کے قبول و مرد و رد کرنے سے کام نہیں ہے یعنی نبی کا یہ کام نہین کہ وہ یہ دیکھے کہ ہمین کوئی قبول کرتا ہے یا نہین اُسکے لئے تو کام کرنے کیلئے یہ تحرک کافی ہے کہ خدا کا حکم ہے کہ تبلیغ کرو بس وہ پہونچاتا ہے

مزد تبلیغ رسالاتش ازوست — زشت و دشمن رو شدیم از بہر دوست

یعنی اُسکے احکام کی تبلیغ کی مزدوری اُسی کی طرف سے ہے اور ہم بُرے اور دشمن رو دوست کے واسطے ہوگئے ہین۔

ما برین درگہ ملولان نیستیم — تا ز بُعد راہ ہر جا بیستیم

یعنی ہم اس درگاہ پر ملول نہیں ہیں تاکہ بُعد راہ کی وجہ سے ہر جگہ کھڑے ہوں یعنی ہم ملول نہین ہین کہ اس کام کو سخت سمجھکر بار بار ٹھیرین اور تعکین اس کام مین ہم خوش و خرم ہین اسلئے کہ۔

دل فروبستہ و ملول آنکس بود — کز فراق یار در محبس بود

یعنی دل منقبض اور ملول تو وہ شخص ہو جو کہ فراق یار کی وجہ سے محبس میں ہو۔

دلبر و مطلوب با ما حاضرست — در نثار رحمتش جان شاکرست

یعنی (ہمارا) دلبر اور مطلوب ہماری ساتھ موجود ہے اور اُسکی رحمت کے نثار کرنے سے ہماری جان شاکر ہے یعنی چونکہ اُس طرف سے ہر دم رحمت برس رہی ہے تو اُسکا شکر ہماری جان کر رہی ہے تو جب وہ ہر دم ہماری ساتھ ہے پھر ہم ملول اور منقبض کیون ہون

در دل ما لالہ زار و گلشنے ست — پیری و پژمردگی را راہ نیست

یعنی ہمارے دل مین ایک لالہ زار اور ایک گلشن ہے کہ پیری اور پژمردگی کو (ہمارے اندر) راہ نہیں ہے
یعنی اُس قرب محبوب کی وجہ سے ہمارے اندر ایک ایسا باغ کھلا ہوا ہے کہ ہمارے اندر پژمردگی اور
کسل پیدا ہی نہیں ہوتا۔

دائما تر و جوانیم و لطیف　　تازہ و خندان و شیرین ظریف

یعنی ہم ہمیشہ تر و تازہ اور جوان اور لطیف ہین۔ تازہ ہیں اور خندان اور شیرین اور ظریف ہین۔
مطلب یہ کہ ہمیشہ خوشش و خرم ہین۔

پیش ما صد سال و یک ساعت یکیست　　کہ دراز و کوتہ از ما منفکیست

یعنی ہمارے سامنے سو برس اور ایک گھڑی ایک ہے کیونکہ دراز و کوتہ ہمسے الگ ہے۔ مطلب یہ کہ
خوشش رہنے اور ملول نہ ہونیکے اعتبار سے ہمکو ایک ساعت اور سو برس برابر ہین کہ نہ ہم ایک
ساعت مین ملول ہوں اور نہ سو برس مین اسلئے کہ یہ زمانہ کا طول و قصر ہمارے پاس ہے ہی نہین
بلکہ ہمسے ایک طرف ہے اسلئے کہ۔

آن دراز و کوتہی در جسمہاست　　خود دراز و کوتہ اندر جان کجاست

یعنی وہ درازی اور کوتاہی تو اجسام میں ہے اور جان مین دراز و کوتاہ کہان ہے۔ مطلب یہ کہ
روح تو مجرد ہے اُسکے اندر زمانہ کے طول و قصر کا اعتبار نہین ہے تو چونکہ انبیاء علیہم السلام مین
روحانیت بڑہی ہوئی ہوتی ہے لہذا فرماتے ہین کہ ہم طول و قصر زمانہ سے الگ ہین ہمارے اوپر اُس کا
اثر نہیں ہوتا۔ آگے اس طول و قصر کے موثر نہ ہونے کی ایک نظیر فرماتے ہین کہ۔

صد و نہ سال آن اصحاب کہف　　پیش شان یکروز بے اندوہ و لہف

یعنی تین سو نو برس اُن اصحاب کہف کے اُنکے سامنے ایک دن بے رنج و غم کے تھا۔ یعنی دیکھو
اصحاب کہف کہ تین سو نو برس تک سوئے مگر چونکہ اُنکے اندر روحانیت غالب تھی لہذا انکو وہ مدت
ایک دن کی برابر معلوم ہوئی جیساکہ قرآن شریف مین مذکور ہے۔

وانگہے بنمود شان یکروز ہم　　کہ بہ تن باز آمد ارواح از عدم

یعنی اُسوقت اُنکو ایک روز بھی نہ معلوم ہوا جبکہ ارواح بدن مین واپس آئین مطلب یہ کہ اُنپر تو روحانیت
کا اسقدر غلبہ تھا کہ وہ تین سو نو برس کی مدت اُن کو ایک دن سے بھی کم معلوم ہوئی جیسے کہ قرآن شریف

مین حکایت فرماتے ہین کہ قال قائل منھم کم لبثتم قالوا لبثنا یوماً او بعض یوم۔ تو دیکھو اول تو اس مدت کو ایک دن کہا مگر پھر اُسمیں بھی شبہ ہو گیا اور بولے کہ شاید ایک دن سے بھی کم ہم اسمین ٹھہرے ہین تو یہ سب اسوجہ سے تھا کہ اُنکے اندر روحانیت بڑہی ہوئی تھی اور روح زمانہ کی مقید ہوتی نہیں لہذا اُنکو زمانہ کا طول کچھ ملول کن نہ تھا اسی طرح حضرات انبیاء علیہم السلام بھی فرماتے ہین کہ ہم طول زمانہ سے ملول نہیں ہوتے

چون نباشد روز و شب با ماہ و سال　　　کے بود سیری و پیری و ملال

یعنی جبکہ روز و شب مع ماہ و سال کے نہیں ہوتا تو کب سیری اور پیری اور ملال ہو گا۔ یعنی جب روحانیت غالب ہے اور اس اعتبار مین روز و شب وغیرہ کچھ ہوتا نہیں ہے تو پھر ملال و پژمردگی بھی نہیں ہوتی

در گلستان عدم چون بیخودیست　　　مستی از سغراق لطف ایزدیست

یعنی گلستان عدم مین جب تم بیخود ہوا اور لطف حق کی شراب کی وجہ سے مستی ہے (تو بھلا پھر ملال کہان ہو سکتا ہے)

لم یذق لم یدر ہر کس کو نخورد　　　کے بوہم آرد جُعَل انفاس ورد

یعنی جسنے کہایا نہین وہ (مصداق) لم یذق لم یدر (کا) ہے اور گوہ کا کیڑا گلاب کی خوشبو کو کب وہم مین لا سکتا ہے۔ مطلب یہ کہ جسنے ابھی چکھا ہی نہیں اُسکی تو وہ حالت ہے کہ جسنے نہ چکھا اُسنے نہ جانا تو پھر تم اُسکی لطف سے بھی واقف نہین ہوا اور جسطرح کہ گوہ کا کیڑا گلاب کی خوشبو کا تصور نہین کر سکتا اسی طرح تم اس مستی اور اس لطف اور ملول نہ ہونیکا اندازہ نہین کر سکتے۔ اب کوئی کہتا ہے کہ یہ سب وہم ہے کہ سوچ لیا کہ مستی ہے تو مستی ہو گی ورنہ حقیقت مین کچھ بھی نہیں ہے اسکا جواب فرماتے ہین کہ۔

نیست موہوم ار بدے موہوم آن　　　ہمچو موہومان شدے معدوم آن

یعنی موہوم نہین ہے اور اگر وہ موہوم ہوتا تو مثل اور موہومون کے یہ معدوم ہو جاتا۔ یعنی جسطرح کہ اور موہوم چیزین ہوتی ہین کہ اُن کا وجود بہت تھوڑی دیر کا ہوتا ہے اور پھر فنا ہو جاتی ہین اسی طرح اگر یہ حالت موہوم ہوتی تو فنا ہو جاتی۔ مگر اس مستی کا بڑہنا اور زیادہ ہوتا بتا رہا ہے کہ موہوم نہیں ہے بلکہ واقع مین کچھ ہے ورنہ آخر وہم کہانتک چلتا آگے اسکی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

دوزخ اندر وہم چون آرد بہشت ہیچ تابد روئے خوب از خوک زشت

یعنی وہم دوزخ کو بہشت کس طرح کر دیگا۔ اور کیا روئے خوب ایک بھونڈے سور سے ظاہر ہو سکتی ہے مطلب یہ کہ جو شے نا قعی ہو اُسکو وہم مین بھی نہین لاسکتے اسلئے کہ دیکھو مصیبت کو راحت کس طرح فرض کرو گے یا ایک بھونڈی صورت کے سور کو حسین اور خوبرو کس طرح فرض کر لوگے اور اگر فرض کر لیا بھی اور تصور باندہ بھی لیا تو وہ تصور بھی تھوڑی دیر مین جاتا رہیگا اور یہ حالت بڑہتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حالت واقعی ہے آگے فرماتے ہین کہ۔

ہین گلوئے خود مبر یدای مہان این چنین لقمہ رسیدہ تا دہان

یعنی ہاں اے چودہریو اپنے گلے مت کاٹو ایسا لقمہ منہ تک پہونچا ہوا ہے۔ یعنی ہدایت قریب آگئی ہے اب تم اُسکو قبول کر لو اور انکار مت کرو ہلاک مت ہو۔

راہہائے صعب پایان بردہ ایم رہ براہل خویش آسان کردہ ایم

یعنی مشکل راہین تو ہم ختم کیچکے ہین اور راستہ کو اپنے اہل پر سے آسان کر دیا ہے مطلب یہ کہ جو خود کامل ہوتے ہین اور مکمل بھی ہوتے ہین وہ اول خود اپنے اوپر مشکلین برداشت کرتے ہین اور خود سارے کام کر کے اور اُن مین تجربہ حاصل کر کے دوسرون کیلئے آسانیان کر دیتے ہین تو اسی طرح حضرات انبیاء علیہم السلام نے اول خود مشکل کام تو ختم کر لئے۔ اب فرماتے ہین کہ راہ ہدایت کو تمپر بالکل آسان کر کے پیش کرتے ہیں۔

ہین بجوئید از نجوم سعد راہ زانکہ در ظلمت در ید و قعر چاہ

یعنی اور ست نجوم سعد سے راہ تلاش کرو اسلئے کہ تم ظلمت یعنی ہو اور قعر چاہ مین ہو۔ یعنی ہمارا اتباع کرو اور ہماری پیروی اختیار کرو تو فلاح پاؤ گے۔

ہر کہ ما را گشت پیرو باز رست از عذاب نار و در جنت نشست

یعنی جو شخص کہ ہمارا پیرو ہو گیا وہ عذاب نار سے چھوٹ گیا اور جنت مین بیٹھ گیا۔

وانکہ نشنید از شقاوت پند ما در عذاب جاودان شد مبتلا

یعنی اور جسنے کہ بدبختی کی وجہ سے ہماری نصیحت کو نسنی وہ عذاب جاودانی مین مبتلا ہو گیا۔ (جب انبیاء علیہم السلام نے یہ فرمایا تو قوم نے دوبارہ اس کا جواب دیا کہ۔)

شرح حبیبی

قوم گفتند ار شما سعد خودید ‖ نحس مائید و ضدید و مرتدید

جان ما فارغ بُد از اندیشہا ‖ در غم افگندید ما را و عنا

ذوق جمعیت کہ بود و اتفاق ‖ شد ز فال بد شما صد افتراق

طوطی نقل و شکر بودیم ما ‖ مرغ مرگ اندیش گشتیم از شما

ہر کجا افسانۂ غم گستری است ‖ ہر کجا افسانۂ مستنکری ست

ہر کجا اندر جہان فال بدی ست ‖ ہر کجا مسخ نکالے موخذی است

در مثال و قصہ و فال شما است ‖ در غم انگیزی شما را مشتہا است

اُنہون نے کہا اگر آپ سعد ہین تو اپنے لئے۔ ہمارے واسطے تو آپ منحوس مخالف اور مرتد ہین کیونکہ ہماری جان تفکرات سے خالی تھی آپ لوگون نے ہمکو غم اور تکلیف مین ڈالدیا جو ذوق جمعیت اور اتفاق ہمارے لئے حاصل تھا آپ کی فال بد سے پارہ پارہ ہوگیا اسکے پیشتر ہم طوطی نقل شکر خوار تھے اب ہمکو موت ہی کا اندیشہ رہنے لگا۔ جہان کہین غم پھیلانے کا قصہ ہے اور جہان کہیں بھی کوئی ناخوشی ہے اور جہان کہیں بھی کوئی فال بد ہے اور جس جگہ بھی کوئی مسخ عذاب یا گرفت ہے وہ تمہارے ہی مثال اور قصہ اور فال بد کی بدولت ہے (اس توجیہ پر در سببیہ ہوگا اور یہ بھی ممکن ہے کہ ظرفیہ ہو اسوقت مطلب یہ ہی کہ ہر طرح کی رنجیدہ باتین آپ لوگون کے بیان مین موجود ہوتی ہین لعل ہذا ہو الاظہر) معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا مقصد ہی لوگون کو غم مین مبتلا کرنا ہے۔

شرح شبیری

قوم کا اعتراض کو انبیاء علیہم السلام پر مکرر کرنا

قوم گفتند ار شما سعد خودید　　　نحس مائید و ضدید و مرتدید

یعنی قوم نے کہا کہ اگرچہ تم اپنے سعد ہو (مگر) ہمارے تو نحس ہو اور ضد ہو اور مرتد ہو (نعوذ باللہ)

جان ما فارغ بُد از اندیشہا　　　در غم افگندید مارا و عنا

یعنی ہماری جان اندیشوں سے فارغ تھی تم نے ہمکو مصیبت اور غم مین ڈالدیا۔ مطلب یہ کہ آرام سے رہتے تھے تمنے آکر فضول فکر مین ڈالدیا کہ یون ہوگا اس طرح باز پرس ہوگی وغیرہ وغیرہ اب کبھی ہمیں بھی شبہ ہو ہی جاتا ہے اور فکر لگ گیا۔

ذوق جمعیت کہ بود و اتفاق　　　شد ز فال زشت تان صد افتراق

یعنی جمعیت کا ذوق اور اتفاق جو تھا تمہاری فال بد کی وجہ سے سو افتراق ہو گئے۔ مطلب یہ کہ سب ایک تھے اور آپسمین اتفاق تھا تمہارے آنے سے سب مین پھوٹ پڑ گئی اسلئے کہ کچھ انبیاء کو مان گئے کچھ متردد ہوئے کچھ مخالفت سے باز رہے اور کچھ مخالف ہی رہے تو یہ سارا تفرق انبیاء ہی کی وجہ سے ہوا وہ کہتے تھے کہ اُنہوں نے اتفاق کو کھو دیا ہم کہتے ہین کہ اگر سب ایمان لے آوُ تب بھی تو اتفاق ہو سکتا ہے بلکہ اُس اتفاق سے بدرجہا اولیٰ ہوگا اور کہتے تھے کہ

طوطی نقل و شکر بودیم ما　　　مرغ مرگ اندیش گشتیم از شما

یعنی ہم طوطی نقل (نقل) اور شکر تھے تمہاری وجہ سے مرغ مرگ اندیش ہو گئے (کہ اکثر یہی فکر رہتی ہے کہ دیکھو مریں تو کیا ہوگا شاید یہی (انبیاء) صحیح کہتے ہون)

ہر کجا افسانۂ غم گستریست　　　ہر کجا آوازۂ مستنکریست

یعنی جہاں کہیں کہ افسانہ غم گستری کا ہے اور جس جگہ مستنکری کا آوازہ ہے۔

ہر کجا اندر جہان فال بدیست　　　ہر کجا مسخ و نکالے موخذیست

یعنی جہاں کہیں جہان میں فال بدی ہے اور جہان کہین مسخ یا نکال یا پکڑ دھکڑ ہے (یہ سب)

در مثال قصہ و فال شماست　　　در غم انگیزی شمارا مشتہاست

یعنی تمہاری قصہ و فال کی مثال ہے اور غم انگیزی مین تمکو رغبت ہے مطلب یہ کہ دنیا میں جو خرابی

لیکن آریہ ہے وہ تمہاری نحوست کا نمونہ ہے۔ اصل تمہارے اندر ہے اور باقی سب نمونے ہیں (نعوذ باللہ)
آگے انبیاء علیہم السلام کا جواب ہے کہ۔

شرح حبیبی

انبیا گفتند فال زشت و بد ۔ از میان جان تان دارد مدد
گر تو جائے خفتہ باشی باخطر ۔ اژدہا در قصد تو آید بسر
مہربانے مر ترا آگاہ کرد ۔ کہ بجہ زود ار نہ اژدرہات خورد
تو بگوئی فال بد چون میزنی ۔ فال چہ برجہ ببین در روشنی
از میان فال بد من خود ترا ۔ می رہانم می برم سوئے سرا
چون نبی آگہ کنندہ است از نہان ۔ کو بدید آنچہ ندید اہل جہان
گر طبیبے گویدت غورہ مخور ۔ کہ چنین رنجے برآرد شور و شر
تو بگوئی فال بد چون میزنی ۔ پس تو ناصح را موثم می کنی
ور منجم گویدت امروز ہیچ ۔ آنچنان کارے مکن اندر بسیج
زانکہ نیکو نیست روز امروز ہان ۔ تا نگردی نادم و خاسر دراں
صد رہ ار بینی دروغ اخترے ۔ یک دو بارہ راست آمد می خرے
این نجوم ما نشد ہرگز خلاف ۔ صحتش چون ماند از تو در غلاف
آن طبیب و آن منجم از گمان ۔ می کنند آگاہ ما خود از عیان
دود می بینیم و آتش از کران ۔ حملہ می آرد بسوئے منکران

تو ہمی گوئی خمش کن زین مقال — کہ زیان ماست قال شوم فال

ایکہ نصح ناصحاں را نشنوی — فال بد با تست ہر جا می روی

افعیی بر پشت تو بر مے رود — او زبامے بیندت آگہ کند

گوئیش خاموش غمگینم مکن — گویدت خوش باش خود رفت این سخن

چون زند افعی دہان بر گردنت — تلخ گردد جملہ شادی کردنت

پس بدو گوئی ہمین بود ای فلان — چون نہ بر دیدی گریبان در فغان

یا ز بالا ایم تو سنگے میزدی — تا مرا از جد نمودی آن بدی

او بگویدنے کہ می آزردہ — تو بگوئی نے کہ شادم کردہ

گفت من کردم جوانمردی و پند — تا رہانم من ترا زین خشک بند

از لیئمی حق آن نشناختے — مایۂ ایذا و طغیان ساختے۔

انبیاء علیہم السلام نے جواب دیا کہ کمبختو تم فال بد نکالنے کا الزام ہمکو دیتے ہو فال بد کو تو خود تمہاری جان برابر بد بہونچا رہی ہے۔ دیکھو اگر تم مدہوش حالت مین کسی مقام پر سو رہے ہو اور اژدہا تمکو ہلاک کرنے کیلئے تمہارے سر پر آ پہونچے اُسوقت ایک مشفق تمکو مطلع کرے کہ ارے جلدی اُٹھ ورنہ اژدہے نے تجھے کھا لیا۔ اسپر تو کہے کہ میاں ایسی بُری فال کیون منہ سے نکالتے ہو تو وہ اس کا جواب یہی دیگا کہ ارے منحوس فال کیسی تو اُٹھ اور روشنی مین دیکھ لے کہ مین سچ کہتا ہون یا بد فال زبان سے نکال رہا ہون۔ مین فال بد نہیں نکالتا بلکہ میں تو تجھے اژدہے سے چھوڑا کر صحیح وسالم تیرے گھر پہونچانا چاہتا ہون اور میں تجھکو یون ہی مطلع کرتا ہون جس طرح ایک نبی جو اُن مصائب کا مشاہدہ کرتا ہے جسکا اہل عالم مشاہدہ نہین کرتے۔ اپنی اُمت کو ان مصائب سے مطلع کرتا ہے یا یون سمجھو کہ اگر کوئی طبیب کہے کہ دیکھو کچے انگور نہ کھانا ورنہ فلاں بیماری زور

کر جائیگی۔ اسپر تم کہو کہ حکیم صاحب آپ فال بد مُنہ سے کیون نکالتے ہیں آپکو ایسا نہ چاہیئے تو یقینا یہ ہوگا اور اسکو تم بھی مانتے ہو کہ تم ایک خیر خواہ کو خطاوار ٹھرا رہے ہو غور تو کرو کہ اگر کوئی نجومی یہ کہے کہ دیکھو آج کسی کام کا ہرگز قصد نہ کرنا کیونکہ آج کا دن اچھا نہیں ہے ایسا نہ ہو کہ تم بیدکو پہنچتا دُور نقصان اُٹھاؤ تو وہان تم یہ نہ کہوگے کہ آپ بدفال کیون مُنہ سے نکالتے ہین۔ ہان تو تمہاری حالت یہ ہوتی ہے کہ اگر تم سو مرتبہ نجومی کی غلط بیانی کا تجربہ کر چکے ہو اور ایک مرتبہ اُسکی بات صحیح بھی ثابت ہوئی ہے تو تم اُسکو قبول کر لیتے ہو پھر سمجھہ مین نہین آتا کہ جب ہماری پیشین گوئی ایک بھی غلط ثابت نہین ہوئی تو پھر تمکو ہمارے قول کی صحت میں کیوں شک ہے اور اُسکی صحت تمسے کیون مخفی ہے طبیب اور منجم تو جو بیان کرتے ہین محض ظن سے کہتے ہین جسمین صحت اور غلطی دونون کا احتمال ہے لیکن ہم جو کچھ کہتے ہین وہ مشاہدے کی بنا پر کہتے ہین جسمین غلطی کا احتمال بھی نہیں اور ہم دیکھ رہے ہین کہ دھوان اور آگ ایک طرف سے منکرون پر حملہ آور ہو رہی ہے مگر با این ہمہ تمکو طبیب و منجم کی باتون کا یقین ہوتا ہے اور ہمسے کہتے ہو کہ بس جی ایسی باتین نکرو کہ یہ بدفالی کی باتین ہیں اور ان سے ہمکو نقصان ہوتا ہے دیکھو تم جو خیر خواہوں کی نصیحت نہیں سنتے اور اُسکو بدفالی کہتے ہو یاد رکھو کہ وہ فال بد جہاں تم جاتے ہو تمہارے ساتھ ہوتی ہے اور ایک دن تمکو ایسا ضرر پہونچیگی کہ تم سر پکڑکر رو گے اور خیر خواہون کی نصیحت کی قدر کروگے فرض کرو کہ ایک سانپ تمہاری کمر پر چل رہا ہے ایک شخص کوٹھے پر سے دیکھتا ہے اور تمہین مطلع کرتا ہے تم اُسے کہتے ہو کہ بس جی چُپ رہو خواہ مخواہ مجھے پریشان نکرو وہ شخص کہتا ہے کہ بہتر ہے اور بات رفت گذشت ہوجاتی ہے اُسکے بعد سانپ تمہاری گردن میں کاٹتا ہے اور جبکہ وہ کاٹتا ہے تو تمہارے نشے ہرن ہوجاتے ہین اور ہر خوشی تمکو بُری معلوم ہوتی ہے اسوقت تم کہوگے کہ اے شخص تو ٹھیک کہتا تھا۔ ارے تو ایک دفعہ نصیحت کرکے خاموش کیون ہو رہا۔ تو نے نالہ و فریاد کرکے گریبان کیون نہ پھاڑ لیا یا اوپر سے میرے پتھر کیون نہ مارا تاکہ مجھے یہ بُرائی واقعی معلوم ہوتی۔ اور مین اُسکو دل لگی نہ سمجھتا اُسپر وہ کہیگا کہ جی نہیں تم خواہ مخواہ پریشان ہوتے اسپر تم یہی کہوگے کہ نہیں بلکہ میں بہت خوش ہوتا۔ تب وہ یہ کہیگا کہ مین نے تو ایثار سے کام لیا تھا اور تمکو نصیحت کی تھی تاکہ تمکو اس سخت پھندے سے چھوڑا دیا مگر تمنے اپنے پاجی پن سے اُسکی قدر نہ کی اور اُسکو تمنے تکلیف اور سرکشی کا ذریعہ بنالیا۔ میرا کیا قصور

پس تم انبیاء کی بالکل ایسی ہی حالت سمجھو انکی بات مانو اور ان پہ بدفالی کا الزام نہ لگاؤ۔

شرح شبیری

انبیاء علیہم السلام کا انکو دوبارہ جواب دینا

انبیاء گفتند فال زشت و بد — از میان جان تان دارد مدد

یعنی انبیاء نے فرمایا کہ فال زشت و بد تمہاری ہی جان کے اندر سے مدد لیتی ہے مطلب یہ کہ یہ فال بد سب تمہارے ہی اندر سے پیدا ہوتی ہین جیسا کہ قرآن شریف مین ہے کہ قال طائرکم معکم آگے اسکی ایک مثال دیتے ہین کہ۔

گر تو جائے خفتہ باشی بے خطر — اژدہا در قصد تو آید بسر

یعنی اگر تو کسی جگہ پہ بے کھٹکے سو رہا ہو اور اژدہا تیرے (کہانے کے) قصد سے سر کی طرف سے آوے

مہربانے مر ترا آگاہ کرد — کہ بجہ زود ار نہ اژدرہا ت خورد

یعنی کسی مہربان نے تجہے آگاہ کیا کہ جلدی سے اٹھ ورنہ تجہے اژدہا نے کہالیا۔

تو بگوئی فال بد چون میزنی — فال چہ برجہ ببین در روشنی

یعنی تو کہتا ہے کہ کیون فال بد مار رہا ہے (تو وہ ناصح کہتا ہے کہ) فال کیا ہوتی ہے اٹھ اور روشنی مین دیکھ لے (اور کہتا ہے کہ)

از میان فال بد من خود ترا — می رہانم می برم سوئے سرا

یعنی ارے مین تو تجہے فال بد میں سے خود چھوڑا رہا ہون اور گھر کی طرف لیجا رہا ہون (مولانا فرماتے ہین کہ)

چون نبی آگہ کنندہ است از نہان — کو بدید آنچہ ندید اہل جہان

یعنی یہ پوشیدگی سے آگاہ کرنیوالا مثل نبی ہی کے ہے کہ اسنے دیکھ لیا ہے جو کہ اہل جہان نے نہیں دیکھا۔ مطلب یہ کہ جسطرح کہ اس ناصح نے اژدہا کو دیکھ لیا ہے اور اس سونے والے کو ڈرا رہا ہے اور وہ اسکو فال بد خیال کرتا ہے۔ اسی طرح حضرات انبیاء علیہم السلام بھی کفار کو نار جہنم

سے ڈر رہے ہیں اور اُنہوں نے تو اُسکو دیکھ رکھا ہے مگر کفار نے نہیں دیکھا لہذا یہ اُسکو فال بد خیال کرتے ہیں آگے دوسری مثال ہے کہ

گر طبیبے گو یدت غورہ مخور | کہ چنین رنجے برآرد شور و شر

یعنی اگر کوئی طبیب تمسے کہے کہ کچا انگور مت کہاؤ اسلئے کہ ایسا رنج شور و شر پیدا کرتا ہے۔ مطلب کہ اُسکے کہانے سے تکلیف زائد ہو گی۔

تو بگوئی فال بد چون میزنی | پس تو ناصح را موثم می کنی

یعنی تم کہو کہ فال بد کیوں مار رہے ہو تو تم ناصح کو گنہگار ٹھیرا رہے ہو مطلب یہ کہ اُس طبیب سے یہ کہنا کہ جناب آپ مرض کا نام کیوں لیں یہ تو فال بد ہے ایسا ہے گویا کہ تم اُس سے کہہ رہے ہو کہ گناہ کیوں کرتے ہو کہ مجھے نصیحت کرتے ہو آگے تیسری مثال ہے کہ۔

ور منجم گو یدت امروز ہیچ | آنچنان کارے مکن اندر بسیچ

یعنی اور اگر منجم تجھسے کہے کہ آج ہرگز ایسے کسی کام کو قصد میں مت کرنا۔ یعنی اُس کا قصد مت کرنا

تا نگردی نادم و خاسر دران | زانکہ نیکو نیست روز امروز ہان

یعنی تاکہ تم اُس میں نادم اور خاسر نہو اسلئے کہ آج کا دن اچھا نہیں ہے۔

صد رہ ار بینی دروغ اخترے | یک دو بارہ راست آید می خرے

یعنی سو بار اگرچہ تو نے ستاروں کا جھوٹ ہونا دیکھ لیا ہے اور دو مرتبہ درست آتا ہے (مگر) تو خرید لیتا ہے۔

این نجوم ما نشد ہرگز خلاف | صحتش چون ماند از تو در غلاف

یعنی یہ ہمارا نجوم کبھی خلاف نہیں ہوا تو اُسکی صحت تجھسے حجاب میں کس طرح رہگئی۔ مطلب یہ کہ انبیاؑ نے فرمایا نجومی تجھسے کہتا ہے کہ اس کام کو مت کرنا ورنہ نقصان ہو گا اور سیکڑوں مرتبہ اُس کا غلط ہونا تمکو معلوم ہو چکا ہے مگر وہ جو کہتا ہے اُسکو مانتے ہو اور ہمارا جو یہ نجوم ہے یہ کبھی بھی غلط نہیں ہوا مگر اسکو تم صحیح نہیں مانتے اور ہم جو کہتے ہیں کہ فلاں کام مت کرو ورنہ نقصان اُٹھاؤ گے تو اُسکو غلط مانتے ہو یہ کیسے غضب کی بات ہے۔

آن طبیب و آن منجم از گمان | می کنند آگاہ ما از خود عیان

یعنی وہ طبیب اور وہ منجم تو گمان سے آگاہ کرتے ہیں اور ہم معائنہ سے۔ یعنی وہ اٹکل سے کہتے ہیں کہ نقصان ہوگا اور ہم تو اُس نقصان کو دیکھکر کہتے ہیں۔

دود می بینیم و آتش از کران　　　حملہ می آرد بسوئے منکران

یعنی ہم دھوین اور آگ کو ایک کنارہ سے دیکھ رہے ہیں کہ وہ منکرین پر حملہ کر رہی ہے (تو اُسکو دیکھکر ہم تمکو ڈراتے ہیں اور اُس سے بچاتے ہیں)۔

تو ہمی گوئی خمش کن زین مقال　　　کہ زیان ماست قالِ شوم فال

یعنی تو کہتا ہے کہ اِس بات سے چُپ رہ کیونکہ فال بد کی بات ہمکو نقصان دیتی ہے (فرماتے ہیں کہ)

ایکہ نصح ناصحان را نشنوی　　　فال بد باتست ہر جا میروی

یعنی اے شخص جو کہ ناصحون کی نصیحت کو نہیں سنتا فال بد تو تیرے ساتھ ہے تو جہان کہیں جاویگا یعنی جہان بھی تو جاویگا فال بد تیری ساتھ موجود ہوگی اسکی ایسی مثال ہے کہ۔

افعئے بر پشت تو بر می رود　　　او ز بامے بیندت آگہ کند

یعنی ایک سانپ تیری پشت پر چل رہا ہے تو وہ (ناصح) ایک کوٹھی پر سے دیکھ کر تجھکو آگاہ کرتا ہے۔

گوئیش خاموش غمگینم مکن　　　گوید او خوش باش خود رفت این سخن

یعنی تو اُس (ناصح) سے کہتا ہے کہ چُپ رہ مجھے غمگین مت کر تو وہ کہتا ہے کہ اچھا خوش رہ اور یہ بات رفت گزشت ہوگئی یعنی جب اُسنے تمہیں سانپ کی اطلاع کی تو آپ فرماتے ہیں کہ ایسی بات مت کہو رنج ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ بہتر ہے رہو اسی حالتمیں ہمارا ہی کیا حرج ہے اب یہ بات تو ہوچکی اور تم اُسی حالتمین رہے۔

چون زند افعی دہان بر گردنت　　　تلخ گردد جملہ شادی کردنت

یعنی جبکہ سانپ تمہاری گردن پر مارے گا تو تمہارا سارا خوشی کرنا تلخ ہوجاویگا یعنی تم جو کہتے تھے کہ مجھے غمگین مت کر دو خوش رہنے دو اب وہ ساری خوشی نکلے گی۔

پس بدو گوئی ہمین بود ای فلان　　　چون نہ بر ریدی گریبانِ فغان

یعنی پھر تو اُس سے کہتا ہے کہ ارے میاں کیا یہی تھا تو تمنے فغان مین گریبان کیون نہ پھاڑ دیا۔

یا ز بالایم تو سنگی می زدے   تا مرا از جد نمودے این بدے

یعنی یا اوپر سے تو نے پتھر مارا ہوتا۔ تاکہ مجھے یہ بدی جد سے دکھاتا۔ مطلب یہ کہ اب اُس سے کہتی ہو کہ میاں تمنے تو بڑی متانت سے کہا کہ تمہاری پشت پہ سانپ ہے ارے میاں میرا گریبان پھاڑ ڈالتے یا اوپر ہی سے ایک پتھر مارتے تاکہ مجھے معلوم ہوتا کہ تو صحیح کہتا ہے مین تو سمجھا کہ یونہی کہہ رہے ہین

او بگوید تے کہ می آزردۂ   تو بگوئی نے کہ شادم کردۂ

یعنی وہ کہتا ہے کہ نہین تم آزردہ ہوتے تھے تو تو کہتا ہے کہ نہیں (اب) مجھے تمنے شاد کیا ہے مطلب یہ کہ وہ کہتا ہے کہ نہیں بھلا میں کیسے عرض کرتا آپکو اور زیادہ رنج ہوتا۔ تو تو کہتا ہے کہ اب مجھے آپنے بہت خوش کیا ہے کہ جو سانپ سے کٹوا دیا۔

گفت من کردم جوانمردی و پند   تا رہانم من ترا زین خشک بند

یعنی ناصح نے کہا کہ مین نے تو جوانمردی اور نصیحت کی تاکہ مین تجھے اس قید سخت سے چھڑا دوں۔

از لئیمی حق آن نشناختے   مایۂ ایذا و طغیان ساختے۔

یعنی لئیمی کی وجہ سے تو نے اُس کا حق نہ پہچانا اور (اُسکو) مایۂ ایذا و طغیان بنالیا۔ (تو اب میں کیا کرون اور میری کیا خطا) آگے مولانا فرماتے ہین کہ۔

شرح حبیبی

این بود خوئے لئیمان دنے   بد کند با تو چو نیکوئی کنے
نفس را زین صبر میکن منحنیش   کہ لئیم ست و لنسازد نیکوئیش
با کریمے گر کنی احسان سزد   ہر یکے را او عوض ہفصد دہد
با لئیمے چون کنی قہر و جفا   بندۂ گردد ترا بس با وفا
کافران کارند در نعمت جفا   باز در دوزخ ندا شان ربنا

که لئیمان در جفا صافی شوند / چون وفا بینند خود جافی شوند

مسجد طاعات شان خود دوزخ است / پای بند مرغ بیگانه فخ است

هست زندان صومعه دزد لئیم / کاندران ذاکر شود حق را مقیم

چون عبادت بود مقصود از بشر / شد عبادتگاه گردنکش سقر

آدمی را هست در هر کار دست / لیک ازو مقصود این خدمت بدست

ما خلقت الجن والانس این بخوان / جز عبادت نیست مقصود از جهان

گرچه مقصود از کتاب آن فن بود / گر تواش بالش کنی هم می شود

لیک ازو مقصود این بالش نبود / علم بود و دانش و ارشاد و سود

گر تو میخی ساختی شمشیر را / بر گزیدی بر ظفر ادبیر را

گرچه مقصود از بشر علم و هدیست / لیک هر یک آدمی را معبدیست

معبد مرد کریم اکرمته / معبد مرد لئیم اسقمته

مر لئیمان را بزن تا سر نهند / مر کریمان را بده تا بر دهند

لاجرم حق هر دو مسجد آفرید / دوزخ آنها را و اینها را مزید

ساخت موسی قدس در باب صغیر / تا فرود آرند سر قوم زحیر

زانکه جباران بدند و سرفراز / دوزخ آن باب صغیرست و نیاز

آنچنان که حق ز گوشت و استخوان / از شهان باب صغیری ساخت هان

اهل دنیا سجدهٔ ایشان کنند / چونکه سجده کبریا را دشمنند

ساخت سرگین دانکی محراب شان | نام آن محراب میر و پهلوان

لائق این حضرت پاکی نیند | نیشکر نی لیک در صورت نیند

آن سگان را این خران خاضع شوند | شیر را عارست کو را بنگروند

گربه باشد شحنه هر موش خو | موش که بود تا ز شیران ترسد او

خوف ایشان از کلاب حق بود | خوف شان کی ز آفتاب حق بود

رب الاعلی است ورد آن مهان | رب ادنی در خور این ابلهان

موش کی ترسد ز شیران مصاف | بلکه آن آهو تگان مشک ناف

روبه پیش دیگ لیسی کاسه لیس | تش خداوند و ولی نعمت نویس

بس کن از شرحے بگویم دو روست | خشم گیرد میر و هم داند که هست

حاصل آن آمد که بد کن ای کریم | با لئیمان تا نهد گردن لئیم

با لئیم نفس چون احسان کند | چون لئیم آن نفس بد کفران کند

زین سبب بد کاهل زحمت شاکرند | اهل نعمت طاغی اند و ماکرند

هست طاغی بگلر زرین قبا | هست شاکر خستهٔ صاحب عبا

شکر کی روید ز املاک و نعم | شکر می روید ز بلوای و سقم

اب مولانا فرماتے ہین کہ ان لوگون کی سرکشی کا سبب یہ تھا کہ ان پر انعامات و احسانات کئے گئے کیونکہ پاجی لوگون کی عادت ہوتی ہے کہ جب ان کی ساتھ نیکی کیجاتی ہے تو وہ اُسکے عوض مین بُرائی کرتے ہین۔ جب یہ اُصول معلوم ہوگیا تو دیکھو تمہارا نفس بھی پاجی ہے اور اُسکو نیکی راس نہین پس

تم اسکے ساتھ برائی کرنا اور مجاہدات سے اسکو نڈھال کر دینا اسوقت یہ مطیع ہوگا۔ احسان کریم کے موافق ہے نہ کہ لئیم کے۔ کریم کے ساتھ جب احسان کیا جاتا ہے تو وہ اُس کا بدلا ساٹ سو نیکیون سے کرتا ہے اور لئیم کی حالت اُسکے برعکس ہے۔ اُسپر جب سختی کیجاتی ہے اُسوقت وہ وفادار غلام ہوتا ہے دیکھو کافر لوگ نعمتون کے اندر تو ظلم و ستم کرتے ہین اور ہرگز اطاعت حق پر آمادہ نہیں ہوتے مگر جب دوزخ مین جائینگے تو اُسوقت ربنا ربنا پکارینگے کیونکہ پاجیون کی عادت ہے کہ وہ سختی ہی سے ٹھیک ہوتے ہین اور جب انکے ساتھ سلوک کیا جاتا ہے تو اکڑ بیٹھتے ہین۔ ایسے لوگون کی عبادت گاہ دوزخ ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ جنگلی جانور بدون جال کے قابو مین نہیں آتا۔ اور چور کی عبادت گاہ قیدخانہ ہی ہوتی ہے۔ جہان کہ وہ خدا کو ہر وقت یاد کرتا ہے۔ نیز چونکہ آدمی کی پیدائش کا مقصود اطاعت حق سبحانہ ہے اور کفار دنیا مین عبادت و اطاعت کرتے نہیں لہذا انکے لئے دوزخ کو عبادت خانہ بنایا گیا۔ کہ اچھا تم زبان عبادت نہیں کرتے تو یہان کرو اسپر یہ شبہ نہ کرنا کہ آدمی تو ہر قسم کے کام کرتا ہے پھر یہ کیسے کہا گیا کہ اُسکو عبادت ہی کیلئے پیدا کیا گیا ہے کیونکہ گو آدمی کو ہر کام مین دخل ہے لیکن سوائے طاعت کے اور کوئی کام مقصود اصلی نہین۔ اسکی دلیل یہ ہے کہ حق سبحانہ نے فرمایا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ۔ اس کلام مین حق سبحانہ نے مقصود خلقت انسان کو منحصر فرمایا ہے عبادت و اطاعت مین۔ پس معلوم ہوا کہ انسان کی خلقت سے عبادت کے سوا اور کوئی امر مقصود نہین اور توضیح اسکی اس مثال سے ہوگی کہ کتاب سے مقصود علم ہے مگر بااین ہمہ وہ اور کام مین بھی آسکتی ہے مثلاً اگر تم اسکو تکیہ بنالو تو بنجائیگی اگر اُس سے روٹی پکاؤ تو پک جائیگی وغیرہ وغیرہ۔ لیکن مقصود اس سے یہ نہیں کہ اُسکو تکیہ بنایا جاوے بلکہ مقصود اصلی علم عقل ہدایت اور نفع خاص ہے۔ پس اگر کتاب سے وہ کام نہ لیا جاوے جسکے لئے وہ ہے بلکہ اُس سے دوسرے کام لئے جاوین تو سراسر حماقت ہے علی ہذا تلوار کا مقصود اصلی اپنی حفاظت ہے اور اُسکی ساتھ بھی کیہ نہ کیہ کام بھی لیسکتی ہے۔ پس اگر تم اُسکو کہونٹا بنالو تو گویا کہ فتح کے مقابلہ مین تمنے بدبختی کو ترجیح دی اور اسکو اختیار کیا اس سے معلوم ہوگیا کہ انسان سے مقصود عبادت ہے اور مع ہذا وہ دوسرے کام بھی کر سکتا ہے لیکن اُس کا دوسرے کامون مین منہمک ہونا اُسکی بدبختی ہے اب ہم کہتے ہین کہ گو مقصود خلقت انسان سے معرفت حق سبحانہ اور اطاعت ہے لیکن ہر قسم کے آدمی کیلئے ایک

جُدا جُدا گانہ معبد ہے پہلے آدمیوں کا معبد تو محل و انعام و اکرام ہے اور پاجیوں کا معبد محل تکلیف کیونکہ یہ عام قاعدہ ہے کہ اگر پاجیوں سے اطاعت کرانا ہو تو اُنکو خوب مارنا چاہئے تاکہ وہ مطیع ہو جاوین اور اگر بھلے مانسوں سے کام لینا ہو تو اُنپر انعام و اکرام کرنا چاہئے تاکہ وہ کام دین اسی اصول کی بنا پر حق سبحانہ نے دو مسجدین بنائین ایک دوزخ جو کافرون کیلئے ہے اور دوسری جنت جو مصداق ولدینا مزید اور عبادت گاہ مومنین ہے موسیٰ علیہ السلام نے بیت المقدس مین ایک کھڑکی بنائی تھی تاکہ ذلیل لوگ آ مین جُھکین کیونکہ یہ لوگ متکبر و مغرور تھے حق سبحانہ کے سامنے سر جھکانے سے اُنکو عار تھی اسلئے اُنکے سر یوں جُھکوائے گئے پس دوزخ کو بھی اسی کھڑکی کی مثل اور محل خضوع سمجھو وہ باب صغیر دوزخ ایسا ہی ہے جیسے کہ دنیا مین بادشاہون کے گوشت اور ہڈیوں کی اُنکے لئے کھڑکی بنائی گئی ہے کیونکہ جب اہل دنیا حق سبحانہ کو سجدہ کرنے کے مخالف ہین تو اُن سے بادشاہوں کے سامنے سجدہ کرا لیا گیا اور گوہ دانوں کو اُنکی محراب عبادت بنایا گیا جنکا لقب دنیا مین معزز اور بہادر وغیرہ ہے کیونکہ یہ کمبخت ناپاک اس درگاہ پاک کے قابل نہین ہین کہ وہان سجدہ کرین اسلئے اُن کی محراب بھی ویسی ہی تجویز کیگئی جیسے یہ خود تھے یعنی گوہ دان اور گوہ کے تھیلے یہ کتے اہل دنیا گدہوں کے سامنے تو ذلت اختیار کرتے ہین مگر حق سبحانہ کی اطاعت سے انکو عار آتی ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ چوہا بلی سے ڈرتا ہے اور شیر سے نہین ڈرتا حالانکہ دونون مین کوئی بھی نسبت نہین یونہی یہ لوگ بھی حق سبحانہ کے کتوں (اہل دنیا) سے تو ڈرتے ہین مگر حق سبحانہ سے جوکہ آفتاب حقیقی ہین نہین ڈرتے بلکہ ان سے اہل اللہ ڈرتے ہین چنانچہ وہ سردار تو ربی الاعلیٰ کہتے ہین یعنی جو سب سے اعلیٰ ہے وہ میرا پروردگار ہے اور یہ احمق اُن کی ضد ہین کہ بزبان حال ربی الادنیٰ کہتے ہین یعنی ذلیلون کو معبود بناتے اور اُن کی پرستش کرتے ہین اور ہر ایک کا طریق اُسکے موافق ہے کیونکہ کفار خست و دناءت مین چوہے کی مثل ہین اسلئے وہ حق سبحانہ سے نہیں ڈرتے جسطرح چوہا شیران جنگلی سے نہین ڈرتا اور اہل اللہ اپنی پاکیزگی اور عمدگی مین آہوئے مشک کے مثل ہین اسلئے وہ حق سبحانہ سے ڈرتے ہین جسطرح آہوئے مشک شیر سے ڈرتا ہے اب مولانا کفار کو مخاطب کیکے کہتے ہین کہ او پیالہ چاٹنے والون حق سبحانہ کے دربار مین تمہارا کچھ کام نہین تم ہانڈی چاٹنے والون ہی کے پاس جاؤ اور اُنہیں کو خداوند اور ولی نعمت لکھو وہ تمہارے مناسب اور تم اُنکے مناسب ۔ گوشت خر دندان سگ اب مولانا متنبہ ہوکر فرماتے ہین کہ بس جی اُسکو ختم کرو کیونکہ اگر مین مفصل شرح کرون گا تو معزز حضرات خفا ہون گے کہ ہماری توہین کرتے ہین (یہ فقرہ بطور ظرافت کے

ہے نہ کہ بوجہ خوف کے) اور سمجھین گے کہ ہم بھی کچھ ہین تب ہی تو یہ ہماری طرف متوجہ ہین گو برائی ہی کیساتھ ہین خلاصہ مقصد یہ ہے کہ پاجیون کو مطیع کرنے کیلئے ضرورت ہے کہ انکی ساتھ برائی کیجاوے تاکہ وہ مطیع ہون پس نفس کیساتھ کبھی سکوت نہ کرنا چاہئے اسلئے کہ جب کوئی اس پاجی کیساتھ احسان کرتا ہے تو وہ پاجیون کی طرح ناشکری کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ مبتلائے تکالیف لوگ شاکر ہین اور خوش عیش لوگ کشر اور مکار ہین معزز طبقہ کے خوش پوشاک لوگ کشر ہیں اور کمبل پوش خستہ حال شکرگذار کیونکہ ریاست اور نعمتون سے شکر پیدا نہین ہوتا بلکہ شکر سختی اور تکلیف سے پیدا ہوتا ہے (یاد رکھو کہ یہ حالت اہل نفس لوگون کی ہے نہ کہ اہل اللہ کی جو نفس کا خاتمہ کر چکے ہین چنانچہ خود ہماری تقریر سے واضح ہے پس اہل اللہ کے حال سے شبہ نہونا چاہئے)

شرح شبیری

این بود خوئے لئیمان دنے | بدکند باتو چو نیکوئے کنے

یعنی کمینہ لئیموں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ تمہاری ساتھ برائی کرین جب تم نیکی کرو۔

نفس را زین صبر می کن منحنیش | کہ لئیم ست ونسازد نیکوئیش

یعنی نفس کو اس صبر سے منحنی کر کیونکہ وہ لئیم ہے اسکو نیکی موافق نہیں ہے مطلب یہ کہ جب لئیمون کی عادت معلوم ہوگئی اور نفس لئیم ہے لہذا اسکی ساتھ بھی برائی کرو اور اسکو مجاہدات و ریاضات مین کھینچو تب باز رہے گا۔ آگے فرماتے ہین کہ

با کریمے گر کنی احسان سزد | ہر یکے را او عوض ہفصد دہد

یعنی اگر کسی کریم کے ساتھ احسان کرو تو لائق ہے کہ وہ ہر ایک کا سات سو بدلے دیگا یعنی ہمیشہ اس احسان کو مانے گا اور تمہارا شکرگذار ہوگا

با لئیمے چون کنی قہر و جفا | بندۂ گردد ترا بس باوفا

یعنی کسی لئیم کیساتھ جب تو قہر و جفا کرے تو وہ تیرا غلام بہت باوفا ہوجاوے۔ آگے اسکی ایک مثال ہے کہ

کافران کارند در نعمت جفا | باز در دوزخ ندا شان ربنا

یعنی کافر لوگ جبکہ نعمت میں تو جفا لاتے ہین اور پھر دوزخ مین انکی ندا یا ربنا ہوگی

کہ لئیمان در جفا صافی شوند   چون وفا بینند خود جافی شوند

یعنی لئیم لوگ جفا مین صافی ہو جاتے ہین اور جب وفا دیکھتے ہین تو خود جفا کرنیوالے ہو جاتے ہین مطلب یہ کہ دیکھو کافر دنیا مین نعمت مین رہتے ہین تو ہمیشہ کفر مین رہتے ہین اور جب دوزخ مین جاوینگے تو وہان اللہ کو یاد کرین گے تو یہ اسی لئے ہے کہ چونکہ وہ لئیم ہین احسان کیساتھ تو کافر رہے مگر جب اُن پر جفا ہوئی تو درست ہو گئے آگے ایک نکتہ بیان فرماتے ہین کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون تو جب غایت خلق عبادت ہے تو اس غایت کو ہر فرد بشر پر مرتب ہونا ضروری ہے تو ان مین سے بعض افراد تو وہ ہین کہ جنہون نے طوعاً قبول کر لیا اور اُن پر یہ غایت مرتب ہو گئی جیسے کہ مومنین مگر بعض وہ ہین کہ جنہون نے یہان نہ مانا اور اس غایت کا مرتب ہونا ضروری تھا تو حق تعالیٰ نے اُن کیلئے دوزخ بنائی کہ وہ وہان جا کر خدا کی یاد کرینگے اور دوزخ مین اُنپر یہ غایت مرتب ہوگی اور اُن کا مسجد وہ بنیگی اب سنو کہ فرماتے ہین کہ۔

حکمت دوزخ کے اُس جہان میں اور زندان کا اس جہا میں پیدا کرنیکی یہ ہے کہ تاکہ وہ منکروں کا معبد بنے کیونکہ حکم ہوا ائتیا طوعاً و کرہاً تو جو طوعاً نہ آوے اُسکو اسکے ذریعہ سے کرہاً لایا جاویگا

مسجد طاعات شان خود دوزخ است   پائے بند مرغ بیگانہ فخ است

یعنی اُن (لئیموں) کی طاعات کی مسجد دوزخ ہے (کیونکہ) مرغ بیگانہ کا پانے بند جال ہوتا ہے مطلب یہ کہ دیکھو پلا ہوا جانور تو مالک کے پاس خود آتا ہے اور جو بیگانہ ہوتا ہے اُسکو جال مین گرفتار کر کے لاتے ہین تو جو مومنین تھے وہ تو خود آگئے اور جو بیگانے تھے اُنکو دوزخ و زندان کے ذریعے سے لایا جاتا ہے کہ دیکھا گیا ہے کہ اکثر زندان دنیوی مین جا کر بھی خدا کی یاد آجاتی ہے تو کفار کو اس ذریعے سے عبادت مین لگایا جاتا ہے۔

ہست زندان صومعۂ دزد لئیم   کاندران ذاکر شود حق را مقیم

یعنی قید خانہ دزد لئیم کا عبادت خانہ ہے کیونکہ وہ اُسکے اندر ذاکر حق ہمیشہ کیلئے ہو جاتا ہے۔

چون عبادت بود مقصود از بشر   شد عبادت گاہ گردنکش سقر

یعنی جبکہ عبادت ہی انسان سے مقصود تھی تو گردن کشوں کی عبادت گاہ دوزخ ہو گئی

آدمی را ہست در ہر کار دست ۔۔۔ لیک زو مقصود این خدمت بدست

یعنی آدمی کو ہر کام کی استعداد ہے لیکن اُس سے مقصود یہی خدمت (عبادت) ہے

ما خلقت الجن والانس این بخوان ۔۔۔ جز عبادت نیست مقصود از جہان

یعنی ما خلقت الجن والانس تو پڑھ کہ سوائے عبادت کے جہان سے کچھ مقصود نہیں ہے مطلب یہ کہ انسان ویسے دنیا میں سارے کام کرتا ہے مگر اسکی پیدائش سے اصل مقصود عبادت ہی کرنا ہے اب دوسری کام طبعاً کرتا ہے اُسکی ایسی مثال ہے کہ

گرچہ مقصود از کتاب آن فن بود ۔۔۔ گر تواش بالش کنی ہم می شود

یعنی اگرچہ مقصود کتاب سے وہی فن ہوتا ہے (جسکی وہ کتاب ہے) مگر جو تم اُسکو تکیہ کرلو تو ہو سکتا ہے۔

لیک از و مقصود این بالش نبود ۔۔۔ علم بود و دانش و ارشاد و سود

یعنی لیکن اُس کتاب سے یہ تکیہ بنانا مقصود نہ تھا (مقصود) علم اور دانش اور ارشاد اور نفع تھا (مگر تکیہ بنالیا تو بن ہی گیا اسی طرح انسان اگر اور کام کرتا ہے تو وہ بھی ہو جاتے ہیں مگر اصل مقصود اسکو پیدا کرنے سے اُس سے عبادت کرانا ہی تھا) آگے دوسری مثال ہے کہ۔

گر تو میخے ساختی شمشیر را ۔۔۔ برگزیدی بر ظفر ادبیر را

یعنی اگر تونے تلوار کو کھونٹا بنالیا تو فتح پر ادبار کو قبول کرلیا یعنی جس سے کہ فتح ہوتی تو اسکو ایسے کام میں لایا کہ اسکو بیکار کر دیا۔ گویا کہ ادبار کو خرید لیا آگے فرماتے ہیں کہ

گرچہ مقصود از بشر علم و ہدیست ۔۔۔ لیک ہر یک آدمی را معبدیست

یعنی اگرچہ مقصود انسان سے علم و ہدایت ہے لیکن ہر ایک آدمی کا ایک معبد ہے۔

معبد مرد کریم اکرمتہ ۔۔۔ معبد مرد لئیم اسقمتہ

یعنی مرد کریم کا معبد تو اکرمتہ ہے اور لئیم کا معبد اسقمتہ ہے یعنی کریم کا اکرام کرو تو وہ بدرِ شکر گذار ہو کر خوب کام کرے گا۔ اور لئیم کو اگرچہ تو کے نیچے رکھو تب وہ کام کرتا ہے۔

مر لئیمان را بزن تا سر نہند ۔۔۔ مر کریمان را بدہ تا بر دہند

یعنی لئیموں کو مار تاکہ اطاعت کریں اور کریموں کو دے تاکہ پھل دیں تو جب ہر ایک کیلئے معبد دوسرا ہے

تو پھر حق تعالیٰ نے دونوں کیلئے الگ الگ معبد بھی بنا یا ہے)۔

لاجرم حق ہر دو مسجد آفرید — دوزخ آنہارا و اینہا را مزید

یعنی لامحالہ حق تعالیٰ نے دونوں مسجدیں پیدا فرمائیں دوزخ اُن کیلئے اور ان کیلئے مزید یعنی اشقیا کیلئے تو دوزخ کو مسجد بنایا کہ وہ تو وہاں جاکر عبادت کرینگے اور کریموں کیلئے جنت کہ جسمیں ہر دم نعمت زیادہ ہے کہ یہ نعمت پاکر شکر گذار ہوں گے اور پھر عبادت حق اچھی طرح کرینگے آگے اُسکی ایک نظیر بیان فرماتے ہیں کہ

ساخت موسیٰ قدس در باب صغیر — تا فرود آرند سر قوم زحیر

یعنی موسیٰ علیہ السلام نے بیت المقدس میں ایک چھوٹا دروازہ بنایا تاکہ قوم کشر سر نیچا کریں۔

زانکہ جباران بدند و سرفراز — دوزخ آن باب صغیر ست و نیاز

یعنی اسلئے کہ وہ لوگ جبار تھے اور سربلند تھے تو دوزخ وہی باب صغیر اور نیاز ہے یعنی موسیٰ علیہ السلام نے بیت المقدس میں ایک چھوٹا سا دروازہ بنایا تھا تاکہ جو لوگ سجدہ نہیں کرتے وہ اسمیں آکر جھکیں اور اسطرح اُن کا سر جھکے تو اسی طرح حق تعالیٰ نے دوزخ کو بنایا ہے کہ جو لوگ یہاں خدا کی یاد نہیں کرتے وہ دوزخ میں جاکر خدا کو یاد کریں اور ماخلقت الجن والانس کی غایت اسطرح اُن پر مرتب ہو جاوے آگے ایک مضمون بیان فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے جو ظالم اور جابر سلاطین پیدا کئے ہیں وہ اسلئے ہیں کہ جو لوگ خدا کے سامنے سرنگوں نہیں وہ اُنکے سامنے سر جھکا دیں اور اُنکو بڑا سمجھکر اُن کی تعظیم کریں تو اُن کا عجز معلوم ہو کہ خدا کے سامنے تو نہ جھکے بندوں کے آگے جھکنا پڑا۔

بیان میں اسکے کہ حق تعالیٰ نے بادشاہوں کی صورت کو اُن جباروں کے مسخر ہونیکا سبب بنایا ہے جو کہ مسخر حق نہیں ہیں جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے باب صغیر بیت المقدس میں جباران بنی اسرائیل کے جھکنے کیواسطے بنایا تھا کہ جب اُسمیں آویں تو عاجزی کریں اور حکم ہوا تھا کہ ادخلوا الباب سجدا و قولوا حطة الی آخرہ

آنچنان کہ حق ز لحم و استخوان — از شہان باب صغیری ساختہ است ہان

یعنی اسیطرح حق تعالیٰ نے ہڈی اور گوشت کا بد بادشاہوں میں سے ایک باب صغیر بنایا ہے یعنی بادشاہونکو ہڈی اور گوشت کا ایک باب صغیر بنایا ہے کہ جسطرح باب صغیر موسوی مین جبارین کو جھکنا پڑتا تھا اسی طرح جو خدا کے آگے نہ جھکین اُنکو ان بادشاہون کے آگے جھکنا پڑتا ہے اب یہاں یہ شبہ نہو کہ بعض مرتبہ مقبولان حق اور مطیعین کو بھی تو بادشاہون کے سامنے جھکنا پڑتا ہے تو پھر یہ غایت کہان رہی۔ بات یہ ہے کہ یہ جو جھکتے ہین تو کراہۃ کیسا تھ اُنکو تعظیم مقصود نہیں ہوتی بخلاف اُن جبارین کے کہ وہ اُن کی تعظیم کے اعتبار سے جھکتے ہین۔

اہل دنیا سجدۂ ایشان کنند — چونکہ سجدہ کبریا را دشمنند

یعنی اہل دنیا اُنکو سجدہ کرتے ہین چونکہ وہ حق تعالیٰ کو سجدہ کرنے کے دشمن ہوتے ہین۔

ساختہ سرگین دانگی محرابشان — نام آن محراب میر و پہلوان

یعنی حق تعالیٰ نے ایک گوہ دان بے اُسکو ان اشقیا کیلئے محراب بنایا ہے کہ وہان جاکر یہ جھکتے ہین اور اُس گوہ دان کا نام امیر صاحب پہلوان صاحب وغیرہ وغیرہ ہے اور یہ سب اسلئے ہے کہ۔

لائق این حضرت پاکی نیند — نے شکر تے لیک در صورت نیند

یعنی وہ (اشقیا) اس درگاہ پاک کے لائق نہیں ہین نہ شکر نہیں ہیں لیکن صورت میں نتے ہیں یعنی صورت تو انسانی ہے مگر حقیقت انسانی نہین ہے

آن سگان زاین خران خاضع شوند — شیر را عار است کورا بگروند

یعنی وہ کتے ان گدہوں کے مطیع ہوتے ہین اور شیر کو تو عار آتی ہے کہ اُسکے تابع ہون مطلب یہ کہ حق تعالیٰ کی اطاعت کیلئے یہ لوگ لائق نہ تھے تو ان سگان دنیا کے مطیع ہوئے۔

گربہ باشد شحنۂ ہر موش خو — موش کہ بود تا ز شیران ترسد او

یعنی بلی ہر موش خصلت کی کوتوال ہوتی ہے چوہا کون ہوتا ہے جو کہ شیرون سے ڈرے یعنی دیکھو چوہا بلی سے تو ڈرتا ہے مگر شیر سے نہیں ڈرتا تو اسی طرح یہ اشقیا شاہان دنیا سے تو ڈرتے ہین مگر حق تعالیٰ سے نہیں ڈرتے تو گویا موش خصلت ہین۔

خوف ایشان از کلاب حق بود — خوفشان کو ز آفتاب حق بود

م گوہ دان ۱۶۶ گوہ دان (اشقیاء) کی محراب بنایا ہے اور اس محراب کا نام میر و پہلوان ہے یعنی انسان جو ایک

یعنی اُنکو حق کے کتون سے خوف ہوتا ہے اور آفتاب حق سے کب خوف ہوتا ہے اِسلیئے کہ وہ آفتاب حق کی معرفت ہی نہیں رکھتے اُس سے ڈرین کیا)

ربی الاعلیٰ ست ور دِ آن مہان　　　رب ادنیٰ درخور این ابلہان

یعنی اُن سرداروں کا تو ورد ربی الاعلیٰ ہے اور اُن بیوقوفون کے لائق رب ادنیٰ ہے یعنی یہ توان شاہان دنیوی ہی کے مطیع ہوتے ہین اور اہل اللہ اللہ کے مطیع ہوتے ہیں۔

موش کے ترسد ز شیران مصاف　　　بلکہ آن آہو تگان مشک ناف

یعنی چوہا شیران جنگ سے کب ڈرتا ہے بلکہ وہ آہو قدم مشک ناف (ڈرتے ہین) اسلیئے کہ چوہے کو شیر کی معرفت ہی نہیں ہے اور آہو کو معرفت ہے اسی طرح عارفین حق تعالیٰ سے ڈرتے ہین اور ان کی اطاعت کرتے ہیں اور غیر عارف نہیں ڈرتا اور نہ اطاعت کرے)

روبہ پیش دیگ لیس ای کاسہ لیس　　　تُش خداوند و ولی نعمت نویس

یعنی اے کاسہ لیس تو دیگ لیس کے پاس جا۔ اور تو اُسکو خداوند اور ولی نعمت لکھ یعنی اے دنیادار تو دنیادار ہی کے پاس جا اور اُسکی خوشامد کر۔ آگے فرماتے ہین کہ۔

بس کن ار شرحی بگویم دور دست　　　خشم گیرد میر و ہم داند کہ ہست

یعنی بس کر اگر مین کوئی شرح طویل کہون گا تو امیر غصہ ہو جاویگا۔ اور جانیگا کہ کچھ ہے۔ مطلب یہ کہ اگر میں بہت کچھ شاہان دنیا کی مذمت کرون گا تو امیر صاحب خفا ہو جاوینگے اور دوسری خرابی یہ ہوگی کہ اُنکو خیال ہوگا کہ ہم کچھ ہین جب تو ہماری اس قدر ہجو کیجا رہی ہے اور ہماری شان کچھ ہے جب تو اُسکو توڑا جارہا ہے تو اُسکو اپنے اوپر کچھ گمان ہو جاویگا لہذا مین اسکو یہین تک رکھتا ہون اور آگے بیان نہیں کرتا۔

حاصل این آمد کہ بد کن ای کریم　　　با لئیمان تا نہد گردن لئیم

یعنی حاصل یہ ہے کہ اے کریم تم لئیمون کیساتھ سختی کرو تا کہ لئیم اطاعت قبول کرے

با لئیم نفس چون احسان کند　　　چون لئیمان نفس بد کفران کند

یعنی نفس لئیم کیساتھ جب (کوئی) احسان کرے تو لئیمون کی طرح نفس بد ناشکری کرتا ہے

زین سبب بُد کاہل محنت شاکرند　　　اہل نعمت طاغی اند و ماکرند

یعنی یہ سبب ہے کہ اہل محنت تو شاکر ہیں اور اہل نعمت طاغی ہیں اور ماکر ہیں یعنی چونکہ نفس لئیم مصیبت ہی ہیں درست رہتا ہے لہذا جو اہل مصیبت ہیں وہ تو شاکر ہیں اور جو اہل نعمت ہیں وہ طاغی ہیں اسلئے کہ۔

ہست طاغی بگلر زرین قبا ہست شاکر خستہ و صاحب عبا

یعنی طاغی تو بڑے اور زرین قبا ہیں اور شاکر خستہ اور صاحب عبا ہیں۔ یعنی اکثر ایسا ہے ورنہ بہت سے نہ لوگ بھی ہیں کہ جسقدر نعمت زیادہ ہوتی ہے اُسی قدر وہ زیادہ شکر کرتے ہیں اُنکو غرور وغیرہ نہیں ہوتا تو یہ حکم اکثری ہے کلی نہیں۔

شکر کے روید ز املاک و نعم شکر می روید ز بلوا و سقم

یعنی شکر املاک و نعم سے کب اُگتا ہے شکر تو بلاؤں اور بیماریوں سے جمتا ہے یعنی اکثر ایسا ہوتا ہے ورنہ بہت مرتبہ اسکے خلاف بھی ہوتا ہے کہ وہ نعمت کو دیکھکر شکر کرتے ہیں آگے ایک صوفی کی حکایت لاتے ہیں کہ اُسکے کھونٹی پر دستر خوان پڑا ہوا دیکھکر وجد ہوا تو لوگوں نے دریافت کیا تو اُسنے کہا کہ مجھے اسکو دیکھکر یاد آیا کہ کبھی اسکے اندر روٹیاں ہونگی تو دیکھئے اوپر جو کہا تھا کہ اہل محنت شاکر ہوتے ہیں تو یہ صوفی چونکہ مجاہدہ و ریاضت کئے ہوئے تھا اُسکو تصور نعمت پر وجد ہوا اب حکایت سنئے۔

شرح حبیبی

صوفی بر میخ روزے سفرہ دید	چرخ می زد جامہا را مے درید
بانگ میزد نک نوائے بینوا	قحط ہا و دردہا را نک دوا
چونکہ دود و سوز او بسیار شد	ہر کہ صوفی بود با او یار شد
کغنخے و ہائے و ہوئے می زدند	تا کہ چندین مست و بیخود می شدند
بوالفضولے گفت صوفی را کہ چیست	سفرۂ آویختہ از نان تہی است
گفت رو رو نقش بے معنیستے	بیخبر از خویش و عاشق نیستے

مولانا نے اوپر بیان کیا تھا کہ شکر ریاست اور نعمت سے پیدا نہیں ہوتا بلکہ محنت اور تکلیف سے

پیدا ہوتا ہے اُسکی تائید مین ایک قصہ بیان فرماتے ہین اور کہتے ہین کہ کسی صوفی نے کھونٹی پر دسترخوان پڑا ہوا دیکھا۔ اُسکو دیکھتے ہی اُسپر وجد کی حالت طاری ہوگئی اور اُسنے ناچنا اور کپڑے پھاڑنا شروع کیا۔ اور کہنے لگا کہ ارے یہ مفلسوں کی دولت ہے اور بھوک اور تکلیف کا علاج ہے جبکہ اُسکا درد وسوز زیادہ بڑھا تو جو وہان اور صوفی تھے اُنپر بھی وہی حالت طاری ہوگئی اور وہ بھی اُسکے ساتھ وجد مین شریک ہوگئے یہ قہقہے لگاتے اور ہاؤ ہو کرتے رہے حتی کہ بیجدست اور بیخود ہوگئے کسی بیہودہ بیٹ بھرے نے کہا کہ ارے بات کیا ہے جو تم اتنے خوش ہو رہے ہو ایک دسترخوان پڑا ہوا ہے جسمین روٹی وٹی کچھ بھی نہیں صوفی نے جواب دیا کہ جا المبا بن تو ایک بے معنے تصویر ہے تو محض غافل ہے اور عاشق نہیں ہے۔ ہم تجھے اسکا راز کیونکر سمجھائین یہ تو اجمال ہے۔ اسکی تشریح دو طرح سے ہوسکتی ہے ایک تو یہ کہ صوفی لوگ بھوکے تھے اسلئے وہ روٹی کے طالب اور قدردان تھے اور شدت گرسنگی سے یہ کیفیت ان کی اسقدر ترقی کر گئی تھی کہ روٹی دیکھنا یا کھانا تو درکنار روٹی کے ظرف کو دیکھنے مین بھی لطف آتا تھا اور چونکہ نعمت الٰہی کے قدردان تھے اور نعمت کی قدر کرنا بھی شکر ہے اسلئے وہ شاکر تھے اور اس شکر کا منشا انکی تکلیف اور مصیبت تھی برخلاف اسکے دوسرا شخص چونکہ عیش مین تھا اسلئے وہ مبتلائے غفلت تھا اور روٹی کی قدر اُسکے دل مین نہ تھی اسلئے وہ انپر ہنستا تھا اور قدر نہ کرنیکے سبب ناشکر تھا وھذا ھو الظاھر۔ دوسری صورت یہ ہے کہ صوفی طالب حق تھا اور دسترخوان کے خالی ہونے سے اُسے اسلئے خوشی ہوئی کہ اُس کا خالی ہونا مناسب ہے۔ بھوک کے اور بھوک ذریعہ ہے حصول غذائے روحانی کا اور علاج ہے امراض روحانیہ کا اور تغذی وشفائی روحانی مطلوب ہے تو خلوی سفرہ ذریعہ ہوا مطلوب کا اور جسطرح مطلوب لذت بخش ہے اوسی ہی ذریعہ مطلوب بھی لذت بخش ہے اسلئے اُنکو خالی دسترخوان دیکھنے سے خوشی ہوئی اور معترض چونکہ غیر طالب حق تھا اسلئے اُسنے اُن کی حرکت کو لغو سمجھا اور اعتراض کردیا اُسپر صوفی نے جواب دیا کہ تو عاشق حق سچا نہیں ہے اسلئے تجھے دسترخوان کے خالی ہونے کی قدر نہین اور تو نہیں جانتا کہ یہ کس مطلوب کے حصول کا ذریعہ ہے اس واقعہ سے بھوک کی فضیلت اور اُسکا موصل الی اللہ ہونا ظاہر ہوا اور سیری کا نقص اور اس کا مانع وصول ہونا ثابت ہوا اور بھوک از جملہ مصائب ہے اور سیری از قبیل نعم پس ثابت ہوا کہ نعم مانع شکر نہین اور مصائب باعث شکر

شرح شبیری

ایک صوفی کا عشق خالی دسترخوان پر جو کہ کہانے سے خالی تھا

صوفیے بر میخ روزے سفرہ دید　　چرخ میزد جامہا را می درید

یعنی ایک صوفی نے کہونٹی پر ایک دسترخوان دیکھا تو چکر کرنے لگا اور کپڑے پھاڑنے لگا یعنی اسکو وجد ہو گیا۔

بانگ میزد نک نوائے بینوا　　قحطہا و دردہا را نک دوا

یعنی آواز دیتا تھا کہ یہ بےنوایوں کا توشہ ہے اور قحط اور دردوں کی یہ دوا ہے

چونکہ درد و سوز او بسیار شد　　ہر کہ صوفی بود با او یار شد

یعنی جبکہ درد و سوز اسکا زیادہ ہوا اور جو کوئی صوفی تھا اسکے ساتھ یار ہو گیا یعنی جسقدر صوفی تھے وہ بھی اسکی حالت کو دیکھکر اسکے شریک ہو گئے اور وہ بھی وجد کرنے لگے۔

کخکخے و ہاو ہوئے می زدند　　تا کہ چندین مست و بیخود می شدند

یعنی قہقہہ اور ہائے ہو کر رہے تھے یہانتک کہ خوب مست و بیخود ہو گئے۔

بوالفضولے گفت صوفی را کہ چیست　　سفرہ آویختہ از نان تہی است

یعنی ایک بوالفضول نے صوفی سے کہا کہ کیا ہے ایک دسترخوان روٹی سے خالی لٹکا ہوا ہے

یعنی ایک آدمی نے کہا کہ میاں دسترخوان لٹکا ہوا ہے اسپر وجد کیسا ہے۔

گفت رو رو نقش بے معنیستے　　تو بجو ہستی کہ عاشق نیستی

یعنی صوفی نے کہا کہ جا جا کہ تو نقش بے معنی ہے تو ہستی کو تلاش کر اسلئے عاشق نہیں ہے۔

شرح حبیبی

عشق نان بی نان غذای عاشق است	بند ہستی نیست ہر کو صادق است
عاشقان را کار نبود با وجود	عاشقان را ہست بے سرمایہ سود

بال نے و گرد عالم می پرند	دست نے و گوز میدان می برند
آن فقیرے کوز معنی بوئے یافت	دست ببریدہ ہمی زنبیل بافت
عاشقان اندر عدم خیمہ زدند	چون عدم یکرنگ و نفس واحدند

یہان سے مولانا کا کلام شروع ہوتا ہے اور وجہ ربط یہ ہے کہ اوپر چونکہ عاشق کی ایک حیرت انگیز صفت بیان کی تھی جو غیر عاشقوں کے خلاف تھی یعنی دسترخوان مین باوجود روٹی نہ ہونے کے اُسکو دیکھکر خوش ہونا لہذا یہاں سے مولانا عاشق آپہی کے حیرت انگیز اور اسکے ساتھ مخصوص صفات کو گناتے ہین اور کہتے ہیں کہ واقعی عاشقوں کے اوصاف غیر عاشقوں کی صفات سے ممتاز اور حیرت انگیز ہوتے ہین چنانچہ ایک صفت اُن کی یہ ہے جو دوسرون مین نہیں کہ اُن کی غذا عشق ہے جسکو غذا ہونیکے اعتبار سے روٹی اور نفس الامر کے لحاظ غیر نان کہا جاسکتا ہے (اس توجیہ پر عشق نان بے نان ترکیب اضافی نہ ہوگی اور نان بے نان کنایہ جوع سے نہ ہوگا بلکہ نان بے نان صفت ہوگی عشق کی۔ لے عشقے کہ او بوجہے نان است و باعتبارے غیر نان۔ اور اس توجیہ سے محشین کی توجیہ کا بے لطف بلکہ غیر صحیح ہونا ظاہر ہوجاویگا کیونکہ اسوقت معنے یہ ہونگے کہ عاشق خدا کی غذا بھوک کا عشق ہے ولا یخفی سخافتہ) اور دوسری صفت یہ کہ وہ صادق ہین اور جو صادق ہوتے ہین وہ ہستی مین محبوس نہین ہوتے لہذا انکو وجود سے خواہ اپنا ہو یا غیر کا کچھ کام نہیں وہ تو نیستی اور فنا چاہتے ہین اور نیستی ہی سے اُنکو دولت وصال ہاتھ آتی ہے تو گویا کہ اُنکو بے مال کے نفع ملتا ہے یہ ایک عجیب بات ہے اور دیکھو اُنکے بازو نہین ہوتے مگر عالم کا چکر لگاتے ہین یعنی اپنے کشف سے عالم کی حالت معلوم کرتے ہین نیز اُنکے ہاتھ نہین ہوتے مگر میدان سے گیند اُڑا لیجاتے ہین (یعنی وصال محبوب سے کامیاب ہوکر دوسروں پر سبقت لیجاتے ہین۔ اور کوئی حیلہ و تدبیر ذاتی نہیں رکھتے کیونکہ فانی ہوتے ہین اور خودی کو مٹا چکتے ہین یہ جو کچھ کرتے ہین اپنے کو حق سبحانہ کا تابع بنا کر کرتے ہین) عام محسوسات مین بھی تمکو اس کی نظیر ملیگی دیکھو وہ فقیر شیخ اقطع جنکو معنی اور حقیقت کا پتہ لگ گیا تھا بدون ہاتھ کے زنبیل بُنتے تھے پس بلا ہاتھ کے گیند اڑا لیجانا بہت ہی قریب بفہم ہوگیا اور دیکھو چونکہ عشاق ہستی کو فنا کرکے نیستی مین سکونت اور بود و باش اختیار کرتے ہین اسلئے

عدم کی صفت حاصل کر لیتے ہیں۔ اور جسطرح اعدام میں تمایز نہیں ہوتا یونہی یہ بھی سب ایک رنگ اور مثل ایک جان کے ہوتے ہیں۔ یعنی چونکہ انکے اغراض و مقاصد میں اختلاف نہیں ہوتا جو کہ منشأ تفرق ہے اسلئے سب ایک جان دو قالب ہوتے ہیں (تنبیہ قولہ ؎ عشق نان بے نان غذائے عاشق است میں یہ بھی احتمال ہے کہ مقولہ صوفی ہو اُسوقت مطلب یہ ہوگا کہ ہم تو روٹی کے عاشق ... ہیں اور ہماری غذا تو روٹی کا عشق ہے نہ کہ روٹی بس ہکو اُسکے تصور میں بھی مزہ آتا ہے اور اُسکی ظرف کو دیکھکر بھی ہم آپ میں نہیں رہتے اسلئے تیری غذا روٹی ہے اور تو ہستی نان چاہتا ہے اور ہستی سے تجھپر کچھ اثر نہیں ہوتا۔ یہ تقریر صوفئے بر مسخ الخ جو ان اشعار کے متصل پیشتر شرح ہو چکے ہیں) کی مذکورۂ بالا دو توجیہوں میں سی پہلی توجیہ کی مؤید ہے)

شرح شبیری

عشق نان بی نان غذای عاشق است ‌‌ ‌ بند ہستی نیست ہر کو صادق است

یعنی عشق روٹی کا بے روٹی کے غذا عاشق کی ہے اور جو صادق ہے وہ مقید ہستی نہیں۔ مطلب یہ کہ چونکہ تو عاشق نہیں ہے لہذا تو اسکو ڈھونڈھ کہ روٹی ہے یا نہیں ہکو تو تصور کافی ہے ہکو اس محسوس کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ایسی نان محسوس کے ہکو غذا ملتی ہے اصل میں معلوم یہ ہوتا ہے کہ اُس صوفی نے جو دسترخوان دیکھا اور اُس سے ذہن غذائے محسوس کی طرف منتقل ہوا اس غذائے محسوس سے غذائے معنوی کی طرف ذہن منتقل ہو گیا بس اسپر وجد کر رہا تھا اور صوفیہ معنویات کو عدم سے تعبیر کر دیا کرتے ہیں اور وہ عدم اضافی ہوتا ہے نہ کہ حقیقی تو اُن کا یہ کہنا کہ تم ہستی کو تلاش کرو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اس ہستی محسوس کو ڈھونڈھو ہکو اسکی ضرورت نہیں ہکو ہستی معنوی جسکو عدم سے تعبیر کیا جاتا ہے کافی ہے آگے فرماتے ہیں کہ

عاشقاں را کار نبود از وجود ‌‌ ‌ عاشقاں را ہست بے سرمایہ سود

یعنی عاشقوں کو وجود (محسوس) سے کام نہیں ہے عاشقوں کو بے سرمایہ (محسوس) کے نفع ہوتا ہے

بال نے و گرد عالم می پرند ‌‌ ‌ دست نے و گوز میداں می برند

یعنی بازو (محسوس) نہیں ہے اور عالم کے گرد اُڑتے ہیں۔ ہاتھ (محسوس) نہیں ہیں اور گیند میدان سے لیجاتے ہیں (اسلئے کہ ان کی سیر اور ان کی ترقی تو معنوی ہوتی ہے اُسکے لئے ان محسوسات

کی ضرورت ہی نہیں ہوتی) آگے اسکی ایک نظیر لاتے ہیں کہ

آن فقیرے کو ز معنی بوی یافت — دست ببریدہ ہمی زنبیل بافت

یعنی وہ فقیر جسنے کہ بو معنی سے پائی ہاتھ کٹے ہوئے بھی زنبیل بنتا تھا۔ (تو دیکھئے اُنکو اس دست محسوس کی ضرورت نہ تھی اُنکے لئے دست معنوی موجود تھا)

عاشقان اندر عدم خیمہ زدند — چوں عدم یک رنگ و نفس واحدند

یعنی عاشق لوگ عدم میں خیمہ لگاتے ہیں اور مثل عدم کے یک رنگ اور نفس واحد ہیں۔ مطلب یہ کہ جو عاشق ہیں اُنکو ہستی محسوس کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ وہ ہستی معنوی کے محتاج ہوتے ہیں جسکو کہ عدم سے تعبیر کرتے ہیں اور اُسکے اعتبار سے وہ عدم کی طرح یک رنگ ہوتے ہیں کہ جسطرح عدم میں باعتبار وجود کے تشتت نہیں ہے بلکہ نسبۃً کم ہے اسیطرح اُنکے اندر بھی تشتت اور اختلاف نہیں رہتا اگرچہ تشخصات مختلف ہوتے ہیں مگر اختلاف اور تشتت نہیں ہوتا۔ اب یہاں کوئی کہتا ہے کہ آپکو ہی معلوم ہوتا ہوگا ہمکو تو کچھ لطف نہیں آتا تو آگے مثالوں سے اس استبعاد کو دور فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

شیر خوارہ کے شناسد ذوق لوت — مر پری را بوئے باشد لوت پوت

آدمی کے بو برد از بوئے او — چونکہ خوُ اوست ضد خوی اوست

پیش قبطی خون بود آن آب نیل — آب باشد پیش سبطے جمیل

جادہ باشد بحر ز اسرائیلیان — غرقہ گہ باشد ز فرعون عوان

باد بُد بر عادیان گرز و بتر — لیک بر ہود و بر قومش ظفر

گلستان باشد براہیم نار — لیک بر نمرود باشد زہر مار

بر سمندر باشد آتش خاندان — لیک باشد برد گر مرغان زیان

لیک حلوا بر خسان بلوا بود		نزدِ عاشق دردِ غم حلوا بود

ف یعنی مولانا عشاق کے احوال عجیبہ سے استبعاد کو دور فرماتے ہیں اور معترض کے اعتراض کی بیہودگی ظاہر کرتے ہیں اور کہتے ہیں۔ ہر چیز اور ہر شخص کیلئے کچھ مناسبات ہوتے ہیں سو وہ اپنی مناسب اشیاء سے واقف ہوتا ہے اور دوسروں کے مناسبات سے ناواقف۔ اسی لئے وہ دوسروں کی باتوں پر اعتراض کرتا ہے مثلاً بچہ کی غذا دودہ ہے اسلئے وہ نہیں جانتا کہ لذیذ کہانوں میں کیا مزہ ہے اور پری کی غذا محض بو ہے تو آدمی جسکی غذا اجسام ہیں وہ کیسے جان سکتا ہے کہ بو بھی غذا ہو سکتی ہے کیونکہ اُسکی طبیعت اور ہے اور پری کی اور۔ اور دیکھو آب نیل قبطی کیلئے خون ہے اور سبطی کیلئے پانی۔ دریا اسرائیلیوں کے لئے رہگذر ہے اور فرعون کیلئے محل غرق۔ آندھی عاد کیلئے گرز و تبر کی طرح مہلک ہے اور ہود اور اُن کی قوم کیلئے آلۂ فتح۔ آگ ابراہیم کیلئے گلستان ہے اور نمرود کے لئے سانپ کے زہر کی طرح مہلک۔ آگ سمندر کا گہر ہے اور دوسرے جانوروں کیلئے موجب ضرر علیٰ ہذا عاشق کیلئے درد و غم حلوا ہوتے ہیں اور نالائقوں کیلئے حلوا بھی مصیبت ہے کہ ان کا حلوا کہاتے منہ دُکہتا اور کہچڑی کہاتے پہنچا اُترتا ہے یا یوں کہو کہ عشاق کیلئے مصائب بھی موجب راحت ہوتے ہیں کیونکہ اُن کی بدولت وہ وصال محبوب سے متمتع ہوتے ہیں اور نااہلوں کیلئے نعمائے الٰہیہ بھی مصیبت ہوتے ہیں کیونکہ وہ اُن میں مشغول ہوکر حق سبحانہ کو بھول جاتے ہیں۔ ان واقعات سے معلوم ہوا کہ اشیاء کے احوال اختلاف اشخاص و طبائع سے مختلف ہوتے ہیں جو شخص اس سے واقف ہی جو اسکے لئے حاصل ہے وہ اس اثر کا منکر ہے جو دوسروں کیلئے ہے حالانکہ وہ انکار اسکا بیہودہ ہی پس اسی سے تم معترض کے اعتراض کی لغویت اور عاشق کیلئے ان عجائبات مذکورہ کا غیر مستبعد ہونا بخوبی سمجھ سکتے ہو کیونکہ اعتراض اور استبعاد کی بنا دوسروں کی حالت کو اپنے اوپر قیاس کرنا ہے اور یہ باطل ہے جیسا کہ واضح ہو چکا اگر اسقدر بیان سے سیری نہوئی ہو تو اور سنو۔

شرح شبیری

مر پری را بوئے باشد لوت پوت	شیر خوارہ کے شناسد ذوق لوت

یعنی شیر خوار بچہ غذا کا ذوق کب پہچانتا ہے اور جنکو بو ہی غذا ہوتی ہے (مشہور ہے کہ جنات کا غذاؤں کی بو سونگھہ کر پیٹ بہر جاتا ہے تو مولانا بنائے علے المشہور فرما رہے ہین) مطلب یہ ہے کہ دیکھو بچہ کو غذا کے مزہ کی خبر نہین ہوتی اسیطرح جن خوشبو سے غذا حاصل کر سکتا ہے اور تم نہین کر سکتے تو اسطرح اگر اسکو بھی تم نہ سمجھ سکو اور اہل اللہ سمجھ لین تو کیا استبعاد ہے آگے خود فرماتے ہین کہ۔

آدمی کے بو برد از بوئے او　　　　چونکہ خوئے اوست مثل خوئ او

یعنی آدمی کب بو لیجاتا ہے اُسکی بو سے جبکہ غذا اُسکی غیر ہے اُسکی خو کی مطلب یہ کہ جسطرح کہ جن بو سے غذا حاصل کر لیتے ہین تو اُسکی تمکو ہوا بھی نہین لگ سکتی اسلئے کہ تمہاری خاصیت اور ہے اور ان کی خاصیت اور ہے۔

یا بد از بو آن پری بوی کش　　　　تو نیابی آن ز صد من لوت خوش

یعنی وہ جن بو کا کھینچنے والا بو سے وہ چیز پالیتا ہے کہ تم سو من عمدہ غذا سے بھی نہین پا سکتے (اسلئے کہ تم تو اسے کہلائے ہوئے اس سے متمتع نہین ہو سکتے اور وہ صرف بو سونگھہ کر اُس سے متمتع ہو سکتے ہین اسی طرح اگر اہل اللہ ایک چیز سے غذا حاصل کر سکین اور تم نہ کر سکو تو اسمین استبعاد ہی کیا ہے) آگے ایک اور مثال فرماتے ہین کہ۔

پیش قبطی خون بود آن آب نیل　　　　آب باشد پیش سبطی جمیل

یعنی قبطی کے آگے تو آب نیل خون ہو جاتا ہے اور سبطی جمیل کے سامنے وہ پانی ہوتا ہے (تو دیکھو ایک کیلئے خون اور ایک کیلئے پانی)

جادہ باشد بحر ز اسرائیلیان　　　　غرقہ گہ باشد ز فرعون عوان

یعنی دریا اسرائیلیون کے لئے تو راستہ ہو جاتا ہے اور فرعون عوان کیلئے غرق کی جگہ ہو جاتی ہے

باد صرصر عادیان گر زد و تبر　　　　لیک بر ہود و بر قومش ظفر

یعنی ہوا عادیون کیلئے تو گرز و تبر ہو گئی تھی لیکن ہود اور اُن کی قوم کے لئے فتح ہو گئی (کہ اُنکے اعداء کو ہلاک کیا)

گلستان باشد بر ابراہیم نار　　　　لیک بر نمرود باشد زہر مار

یعنی آگ ابراہیم علیہ السلام پر تو گلستان ہو جاتی ہے لیکن نمرود پر زہر مار ہوتی ہے،

برسمندر باشد آتش خاندان | لیک باشد بردگر مرغان زیان

یعنی سمندر پر تو آگ گھر ہوتی ہے لیکن دوسرے جانوروں کیلئے نقصان دہ ہوتی ہے۔ (تو دیکھو ایک شے ایک کیلئے مضر اور دوسرے کو نافع تو اسیطرح اہل اللہ کو وہ اشیاء معنوی کار آمد ہوتے ہیں اور وہ اُن محسوسات کے محتاج نہیں ہوتے اور تمکو یہ میسر نہیں ہے)

نزد عاشق درد وغم حلوا بود | لیک حلوا برخسان بلوا بود

یعنی عاشق کیلئے درد و غم حلوا ہوتا ہے لیکن خسوں پر بھی حلوا بلوا ہو جاتا ہے آگے اسی کی تائید میں ایک حکایت لاتے ہیں۔

شرح حبیبی

انچہ یعقوب از رخ یوسف بدید	وانچہ او از بوئے او اندر کشید
وانچہ در روے بود و اندر روے بدید	خاص رو بدا و با خوان کو رسید
این ز عشقش خویش در چہ میکند	وان بکین از بہر او چہ میکند
سفرۂ او پیش این از نان تہیست	پیش یعقوب است پر کو مشتہیست
روئے ناشستہ نہ بیند روے حور	لا صلوۃ گفت الا بالحضور
عشق باشد لوت پوت جانہا	جوع ازین رولیست قوت جانہا
جوع یوسف بود مر یعقوب را	بوئے نان خوش می رسید از دور جا
آنکہ بستد پیرہن را می شتافت	بوئے پیراہان یوسف می نیافت
وانکہ صد فرسنگ رہ زانسو بداو	چونکہ بد یعقوب می بوئید بو

ای بسا عالم ز دانش بی نصیب	حافظ علم است آنکس نی حبیب
مستمع از وی ہمی یابد مشام	گرچہ باشد مستمع از جنس عام
زانکہ پیراہن بدستش عاریہ است	چوں بدست آں نخاسی جاریہ است
جاریہ پیش نخاسے سرسری است	در کف او از برائے مشتری است

دیکھو جو بات یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کے چہرہ مین نظر آتی تھی اور جو سرور کہ اُنکو اُنکی بو سے حاصل ہوتا تھا اور جو خوبیان کہ یوسف علیہ السلام میں تھین اور جن کمالات کو یعقوب علیہ السلام اُن کی اندر دیکھتے تھے یہ سب باتین انہیں کیساتھ مخصوص تھیں۔ بھائیونکو انکی ہوا بھی نہ لگی تھی۔ نیز یعقوب علیہ السلام تو انکے غم مین اپنے کو ہلاک کئے دیتے تھے اور بھائی انکے لئے کنوان کہودتے اور اُنکو مارنے کی فکر مین تھے اُنکو تو وہ خالی دسترخوان کی طرح معرا عن الکمالات دکھلائی دیتے تھے اور یعقوب علیہ السلام کیلئے روٹیون سے پُر دسترخوان کی طرح کمالات سے لبریز تھے وجہ فرق کیا ہے وہ یہ کہ انکو طلب اور عشق تھا اور بھائی اس سے بے بہرہ تھے اصل بات یہ ہے کہ بدطینت اور نالائق لوگون کو حور کا چہرہ حسین نظر نہین آتا۔ جیسا کہ اخوان یوسفؑ کو یوسفؑ کا چہرہ نہ دکہلائی دیا۔ اسلئے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بلا حضور کے نماز ہی نہیں ہوتی کیونکہ حقیقت صلوٰۃ مشاہدہ محبوب حقیقی ہے اور یہ بدون حضور قلب کے نہین ہوتا۔ اور حضور قلب بدون صفائی باطن وازالۂ صفات رذیلہ کے نہین ہوتا۔ اسلئے ضرورت ہوئی صفائی باطن اور ازالۂ صفات ذمیمہ کی (اس شعر کی دوسری توجیہ یہ ہے کہ کفار کو حور کا چہرہ نظر نہ آئیگا کیونکہ اُنکو اس سے مناسبت نہیں۔ علی ہذا نماز بدون حضور کے نہیں ہوتی کیونکہ نماز اور عدم حضور مین مناسبت نہین اس موقع پر یہ دو مستقل نظیرین ہونگی) اور چونکہ انکو روئے خوب اسلئے دکہلائی نہیں دیتا کہ اسپر صفات نفسانیہ کا غلبہ ہوتا ہے اسی لئے اُنکو اہل کمال سے عشق بھی نہیں ہوتا۔ کیونکہ عشق اہل کمال تو ارواح کی غذا ہے اور وہ سراپا نفس ہین تو انکو یہ دولت کیونکر حاصل ہو سکتی ہے لہذا یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام سے عشق تھا اور بھائیوں کو نہ تھا جبکہ ارواح کی غذا عشق ٹھیرا تو

اسی لئے کہا گیا ہے الجوع طعام الصدیقین یا یون کہو کہ بھوک ارواح کی غذا ہے (اسکی دو توجیہین ہوسکتی
ہین اول یہ کہ جوع استعارہ ہو عشق سے تب تو واضح ہے دوسری یہ کہ جوع اپنے حقیقی معنے پر ہو اُس
وقت اسکی توجیہ یہ ہوگی کہ بھوک سے سورۂ نفس منکسر ہوتی ہے اور نفس کی قوت جسقدر گھٹے گی اُتنی
ہی روح کو قوت ہوگی اسلئے بھوک قوت روح کا سبب ہے لہٰذا اسکو روح کی غذا کہا گیا اور وجہ
تفرع غذائیت جوع بر غذائیت عشق یہ ہوگی کہ جوع سبب عشق ہے کیونکہ بھوک سے نفس کی قوت
ٹوٹے گی اُس سے صفات ذمیمہ زائل ہونگی اس سے روح کو صفائی اور قوت حاصل ہوگی اس سے
اُسکو عشق حق سبحانہ حاصل ہوگا والاقرب ھو الاول کما یدل علیہ البیت الاٰتی) پس چونکہ
یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کی بھوک یعنی عشق اور طلب تھی اسی لئے اُنکو دور و دراز جگہ
سے روٹی (یعنی اپنے مطلوب یوسف علیہ السلام) کی بو آتی تھی دیکھو جو شخص کرتہ لئے ہوئے آتا تھا
چونکہ اُسکو بھوک (عشق) نہ تھی لہٰذا اُسکو بو نہ آتی تھی اور جو شخص کہ سو فرسنگ اُدھر تھا چونکہ وہ
یعقوب (عاشق) تھا وہ اسکو سونگھتا تھا اسی طرح بہت سے عالم ایسے ہین جو علم باعمل سے بے بہرہ
ہین اور اُنپر اُس کا کچھ اثر نہین لہٰذا گویا کہ اُنکو علم ہی حاصل نہین۔ ایسے لوگ علم کا صندوق ہین اور خود
کوئی کمال نہیں رکھتے مگر سننے والا اُس سے متاثر ہوتا ہے گو وہ عامی ہو وجہ اسکی یہ ہے کہ وہ
علم انکے لئے نہین ہے اُنکے پاس تو بطور عاریت کے ہے اور منتفع ہونیوالے اس سے مستمعین ہین
جسطرح کہ بردہ فروش کے پاس جاریہ ہوتی ہے کہ وہ اُسکی پاس برائے چندے ہوتی ہے اور وہ
اُسکو مشتری تک پہونچا دینے تک قابض ہوتا ہے اور حقیقت مین وہ مشتری کیلئے ہوتی ہے اور
وہی اُس سے منتفع ہوتا ہے

شرح شبیری

یعقوب علیہ السلام کا یوسفؑ کے چہرے سے جام حق کو پینے
مین مخصوص ہونا اور بوئے یوسفؑ سے بوئے حق لینے مین
اور بھائیون کا ان دونون منفعتون سے محروم رہنا

آنچہ یعقوبؑ از رخ یوسفؑ بدید ۔۔۔ وانچہ او از بوئے او اندر کشید

یعنی یعقوب علیہ السلام نے یوسفؑ کے رخ سے جو دیکہا اور جو کچہہ کہ اُنہون نے اُنکی بوسی کھینچا

وانچہ در وے بود اندر وے بدید ۔۔۔ خاص او بُد او باخوان کے رسید

یعنی جو چیز کہ اُنکے اندر تھی اُنہوں نے اُن مین دیکھ لی اور وہ اُنہیں کا خاصہ تھا وہ بہائیون کو کب پہونچا مطلب یہ کہ دیکہو یعقوبؑ یوسفؑ سے بوئے حق پاوین اور اُنکے بہائی اُس سے محروم رہین۔

او ز عشقش خویش در چہ میکند ۔۔۔ وان یکین از بہر او چہ میکند

یعقوب علیہ السلام تو اُن کے عشق کی وجہ سے اپنے کو کنوین مین کرتے ہین اور وہ بہائی اُن کے واسطے کنوان کہود رہے ہین۔

سفرۂ او پیش این از نان تہی است ۔۔۔ پیش یعقوبؑ است پر کو مشتہی است

یعنی اُن (یوسفؑ) کا دستر خوان ان (بہائیوں) کے سامنے تو خالی ہے اور یعقوبؑ کے سامنے پُر ہے کیونکہ وہ اشتہا والے ہین۔ (تو دیکہئے یوسفؑ اور یعقوبؑ مین مناسبت ہے اور بہائیون مین اور ان مین مناسبت نہیں ہے)

روئے ناشستہ نہ بیند روئے حور ۔۔۔ لاصلوٰۃ گفت الا بالحضور

یعنی نجس حور کا منہ نہ دیکہے گا اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لاصلوٰۃ الا بحضور القلب! نجس سے مُراد کافر مطلب یہ کہ حضور قلب اور صلوٰۃ مین اور مومن اور حور مین مناسبت ہے تو یہ تو انکی ساتھ جمع ہو جاوینگے اور دوسرون کے ساتھ جمع نہ ہونگے۔

عشق باشد لوت پوت جانہا ۔۔۔ جوع از ین روئیست قوت جانہا

یعنی ارواح کی غذا عشق ہوتی ہے اور اسی وجہ سے قوت ارواح جوع ہے مطلب یہ کہ بزرگون نے کہا ہے کہ الجوع طعام الصدیقین تو جو اہل اللہ ہین اُنکو اس غذائے ظاہری محسوس کی ضرورت نہین ہوتی بلکہ اُنکی غذا عشق اور غذائے معنوی ہو جاتی ہے۔

جوع یوسفؑ بود مر یعقوبؑ را ۔۔۔ بوئے نانش می رسید از دور جا

یعنی یعقوبؑ کو یوسفؑ کی جوع تھی تو اُنکو اُنکی نان کی بو دور جگہ سے پہونچتی تھی یعنی چونکہ وہ اُنکے

طالب تھے لہذا دور سے اُنہون نے بوئے پیراہن محسوس کر لی۔

آنکہ بستد پیرہن رامی نشافت　　بوئے پیراہان یوسف می نیافت

یعنی جسنے کہ پیراہن (یوسفی) کو لیا اور وہ (اُسکو لئے ہوئے) دوڑ رہا تھا اُسنے بو پیراہان یوسف؏ کی نہ پائے۔

وانکہ صد فرسنگ زاں سو بود او　　چونکہ بد یعقوب می بوئید او

یعنی اور وہ کہ وہ سو فرسنگ اُس طرف تھے چونکہ وہ یعقوب تھے وہ سونگھہ رہے تھے (تو دیکھو چونکہ وہ لانے والا تو طالب یوسف؏ نہ تھا اسلئے وہ اُس سے متمتع نہ ہوسکا اور یعقوب علیہ السلام طالب تھے وہ اُس سے متمتع ہوئے اب مولانا اسپر تفریع فرماتے ہین کہ)

اے بسا عالم ز دانش بی نصیب　　حافظ علم است آنکس نی حبیب

یعنی بہت سے عالم ہین جو عقل سے بے نصیب ہین وہ شخص حافظ علم ہے نہ کہ کوئی بڑا آدمی یعنی جو لوگ کہ عالم بے عمل ہین وہ علم کے محافظ ہین باقی خود کامل نہین اور چونکہ طالب حق نہین لہذا اس علم سے متمتع نہین ہوتے

مستمع از وے ہمی یابد مشام　　گرچہ باشد مستمع از جنس عام

یعنی سننے والا اُس سے خوشبو پاتا ہے اگرچہ وہ سننے والا عوام مین ہی سے ہو مطلب یہ کہ اس عالم سے جو اور لوگ سنتے ہین وہ اگرچہ عوام ہی ہین اُنکو نفع ہوتا ہے اسلئے کہ وہ طالب ہوتے ہین آگے اسکی وجہ فرماتے ہین کہ

زانکہ پیراہن بدستش عاریہ است　　چون بدست آن نخاسی جاریہ است

یعنی اسلئے کہ پیراہن اُسکے ہاتھ مین عاریت ہے جیسے کہ نخاسی کے ہاتھ مین جاریہ ہوتی ہے مطلب یہ ہے کہ جسطرح نخاسی کے پاس جاریہ ہوتی ہے کہ اُسکو اُسکے حسن وجمال سے کوئی واسطہ ہی نہین اُسکو اپنے ٹکون سے کام اسی طرح عالم بے عمل یا وہ آیندہ پیراہن ہے کہ اُسکو اسکی خوبی اور اُسکے صفات سے کوئی غرض ہی نہین وہ صرف اُسکی حفاظت کرتا ہے اور مثلاً جو خریدار جاریہ کا ہے وہ اسپر جان فدا کئے دیتا ہے اور سارا گھر بار اسپر سے نثار کرنے کو تیار ہے اسلئے کہ وہ اُسکی قدر جانتا ہے اسی طرح جو طالب علم ہے وہ بھی علم پر سے جان سے قربان ہوتا ہے

اور اُس سے متمتع ہوتا ہے آگے خود فرماتے ہین کہ

جاریہ پیش نخاسی سرسری است — درکف او از برائے مشتری است

یعنی جاریہ نخاسی کے سامنے تو ایک سرسری چیز ہے اور اُسکے ہاتھ مین خریدار کیلئے ہے (چونکہ وہ اُس کے پاس عارضی طور پر ہی لہذا اُس سے متمتع بھی نہین ہوتا تو پس معلوم ہوا کہ ایک ہی شے ایک کیلئے کوئی اثر کرتی ہے اور دوسرے کیلئے دوسرا اثر کرتی ہے تو اگر اہل اللہ غذائے معنوی کو حاصل کرین اور تم نہ کر سکو تو اُسمین استبعاد ہی کیا ہے) آگے فرماتے ہین کہ

شرح حبیبی

قسمت حق است روزی خواہ نے — ہر یکے را سوئے دیگر راہ نے

یک خیال نیک باغ آن شدہ — یک خیال زشت راہ آن زدہ

آن خیالے از اثر باغے شدہ — وان خیالے عالمے برہم زدہ

آن خدائے کز خیالے باغ ساخت — وز خیالے دوزخ و جائے گداخت

پس کہ داند راہ گلشنہائے او — پس کہ داند راہ گلخنہائے او

دیدہ بان دل نہ بیند در مجال — کز کدامین رکن جان آید خیال

جز مگر آن دل کہ دارد عون حق — کون او را نیست کردہ کون حق

گر بدیدی مطلعش از احتیال — بند کردے راہ ہر ناخوش خیال

کے رسد جاسوس را آنجا قدم — کہ بود مرصاد در بند عدم

دامن فضلش بکف کن کوروار — قبض اعمی ایں بود اے شہریار

دامن او امر و فرمان ولیست — نیک بختے کہ تقی جان ولیست

آن یکے در مرغزاری جوئے آب	وان یکے پہلوئے او اندر عذاب
او عجب مانده که ذوق آن ز چیست	این عجب مانده که این در حبس کیست
هین چرا خشکی که اینجا چشمها است	هین چرا زردی که اینجا صد دوا است
هین بیا اے همنشین در انجمن	گو بدے اے جان من نیارم آمدن
هین بیا جانان که پایت بسته نیست	گویدش نے نے نتانم تو بایست
این مثل آمد درین معنی بگفت	بو که یابی زین بیان سر نهفت
اندرین معنے بگویم قصهٔ	گوش بکشا تا بری زان حصهٔ

اب رہی یہ بات کہ جو بات ایک کو حاصل ہوتی ہے دوسرے کو کیون نہیں ہوتی اُسکی وجہ یہ ہے کہ یہ تقسیم حق سبحانہ کی ہے جو اُسنے اپنی حکمت بالغہ کی بنا پر کی ہے خود لوگون کی نہیں کہ جو جس چیز کو چاہے حاصل کرے اسلئے کوئی شخص بطور خود دوسرے کی صفت کو حاصل نہین کر سکتا۔ دیکھو ایک خیال تو اچھا ہی جو صاحب خیال کیلئے باغ کی طرح فرحت افزا اور مسرت بخش ہے اور ایک خیال برا ہے جو صاحب خیال کو خوشی تک نہیں پہونچنے دیتا۔ اور ایک خیال تو اپنے اثر سے عالم کو گلشن بنا دیتا ہے (مثلاً خیال عدل) دوسرا خیال ہے کہ عالم کو تہ و بالا کر دیتا ہے (خیال جور) یہ کس کا پیدا کیا ہوا ہے وہ خدا ہی ہے جسنے ایک خیال کو باغ کی طرح مسرت بخش اور سرور افزا بنایا ہے اور دوسرے خیال کو دوزخ کی طرح موجب تکلیف اور گھلانے والا بنایا ہے جبکہ یہ تصرف کرنیوالا خدا ہی ہے تو اب اُس کے باغون یعنی عمدہ خیالات اور اُسکی دوزخون یعنی برے خیالات کا رستہ کون جان سکتا ہے کہ وہ کہاں سے اور کیونکر آتے ہین۔ دل جو لا نگاہ روح مین چارون طرف دیکھتا ہے کہ انکا رستہ معلوم کرون کہ وہ کہان سے آتے ہین لیکن اُسکو معلوم نہیں ہو سکتا کہ وہ کس دیوار مین کو پھوٹ آتے ہین الا وہ دل جسکو حق سبحانہ کی تائید حاصل ہو اور مؤید بقوت قدسیہ ہو اور اپنی ہستی کو حق سبحانہ کی ہستی مین فنا کر کے متخلق باخلاق اللہ ہو گیا۔ اور خدا کے رنگ مین رنگ گیا ہو جسنے کہا ہے کہ ہر دل نہین دیکھ سکتا اُسکی بہ

یہ ہے کہ اگر ہر دل دیکھہ سکتا کہ وہ خیالات کہاں سے پھوٹتے ہیں تو وہ تدبیر سے ہر ناپسندیدہ خیال کا رستہ بند کر دیتا اور کبھی تکلیف دہ خیال ذ آنے دیتا۔ حالانکہ وہ ایسا نہیں کر سکتا نیز چونکہ یہ شخص حق سبحانہ سے تعلق نہیں رکھتا اسلئے اسکی یہ تلاش ایسی ہوگی جیسے جاسوسوں کی اور جاسوس کی وہاں رسائی ہو نہیں سکتی کیونکہ وہ گبات تو عالم وفنا میں محبوس ہے اور عالم وفنا تک اس جاسوسی کی رسائی ہی نہیں کیونکہ یہ ہستی میں محبوس ہے پس یہ وہاں تک کیسے پہونچ سکتا ہے اور وہاں کی حالت کیونکر معلوم کر سکتا ہے پس ای جاسوس تو اس فکر کو چھوڑ دے اور حق سبحانہ کے فضل کا دامن پکڑ لے۔ کیونکہ اندھے کیلئے رستہ کو دیکھنے کی فکر لغو ہے اُسکے لئے تو دامن پکڑ لینا ہی کافی ہے دامن فضل حق اُسکے اوامر ہیں۔ یعنی بس تو احکام پر کاربند رہ اور زائد فکروں کو چھوڑ دے یہی بڑی سعادت ہے کہ آدمی کی جان سوزش عشق الٰہی سے جلتی ہو اور وہ طلب حق میں منہمک ہو اور انکشاف اسرار کوئی مقصود کمال نہیں جسکی فکر میں آدمی پڑ جائے۔ اب تقسیم حق کی ایک اور دلیل سنیئے ایک شخص ایک باغیچہ میں نہر کے کنارہ بیٹھا ہے۔ دوسرا اُسکے قریب ہی مصیبت میں مبتلا ہے مشیت زدہ تعجب کر رہا ہے کہ اسے کاہے کی خوشی ہے اور وہ تعجب کرتا ہے کہ کمبخت تکلیف میں کیوں مقید ہے یہ میرے پاس کیوں نہیں آجاتا کہ اسے راحت ہو یہ خیال کرکے وہ اس سے کہتا ہے کہ ارے تو پیاسا کیوں مر رہا ہے آجا یہاں بہت چشمے ہیں اور تو بیمار کیوں ہے میرے پاس آ یہاں تیرے مرض کا علاج موجود ہے۔ ارے یار تو بھی اس محفل عیش ونشاط میں آجا مصیبت کیوں جھیل رہا ہے وہ کہتا ہے میں تو نہیں سکتا وہ پھر کہتا ہے کہ ارے آجا تیرے پاؤں میں بیڑیاں تو نہیں پڑیں وہ اسیر بھی یہی جواب دیتا ہے کہ بس کرو جی تمہیں معلوم نہیں میں آ ہی نہیں سکتا خلاصہ یہ کہ ایک شخص خوش وخرم ہے اور دوسرا تکلیف میں مبتلا ہے وہ بزبان حال کہتا ہے کہ تو بھی مجھہ سا ہو جا وہ بزبان حال جواب دیتا ہے کہ میں ایسا نہیں کر سکتا اور قید حال بنا بر اغلب ہے ورنہ گفتگو میں بھی ایسا ہوتا ہے اب مولانا فرماتے ہیں کہ ہم اس مضمون کو ایک قصہ سے واضح کرتے ہیں شاید سمجھہ میں آجاوے اچھا اب میں بیان کرتا ہوں تم غور سے سنو تاکہ تمکو اس سے کچھہ ملجاوے۔

شرح شبیری

قسمت حق است روزی خواہ نے　　ہر یکے را سوئے دیگر راہ نے

یعنی یہ تقسیم حق ہے روزی خواہ کی نہین ہے اور ہر ایک کو دوسری کی طرف راہ نہیں ہے مطلب یہ کہ کسی انسان نے تو تقسیم کیا نہین ہے کہ جو عمدہ عمدہ اپنے لئے رکھہ لیتا یہ تو تقسیم حق ہے جو جسکی مناسب تھا ویسا اُسکو کردیا کسی نے خوب کہا ہے کہ ؎ خالق نے ایک ایک سے بہتر کیا ہے خلق - دارا کوئی کسی کو سکندر بنادیا تو ایک ہی شے ہے ایک کیلئے اور اثر ہے دوسرے کیلئے دوسرا اثر - آگے بھی اسیکو فرماتے ہین کہ

یک خیال نیک باغ آن شدہ　　یک خیال زشت راہ این زدہ

یعنی ایک خیال خوب اُسکے لئے تو وہ باغ ہو رہا ہے اور ایک بُرے خیال نے اُس (دوسری) کی رہزنی کی ہے

آن خیالے از اثر باغ شدہ　　وان خیالے عالمے برہم زدہ

یعنی وہ خیال تو اثر کی وجہ سے باغ ہو رہا ہے اور اُس (دوسرے) خیال نے ایک عالم کو درہم برہم کردیا ہے

آن خدائے کز خیالے باغ ساخت　　وز خیالے دوزخ و جائے گداخت

یعنی وہ وہ خدا ہے کہ ایک خیال سے اُسنے باغ بنایا اور ایک خیال سے دوزخ اور جگہ گھُلنے کی بنائی

پس کہ داند راہ گلشنہای او　　پس کہ داند جائے گلخنہائے او

یعنی پس اُسکے گلشنون کی راہ کون جانتا ہے اور پھر اُسکی گلخنون کی راہ کاکسکو علم ہے -

دیدہ بان دل نہ بیند در مجال　　کز کدامین رکن جان آید خیال

یعنی دل کی آنکھ والا جولانگاہ مین نہین جانتا کہ کون سے رکن جان سے خیال آتا ہے یعنی دل کو بھی خبر نہین ہوتی کہ یہ خیال خوب و زشت کہان سے آرہے ہین اور صاحب دل کو بھی خبر نہیں ہوتی کہ یہ میرے خیالات کہان سے آرہے ہین -

جز مگر آن دل کہ دارد عون حق　　کون او را نیست کردہ کون حق

یعنی مگر سوائے اُس دل کے جو کہ حق تعالیٰ کی مدد رکھتا ہے اور اُسکی ہستی کو ہستی حق نے نیست کردیا ہو مطلب یہ کہ جو فنا فی الحق ہوچکا ہو وہ تو سمجھہ سکتا ہے ورنہ دوسرے کو تو خبر بھی نہین ہوسکتی - آگے اس خبر نہ ہونے کی مصلحت بیان فرماتے ہین کہ -

گر بدیدے مطلعش را ز احتیال　　بند کردے راہ ہر ناخوش خیال

یعنی اگر اُس خیال کے مطلع کو حیلہ سے دیکھ لیتا تو ہر بُرے خیال کی راہ کو بند کردیتا - (مگر)

کے رسد جاسوس را آنجا قدم کو بود مرصاد در بند عدم

یعنی جاسوس (عقل) کا قدم وہان تک کب پہونچتا ہے جبکہ کمینگاہ و بند عدم مین ہو مطلب یہ کہ اگر انسان کو معلوم ہو جایا کرتا کہ یہ میرا خیال کہاں سے ناشی ہے اور کہان سے یہ خیالات آتے ہین تو جسقدر خیالات بُرے ہوتے اُنکو وہ آنے ہی نہ دیتا اور اُنکے مطلع کو بند کر دیتا مگر جہان سے یہ خیال آتے ہین وہان تک عقل کی رسائی ہی نہیں ہے اسلئے کہ یہ خیالات تو حق تعالیٰ کی طرف سے آتے ہین وہان کون جاسکتا ہے جو ان کے مطلع کو بند کرے ہان ایک تدبیر ہو سکتی ہے وہ یہ کہ

دامن فضلش بکف کن کور وار قبض اعمیٰ این بود اے شہریار

یعنی اُسکی دامن فضل کو ہاتھ میں اندھے کی طرح لیلے اور اندھے کا پکڑنا اس وجہ سے ہوتا ہے اے شہریار۔ یعنی بس اُسکے فضل کا دامن پکڑ لو تو انشاءاللہ کبھی بھٹکو گے بس جدہر کو وہ چلے اُدہر کو تم چلو اور کہتے ہین کہ اندھا جو دامن پکڑتا ہے وہ بھی تو اسیلئے تاکہ جدہر کو دامن والا چلے اُدھر ہی کو یہ بھی چلے تو بس تم دامن حق کو استوار پکڑ لو۔ اب کوئی کہتا ہے کہ کیا اللہ میان کے بھی دامن ہوتا ہے تو بتلاتے ہین کہ۔

دامن او امر و فرمان وی است نیکبختے کہ تقی جان وی است

یعنی اُن کا دامن اُنکے امر و فرمان ہین اور وہ نیکبخت ہے اُسکی جان گرمی والی ہے۔ مطلب یہ کہ اُنکے احکام پر چلنا اور فرمان کو بجالانا بھی دامن کو پکڑ کر چلنا ہے اور جسکو گرمی عشق حق نصیب ہے وہ شخص بڑا ہی خوش نصیب ہے۔

آن یکے را مرغزار و جوئے آب وان یکے پہلوئے او اندر عذاب

یعنی ایک کیلئے تو مرغزار اور جوئے آب ہے اور وہ ایک اُسکا پہلو عذاب مین ہے۔ مطلب یہ کہ ایک خیال ہوتا ہے مگر ایک شخص کیلئے جنت ہے اور دوسرے کیلئے وہی دوزخ ہے

او عجب ماندہ کہ ذوق آن ز چیست وین عجب ماندہ کہ این در حبس کیست

یعنی وہ تعجب میں رہا ہے کہ اسکو خوشی کسکی ہے اور اُسکو تعجب ہے کہ یہ کسکے حبس مین ہے (کہ جو غمگین ہے اور وہ اسکو غمگین دیکھکر کہتا ہے کہ)

ہین چرا خشکی کہ اینجا چشمہا است ہین چرا زردی کہ اینجا صد دوا است

یعنی ارے تو خشک کیون ہو رہا ہے اس جگہ تو چشمے ہین اور تو زرد کیون ہے یہاں تو سودائین ہین۔

ہین بیا اے ہمنشین در انجمن　　گوید اے جان من نیارم آمدن

یعنی (وہ کہتا ہے کہ) ارے اے ہمنشین انجمن مین آ تو وہ کہتا ہے کہ لے جان مین آ نہین سکتا۔ (تو وہ پھر کہتا ہے کہ)

ہین بیا جانان کہ پایت بستہ نیست　　گویدش سنے نے نتانم تو بالیست

یعنی اے جان آ جا تیرا پاؤن بندھا ہوا تو نہین ہے تو وہ اس سے کہتا ہے کہ مین نہیں آ سکتا تو کھڑا رہ مطلب یہ کہ ایک شخص ذکر اللہ مین خوش ہے اور وہ دوسرے سے کہتا ہے کہ میان تم دنیا مین پھنسکر غمگین کیون ہوتے ہو یہان آجاؤ دیکھو کیسی خوشی ہے وہ کہتا ہے کہ نہ مجھسے تو ہوتا ہی نہین وہ کہتا ہے کہ ارے اسمین بڑی لذت ہے اور یہ تو بڑا آسان ہے وہ کہتا ہے کہ ہوگا مگر مجھہ سے تو کچھ بھی نہین ہوتا تو دیکھو لیجئے ایک ہی شے ہے ایک کو آسان ایک کو مشکل ایک کو آرام دہ ایک کو سوہان روح ہی آگے فرماتے ہین کہ۔

یک مثل آمد درین معنی بگفت　　بو کہ یابی زین بیان سر نہفت

یعنی ایک مثال اسمین گفتگو مین آئی ہے شاید کہ تم اس بیان سے سر پوشیدہ کو پالو۔ آگے ایک حکایت لاتے ہین کہ ایک آقا اور ایک غلام جارہے تھے غلام نمازی تھا راستہ مین نماز کا وقت آیا تو غلام اجازت لیکر نماز کو چلا گیا اور وہان بہت دیر لگادی آقا نے کہا کہ ارے بھائی آتا کیون نہین اُسنے کہا کہ آنے نہیں دیتے۔ آقا نے کہا کون نہین آنے دیتے غلام بولا کہ جو آپکو اندر نہین آنے دیتے وہ مجھے باہر نہین آنے دیتے۔ یعنی حق تعالیٰ کہ مسجد کے دروازہ پر ہو اور اندر نہین آسکتے اسی طرح وہ مجھے روکے ہوئے ہین تو دیکھئے ایک ہی شے نماز ہے ایک کو اسقدر آسان اور دوسرے کو اسقدر مشکل

اندرین معنی بگویم قصہ　　گوش بکشا تا بری زان حصہ

یعنی اس معنی مین مین ایک قصہ کہتا ہون تو کان کھول تاکہ اُس سے حصہ لیجاسکے (اب قصہ سنئے)

شرح حبیبی

در زمانے بود امیرے از کرام　　بود سنقر نام اور ایک غلام

میر شد محتاج گرمابه سحر — بانگ زد سنقر هلا بردار سر

طاس و مندیل و گل از التون بگیر — تا بگرمابه رویم از ناگزیر

سنقر آمد طاس و مندیل نکو — برگرفت و رفت با او دو بدو

مسجدی در ره بد و بانگ صلا — آمد اندر گوش سنقر بر ملا

بود سنقر سخت مولع در نماز — گفت ای میر من ای بنده نواز

تو برین دکان زمانی صبر کن — تا گزارم فرض و خوانم لم یکن

رفت سنقر میر بر دکان نشست — منتظر از بادهٔ پندار مست

میر از بهر دل آن زنده جان — کرد یک ساعت توقف بر دکان

چون امام و قوم بیرون آمدند — از نماز و وردها فارغ شدند

سنقر آنجا ماند تا نزدیک چاشت — میر سنقر را زمانی چشم داشت

گفت ای سنقر چرا نائی برون — گفت می نگذاردم ای ذوفنون

صبر کن نک آمدم ای روشنی — نیستم غافل که در گوش منی

هفت نوبت صبر کرد و بانگ کرد — تا که عاجز گشت از تیباش مرد

پاسخش این بود می نگذاردم — تا برون آیم هنوز ای محترم

گفت آخر مسجد اندر کس نماند — کیست وا میدارد آنجا کت نشاند

گفت آنکه بسته است از برون — بسته است او هم مرا از اندرون

آنکه نگذارد ترا کائی درون — می نه بگذارد مرا کایم برون

او بدیں سو بست پائے این رہی	آنکہ نگذارد کزین سو پا نہی

کسی زمانہ مین ایک شریف امیر تھے اور سنقر نام اُن کا ایک غلام تھا ایک روز صبح کیوقت اُن کو حمام کی ضرورت ہوئی تو اُنہون نے آواز دی سنقر اُٹھو۔ اور کنیزک سے طشت اور تولیہ اور سرد ہونے کی مٹی لو تاکہ حمام چلین سنقر آیا اور اُسنے طشت اور تولیہ وغیرہ پالیا اور ساتھ ہولیا۔ رستہ مین ایک مسجد پڑتی تھی اس مین سے نماز کی آواز آئی سنقر کو چونکہ نماز کا شوق تھا اسلئے اس نے امیر سے کہا کہ حضور ذرا اس دکان پر تشریف فرما ہون تاکہ مین نماز پڑھ لون۔ مین چھوٹی چھوٹی سورتین لم یکن وغیرہ پڑھون گا۔ یہ کہکر سنقر روانہ ہوگیا۔ اور امیر دوکان پر اُسکے انتظار مین بادہ پندار مین مست بیٹھ گئے کیونکہ نماز مین توکسر شان تھی نماز کیلئے کیسے جاتے وہ امیر اس زندہ دل کی دلجوئی کیلئے کچھ دیر تک دوکان پر بیٹھے رہے جبکہ امام اور مقتدی نماز اور درود وظائف سے فارغ ہوکر نکلے تو سنقر نہ نکلا وہ چاشت (اشراق یا چاشت معروف) تک وہین رہا امیر نے ایک عرصہ تک تو انتظار کیا جب وہ نہ آیا تو آواز دی کہ اے سنقر تم آتے کیون نہین اُس نے جواب دیا کہ جناب مجھے آنے نہین دیتا ذرا توقف فرمائیے مین ابھی حاضر ہوا مجھے خود خیال ہے اور مین جناب کی طرف سے غافل نہین ہون۔ غرض یون ہی سات مرتبے اُسنے آوازین دین اور ساتون مرتبہ وہی جواب ملا۔ اور اُسنے صبر کیا۔ آخر وہ اُسکے غمزہ سے عاجز ہوگیا۔ کیونکہ اسکا جواب ہر مرتبہ یہی ہوتا تھا کہ حضور مجھے آنے نہین دیتا۔ بالآخر اُسنے مجبور ہوکر کہا کہ مسجد مین تو کوئی شخص بھی نہین رہا پھر تجھے کون روک رہا ہے اور کسنے بٹھلا رکھا ہے اُسنے جواب دیا کہ حضور جسنے جناب کو باہر روک رکھا ہے اُسی نے مجھے اندر روک رکھا ہے اور جو آپکو اندر آنے نہیں دیتا وہی مجھے باہر نہین آنے دیتا اور جو حضور کو اس طرف قدم نہین بڑھانے دیتا وہی اس غلام کو اُسطرف قدم نہین بڑھانے دیتا یعنی وہ حق سبحانہ ہین جو مقلب القلوب ہین اور جو لوگون کو مختلف خیالات مین محبوس کرتے ہین۔

حکایت ایک امیر کے غلام کی جو کہ نماز اور مناجات کا بہت شوق رکھتا تھا

در زمانے بود امیری از کرام ۔۔۔ بود سنقر نام اور ایک غلام

یعنی ایک زمانہ مین ایک امیر کرام مین سے تھا اور اُس کا سنقر نامی ایک غلام تھا۔

میر شد محتاج گرمابہ سحر ۔۔۔ بانگ زد سنقر ہلا بردار سر

یعنی امیر کو صبح کیوقت نہانے کی ضرورت ہوئی تو آواز دی کہ سنقر ہوشیار ہو جاؤ اور سر اُٹھا

طاس و مندیل و گل از التون بگیر ۔۔۔ تا بگرمابہ رویم و نا گزیر

یعنی تشلہ اور رومال اور منجن لونڈی سے لیلے تاکہ ہم ضرورتًا گرمابہ کو جاوین

سنقر انرم طاس و مندیل نکو ۔۔۔ بر گرفت و رفت با او دو بدو

یعنی سنقر نے اُسی وقت تشلہ اور عمدہ رومال لے لیا اور اُسکے ساتھ ساتھ چلا۔

مسجدے در رہ بد و بانگ صلا ۔۔۔ آمد اندر گوش سنقر برملا

یعنی ایک مسجد راہ مین تھی اور آواز اذان کی سنقر کے کان مین ظاہر طور پر آئی۔

بود سنقر سخت مولع در نماز ۔۔۔ گفت اے میر من ای بندہ نواز

یعنی سنقر نماز کا بہت حریص تھا تو بولا کہ میرے امیر اور اے بندہ نواز۔

تو برین دکان زمانے صبر کن ۔۔۔ تا گذارم فرض و خوانم لم یکن

یعنی تم اس دوکان پر تھوڑی دیر ٹھیرو تاکہ مین فرض ادا کرلون اور لم یکن پڑھ لون (لم یکن پڑھنے سے یہ مراد ہے کہ نماز مختصر ہی پڑھونگا زیادہ طول نہ دونگا)

رفت سنقر میر بر دکان نشست ۔۔۔ منتظر از بادۂ پندار مست

یعنی سنقر تو چلا گیا اور امیر صاحب دوکان پر منتظر بیٹھ گئے اور غرور سے مست تھے

میر از بہر دل آن زندہ جان ۔۔۔ کرد یک ساعت توقف بر دکان

یعنی امیر نے اُس زندہ جان کی خاطر سے ایک گھڑی دوکان پر توقف کیا۔

چون امام و قوم بیرون آمدند ۔۔۔ از نماز و ورد یا فارغ شدند

یعنی جب امام وقوم سب باہر نکل آئے اور نماز اور اوراد سے فارغ ہو گئے۔

سنقر آنجا ماند تا نزدیک چاشت　　میر سنقر را زمانے چشم داشت

یعنی سنقر اُس جگہ اشراق کے قریب تک رہا تو امیر نے سنقر کا کچھ دیر تو انتظار کیا

گفت اے سنقر چرا نائی برون　　گفت می نگذاردم اے ذوفنون

یعنی اُسنے کہا کہ اے سنقر تو باہر کیون نہین آتا تو وہ بولا کہ اے ذوفنون مجھے چھوڑتا نہین۔

صبر کن نک آمدم اے روشنی　　نیستم غافل کہ در گوشِ منی

یعنی صبر کر مین ابھی آیا اے (صاحب) روشنی مین غافل نہیں ہون آپ میرے کان میں ہین یعنی مجھے خود خیال ہے۔

ہفت نوبت صبر کرد و بانگ کرد　　تا کہ عاجز گشت از تیباش مرد

یعنی سات مرتبے آواز دی اور صبر کیا یہانتک کہ اُسکے انتظار سے یہ مرد عاجز ہو گیا

پاسخش این بود می نگذاردم　　تا برون آیم ہنوز اے محترم

یعنی اُس کا جواب یہی تھا کہ مجھے چھوڑتا نہین تاکہ مین باہر آؤن اے محترم۔

گفت آخر مسجد اندر کس نماند　　کیست وا میدارد آنجا کت نشاند

یعنی آقا نے کہا کہ آخر مسجد مین تو کوئی نہین رہا کون اُس جگہ ہے جسنے کہ تجھے ٹھالیا ہے

گفت آنکہ بستہ است از برون　　بستہ است او ہم مرا از اندرون

یعنی غلام نے کہا کہ جسنے کہ تجھے باہر باندہ رکھا ہے اُسی نے مجھے اندر سے باندہ رکھا ہے۔

آنکہ نگذارد ترا کائی درون　　می نہ بگذارد مرا کایم برون

یعنی وہ ذات کہ تجھے نہیں چھوڑتی کہ تو اندر آوے مجھے نہین چھوڑتی کہ مین باہر آؤن۔

آنکہ نگذارد کزاین سو پا نہی　　او بدین سو بست پائے این رہی

یعنی جو کہ نہین چھوڑتا کہ تم اُس طرف پاؤن رکھو اُسی نے اس غلام کے پاؤن اس طرف باندھ دئیے اور وہ ذات حق ہے تو دیکھو ایک ہی کام ایک کو منقبض دوسرے کو منبسط کیا۔ (سادی) آگے مولانا اس کی مثال لاتے ہین کہ۔

شرح حبیبی

ماهیان را بحر بگذارد برون	خاکیان را بحر نگذارد درون
اصل ماهی ز آب و حیوان از گل است	حیله و تدبیر اینجا باطل است
قفل زفت است و کشاینده خدا	دست در تسلیم زن و اندر رضا
ذره ذره گر شود مفتاحها	این کشایش نیست جز از کبریا
چون فراموشت شود تدبیر خویش	یابی آن بخت جوان از پیر خویش
چون فراموش خودی یادت کنند	بنده گشتی آنگه آزادت کنند
گر تو خواهی حری و دل زندگی	بندگی کن بندگی کن بندگی
از خودی بگذر که تا یابی خدا	فانی حق شو که تا یابی بقا
گر ترا باید وصال راستین	محو شو واللہ اعلم بالیقین۔

دیکھو سمندر ہے کہ مچھلیون کو باہر نہین آنے دیتا اور خاکیون کو اندر نہین آنے دیتا۔ وجہ اسکی یہ ہے کہ مچھلی کی اصل پانی ہے اور دیگر حیوانات کی مٹی۔ پس وہ اپنی جنس کو جاذب ہے اور غیر جنس کو مانع۔ اور لقائے مغائرت کیساتھ کوئی تدبیر ایسی نہین جس سے سمندر مین رہنے کے قابل ہوسکے پس تم بھی مناسبت با حق سبحانہ پیدا کرو۔ اور مغائرت و مضادت کو دور کرو اسکی صورت یہ ہے کہ ہمہ تن منقاد حق سبحانہ اور راضی برضائے حق سبحانہ ہو جاوٗ۔ تو گو قفل نہایت سخت ہے مگر خدا اسکو کھول بھی سکتا ہے یہ قفل کھلجاویگا اور بدون حق سبحانہ کے کھولے ہوئے اگر ذرہ ذرہ کنجیان ہو جاوے اور کوشش اسکے کھولنے کی کرے تو ناممکن ہے پس اسکو خدا ہی کھول سکتا ہے بشرطیکہ تم خودی کو مٹادو اور اپنی تدبیر کو بھول جاوٗ۔ اور یہ بات کہ یہ کیونکر ہو اس کا طریقہ بھی ہم بتاتے ہین اور اس کا پتہ دیتے ہین دیکھو یہ خوش نصیبی تمکو اپنے شیخ سے حاصل ہوگی اس کا دامن پکڑو پس جب تمکو اپنی شیخ کی بدولت یہ دولت حاصل ہو جائیگی اور تم اپنے کو بھولجاوٗگے

اُسوقت یہ قفل ٹوٹ جاویگا۔ اور وہ بھی تمکو یاد کرینگے اور جبکہ تم بندگی اختیار کرلوگے اُسوقت تمکو قید ناسوتی سے آزاد کر دین گے پس اگر تم قید نفس سے آزادی اور زنبور دلی چاہتے ہو تو ضرور ضرور بندگی کرو۔ اور خودی کو چھوڑ دو تاکہ خدا کو پاؤ۔ اور فنا فی الحق ہو جاؤ تاکہ بقا بالحق حاصل ہو اور اگر تمکو حقیقی محبوب کا وصال مطلوب ہے تو اپنے کو مٹاؤ واللہ اعلم۔

شرح شبیری

ماهیان را بحر نگذارد برون　　　　خاکیان را بحر نگذارد درون

یعنی مچھلیون کو تو دریا باہر نہیں آنے دیتا اور خاکیون کو بحر ہی اندر نہیں آنے دیتا۔ یعنی دیکھو دریا ایک شے ہے مگر مچھلیاں اُس سے نکلنے مین ہلاکت سمجھتی ہین اور مرغان خاکی اُسکے اندر جانے مین اپنی ہلاکت متصور کرتے ہین اور وجہ اسکی یہ ہے کہ

اصل ماہی زآب و حیوان از گل است　　　　حیلہ و تدبیر اینجا باطل است

یعنی مچھلی کی اصل تو پانی سے ہے اور حیوان کی مٹی سے تو حیلہ و تدبیر اس جگہ باطل ہے مطلب یہ کہ چونکہ اصل فطرت سے اختلاف ہے لہذا نہ وہ دریا مین جا سکے اور نہ وہ دریا سے نکل سکے اور چونکہ اصل فطرت اس طرح ہے لہذا اس مین حیلہ و تدبیر بھی نہیں چلتی کہ حیلہ کر کے فطرت کو بدل کر خاکی دریا مین چلے جاوین یا مچھلیان اُس سے باہر نکل آوین تو اسیطرح جو کہ فنا فی اللہ ہو چکے ہین وہ تو احکام حق مین خوش ہیں اُنکو تو وہان سے نکلنا موت ہے اور جو الگ ہین اُنکو اُنکی بجا آوری موت ہے نہ تو ادھر آسکتے ہین اور نہ وہ اُدھر جا سکتے ہین۔ اب یہان سننے والے کو یاس ہو سکتی تھی کہ بس پھر تو کوئی اُمید ہی نہیں رہی جیسی اصل ہوگی اُسیکے مطابق رہین گے اور کوئی تدبیر کارگر نہوگی لہذا آگے فرماتے ہین کہ

قفل زفت است و کشاینده خدا　　　　دست در تسلیم زن و اندر رضا

یعنی قفل تو عظیم ہے اور کھولنے والا خدا ہے تو تم ہاتھ تسلیم و رضا مین مارو مطلب یہ کہ اگرچہ قفل تو عظیم ہے مگر اُسکو کھولنے والے حق تعالیٰ ہین تم تسلیم و رضا حاصل کر لو اور راضی برضا ہو انشاء اللہ یہ قفل عظیم حق تعالیٰ کھولدینگے۔

ذرہ ذرہ گر شود مفتاحہا　　　این کشایش نیست جز از کبریا

یعنی ذرہ ذرہ اگر کنجیاں ہو جاوین تو یہ کہلنا سوائے حق تعالی کے کسی سے نہین ہے یعنی اگر تمام ذرات عالم کنجیان بنجاوین تب بھی اس قفل کو سوائے خدا کے کوئی نہین کہول سکتا۔

چون فراموشت شود تدبیر خویش　　　بخت یابی اے جوان از پیر خویش

یعنی جبکہ تجھے اپنی تدابیر فراموش ہو جاوین گی تو لے جوان اپنے شیخ سے بخت پاویگا۔ مطلب یہ کہ جب تم تدابیر کو فنا کر دوگے تو تمکو کوئی رہبر مل جاونگا اور وہ حق تعالی تک پھونچادیگا۔

چون فراموش خودی یادت کنند　　　بندہ گشتی وآنگہ آزادت کنند

یعنی جب تو اپنے کو فراموش کرے تو وہ تجھے یاد کرین تو غلام ہو جاوے اسوقت تجھے آزاد کرین اسلئے کہ ارشاد ہے فاذکرونی اذکرکم یعنی مجھے یاد کرو مین تمکو یاد کرون گا۔ اور یاد کامل وہ ہے کہ اسمین اپنی بھی خبر نہ رہے تو بس جب اپنے کو بہلادیا تو اُس طرف سے اذکرکم صادق آگیا۔ آگے فرماتے ہین کہ

گر تو خواہی حرّی و دل زندگی　　　بندگی کن بندگی کن بندگی

یعنی اگر تم آزادی اور دل زندگی کے طالب ہو تو بندگی کرو بندگی کرو بندگی (کہ اسی سے دل زندگی حاصل ہوگی)

از خودی بگذر کہ تا یابی خدا　　　فانی حق شو کہ تا یابی بقا

یعنی خودی سے گذر جا تاکہ تو خدا کو پالے اور فانی حق ہو جا تاکہ تو بقا کو پالے۔

گر ترا باید وصال راستین　　　محو شو واللہ اعلم بالیقین

یعنی اگر تجھے وصال صدیق کی ضرورت ہے تو تو محو ہو جا۔ واللہ اعلم بالیقین۔ تو بس فنا فی الحق ہو کر بقا حاصل ہوتی ہے اور اپنے کو مٹا کر خدا ملتا ہے خوب سمجھ لو آگے پھر اُن انبیاء علیہم السلام کا قصہ بیان فرماتے ہین کہ۔

شرح حبیبی

انبیا گفتند با خاطر کہ چند　　　می دہیم این را و آن را وعظ و پند

چند کوبیم آهن سردی زغی / در دمیدان در قفس هین تا یکی

جنبش خلق از قضا و وعده است / تیزی دندان ز سوز معده است

عقل اول راند بر عقل دوم / ماهی از سر گنده گردد نی ز دم

لیک هم میدان و خر میران چو تیر / چونکه بلغ گفت حق شد ناگزیر

تو نمیدانی که آخر کیستی / جهد کن چندانکه دانی چیستی

چون نهی بر پشت کشتی بار را / بر توکل میکنی آن کار را

تو نمیدانی که از هر دو کئی / غرقهٔ اندر سفر یا ناجئی

گر بگوئی تا ندانم من کیم / در نخواهم تاختن بر کشتی و یم

من درین ره ناجیم یا غرقه ام / کشف گردان کز کدامین فرقه ام

من نخواهم رفت این ره با گمان / بر امید خشک همچون دیگران

هیچ بازرگانئی ناید ز تو / زانکه در غیبست سر این دو رو

تاجر ترسنده طبع شیشه جان / در طلب نی سود دارد نی زیان

بل زیان دارد که محرومست و خوار / نور او یابد که باشد شعله خوار

چونکه بر بوک است جمله کارها / کار دین اولی کزان یابی رها

نیست دستوری درینجا قرع باب / جز امید الله اعلم بالصواب

داعی هر پیشه امید است و بوک / گرچه گردنشان ز کوشش شد چو دوک

بامدادان چون سوی دکان رود / بر امید و بوک روزی می دود

بوک روزی نبودت چون میروی — خوف حرمان هست تحتی چون قوی

خوف حرمان ازل در کسب لوت — چون نکردت سست اندر جستجوت

گوئی از چه خوف حرمان هست پیش — هست اندر کاهلی این خوف بیش

هست در کوشش امیدم بیشتر — دارم اندر کاهلی افزون خطر

پس چرا در کار دین ای بدگمان — دامنت میگیرد این خوف زیان

یا ندیدی کاهل این بازار ما — در چه سود اند انبیاء و اولیاء

زین دکان رفتن چه کان شان رو نمود — اندر این بازار چه بستند سود

آتش آن را رام چون خلخال شد — بحر آن را رام چون حمال شد

از دم آن مرده زنده شده — ابر آنرا سایه بانے آمده

آهن آنرا رام همچون موم شد — باد آنرا بنده و محکوم شد

شد برادر تیغ و دشمن چوب مار — عنکبوتے شد مر آنرا پرده دار

قوم دیگر سخت پنهان می روند — شهرهٔ خلقان ظاهر کے شوند

اینهمه دارند و چشم هیچ کس — بر نیفتد بر کیان شان یک نفس

هم کرامتشان هم ایشان در حرم — نامشان را نشنوند ابدال هم

یا نمیدانی کرمهائے خدا — کو ترا می خواند آن سو که بیا

شش جهت عالم همه اکرام اوست — هر طرف که بنگری اعلام اوست

گر کریمی گویدت آتش درآ — اندر آ زود و مگو سوزد مرا

کوزۂ آتش نرگس و نسرین کند	وز میانش غنچہا سر بر زند
در حقیقت آتش از ہیبت چہا ست	گاہ در دستار خوان انبیا ست

انبیاء علیہم السلام نے جب اُن لوگون کو بہت نصیحت کی اور اُنپر کچھ اثر نہوا تو اُنہون نے اپنے دل مین کہا کہ ہمنے ہر ایک کو بہت کچھ نصیحت مگر کچھ بھی اثر نہوا - یہ لوگ جو اپنی گمراہی سے ٹھنڈا لوہا بنے ہوئے ہین آخر انکو ہم کب تک کوٹین اور سوراخ دار پنجرے مین کب تک پھونک بہرنے کی کوشش کرین - یہ ایک وسوسہ تہا جسکو اُنہون نے یون دفع کر دیا کہ ہر چند کہ مخلوق کی حرکات بحکم قضا و قدر ہین اور جب اُدہر ہی سے مدد ہو اور اُن کے اندر طلب پیدا ہو تب ہی کچھ ہو سکتا ہے کیونکہ بدون طلب کے کچھ نہین ہو سکتا - وانت اُسیوقت چلتے ہین جب پیٹ مین بھوک کی آگ لگی ہوئی ہو - اور چونکہ حق سبحانہ ان کی عقول پر حاکم اور متصرف ہین اور اُنکو منظور نہیں اسلئے کچھ نہین ہوتا اور یہ فساد جو ان مین پیدا ہوا ہے اودہر ہی سے ہے جسمین کوئی حکمت مضمر ہے کیونکہ مچھلی سر ہی کی جانب سے سڑتی ہے دُم سے نہین سڑتی یہ سب کچھ ہے لیکن ہمکو اسکو فقط علم ہی تک محدود رکہنا چاہئے اس کا اثر عمل پر نہ ہونا چاہئے اور کام برابر کرتے رہنا چاہئے - کیونکہ جب حق سبحانہ نے یہ حکم تبلیغ فرمایا ہے تو اُسکی اطاعت ضروری ہے اب مولانا فرماتے ہین کہ جسطرح انبیاء نے قدر کا راز سمجھکر نصیحت کو نہین چھوڑا اسی طرح تم بھی نہ چھوڑو یہ مانا کہ تم نہین جانتے کہ تمہارا کیا حشر ہوگا لیکن تمکو اُسوقت تک کوشش کرتے رہنا چاہئے جب تک کہ تمکو نتیجہ معلوم ہو جاوے اور تم جان جاؤ کہ مقبول ہو یا مردود نیک ہو یا بد اور یہ مرنے کے بعد ہوگا - تو مرتے وقت تک کوشش سے دست بردار نہ ہونا چاہئے - دیکھو جب کشتی پر بوجھ لادتے ہو تو یہ کام تمہارا محض توکل ہی پر ہوتا ہے تمکو یہ معلوم نہین ہوتا کہ تم دو فریق مین سے کس فریق مین ہو آیا ڈوب جاؤگے یا بچ جاؤگے - اب اگر تم یہ کہو کہ صاحب جب تک مین یہ نہ جان لون گا کہ مین ڈوبنے والا ہون یا بچنے والا اسوقت تک نہ کشتی پر سوار ہون گا نہ دریا مین چلون گا - پس پہلے تم مجھے بتا دو کہ مین کس فریق مین ہون آیا ڈوب جاؤنگا یا بچ جاؤنگا تب چلونگا - ورنہ مین اوروں کی طرح خالی امید اور محض گمان پر نہ جاؤنگا تو اس صورت مین تم سے ہرگز سوداگری نہیں ہوسکتی کیونکہ ان دونون پہلوون کی حقیقت پردہ غیب مین مستور ہے - دیکھو جو تاجر ڈرپوک اور نازک مزاج ہوتا ہے طالب دولت کے

بارہ مین نہ اُسکو فائدہ ہوگا نہ نقصان کیونکہ یہ دونون باتین تجارت کرنیکے بعد ہوتی ہین اور وہ ڈر کے مارے تجارت ہی نہین کرتا - پس اُسے نفع یا نقصان کیونکر ہو بلکہ اگر نظر کو غائر کیا جاوے تو اس حالت مین اُسکو نقصان ہی ہوگا کیونکہ محروم اور ذلیل ہوگا اور اُسکو ملتا ہے جو آگ کہا ئی یعنی راحت جفاکش ہی اُٹھاتا ہے - پس چونکہ ہر کام کا مدار توقع اور اُمید پر ہے لہذا دین کا کام اس کا زیادہ مستحق ہے کہ احتمالات کی بنا پر اُسکو نہ چھوڑا جاوے اور یہی صورت رہائی کی ہے دین کے معاملہ مین بجز اُمید کے اور کسی طرح دروازہ کھٹکھٹانے کی اجازت ہی نہین صرف یہ اجازت ہے کہ اُمید رکھو اور کام کرو - نہ اسکی اجازت ہے کہ کام چھوڑو اور نہ اسکی کہ تم نتیجہ کے پیچھے پڑو - دیکھو اُمید ہی وہ شے ہے جو آدمی کو ہر کام پر آمادہ کرتی ہے خواہ اُس مین اُسکو کتنی ہی مشقت برداشت کرنی پڑے اور خواہ اُن کی گردن سوکھکر کانٹا ہوجاوے - مثلاً تاجر جب صبح کو دوکان پر جاتا ہے تو رزق کی ضرور اُمید ہوتی ہے کیونکہ اگر اُمید نہین ہوتی تو پھر کیون جاتے ہو - اور اگر محرومی کا خوف ہے تو تم کیسے اس کام پر مضبوط ہو - اب ہم پوچھتے ہین کہ روٹی کمانے کے بارہ مین حرمان ازلی کا خوف تمکو جستجو مین کیون کمزور نہین کرتا وہان تو تم کہتے ہو کہ گو حرمان کا خوف بھی سامنے ہے مگر کاہلی مین یہ خوف اور بھی زیادہ ہے وہان اگر احتمال تھا تو یہان یقین ہے اور کوشش ہی مین کامیابی کی اُمید زیادہ ہے اور ترک سعی مین تو غلبہ حرمان ہی کو ہے پس دین کے کام مین خوف نقصان تمہارا دامنگیر کیون ہوتا ہے اسکی دو وجہین ہوسکتی ہین یا تو یہ کہ تم نہین دیکھتے کہ اس بازار کے تاجر انبیاء اور اولیا سعی کی بدولت کیسے کیسے نفع اُٹھا رہے ہین اور دوکان پر جانے سے اُنکو کسقدر دولتین مل رہی ہین اور بازار مین اُنکو کسقدر نفع ہوا ہے کہ بعض کیلئے آگ (ابراہیمؑ) خلیل کی طرح مطیع ہوگئی - بعض (موسیٰؑ) کا سمندر باربردار ہوا ہے - اور بعض کے ہاتھوں مُردے زندہ (عیسیٰؑ) ہوئے ہین اور بعض پر (جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) ابر سایہ کرتا تھا - اور بعض (داؤدؑ) کے ہاتھ مین لوہا موم ہوگیا - اور بعض (سلیمانؑ) کی ہوا محکوم تھی - بعض (موسیٰؑ) کیلئے دفع دشمن کیواسطے لکڑی سانپ بن گئی - اور بعض (جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی حفاظت کیلئے مکڑی نے جالا بنا دیا - اور کچھ ایسے ہین جو مخفی ہین اور مخلوق مین مشہور نہین - وہ دولت ہر قسم کی رکھتے ہین لیکن اُن کے کمال پر کسی کی نظر نہین پڑتی - اُنکو شرف بھی حاصل ہے اور قرب بھی مگر یا اینہمہ ابدال تک بھی اُن کا نام نہین سنتے یا یہ کہ تمہین حق سبحانہ کی عنایتین معلوم نہین - کہ وہ خود تمہین بُلا رہی ہین

کہ ارے ادھر آ تمام عالم اُسکے انعام سے پُر ہے اور ہر طرف اُسکے وجود اُسکی وحدانیت اُسکی عظمت وجلال اُسکے لطف وکرم کی شہادتین موجود ہین پس تمکو اُن باتو نپر غور کرنا چاہئے اور اطاعت پر کمربستہ ہونا چاہئے اور اگر کوئی بھی کریم تمسے یہ بھی کہے کہ تم آگ مین کود پڑو تب بھی اندیشہ ضرر کو پیش نظر نہ رکھنا چاہئے بلکہ اُسمین فوراً کود پڑنا چاہئے کیونکہ وہ آگ ہی سے نرگس ونسرین منافع دنیویہ واُخرویہ پیدا کردیگا - اور اسی میں انواع واقسام کے پھول کھلینگے - آگ تمہارے نزدیک آگ ہے اُسکے سامنے تو مارے ڈر کے پانی ہے اور ممکن نہین کہ خلاف منشا کوئی تصرف کرسکے وہ تو انبیاء کے دسترخوان کا دھوبی ہے پس اُن کے حکم کے ہوتے ہوئے کیسے ضرر پہونچا سکتی ہے اب وہ قصہ سنو جس سے معلوم ہو کہ آگ انبیاء کے دسترخوان کا دھوبی ہے

شرح شبیری

انبیاء علیہم السلام کا منکرون کے حق کو قبول کرنے سے مایوس ہو جانا قولہ تعالیٰ حتیٰ اذا استیأس الرسل الخ

انبیاء گفتند در خاطر کہ چند   می دہیم این را وآنرا وعظ وپند

یعنی انبیاء علیہم السلام نے دل مین کہا کہ ہم کب تک اسکو اور اُسکو وعظ ونصیحت کرین -

چند کوبیم آہن سرد از غلط   در دمیدن در قفس ہین تا بکے

یعنی ایک آہن سرد کو ہم غلطی سے کب تک کوٹین - اور قفس مین پھونکنا کب تک مطلب یہ کہ اگر کوئی قفس مین پھونکے تو بجز اسکے کہ ساری پھونک بیکار جاوے اور کیا فائدہ ہوسکتا ہے ہان اگر مشک وغیرہ مین پھونکین تو ہوا رُکے اسی طرح ان لوگون کے سمجھانے سے کوئی فائدہ نہیں ہے جبکہ یہ مانتے ہی نہیں - اور اس کا اثر یہ نہین ہوا کہ وہ تبلیغ ترک کردیتے نہین بلکہ صرف اُنکو اُنکے راہ پر آنیسے مایوسی ہوگئی کہ اب یہ ہدایت نہ پاوینگے -

دُم خر پیوندان آخر تا بچند   چون نیفزاید جو ئے جز ریشخند

یعنی گدہے کی دُم کو آخر ناپنا کب تک جبکہ وہ ایک جو بھی بجز مسخرہ پن کے نہین بڑھتے مطلب یہ کہ

گدھے کی دُم کو اگر ناپو تو وہ بڑھے گی تھوڑا جتنی تھی اُسی قدر رہے گی۔ ہاں ایک مسخرہ پن زیادہ ہوتا ہے اسی طرح انکو سمجھانا فضول ہے اور فرماتے ہین کہ

جنبش خلق از قضا و وعدہ است　　　تیزیٔ دندان ز سوز معدہ است

یعنی مخلوق کی جنبش قضا و قدر کی وجہ سے ہے اور دانتون کی تیزی معدہ کی جلن سے ہوتی ہے یعنی جب خوب بھوک لگی ہو اُسوقت دانت خوب تیز چلتے ہین تو اسی طرح جب قضا و قدر سے توفیق ہوتی ہے اُسوقت انسان کام کر سکتا ہے ورنہ کچھ بھی نہیں کر سکتا۔

نفس اول راند بر نفس دوم　　　ماہی از سر گند باشد نے ز دُم

یعنی نفس اول نے نفس دوم پر حکمرانی کی اور مچھلی سر کی طرف سے سڑتی ہے نہ کہ دُم کی طرف سے۔ نفس اول سے مراد متصرف اول یعنی روح اور نفس دوم سے مراد انسان۔ مطلب یہ کہ اول روح ہی خراب ہے تو اُسنے جب انسان پر حکمرانی کی تو وہ بھی ویسی ہی ہوگی اور جسکی اصل فطرت اچھی ہوتی ہے اُسکے سب کام اچھے ہوتے ہین دوسرے مصرعہ مین مثال دیتے ہین کہ مچھلی سر کی طرف سے اول سڑتی ہے اسی طرح انسان ابتداء فطرت ہی سے خراب ہوتا ہے اور قضا و قدر نے جس طرح اصل مین بنادیا ویسا ہی رہتا ہے تو چونکہ کفار اصل فطرت سے منکر حق ہین لہذا اب بھی وہی حالت ہے

لیک ہم میدان و خر میران چو تیر　　　چونکہ بلغ گفت حق شد ناگزیر

یعنی لیکن جانتے بھی رہو اور گدھے کو تیر کی طرح چلاتے بھی رہو جبکہ حق نے بلغ فرمادیا ہے تو اب لاچاری ہے مطلب یہ کہ یہ بھی سمجھتے رہو کہ یہ مانینگے نہیں ان کی اصل فطرت ہی خراب ہے مگر تبلیغ بھی کرتے رہو اسلیئے کہ حق تعالی نے بلغ کا حکم کر دیا ہے آگے مولانا فرماتے ہین کہ۔

تو نمیدانی کزین دو کیستی　　　جہد کن چندانکہ بینی چیستی

یعنی تو نہین جانتا کہ ان دونوں مین سے تو کون ہے تو کوشش کر اتنی کہ تو دیکھ لے کہ تو کون ہے مطلب یہ کہ ابھی تجھے خبر نہین ہے کہ آیا تو سعید ہے یا شقی ہے لہذا اتنی کوشش کر کہ تجھے یقیناً معلوم ہوجاوے کہ تو کون ہے اور علم یقینی موت کے بعد ہوگا لہذا مرنیکے وقت تک کوشش مین لگے رہو ممکن ہے کہ سعید ہی ہو ابھی سے شقی ہونیکا فیصلہ کس طرح کرتے ہو آگے اسکی ایک مثال فرماتے ہین کہ۔

چون نہی بر پشت کشتی بار را　　　بر توکل میکنی آن کار را

یعنی جب تم کشتی پر اسباب رکھتے ہو تو اُس کام کو توکل پر کرتے ہو (اسلئے کہ)

تو نمیدانی کزین ہر دو کئے　　غرقہ اندر سفر یا ناجئے

یعنی تو نہین جانتا کہ تو ان دونون مین سے کون ہے سفر مین غرق ہونیوالا ہے یا ناجی ہے یعنی دونون احتمال ہین کہ ممکن ہے کہ کشتی ڈوب جاوے اور ممکن ہے کہ کنارہ لگے اور مال فروخت کرکے نفع ہو

گر بگوئی تا ندانم من کیم　　در نخواہم تاختت بر کشتی ویم

یعنی اگر تو کہنے لگے کہ مین جب تک کہ معلوم نکرلون کہ مین کون ہون (اُسوقت تک) مین کشتی یا دریا مین سوار نہ ہون گا یعنی اگر تم کہو کہ جب تک مجھے خبر نہ ہوجاوے کہ آیا مین ڈوبون گا یا بچون گا اُسوقت تک مین تو کشتی مین سوار ہوتا نہین اور کہو کہ۔

من درین رہ ناجیم یا غرقہ ام　　کشف گردان کز کدامین فرقہ ام

یعنی مین اِس راہ مین ناجی ہون یا غرق ہونیوالا ہون مجھے بتادو کہ مین کس فرقہ سے ہون یعنی یا تو مجھے بتادو کہ مین ڈوبونگا یا بچونگا اور اگر نہین بتاتے تو سُن رکھو کہ۔

من نخواہم رفت این رہ باگمان　　بر امید خشک ہمچون دیگران

یعنی مین تو اِس راہ مین (صرف) شبہ پر اور اُمید خشک پر دوسرون کی طرح نہ چلون گا۔ یعنی اگر تم کہو کہ جس طرح کہ اور لوگ صرف احتمال نجات پر چل کھڑے ہوتے ہین مین ایسے احتمالات پر نہ چلون گا بلکہ مجھے بتادو یقیناً کہ مین بچون گا یا نہ بچون گا۔ تو اگر تم اس طرح کہنے لگو یہ ہوگا کہ

ہیچ بازرگانئے ناید ز تو　　زانکہ در غیبست سرّ این دو رو

یعنی تجھسے کوئی تجارت نہ ہوگی اسلئے کہ ان دونون پہلوون کا راز تو غیب مین ہے۔ یعنی کسیکو یقینی طور پر معلوم تو ہے نہین اور بے یقین کے آپ سفر نہین کرتے تو بس تجارت ہوچکی۔

تاجر ترسندہ طبع شیشہ جان　　در طلب نے سود دارد نے زیان

یعنی تاجر ڈرنیوالا نازک جان طلب مین نہ نفع رکھیگا نہ نقصان یعنی اسکو نہ نفع ہوگا نہ نقصان آگے ترقی کرکے فرماتے ہین کہ

بل زیان دارد کہ محروم است و خوار　　نور او یابد کہ باشد شعلہ خوار

یعنی بلکہ نقصان ہی رکھے گا۔ کیونکہ محروم و خوار ہے نور تو وہ رکھے جو شعلہ خوار ہو یعنی جفاکش ہو

اسکو نفع ہوتا ہے ورنہ ایسے نازک مزاجون سے کیا ہوگا- آگے فرماتے ہین کہ

چونکہ بر بوک است جملہ کارہا　　　　کار دین اولےٰ کزین یابی رہا

یعنی جبکہ تمام کام احتمال پر ہین تو دین کے کام اولیٰ ہین کہ اُن سے رہائی پاؤ- مطلب یہ کہ جب معلوم ہوگیا کہ صرف احتمال نفع.... پر ہی کوشش کرتے ہین تو تمکو بھی توسعید ہونیکا احتمال تو ہے اُسی احتمال پر دین کے کام کرو یہ کیا ضرور ہے کہ جب تم کو سعید ہونیکا یقین ہوجاوے جب ہی کام کرو اس احتمال پر کہ خدا کے یہان تم شاید سعید ہو کیون کام نہیں کرتے جیساکہ وہ سوداگر صرف احتمال نفع پر تجارت کرتا ہے بلکہ اُسکو تو اُسمین احتمال ضرر بھی ہے اور کار دین مین تو احتمال ضرر ہے ہی نہین تو افسوس ہے کہ یہان تو یقین کے جویا ہو اور وہان احتمال پر بھی کام شروع کر دو- آگے فرماتے ہین کہ

نیست دستورے درینجا قرع باب　　　　جز امید اللہ اعلم بالصواب

یعنی اس جگہ سوائے امید کے قرع باب کی اجازت نہین- واللہ اعلم بالصواب- مطلب یہ کہ باب حق کو کھٹکھٹانے مین سوائے اُمید کے یقین وغیرہ کی اجازت نہین ہے کہ جب یقین ہو اُسوقت تو کام کرو ورنہ نہین بس یہان تو کام امید کا ہے اُمید پر سب کام کرو-

بیان اس کا کہ ایمان مقلد کا خوف ورجا میں ہے

داعی ہر پیشہ امید است وبوک　　　　گرچہ گردن شان زکوشش شد چو دوک

یعنی ہر پیشہ کیلئے محرک اُمید واحتمال ہی ہے اگرچہ اُن کی گردن کوشش سے مثل تکلے کے ہوجاوے یعنی اگرچہ کوشش کے مارے گردن تکلے کی طرح ہوجاوے مگر وہ ساری کوشش صرف ایک احتمال پر ہوتی ہے کہ شاید نفع ہوجاوے-

بامدادان چون سوئے دکان رود　　　　بر اُمید وبوک روزی می دود

یعنی (تاجر) صبح کو جب دوکان کی طرف جاتا ہے تو اُمید اور احتمال روزی پر دوڑتا ہے

بوک روزی نبودت چون میروی　　　　خوف حرمان است تو چونے قوی

یعنی شاید کہ تیرے لئے روزی نہو تو تو کیون جارہا ہے اور تجھے خوف حرمان ہے تو تو کس

طرح قوی ہے۔

خوف حرمان ازل در کسب لوت　　　چون نکردت سست اندر جستجوت

یعنی کسب روزی مین خوف حرمان ازلی نے تجھے جستجو مین سست کیون نکر دیا۔ مطلب یہ کہ احتمال تو نقصان کا بھی ہے۔ پھر کس طرح قوی ہوکر کوشش کر رہے ہو اسمین اس احتمال پر چھوڑ نہین بیٹھتے بلکہ

گوئی آرے خوف حرمان ہست بیش　　　ہست اندر کاہلی این خوف بیش

یعنی کہتے ہو کہ ہان خوف حرمان تو سامنے ہے (مگر) کاہلی مین یہ خوف اور زیادہ ہے (اور کہتا ہے کہ)

ہست در کوشش امیدم بیشتر　　　دارم اندر کاہلی افزون خطر

یعنی کوشش مین تو مجھے اُمید زیادہ ہے اور کاہلی مین خطرہ زیادہ رکھتا ہون یعنی کہتے ہو کوشش کرتا ہون گا تو غالب اُمید نفع کی ہے اور اگر کوشش چھوڑ دون گا تو پھر تو خطرہ زیادہ ہوجاویگا۔ اور اُمید نفع مغلوب ہوجاویگی۔ مولانا اسپر تفریع فرماتے ہین کہ

پس چرا در کار دین ای بدگمان　　　دامنت می گیرد این خوف زیان

یعنی پھر اے بدگمان کار دین مین یہ نقصان کا خوف تیرا دامن کیون پکڑتا ہے مطلب یہ کہ جب کار دنیا مین خوف نقصان مانع کوشش نہین ہوتا تو کار دین مین خوف نقصان مانع کیون ہے دوسری شق پر کیون نظر نہین کرتے۔ نفع کا بھی تو احتمال ہے اُس احتمال کی بنا پر کام مین لگو کہ نفع ہو

یا ندیدی کاہل این بازار ہا　　　در چہ سودند انبیاء و اولیا

یعنی یا تو نے دیکھا نہیں کہ اس بازار والے کیسے نفع مین ہین انبیاؑ اور اولیاؒ یعنی آیا تجھے خوف نقصان مانع ہے یا کہ تجھے اُسکے اندر نفع ہی دکھائی نہین دیتا۔ اور جو اس بازار کے سوداگر ہین یعنی انبیا اور اولیا کیا تو نے اُنکو کبھی نہین دیکھا کہ وہ کیسے نفع مین ہین اور کیا تمکو اس کی خبر نہیں ہے کہ۔

زین دکان رفتن چہ کان شان رونمود　　　اندرین بازار چون بستند سود

یعنی اس دوکان سے جانے سے اُنکو کیسی معدن نے منہ دکھایا۔ اور اس بازار مین اُنھون نے کس طرح نفع باندھا یعنی کیا تمنے اُنکے نفعون کو کبھی دیکھا نہین ہے آگے حضرات انبیاء علیہم السلام

کے کچھہ معجزات، بیان فرماتے ہین کہ دیکھو اُن حضرات کو یہ نفعے ہوئے اور دم ایسے ہوگئے۔

آتش آنرا رام چون خلخال شد　　بحر این را رام چون حمال شد

یعنی آگ اُنکے لئے خلخال کی طرح مطیع ہوگئی اور اُنکے لئے دریا حمال کی طرح مطیع ہوگیا۔ مطلب یہ کہ جسطرح کہ خلخال پاؤن مین پڑا رہتا ہے اور حمال صاحب مال کا مطیع ہوتا ہے اسی طرح آگ اور دریا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسی علیہ السلام کے مطیع ہوگئے۔ یہ کیا تھا یہ اُسی بازار جب حق کا سودا ور نفع تھا۔

از دم آن مردهٔ زنده شده　　ابر آنرا سایہ بانے آمده

یعنی اُن کی پھونک سے مُردہ زندہ ہوتا تھا اور ابر اُن کیلئے سائبان آیا۔ یعنی عیسٰے علیہ السلام کے دم سے مُردہ زندہ ہوتا تھا اور حضور مقبول صلے اللہ علیہ وسلم پر بعض مرتبہ ابر سایہ کرکے چلا ہے۔

آہن آنرا رام ہمچون موم شد　　باد آنرا بندہ و محکوم شد

یعنی لوہا اُن کیلئے مثل موم کے ہوگیا۔ اور ہوا اُن کیلئے غلام اور محکوم ہوئی یعنی داؤد علیہ السلام کے لئے لوہا موم نرم ہوتا تھا اور سلیمان علیہ السلام کیلئے ہوا مسخر تھی۔

شد ورا در دفع دشمن چوب مار　　عنکبوتے شد مر آنرا پردہ دار

یعنی دفع دشمن مین اُن کیلئے لکڑی سانپ بن گئی اور ایک مکڑی اُن کیلئے پردہ دار ہوئی۔ یعنی موسیٰ کیلئے دفع دشمن مین عصا اژدہا تھا اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی مکڑی سے حفاظت ہوئی کہ غار ثور میں جب آپ پوشیدہ ہوئے تو مکڑی نے جالا تن دیا تھا تو یہ سب اُسی یاد حق کا نفع اور اُسی کا سود تھا۔ آگے فرماتے ہین کہ یہ تو انبیاء ہین کہ جنکے معجزے ظاہر و باہر ہین حق تعالی کے بہت سے اولیاء پوشیدہ ہین کہ نہ کسیکو اُن کی کرامات کی خبر اور نہ اُنکی بزرگی کی اطلاع مگر ہین سب مقبولان حق

معنے اُس حدیث کے کہ ان للہ اولیاء اخفیاء

(حق تعالی کے بہت سے اولیاء پوشیدہ ہین)

قوم دیگر سخت پنہاں آمدند　　شہرۂ خلقان ظاہر کے شوند

یعنی قوم دوسری سخت پوشیدہ آئی ہین اور مخلوق ظاہری مین کب مشہور ہوتی ہین۔

اینہمہ دارند و چشم ہیچکس　　بر نیفتد بر کیاشان یک نفس

یعنی یہ سب کچھ رکھتے ہین اور کسی کی نگاہ اُن کی بزرگی پر ایک گھڑی کو نہین پڑتی۔

ہم کرامت شان ہم ایشان درحرم　　　　نام شان رانشنود ابدال ہم

یعنی اُن کی کرامت بھی ہین اور وہ حرم (حق) مین بھی ہین (مگر) نام اُن کا ابدال بھی نہین سنتے (تو دیکھیے حق تعالیٰ کے اولیا ظاہر بھی ہین اور خفی بھی ہین اور یہ سب برکات وفیوض اُسی فیض حق کے ہین) آگے رجوع ہے ماقبل کی طرف اوپر کہا تھا۔ یا ندیدی کاہل این بازار ہا الخ کہ کیا تو نے اس بازار والون کو نہین دیکھا ہے اب آگے فرماتے ہین کہ،،

یا نمیدانی کرمہائے خدا　　　　کو ترا میخواند این سو کہ بیا

یعنی یا کہ تو حق تعالےٰ کے انعامات کو نہین جانتا کہ وہ تجھے بلا رہے ہین کہ اس طرف آ مطلب یہ کہ حق تعالیٰ تجھے اپنے انعامات کی طرف بلا رہے ہین۔

شش جہت عالم ہمہ اکرام اوست　　　　ہر طرف کہ بنگری اعلام اوست

یعنی شش جہت عالم تمام اُسی کا اکرام ہے اور جس طرف تو دیکھیے اُسی کی نشانیان ہین

چون کریمے گویدت آتش درا　　　　اندر آ زو دو مگو سوزد مرا

یعنی جیسا کوئی تم سے کہے کہ آگ مین چلے آؤ تو اُسکے اندر آجاؤ اور یہ مت کہو کہ مجھے جلا دیگی۔ کریم سے مُراد وہ ہے جسکو کہ وحی آتی ہو سو اگر ایسا شخص یہ بھی کہے کہ آگ مین گر پڑو تو وہ چونکہ من اللہ ہوگا اُس کا کہا مان لینا جائز ہے ورنہ کسی دوسرے کے کہنے سے اپنے کو ہلاک کرنا حرام ہی خوب یاد رکھو تو جب انبیا علیہم السلام کے کہنے سے اپنے کو ہلاک کرسکتے ہو تو حق تعالیٰ اگر احکام شاقہ کا حکم فرما دین جسمین کہ بظاہر تعب بھی ہو تو کیا حرج ہے اسلئے کہ اگر اُن کے احکام کو بجالاؤ گے تو یہ ہوگا کہ۔

کوز آتش نرگس ونسرین کند　　　　وز میانش غنچہا سر بر زند

یعنی کیونکہ وہ آگ مین نرگس ونسرین کردین گے اور اُسکے درمیان سے غنچہ سر نکالین گے یعنی وہ اگر احکام شاقہ کا بظاہر حکم بھی کرین تو وہ اُسکو آسان فرما دین گے۔

درحقیقت آتش از ہیبت چو ماست　　　　گا ذر دستار خوان انبیا است

یعنی حقیقت مین آگ (اُن کریمون کی) ہیبت کی وجہ سے مثل پانی کے ہے اور حضرات انبیاء

علیہم السلام کے دستر خوان کو دہوبی ہے۔ مطلب یہ کہ اگر وہ کریم آگ مین گرنے کو کہین تو گر جاؤ اسلئے
کہ اُن کی نسبت سے آگ مُضر نہین رہی ہے اور غیر مضر ہونے مین پانی کی طرح ہو گئی ہے اور انبیاؑ
کی تو دہوبی ہے آگے حضرت انس بن مالکؓ کی حکایت لاتے ہین کہ اُن کا دستر خوان میلا تھا
اُنھوں نے آگ مین ڈال دیا تو جلا نہین بلکہ صاف ہو گیا تو دیکھو آگ غیر مضر اور گاذر ہو گئی اب
حکایت سنو

شرح حبیبی

ازانس فرزند مالک آمدہ است | کہ بمہمانئ او شخصے شدہ است
او حکایت کرد کز بعد طعام | دید انس دستارخوان را زرد فام
چرکن و آلودہ گفت ای خادمہ | اندر افگن در تنورش یکدمہ
در تنور پُر ز آتش درفگند | آنزمان دستارخوان را ہوشمند
جملہ مہمانان دران حیران شدند | انتظار دود کند ری بدند
بعد یک ساعت برآورد از تنور | پاک و اسپید و ازان اوساخ دور
قوم گفتند اے صحابی عزیز | چون نہ سوزید و منقے گشت نیز
گفت زانکہ مصطفٰےؐ دست و دہان | بس بمالید اندرین دستارخوان
اے دل ترسندہ از نار و عذاب | باچنان دست و لبے کن اقتراب
چون جمادے را چنین تشریف داد | جان عاشق را چہا خواہد کشاد
مر کلوخ کعبہ را چون قبلہ کرد | خاک مردان باش ای جان در نبرد
بعد ازان گفتند با آن خادمہ | تو نگوئی حال خود با اینہمہ

چون فگندی زود این از گفت وی — کیرم او بر دست ورا سہر ار پے
این چنین دستار خوان قیمتے — چون فگندی اندر آتش اوستی
گفت دارم از کریمان اعتمید — از عباد اللہ دارم بس اُمید
میزرے چہ بود اگر او گویدم — در رو اندر عین آتش بی ندم
اندر افتم از کمالِ اعتقید — نیستم ز اکرام الیشان نا امید
سر در اندازم نہ این دستار خوان — ز اعتماد ہر کریم اے رازدان
اے برادر خود برین اکسیر زن — کم نباید صدق مرد از صدق زن
آن دل مردے کہ از زن کم بود — آن دلے باشد کہ کم ز اشکم بود

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے (واللہ اعلم لصحتہ) کہ اُنکے یہان ایک مہمان آئے۔
ان مہمان صاحب نے بیان کیا کہ کہانے سے فراغت پانیکے بعد انس رض نے دسترخوان کو شوربے
مین زرد اور میلا اور سالن مین سنا ہوا دیکہا تو لونڈی سے فرمایا کہ اسکو تھوڑی دیر تنور مین ڈالدو
اُسنے آگ سے لبریز تنور مین اُسکو ڈالدیا یہ دیکہکر تمام مہمان حیران ہوئے اور منتظر تھے کہ اب
دسترخوان جلے گا اور اُس سے دہوان نکلے گا تہوڑی دیر کے بعد جو دسترخوان نکالا تو پاک
صاف اور سفید تھا میل کچیل کچہہ بھی باقی نہ رہا تھا لوگون نے دریافت کیا اے صحابی رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم یہ صاف کیون کر ہو گیا جلا کیون نہیں اُنہون نے فرمایا کہ وجہ یہ ہے کہ جناب
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس دسترخوان سے ہاتھ منہ پونچہا تھا یہ وجہ ہے نہ جلنے کی
پس اس سے تم ہمارے بیان کی تصدیق کرو اور عبرت پکڑو اور واضح ہو کہ تمکو جو آگ اور عذاب
کا ڈر ہے اُس سے بچنے کی تدبیر یہ ہے کہ اس ہاتھ اور منہ سے تقرب حاصل کرو یعنی محبت اور
اطاعت آنجناب پیدا کرو تم اس خوف سے مامون ہو جاؤ گے تم سمجھو کہ جنہون نے ایک

جماد کو صوری اتصال اور قرب کی بدولت یہ شرف بخشا کہ وہ ضرر آتش سے محفوظ ہو گیا تو جان عاشق جسکو معنوی اتصال و قرب ہے اسپر کسقدر کرم کے دروازہ کہولیں گے اور اسپر کیا کیا عنایتیں نہ ہونگی۔ دیکہو تو سہی آپنے کعبہ کے پتہر ون کو کیونکر قبلہ بنا دیا اور اُسکو کسقدر شرف عطا کیا۔ پس ان واقعات سے عبرت حاصل کرو۔ اور مردان خدا کی خاک ہو جاؤ اپنے کو اُنکے سامنے فنا کر دو۔ دیکہو اُس خادمہ نے اپنے کو کیونکر فنا کر رکہا تہا چنانچہ جب لوگ حضرت انس سے جواب سُن چکے تو اُس خادمہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ تم اپنی حالت کیون نہین بیان کرتین کچھ تم بہی تو کہو ہمنے مانا کہ اُنکو راز معلوم تہا اسلئے اُنہون نے بے تکلف حکم دیدیا مگر تمکو تو راز معلوم نہ تہا تمنے ان کے کہنے سے اسقدر جلد دستر خوان کو آگ مین کیون ڈالدیا اور اسقدر قیمتی دستر خوان کو آگ کے حوالہ کیسے کر دیا اُسنے جواب دیا کہ مجہے اہل اللہ پر پورا بہروسہ ہے اور مجہے حق سبحانہ کے خاص بندون سے بڑی امیدین ہین ازار کیا چیز ہے اگر وہ مجہسے بہی کہین کہ بے ہٹکے آگ مین گہس جا۔ تو مجہے اُنسے اتنا اعتقاد ہے کہ فوراً آگ مین گر پڑون۔ مجہے ان حضرات کی عنایت سے بہت کچہہ اُمیدین ہین اور مین نا اُمید نہین ہون۔ اسلئے میں ہر اہل اللہ کے اعتماد پر صرف دستر خوان ہی نہین بلکہ سر تک آگ مین جہونکنے لئے تیار ہون۔ بس جب ایک عورت کے اعتقاد اور خلوص کی یہ حالت ہے تو تمکو عورت سے تو کم نہ ہونا چاہئے اور خود بہی کمال اعتقاد حاصل کر کے کندن ہو جانا چاہئے۔ یاد رکہو کہ جس مرد کا دل عورت کے دل سے بہی کم ہو وہ دل دل نہین بلکہ پیٹ سے بہی ادنی ہے کہ وہ جس کام کا ہے اُسکو انجام دے رہا ہے اور یہ اپنے فرض سے غافل ہے اسپر نظر کر کے تمکو اُن کے اکرام سے نا اُمید نہ ہونا چاہئے اور اعتماد کرنا چاہئے۔ اور اُن سے اتصال روحانی حاصل کرنا چاہئے۔ کیونکہ یہ بڑے کریم ہین اور ان کے ساتہہ صوری اتصال مین بہی بڑی برکت ہے چہ جائیکہ معنوی۔ چنانچہ ان دونون باتون کی تصدیق تمکو قصہ ذیل سے ہو گی۔

شرح شبیری

حکایت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی رومال کو آگ مین ڈالدینے کی اور اُسکے نہ جلنے کی

از انس فرزند مالک آمده است ... کہ بمہمانی او شخصی شدہ است

یعنی انس بن مالک رضؓ سے روایت ہے کہ اُن کی مہمانی مین ایک شخص ہوئے یعنی ایک شخص اُنکے مہمان ہوئے

او حکایت کرد کز بعد طعام ... دید انس دستار خوان را زرد فام

یعنی اُس مہمان نے بیان کیا کہ کہانے کے بعد انس رضؓ نے دستر خوان کو زرد فام دیکھا یعنی شوربا لگا ہوا دیکھا

چرکن و آلودہ گفت ای خادمہ ... اندر افگن در تنورش یک دمہ

یعنی میلا اور آلودہ دیکھا تو فرمایا کہ اے خادمہ اسکو ایک دم کیلئے تنور مین ڈالدے۔

در تنور پُر ز آتش در فگند ... آن زمان دستار خوان را ہوشمند

یعنی تنور آگ کے بہرے ہوئے مین اُس ہوشمند نے اُسی وقت دستر خوانکو ڈالدیا۔

جملہ مہمانان دران حیران شدند ... انتظار دود کندوری بُدند

یعنی سارے مہمان اس بات مین حیران تھے اور دستر خوان کے دہوئین کے منتظر تھے یعنی منتظر تھے کہ وہ اب جلیگا اور دہوان اُٹھے گا۔

بعد یک ساعت برآورد از تنور ... پاک و اسپید و ازان اوساخ دور

یعنی بعد ایک گہڑی کے خادمہ نے تنور سے پاک اور سفید نکالا اور اُس سے تمام میل کچیل دور تھے

قوم گفتند ای صحابی عزیز ... چون نہ سوزید و منقی گشت نیز

یعنی قوم نے کہا کہ اے صحابی عزیز یہ جلا کیون نہین (بلکہ) اور صاف بھی ہوگیا۔

گفت زانکہ مصطفی دست و دہان ... بس بمالید اندرین دستار خوان

یعنی فرمایا کہ اسلئے کہ مصطفی صلے اللہ علیہ وسلم نے منہ اور ہاتھ اس دستر خوان مین بہت پونچہے ہین آگے مولانا فرماتے ہین کہ۔

ای دل ترسندہ از نار و عذاب ... با چنان دست و لبے کن اقتراب

یعنی ای دل نار و عذاب سے ڈرنے والے تو ایسے دست و لب کیساتھ نزدیکی حاصل کرے۔

چون جمادے را چنین تشریف داد ... جان عاشق را چہا خواہد کشاد

یعنی جبکہ ایک جماد کو ایسی خلقت عطا فرمائی تو جان کو تو کتنی کشادگی دینگے (اور اب اس زمانہ مین اقتراب اُس دست و لب کیساتھ یہ ہے کہ دست سے افعال سرزد ہوئے ہین اور لب سے اقوال

لہٰذا افعال و اقوال پر عمل کرنا یہی دست ولب کیساتھ اقتراب ہے۔

ہر کلوخ کعبہ را چون قبلہ کرد　　خاک مردان باش ای جان در نبرد

یعنی کعبے کے ڈھیلون کو جب قبلہ کردیا تو تو اے جان مردان (حق) کے مقابلہ (نفس) مین خاک ہوجا مطلب یہ کہ دیکھہ لو کہ ابراہیم علیہ السلام کا دست مبارک لگنے سے کعبے کے اینٹ پتھر قبلہ ہوگئے تو بس تو بھی خاک مردان حق ہوجا کہ اُس سے کام چلے گا اور نفس کے مقابلہ میں اُسی وقت تمکو کامیابی ہوگی۔

بعد ازان گفتند با آن خادمہ　　تو نگوئی حال خود با اینہمہ

یعنی بعد اسکے سب نے اُس خادمہ سے کہا کہ تو اپنا حال باوجود ان سب باتون کے نہین کہتی مطلب یہ کہ انکو تو اعتماد تھا اسوجہ سے اُنہون نے تو کہدیا مگر تجھے تو چاہئے تھا کہ پوچھ لیتی باوجود خوف جلنے کے پھر تو نے ڈالدیا تو تو ذرا اپنا حال بیان کر کہ تجھے کیا ہوگیا تھا۔

چون فگندی زود این از گفت وی　　گیرم او بردست در اسرار پے

یعنی اُن کے کہنے سے تو نے جلدی کس طرح ڈالدیا ہمنے فرض کیا کہ وہ اسرار میں قدم لیگئے ہین یعنی ہمنے فرض کیا کہ اُنکو تو اسرار پر اطلاع تھی لہٰذا اُنہون نے کہدیا تجھے کیا ہوگیا تھا کہ تو نے اُسکو آگ مین جھونک دیا۔

اینچنین دستار خوان قیمتے　　چون فگندی اندر آتش ای ستی

یعنی ایسا قیمتی دسترخوان اری بی تو نے آگ مین کیونکر ڈالدیا۔

گفت دارم بر کریمان اعتمید　　از عباد اللہ دارم بس اُمید

یعنی اُس خادمہ نے کہا کہ مجھے کریمون پر اعتماد ہے اور مین اللہ کے بندون سے بہت اُمید رکہتی ہون مطلب یہ کہ مجھے اعتماد تھا کہ اسمین کوئی مصلحت ہوگی اور مجھے تو اللہ کے بندون سے بڑی بڑی امیدین ہین یہ تو کوئی بات نہ تھی۔

میزرے چہ بود اگر او گویدم　　در رو اندر عین آتش بے ندم

اندر افتم از کمال اعتقید　　نیستم ز اکرام ایشان نا امید

یعنی کپڑا تو کیا اگر وہ مجھے فرمادین کہ عین آتش مین چلی جا تو بے پشیمانی کے مین کمال اعتقاد کی

وجہ سے چلی جائین ادھر مین اُن کے اکرام سے نا اُمید نہین ہون۔ مطلب یہ کہ اُن پر مجھے اسقدر اعتماد اور اعتقاد ہے کہ اگر خود مجھے بھی آگ مین جانے کو کہین تو مین خود بھی آگ مین چلی جاؤن اور اُس کا یہ کہنا چونکہ غلبۂ حال مین ہے لہذا اوجہ بیخودی معاف ہے ورنہ بے غلبۂ حال کے کسی غیر نبی کے کہنے سے ایسا کرنا اہلاک نفس ہے جوکہ حرام ہے اور کہتی ہے کہ۔

سر در اندازم نہ این دستار خوان　　　　ز اعتماد ہر کریم راز دان

یعنی مین تو سر ڈالدون نہ کہ یہ دستر خوان بوجہ اعتماد ہر کریم راز دان کے یعنی چونکہ مجھ اعتماد ہے کہ یہ جو کر رہے ہین اسمین مصلحت ہی لہذا دستر خوان تو کیا مین تو سر ڈالنے کو موجود ہون آگے مولانا فرماتے ہین کہ۔

اے برادر خود برین اکسیر زن　　　　کم نباید صدق مرد از صدق زن

یعنی اے بھائی اپنے کو اس اکسیر پر مارا اور مرد کا صدق صدق زن سے کم تو نہ ہونا چاہئے۔ مطلب یہ کہ جس طرح کہ اُسکو اعتماد تھا اور اُسنے ان حضرات سے تعلق پیدا کر کے اپنے کو کامل بنالیا تھا اسی طرح تم بھی اولیاء اللہ اور کاملین سے تعلق پیدا کرو کہ تم بھی کام کے ہوجاؤ گے۔ بھلا ایک عورت سے تو کم مت ہو۔

آن دل مردے کہ از زن کم بود　　　　آن دلے باشد کہ کم ز اشکم بود

یعنی وہ دل اُس مرد کا کہ جو عورت سے کم ہووے وہ وہ دل ہو جو شکم سے بھی (مرتبہ مین) کم ہے یعنی ذلیل و خوار ہونے مین وہ شکم سے گیا گذرا ہو چونکہ اوپر کہا تھا کہ ایسے حضرات کے دست و لب سے اقتراب حاصل کرو اُسکے مناسب آگے حکایت لاتے ہین کہ ایک حبشی غلام نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک اپنے چہرہ پر پھیر لیا تو اُس کا چہرہ روشن ہوگیا۔ تو اسی طرح اگر تم اُس سے اقتراب پیدا کرو گے تو تمہارے قلوب اور چہرے سب روشن ہوجاوینگے اب حکایت سنو۔

شرح حبیبی

اندران وادی گروہی از عرب	خشک شد از قحط باران شان قرب
درمیان آن بیابان ماندۂ	کاروان مرگ بر خود خواندۂ

ناگہانے آن مغیث ہر دو کون — مصطفی پیدا شد از رہ بہر عون

دید کانجا کاروانے بس بزرگ — بر تف ریگ و رہ صعب و سترگ

اشتران شان را زبان آویختہ — خلق اندر ریگ ہر سو ریختہ

رحمش آمد گفت ہین زوتر روید — چند یارے سوئے آن کثبان دوید

کہ سیاہی بر شتر مشک آورد — سوئے میر خود بزودی می رود

آن شتربان سیہ را با شتر — سوئے من آرید با فرمان مر

سوئے کثبان آمدند آن طالبان — بعد یک ساعت بدیدند آنچنان

بندۂ می شد سیہ با اشترے — راویہ پر آب چون ہدیہ برے

پس بدو گفتند مے خواند ترا — این طرف خیر البشر فخر الورے

گفت من نشناسم او را کیست او — گفت او آن ماہ روئے قند خو

سید و سرور محمدؐ نور جان — مہتر و بہتر شفیع مجرمان

نوعہا تعریف کردندش کہ ہست — گفت مانا او مگر آن ساحرست

کہ گروہے را زبون کرد او بسحر — من نیایم جانب او نیم شبر

کش کشانش آوریدند آن طرف — او فغان بر داشت بر تشنیع و تف

چون کشیدندش بہ پیش آن عزیز — گفت نوشید آب و بر دارید نیز

جملہ را زان مشک او سیراب کرد — اشتران و ہر کسے زان آب خورد

راویہ پر کرد مشک از مشک او — ابر گردون خیرہ ماند از رشک او

این کسے دیدہ است کز نیکے رادیہ
سر دگر گردد سوز چندین ہا و بہ

این کسے دیدہ است کز نیک مشک آب
گشت چندین مشک پر از اضطراب

مشک خود روپوش بود و موج فضل
می رسید از امر او از بحر اصل

آب از جوشش ہمی گردد ہوا
وان ہوا گردد ز سردی آبہا

بلکہ بے اسباب بیرون زین حکم
آب رویانید تکوین از عدم

تو ز طفلی چون سببہا دیدۂ
در سبب از جہل بر چفسیدۂ

با سببہا از مسبب غافلے
سوی این روپوشہا زان مائلے

چون سببہا رفت بر سر میزنے
ربّنا و ربّنا ہا مے کنے

رب می گوید برو سوئے سبب
چون ز صنعم یاد کردی ای عجب

گفت زین پس من ترا بینم ہمہ
ننگرم سوئے سبب وان دمدمہ

گویدش ردّوا لعادوا کار تست
اے تو اندر توبہ و میثاق سست

لیک من آن ننگرم رحمت کنم
رحمتم پر است و بر رحمت تنم

ننگرم عہد بدت بدہم عطا
از کرم این دم چو میخوانی مرا

از من آید جملہ احسان و وفا
وز تو بد عہدی و نسیان و خطا

حاصل آنکہ در سبب پیچیدۂ
لیک معذوری ہمین را دیدۂ

قافلہ حیران شدند از کار او
یا محمدؐ چیست این اے بحر خو

کردۂ روپوش مشک خورد را
غرقہ کردی ہم عرب ہم کرد را

ایک وادی مین عربون کی ایک جماعت کی یہ حالت تھی کہ بارش نہ ہونے اور پانی نہ ملنے کے سبب اُن کی مشکین خشک ہو گئی تھین اور اُس میدان مین ایک قافلہ پڑا ہوا تھا جو شدت مصیبت سے اپنی موت کی دعائین مانگ رہا تھا کہ دفعۃً اُن کی مدد کیلئے ہر دو عالم کے فریاد رس (دنیا مین بذریعہ دعا و ہدایت اور عقبیٰ مین بذریعہ شفاعت) محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کہین سے آتے ہوئے وہان پھونچ گئے۔ یہان پھونچکر آپنے دیکھا کہ ایک بہت بڑا قافلہ گرم ریت اور دور و دراز اور کٹھن رستہ پر پڑا ہوا ہے یہ دیکھکر آپکو رحم آیا اور فرمایا کہ تم مین سے چند آدمی اُن ٹیلون پر جاؤ دیکھو ایک حبشی مشک لا رہا ہے اور اپنے آقا کی طرف تیز جا رہا ہے تم اُس حبشی کو اونٹ سمیت میرے پاس جبراً لے آؤ۔ وہ متلاشی ٹیلون پر آئے تھوڑی دیر کے بعد اُنہون نے ویسا ہی دیکھا جیسا آپنے فرمایا تھا کہ ایک حبشی غلام اونٹ پر سوار ہے اور اُسکے پاس ایک بڑی مشک پانی سے بھری ہوئی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسا کسی کے واسطے ہدیہ لئے جاتا ہو اُس سے انہون نے کہا کہ تمکو فخر البشر خیر الوریٰ نے اُس طرف بلاتے ہین۔ اُسنے کہا مین نہین جانتا فخر البشر خیر الوریٰ کون ہین اسیران مین سے کسی نے کہا کہ ماہرو شیرین خصال سرور سید بہتر و بہتر شفیع مجرمان محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور ایسی ہی اور تعریفین کین کیونکہ آپ واقع مین ایسے ہی ہین اُسنے کہا ہو نہو یہ وہی جادوگر ہے جسنے اپنے جادو سے ایک بڑی جماعت کو مغلوب کر لیا مین اُس کی طرف تو آدہ بالشت بھی نہ چلون گا۔ جب اُنہون نے دیکھا کہ وہ خوشی سے نہین آتا تو وہ کھینچتے ہوئے اُس طرف لائے اُسنے چلانا شروع کیا اور طعن و تشنیع اور جلی کٹی باتین کہنی شروع کین۔ مگر اُنہون نے اُسپر کچھہ توجہ نہ کی اور لے ہی آئے جبکہ اُسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک مین حاضر کیا تو آپنے فرمایا اچھا تم سب اسمین سے پانی پیلو اور اپنی اپنی مشکین بہر لو آپنے اُسی مشک سے سب کو سیراب کر دیا۔ اور آدمیون اور اُونٹون سب نے اُس سے خوب اچھی طرح پانی پی لیا اور اُسکی ایک مشک سے چھوٹی بڑی مشکین بھی پُر کر لین وہ مشک یون ہی پانی دے رہی تھی کہ ابر آسمانی کو اُسپر رشک ہوتا تھا اور وہ بھی متحیر تھا کہ اتنا چھوٹا ظرف اور اس مین اسقدر پانی کسی نے ایسا دیکھا ہے کہ ایک مشک سے اتنی دوزخون کی آگ بجھہ جاوے یعنی اتنے پیٹون مین ٹھنڈک پڑجاوے اور کسی نے یہ دیکھا ہے کہ ایک مشک سے بے زحمت اتنی مشکین بھر جائین۔ اصل بات یہ ہے کہ

کہ مشک تو ایک آڑ تھی ورنہ یہ موج فضل بحکم خداوندی بحر قدرت بے پایان سے آرہی تھی اُسکی قدرت نہایت وسیع ہے دیکھو پانی بخارات بنکر ہوا بنتا ہے اور ہوا سردی پاکر پھر پانی بنجاتی ہے بلکہ اُسنے نوع آب کو عدم محض سے پیدا کیا ہے جب اُسکی قدرت اتنی وسیع ہے تو اسمین کیا راز ہے کہ مشک آب کو حجاب بنایا گیا اس کا سبب یہ ہے کہ تمنے بچپن سے اسباب ہی کو دیکھا ہے اسلئے تم اسباب ہی کو لئے ہوئے ہو۔ اور بلا سبب کے کوئی بات تمہاری سمجھ مین نہین آتی۔ تمنے سبب مین مشغول ہوکر اُس مسبب کو بھلا دیا ہے جسنے خود اسباب کو بنایا اور اُس سے پھر کر ان حجابون کی طرف مائل ہوگئے ہو لیکن جب اسباب ختم ہو جاتے ہین اُسوقت تم بھی سر پیٹتے اور ربنا اللہ یہ کردے اے اللہ وہ کردے کہتے ہو اور حق سبحانہ کی قدرت کا اعتراف کرتے ہو اسوقت حق سبحانہ فرماتے ہین کہ اب تمہین میرا بلا اسباب کے فاعل ہونا کیسے یاد آیا تم تو اسباب ہی کو سب کچھ مانتے تھے بس جاؤ اسباب ہی کو ذریعہ مقصود بناؤ۔ اسپر تم کہتے ہو نہیں اے اللہ اب مین تجھی کو سب کچھ سمجھونگا اور اسباب جو کہ دہوکے کی ٹٹی ہین اُن پر کبھی نظر نہ کرون گا۔ اُسپر حق سبحانہ فرماتے ہین کہ ہم جانتے ہین کہ تم اپنے عہد و پیمان میں بڑے بودے ہو تمہاری تو یہ حالت ہے کہ دوزخ کو دیکھکر بھی معاصی مین مبتلا ہو لیکن ہم تمہارے پاجی پن پر نظر نہ کرینگے بلکہ تمپر رحمت کرین گے کیونکہ ہماری رحمت وسیع ہے اور ہم رحیم ہین ہم تمہارے جھوٹے عہد کو نہ دیکھین گے بلکہ جب اُسوقت تم ہم سے مانگ رہے ہو تو ہم اپنے کرم سے تمہیں دینگے ہمارا کام احسان و وفا ہے اور تمہارا کام بدعہدی بھول اور غلطی۔ خیر خلاصہ یہ کہ تم اسباب مین لپٹے ہوئے ہو مگر ایک حد تک معذور ہو کہ تمنے آنکھ کھولکر اسباب ہی دیکھے ہین اسلئے آڑ کی ضرورت ہوئی خیر جب یہ واقعہ ہوا تو قافلہ متحیر ہوا اور کہا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہ کیا بات ہے کہ آپنے ایک چھوٹی سی مشک کو آڑ بنا کر اُس مین اتنا پانی نکالا کہ تمام عربون اور کردوں کو گویا کہ اسمین ڈبو دیا

شرح شبیری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عرب کے قافلہ کی فریاد کو

پہونچنا کہ تشنگی اور بے آبی کی وجہ سے عاجز ہو رہا تھا اور دل موت پر رکہے ہوئے تھا اور اُنکے جانور بھی قریب ہلاکت تھے

اندراں وادی گروہے از عرب　　خشک شد از قحط باراں شاں قرب

یعنی اُس جنگل مین ایک عرب کے گروہ کے قحط بارش کی وجہ سے مشکیزے خشک ہو گئے تھے (چونکہ مشک مین پانی بہرنے سے وہ تر رہتی ہے ورنہ خشک ہو جاتی ہے تو چونکہ پانی تھا نہین لہذا ساری مشکین خشک ہو گئی تھین۔

درمیانِ آن بیابان ماندۂ　　کاروانِ مرگ بر خود خواندۂ

یعنی اُس بیابان مین رہے ہوئے اور موت کے قافلہ کو اپنے اوپر بلائے ہوئے۔

ناگہانے آن مغیث ہر دو کون　　مصطفےٰ پیدا شد از رہ بہرِ عون

یعنی ناگہان وہ دونون جہان کے فریادرس (یعنی) مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم راستہ سے مدد کیواسطے پیدا ہو گئے یعنی ناگہان اُس جنگل مین حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا بھی گذر ہوا

دید کانجا کاروانے بس بزرگ　　بر تفِ ریگ و رہے صعب سترگ

یعنی آپنے ایک بہت بڑے قافلہ کو گرم ریت اور ایک بڑی سخت راہ پر دیکہا۔

اشتران شان را زبان آویختہ　　خلق اندر ریگ ہر سو ریختہ

یعنی اُنکے اونٹ زبان ڈالے ہوئے تھے اور لوگ ریتے مین ہر طرف پڑے ہوئے تھے،،

رحمش آمد گفت ہین زوتر روید　　چند یارے سوئے آن کثبان روید

یعنی آپکو رحم آیا تو فرمایا کہ ہان جلدی سے جاؤ چند آدمی اُن ٹیلون کی طرف جاؤ۔

کہ سیاہے بر شتر مشک آورد　　سوئے میر خود بزودی می برد

یعنی ایک حبشی اونٹ پر مشک لا رہا ہے اور اپنے امیر کی طرف جلدی سے لیجا رہا ہے

آن شتربان سیہ را با شتر　　سوئے من آرید با فرمان مُر

یعنی اُس حبشی اونٹ والے کو معہ اونٹ کے میرے پاس حکم قطعی کی ساتھ لاؤ مطلب یہ کہ

اُسکی رضا لینے کی حاجت نہین ہے بس حکم قطعی ہے کہ اسکو میرے پاس لے آؤ۔

سوئے کثبان آمدند آن طالبان　　بعد یک ساعت بدیدند آنچنان

یعنی وہ تلاش کرنیوالے ٹیلون کی طرف آئے تو ایک گھڑی کے بعد اُنہون نے ویسا ہی دیکھا

بندۂ می شد سیہ با اشترے　　راویہ پُر آب چون ہدیہ برے

یعنی ایک غلام حبشی معہ ایک اونٹ کے مشک پانی سے بہری ہوئی ہدیہ لیجانیوالے کی طرح جارہا ہے

یعنی بہت اہتمام سے وہ اُس مشک کو لیجارہا ہے۔

پس بدو گفتند می خواند ترا　　این طرف فخر البشر خیر الورے

یعنی پس اُن لوگون نے کہا کہ تجھے اس طرف فخر البشر اور خیر الورے بلا رہے ہین۔

گفت من نشناسم او را کیست او　　گفت او آن ماہ روئے قند خو

یعنی اُسنے کہا کہ مین اُنکو نہین پہچانتا کہ وہ کون ہین تو صحابہ نے فرمایا کہ وہ ماہرو اور قند خو ہین۔

سید و سرور محمد نور جان　　مہتر و بہتر شفیع مجرمان

یعنی سید اور سردار محمد صلے اللہ علیہ وسلم نور جان مہتر اور بہتر اور مجرمون کے شافع،،

نوعہا تعریف کردندش کہ ہست　　گفت مانا او مگر آن ساحر است

یعنی اُن کی قسم قسم کی تعریفین کین کہ وہ (ایسے) ہین تو بولا کہ شاید وہ فلان ساحر ہین،

کہ گروہے را زبون کرد او بسحر　　من نیایم جانب او نیم شبر

یعنی کہ ایک گروہ کو اُنہون نے جادو سے مغلوب کر رکہا ہے تو مین اُن کی طرف آدہی بالشت بھی نہ آؤن گا۔

کش کشانش آوریدند آن طرف　　او فغان برداشت بر تشنیع وتف

یعنی اُسکو کہینچتے ہوئے اُس طرف کو لائے اور وہ تشنیع وطعن مین غل مچا رہا تھا۔

چون کشیدندش بہ پیش آن عزیز　　گفت نوشید آب و بردارید نیز

یعنی جبکہ وہ اسکو اُس عزیز کے سامنے لائے تو فرمایا کہ پانی پیو اور رکہ بھی لو

جملہ را زان مشک او سیراب کرد　　اشتران و ہر کسے زان آب خورد

یعنی سبکو آپنے اُس مشک سے سیراب فرمایا۔ اونٹون نے اور ہر شخص نے اُس پانی سے پیا،،

راویه پر گرد مشک از مشک او　　ابر گردون خیره ماند از رشک او

یعنی بڑی اور چھوٹی سب مشکین اُسکی مشک سے بھر لیں اور ابر آسمانی بھی آپکے رشک سے حیران رہگیا یعنی اُسکو حیرت تھی کہ میں بھی اسقدر فیاض نہیں ہوں جیسے کہ آپ ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ

این کسے دیدہ است کز یک راویہ　　سرد گردد سوز چندین ہاویہ

یعنی یہ کسی نے دیکھا ہے کہ ایک مشک سے اتنی دوزخوں کی آگ بجھ گئی ہو۔

این کسے دیدست کز یک مشک آب　　گشت چندین مشک پر بے اضطراب

یعنی یہ کسی نے دیکھا ہے کہ پانی کی ایک مشک سے اتنی مشکیں بے کسی اشکال کے بھر گئی ہوں

مشک خود روپوش بود و موج فضل　　می رسید از امر او از بحر اصل

یعنی مشک خود ایک حجاب تھا (ورنہ) فضل کی موج حکم حق سے دریائے اصل سے پہونچ رہی تھی یعنی یہ مشک تو ایک درمیان میں واسطہ اور حجاب تھی ورنہ اصل میں تو پانی دریائے اصل اور بحر رحمت میں سے آرہا تھا آگے اُسکے استعجاب کو دور فرماتے ہیں کہ۔

آب از جوشش ہمی گردد ہوا　　وان ہوا گردد ز سردی آبہا

یعنی پانی اپنے جوشش سے ہوا بنجاتا ہے اور وہ ہوا سردی کی وجہ سے پانی ہوجاتی ہے مطلب یہ کہ دیکھو اسباب ظاہری سے اکثر اوقات ہوا پانی بنجاتی ہے اور پانی ہوا بنجاتا ہے لیکن

بلکہ بے اسباب و بیرون زین حکم　　آب رویانید تکوین از عدم

یعنی بلکہ بے اسباب کے اور اُس حکم سے باہر تکوین عدم سے پانی اُگاتی ہے۔ مطلب یہ کہ اسباب ظاہری سے تو ہوا سے پانی اور پانی سے ہوا بنجاتے ہیں لیکن بعض مرتبہ اُسکے خلاف بھی ہوتا ہے جیسا کہ یہاں ہو رہا تھا کہ بے اسباب ظاہری کے حکم تکوینی عدم سے اُس پانی کو پیدا کر رہا تھا اور یہ پانی آرہا تھا آگے فرماتے ہیں کہ۔

تو ز طفلی چون سببہا دیدۂ　　در سبب از جہل بر چفسیدۂ

یعنی تو نے بچپن سے جب اسباب کو دیکھا ہے تو جہل کی وجہ سے سبب پر چپکا ہوا ہے

با سببہا از مسبب غافلے　　سوئے این روپوشہا زان مائلی

یعنی تو اسباب میں مسبب سے غافل ہے اور ان حجابات کی طرف اسوجہ سے مائل ہے

چون نماند سبب ہا رفت بر سر میزنی		ربنا و ربنا ہا می کنی

یعنی جب اسباب جاتے رہے تو سر پیٹتا ہے اور ربنا ربنا کرتا ہے مطلب یہ کہ مولانا فرماتے ہین کہ اے انسان تو نے چونکہ بچپن سے ان اسباب ہی کو دیکھا ہے اسلئے تیری نظر مین صرف اسباب ہی ہین اور تو مسبب سے غافل ہو رہا ہے اور تیری سمجھ مین بے اسباب ظاہری کے اس طرح پانی کا پیدا ہو جانا نہین آتا لیکن جب اسباب فنا ہو جاتے ہین اور قضا و قدر کی طرف سے کوئی امر واقع ہوتا ہے تو اسوقت دعائین کرتا ہے اور حق تعالی کو پکارتا ہے کہ اے اللہ اسباب تو ہین نہین اب آپ ہی بچائیے۔ اور آپ ہی پناہ دیجئے جب یہ دعا کرتا ہے تو حق تعالی فرماتے ہین کہ

رب ہمی گوید برو سوئے سبب		چون ز صنعم یاد کردی ای عجب

یعنی حق تعالی فرماتے ہین کہ اسباب ہی کی طرف جا تعجب ہے کہ تو نے مصنوع سے مجھے یاد کیا مطلب یہ کہ حق تعالی فرماتے ہین کہ تو نے مصنوع کو چھوڑ کر مجھے یاد کیا تو تو ہمیشہ اسباب ہی کی طرف متوجہ رہتا تھا تو اب کیون اس طرف متوجہ ہوا جا اسباب ہی کی طرف جا جب اُدھر سے یہ ارشاد ہوتا ہے تو انسان کہتا ہے کہ

گفت زین پس من ترا بینم ہمہ		ننگرم سوئے سبب وان دمدمہ

یعنی کہتا ہے کہ اسکے بعد مین بالکل تجھے ہی دیکھونگا۔ مین سبب اور مکر و فریب کی طرف نہ دیکھونگا یعنی انسان اس ارشاد حق کو سنکر عرض کرتا ہے کہ یاالٰہی اب آیندہ اسباب کی طرف نظر نکرونگا اور اب تو ہمیشہ تمام امور کو آپ ہی کی طرف سے سمجھونگا۔

گویدش رُدُّوا لَعَادُوا کار تست		اے تو اندر توبہ و میثاق سست

یعنی حق تعالی اُس سے فرماتے ہین کہ تیرا کام ردوا لعادوا ہے ای وہ کہ تو توبہ اور عہد مین سست ہے (حق تعالی قرآن شریف مین ارشاد فرماتے ہین ولو تری اذ وقفوا علی النار فقالوا یا لیتنا نرد ولا نکذب بآیات ربنا و نکون من المؤمنین بل بدا لھم ما کانوا یخفون من قبل ولو ردوا لعادوا لما نھوا عنہ و انھم لکذبون) مطلب یہ کہ حق تعالی ارشاد فرماتے ہین کہ اے انسان تو جو وعدہ کرتا ہے کہ مین آیندہ اسباب کی طرف متوجہ نہونگا یہ وعدہ

اور تو بالکل سست اور تو اس وعدہ اور میثاق پر پورا رہنے والا نہین ہے اسلئے کہ تیری تو وہ حالت ہے اور تو تو ایسا ہونے والا ہے کہ جب جہنم کو دیکھ لیگا اور اُسکے عذاب کا مشاہدہ کر لیگا تو اُس وقت کہیگا کہ اگر مین دنیا مین لوٹ جاؤن تو اس مرتبہ جاکر ضرور عبادت حق کرون اور ایمان لاؤن لیکن چونکہ ہم علیم ہین ہم جانتے ہین کہ تو وہان جاکر ہمین بھول جاویگا اور اسی طرح شرک و معاصی مین مبتلا ہو جاویگا تو بالکل جھوٹا ہے اور ہم جانتے ہین کہ تو پھر اسباب کی طرف متوجہ ہوگا۔ اور تو اُن اسباب ہی مین لگے گا اور اپنے کامون کو اب بھی ہماری طرف سے نہ سمجھے گا اور یہ تیرا توبہ کرنا اور تیرے یہ عہد و میثاق سب سست ہین لیکن خیر سُنئے کہ

لیک من آن ننگرم رحمت کنم ‌‌‌‌ ‌ ‌ رحمتم پرست بر رحمت تنم

یعنی لیکن مین اُسکو نہین دیکھتا اور رحمت کرتا ہون میری رحمت زیادہ ہے مین رحمت پر تنتا ہون

ننگرم عہد بدت بدہم عطا ‌ ‌ ‌ از کرم اینم چو میخوانی مرا

یعنی مین تیرے عہد بد کو نہین دیکھتا بلکہ کرم کی وجہ سے تجھے عطا دیتا ہون جبکہ تو مجھے پکار رہا ہی

از من آید جملہ احسان و وفا ‌ ‌ ‌ وز تو بد عہدی و نسیان و خطا

یعنی مجھسے تو بالکل احسان اور وفا آتا ہے اور تجھسے بدعہدی اور نسیان اور خطا آتا ہے مطلب یہ کہ حق تعالیٰ فرماتے ہین کہ اے انسان اور اے بندہ اگرچہ تو سُست عہد اور توبہ شکن اور وعدہ فراموش ہے لیکن جب تو ہماری طرف متوجہ ہوا اور تونے ہمین پکارا تو اب ہماری رحمت اور کرم کا تقاضا یہ ہے کہ ہم تجھے بخشتے ہین اور تجھپر رحم کرتے ہین تونے ہمیشہ بدعہدی اور وعدہ فراموشی کی ہے اور ہمنے ہمیشہ کرم کیا ہے اور عطا کی ہے لہذا اُسی بنا پر ہم اب بھی تجھپر رحم کرتے ہین اور تیری اس بدعہدی پر جسکا ہمین علم ہے کہ تو کریگا نظر نہین کرتے سچ یہ ہے کہ رحمت حق بہانہ می جوید جو کچھ کی ہے اور بدعہدی وغیرہ غرض جو کی ہے وہ سب ہماری طرف سے ہے اور اُس طرف سے کرم اور انعامات ہی ہین خوب کہا ہے سے تیرے کرم مین کمی کچھ نہین کریم ہے تو مرا قصور ہے جھوٹا اُمیدوار ہون مین۔ اور فرماتے ہین کہ سے نقصان نہ قابل ہست وگرنہ علی الدوام + فیض سعادتش ہمہ کس را برابر ست۔ غرضکہ انسان وہ وعدہ فراموش اور عہد شکن ہے کہ اُسپر جو کچھ بھی گذر جاوے یہ اُسکو فوراً ہی بھلا دینے والا ہے آگے خود انسان کی معذوری اسباب

مین بیان فرماتے ہین کہ

حاصل آنکہ در سبب پیچیدۂ　　　　لیک معذوری ہمین را دیدۂ

یعنی حاصل یہ کہ تو سبب مین لپٹا ہوا ہے لیکن تو معذور ہے کہ تونے اُسیکو دیکھا ہے مطلب یہ کہ فرماتے ہین کہ اے انسان حاصل اس ساری گفتگو کا یہ ہے کہ تو بالکل اسباب مین لپٹا ہوا ہے اور تیری نظر اسباب ہی پر ہے لیکن تو اس مین کسی درجہ مین معذور بھی ہے اسلئے کہ ہوش سنبھالا تو اسباب ہی پر نظر پڑی اب تو مجاہدات و ریاضات کے بعد تو اس حالت کو دفع کر سکتا ہے اور نظر خالق اور صانع پر کر سکتا ہے غرضکہ اسوقت یہ پانی اسباب ظاہری کے خلاف بحر رحمت اور فضل حق سے آرہا تھا اور سبکو سیراب کر رہا تھا۔

قافلہ حیران شد ندازکاراو　　　　یا محمدؐ چیست این اے بحر خو

یعنی قافلہ آپکے کام سے حیران رہ گیا (اور سب چیخ اُٹھے کہ) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اے دریا خصلت یہ کیا ہے۔

کردۂ روپوش مشک خورد را　　　　غرقہ کردی ہم عرب ہم کرد را

یعنی آپنے ایک چھوٹی مشک کو حجاب کر لیا ہے اور عرب اور کُرد سبکو غرق کر دیا ہے مطلب یہ کہ سارے قافلہ والے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس معجزے سے حیران اور ششدر رہگئے اور بول اُٹھے کہ اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم آپنے بظاہر تو اس مشک خورد کو حجاب بنالیا ورنہ اپنے معجزے سے تمام عرب اور عجم کو سیراب کر دیا۔ اور پانی سب مین پہونچا دیا۔ عرب و کُرد بطور مبالغہ کے کہدیا مطلب یہ کہ اسمین سے سیکڑون آدمیون کو سیراب کر دیا۔ غرض کہ سارے کے سارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزے کے قائل ہوگئے اور مان گئے کہ مع الفضل ما شہدت بہ الاعداء۔ غرض کہ اُس غلام کی مشک اُسی طرح بھری رہی اور قافلہ سارا کا سارا سیراب ہوگیا۔ آگے اُسکی مشک کے بھرے رہنے اور اس حبشی غلام کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ سے سپید ہو جانے کا قصہ بیان فرماتے ہین

شرح حبیبی

ای غلام اکنون تو پُر بین مشک خود / تا نگویی در شکایت نیک و بد

آن سیه حیران شد از برهان او / می دمید از لامکان ایمان او

چشمهٔ دید از هوا ریزان شده / مشک او روپوش فیض آن شده

زان نظر روپوشها هم بر درید / تا معین چشمهٔ غیبی رسید

چشمها پُر آب کرد آندم غلام / شد فراموشش ز خواجه وز مقام

دست و پایش ماند از رفتن براه / زلزله افگند در جانش اله

باز بهر مصلحت بازش کشید / که بخویش آ باز رو ای مستفید

وقت حیرت نیست حیرت پیش تست / این زمان در ره در آ چالاک و چست

دستهائے مصطفی بر رو نهاد / بوسهائے عاشقانه بس بداد

مصطفی دست مبارک بر رخش / آنزمان مالید کرد او فرخش

شد سپید آن زنگی زاده حبش / همچو بدر و روز روشن شد شبش

یوسفے شد در جمال و در دلال / گفتش اکنون رو بده وا گوی حال

او همی شد بی سر و بی پای مست / پای می نشناخت در رفتن ز دست

پس بیامد با دو مشک پر روان / سوئے خواجه از نواحے کاروان

خواجه بر ره منتظر بنشسته بود / کان غلامش دیر می آمد نه زود

خواجه از دورش بدید و خیره ماند / از تحیر اهل آن ده را بخواند

راویهٔ ما اشتر ما هست این / پس کجا شد بندهٔ زنگی جبین

آن یکے بدریست می آید ز دور | می زند بر نور روز از روشن نور
تو غلام ما مگر سرگشتہ شد | یا بد و گبرے رسید و کشتہ شد
یا مگر او را بکشت این بد گہر | اشترش آورد اینجا از قدر
چون بیامد پیش گفتش کیستے | از یمن زادی و یا ترکیستے
گو غلامم را چہ کردی راست گو | گر بکشتی وا نما حیلت مجو
گفت اگر کشتم بتو چون آمدم | چون بپائے خود درین خون آمدم
گفت نے نے در نگیرد بامنت | راست باید گفت سر دست این فنت
تو غلام من بگفت اینک منم | کز دست فضل یزدان روشنم
دیدہ ام صد رو بدری گشتہ ام | صاحب فضلے و قدرے گشتہ ام
ہے چہ میگوئے غلام من کجاست | ہین نخواہی جست از من جز براست
گفت اسرار ترا با آن غلام | جملہ وا گویم یکایک من تمام
زان زمانیکہ خریدی تو مرا | تا بکنون باز گویم ماجرا
تا بدانی کہ ہمانم در وجود | گرچہ از شب بر من صبحے کشود
رنگ دیگر شد ولیکن جان پاک | فارغ از رنگ ست وز ارکان خاک

جب پانی پینے اور لینے سے لوگ فارغ ہوگئے تو آپ نے اُس غلام سے فرمایا کہ اے میاں اپنی مشک پانی سے بھری ہوئی دیکھ لے ایسا نہ ہو کہ تو ہمیں بُرا بھلا کہے وہ حبشی آپ کا یہ معجزہ دیکھکر حیران رہگیا اور خدا کی طرف سے اُسمیں ایمان پیدا ہوگیا صورت اُس کی یہ ہوئی کہ اُسنے دیکھا کہ میری

مشک محض آرہا ہے اور ہوا مین سے چشمہ بہ رہا ہے اس سے اُسکی نظر آگے بڑہی کہ ہوا مین کہان سے آرہا ہے اور اُسکی نظر چشمۂ غیبی یعنی قدرت الٰہیہ تک پھونچی۔ اس سے وہ معتقد ہوگیا۔ اور ایمان لے آیا۔ اُسوقت اُسکی آنکھون مین آنسو ڈبڈبا آئے اور نہ اُسکو آقا کا خیال رہا نہ گہر کا اور اُسکی جان مین کوسناٹا نکل گیا۔ اُسکے ہاتھ پاؤن مین اتنی طاقت نہ رہی کہ وہ راستہ چل سکے۔ مصلحت کیلئے حق سبحانہ نے اُسکو پھر اس حالت سے نکالا اور حکم دیا کہ ہوش مین آ۔ اور اپنے گھر واپس جا۔ یہ وقت تحیر کا نہین ہے تحیر کا وقت آگے آئیگا۔ اسوقت تو تو تیزی کیساتھ راستہ پر ہولے خیر جب اُسکے حواس درست ہوئے تو اُسنے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر اپنا منھ رکہا اور عاشقون کی طرح بہت سے بوسے دئے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی براہ شفقت اُسکے منھ پر ہاتھ پھیر کر اُسکو مبارک کیا اس سے وہ زنگی اور حبشی زادہ گورا چٹا ہوگیا اور اُس کا رات کی طرح تاریک چہرہ دن کی طرح روشن ہوگیا اور حُسن دلفریب افزا مین یوسف وقت بن گیا۔ تب آپ نے فرمایا کہ اچھا اب گاؤن مین جاؤ اور یہ واقعہ بیان کرو مکن ہے کہ اس معجزہ کو دیکھکر اور لوگ بھی ایمان لائین۔ یہ حکم سنکر وہ روانہ ہوگیا اور چلنے مین اُس کی یہ حالت تھی کہ بے سر و پا اور مست وار جا رہا تھا نہ اُسکو ہاتھ کا ہوش تھا نہ پاؤن کا بس وہ دوڑتا ہوا قافلہ سے آقا کے پاس آیا آقا راستہ مین منتظر بیٹھا ہوا تھا کیونکہ وہ جلد نہ آیا تھا بلکہ اُسکو دیر ہوگئی تھی۔ آقا نے اُسکو دور سے دیکہا اور متحیر رہگیا۔ اور متحیر ہوکر گاؤن کے لوگون کو بلا لیا وہ سوچتا تھا کہ مشک بھی ہماری ہے اور اونٹ بھی ہمارا ہے زنگی غلام کیا ہوا یہ جو آرہا ہے یہ تو ایک چودہوین رات کا چاند ہے اسکی چہرہ کی روشنی تو دن کی روشنی پر غالب آرہی ہے۔ ہمارا غلام کیا ہوا معلوم ہوا رستہ بھول گیا۔ یا کوئی بھیڑیا چھو گیا اُسنے کہا لیا۔ اور وہ مر ڈالا گیا ممکن ہے کہ اسی بدذات نے اُسے مار ڈالا ہو اور تقویر سے اونٹ اُسے یہان لے آیا ہو وہ اسی طرح خیالات پکار رہا تھا کہ غلام اُسکے سامنے آگیا۔ جب وہ اُسکے سامنے آیا تو اُسنے کہا کہ تو کون ہے تو یمنی ہے یا ترکی میرا غلام کہان ہے سچ بتا تو نے اُسے کیا کیا۔ دیکہہ اگر تو نے اُسے مار ڈالا ہے تو دہو کا مت کر نا صاف صاف کہدینا۔ اُسنے کہا کہ اگر مین اُسے مار ڈالتا تو آپکے پاس کیسے آتا اور مرنے کیلئے اپنے پاؤن کیون آتا اُسنے کہا کہ اس سے تو بچ نہین سکتا۔ یہ تیرا دہوکہا بے خبر ہے تو سچ سچ کہدے میرا غلام

کہان ہے اُسنے کہا مین ہی آپ کا غلام ہون۔ حق سبحانہ کے دست عنایت نے مجھے منور کردیا ہے اُسی کے ذریعہ سے مجھے مرتبہ عالی نصیب ہوا ہے اور اسی سے مین چودہوین رات کا چاند ہوگیا ہون اور اُسی کے سبب مین صاحب فضیل اور عالی قدر ہوگیا ہون۔ آقا نے پھر کہا ارے تو کیا کہہ رہا ہی سچ بتا کہ میرا غلام کہان ہے دیکھہ اگر تو اپنی خیریت چاہتا ہے تو سچ سچ کہدے کیونکہ تھکو میری ہاتھ سے سچ ہی چھڑا سکتا ہے اور جھوٹ سے تو بچ نہین سکتا اُسنے کہا آپکو یقین نہین آتا مین ہی آپ کا غلام ہون۔ اور اُس غلام اور آپکے درمیان جو راز ہین مین ایک ایک بتائے دیتا ہون۔ اور جسوقت سے آپنے مجھے خریدا ہے اسوقت تک کی ایک ایک بات بیان کئے دیتا ہون تاکہ آپکو معلوم ہوجاوے کہ میری ذات وہی ہے اگرچہ سیاہ رنگت جاکر گوری رنگت نکل آئی ہے میرا رنگ دوسرا ہوگیا ہے مگر جان وہی ہے کیونکہ جان رنگ کے تابع نہین۔ وہ تو رنگ عناصر اور خاک سب سے مبرا ہے پس رنگ کے بدل جانے سے اسپر کیا اثر پڑ سکتا ہے۔

شرح شبیری

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ سے اُس غلام کی مشک کا غیب سے بھر جانا اور اُس حبشی غلام کا گورا چٹا ہوجانا

اے غلام اکنون تو پُر بین مشک خود   تا نگوئی در شکایت نیک و بد

یعنی اے غلام تو اب اپنی مشک بھری ہوئی دیکھہ لے تاکہ تو شکایت مین بُرا بھلا نہ کہے مطلب یہ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ارے غلام اب دیکھ لے کہ تیری مشک بھری ہوئی ہے کبھی تو پھر شکایت کرے کہ میرا پانی لیلیا۔ اور مجھے خالی چھوڑ دیا۔ ہمنے لیا ہے لیکن تیری مشک ویسی کی ویسی ہی بھری ہوئی ہے

آن سیہ حیران شد از برہان او   می دمید از لامکان ایمان او

یعنی وہ حبشی آپکی بُرہان سے حیران رہگیا۔ اور اُس کا ایمان غیب سے اُگ رہا تھا۔ یعنی حبشی حضرت کا یہ معجزہ دیکھکر حیران رہگیا۔ اور اُسکے قلب مین ایمان آنا شروع ہوگیا۔ اور نور ایمان اُسکو

قلب مین چمکنے لگا۔

چشمۂ دید از ہوا ریزان شدہ　　مشک او روپوشِ فیض آن شدہ

یعنی اُسنے ایک چشمہ دیکھا جو کہ ہوا مین سے گر رہا ہے اور اُسکی مشک اُس فیض کیلئے حجاب ہو رہی ہے

زان نظر روپوشہا ہم بردرید　　تا معین چشمۂ غیبے رسید

یعنی اُس نظر سے حجابات کو بھی اُٹھا دیا۔ یہانتک کہ چشمہ غیبی کے مقام اجرا تک پہونچ گئی۔ مطلب یہ کہ اُسے ایک چشمہ نظر آیا کہ جو ہوا مین گر رہا ہے اور اُس کی مشک اُس کیلئے حجاب ہو گئی ہے کہ لوگ سمجھتے ہین کہ اُس مشک مین سے یہ پانی آرہا ہے اُسکے بعد اُسکی نگاہ سے وہ حجاب مشک بھی اُٹھ گیا اور اُسنے خود اُس چشمہ کو دیکھ لیا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے فیض سے ایک چشمۂ آب اُبل رہا ہے اُسکو دیکھکر اُس کی یہ حالت ہوئی کہ۔

چشمہا پر آب کرد آن دم غلام　　شد فراموشش ز خواجہ وز مقام

یعنی اسوقت غلام نے آنکھین پُرآب کر دین اور اُسکو آقا اور قیامگاہ فراموش ہو گئے۔ مطلب یہ کہ اُس معجزہ کو دیکھکر وہ غلام رونے لگا اور اُسے نہ آقا یاد رہا اور نہ اُسے قیامگاہ یاد رہی وہ سبکو بھول گیا اور حیرت مین رہ گیا۔

دست و پایش ماند از رفتن براہ　　زلزلہ افگند در جانش آلہ

یعنی اُسکے ہاتھ پاؤن راستہ مین چلنے سے رہ گئے۔ اور اُس کی جان مین حق تعالےٰ نے زلزلہ ڈالدیا یعنی وہ اُس حالت کو دیکھکر ششدر ہو گیا اور کانپنے لگا۔ اور اس بات نے اُسے ایک مرتبہ ہلا ڈالا۔ اور اُسپر حالت سکر طاری ہو گئی۔

باز بہر مصلحت بازش کشید　　کہ بخویش آباز رو ای مستفید

یعنی پھر مصلحت کی وجہ سے اُسے واپس کھینچ لیا کہ اے مستفید آپے مین آ اور پھر چل مطلب کہ اس حالت کے بعد۔۔۔ حق تعالیٰ نے اُسکو سکر سے صحو کی طرف کھینچا کہ خودی مین اور ہوش مین آ کر سلوک طے کر اسلئے کہ استغراق اور سکر کی حالت مین ترقی نہین ہوتی بلکہ سکون رہتا ہے سلوک نہین ہوتا اسلئے اُسکو حالت سُکر سے حالت صحو کی طرف لائے تاکہ ترقی ہو۔

وقت حیرت نیست حیرت پیش تست　　این زمان در رہ در آ چالاک و چست

یعنی حیرت کا وقت نہین ہے حیرت تیرے آگے ہے اسوقت تو راہ مین چالاک و چست ہو کر آ۔ مطلب یہ کہ سکر سے صحو کی طرف لاتے مین گویا یہ ارشاد تھا کہ یہ وقت حیرت کا نہین ہے بلکہ اسوقت تو وقت سلوک ہے مقام حیرت آگے آویگا۔ وہان حیران ہونا۔ یہان تو ہوشیار ہو کر راستہ چلو یہان سے وہ حضرات جو کہ استغراق اور بیخودی کو بزرگی سمجھتے ہین سن لین کہ دیکھئے مولانا روم رح جیسے صوفی اور شیخ کامل جنکو کہ ہر طبقہ مانتا ہے فرماتے ہین کہ سکر اور استغراق مین سلوک طے نہیں ہوتا اسلئے حالت سکر کے بدلنے کی ضرورت واقع ہوئی اور اسکو ہوش مین لایا گیا۔ غرضکہ جب اسکو حالت سکر سے افاقہ ہوا تو اُسنے فرط جوش و محبت مین یہ کیا کہ

دستہائے مصطفےٰ بر رو نہاد   بوسہائے عاشقانہ بس براد

یعنی مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھون کو منہ پر رکہا اور عاشقانہ بوسے بہت سے دئے

مصطفےٰ دست مبارک بر رخش   آنزمان مالید و کرد او فرخش

یعنی مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک اُسکے چہرہ پر اُسوقت مل دیا تو اُسنے اُسکو فرخ کر دیا۔ مطلب یہ کہ جب اُسنے دست مبارک پر بوسے دئے تو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک اُسکے چہرہ پر پہیر دیا اور اُس ہاتھ پہیرنے نے اُسکو خوش نصیب اور نیک نہاد کر دیا۔

شد سپید آن زنگئے زادہ حبش   ہمچو بدر و روز روشن شد شبش

یعنی وہ زنگی زادہ حبشی سفید ہو گیا اور اُس کی رات روز روشن اور بدر کی طرح ہو گئی۔ مطلب یہ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پہیر دینے سے وہ حبشی حسین اور خوبصورت ہو گیا اور اُسکی صورت جو رات کی طرح کالی تھی وہ بدر اور روز روشن کی طرح ہو گئی۔

یوسفے شد در جمال و در دلال   گفتش اکنون رو بدہ وا گوئی حال

یعنی وہ جمال اور ناز مین ایک یوسف ہو گیا تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس سے فرمایا کہ اب گاؤن جا۔ اور حالت کو بیان کر۔ مطلب یہ کہ اُس کا حسن یوسفی ہو گیا اور اُسکی حالت اور اُسکے ناز و کرشمے بہت زیادہ ہو گئے جب اُس کی یہ حالت ہو گئی تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب گاؤن مین جا کر اُس ساری قصہ کو بیان کر تا کہ اور لوگون کو بھی معلوم ہو اور کسیکو ہدایت

ہو جاوے

اشتر ہی شد بے سر و بے پا و دست　　　　پائی می نشناخت در رفتن ز دست

یعنی وہ بے سر و پا اور دست جا رہا تھا وہ چلنے مین ہاتھ سے پاؤن کو نہ پہچانتا تھا۔ مطلب یہ کہ اس قصہ کو اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اس معجزہ کو دیکھکر اُسکے اوپر ایک عجیب حالت ہوگئی کہ وہ مستون کی طرح جا رہا تھا اور اُسے اپنے وجود کی کچھہ خبر نہ تھی بس وہ اس حالت مین مست تھا غرضکہ وہ گاؤن کی طرف چلا۔

پس بیامد با دو مشک پر روان　　　　سوئے خواجہ از نواحی کاروان

یعنی پس اپنے خواجہ کے پاس قافلہ کی طرف سے دو بہری ہوئی اور چلتی ہوئی مشکون کے ساتھ آیا (یہان دو مشک سے مُراد دو آنکھین ہین) مطلب یہ ہے کہ قافلہ کے پاس سے روتا ہوا آیا اور اُس کا یہ رونا رنج کی وجہہ سے نہ تھا بلکہ حیرت اور تعجب اور خوشی کے وقت مین بھی انسان کو رونا آجاتا ہے بس ایسی حالت مین وہ بھی روتا ہوا آیا۔ اور آنکھون کو دو مشک سے بوجہ زیادتی گریہ کے تشبیہ دی یعنی وہ بہت ہی رو رہا تھا۔

خواجہ بر رہ منتظر بنشستہ بود　　　　کان غلامش دیر می آمد نہ زود

یعنی آقا صاحب راستہ پر منتظر بیٹھے ہوئے تھے کہ اُس کا وہ غلام نہ جلدی آتا تھا نہ دیر مین یعنی وہ آقا منتظر تھا کہ آج میرے غلام کو کیا ہو گیا کہ آہی نہین چکتا اُس بیچارہ کو اس ماجرے کی کیا خبر۔ اب آگے اُس غلام کے آقا کے پاس پہونچنے کو اور آقا کے نہ پہچان سکنے کو بیان فرماتے ہین۔

آقا کا اپنے غلام کو حسین خوبصورت دیکھنا اور نہ پہچاننا اور اُس سے کہنا کہ تو نے میری غلام کو قتل کر دیا ہے اور اسکا خون تجھپر سوار ہو گیا ہے جو تو آگیا ہے

خواجہ از دورش بدید و خیرہ ماند　　　　از تحیر اہل آن دہ را بخواند

یعنی آقا صاحب نے اُسکو دور سے دیکھا تو حیران رہگئے اور حیرت کی وجہ سے گانْو والون کو بلایا کہ

راویہ ما اشتر ما ہست این　　　پس کجا شد بندۂ زنگی جبین

یعنی مشک ہماری ہے اور اونٹ ہمارا ہے پھر وہ حبشی غلام کہان گیا۔

آن یکے بدر یست می آید ز دور　　　می زند بر نور روز از روش نور

یعنی وہ ایک چاند ہی جو کہ دور سے چلا آرہا ہے کہ اُسکے چہرہ کا نور تو روز پر بڑہگیا ہے

کو غلام ما مگر گشتہ شد　　　یا بد و گرگے رسید و کشتہ شد

یعنی ہمارا غلام کہان ہے شاید راستہ بہک گیا یا اُسکو کوئی بھیڑیا پہونچا اور مارا گیا۔

یا مگر او را بکشت این بد گہر　　　اشترش آورد اینجا از قدر

یعنی یا شاید اُسکو اس بد ذات نے مار ڈالا ہے اور اسکو تقدیر کی وجہ سے اونٹ اس جگہ لے آیا ہے مطلب یہ کہ جب اُس آقا نے دور سے دیکھا کہ اونٹ اور مشک تو ہماری ہے اور غلام وہ ہے نہین تو اول تو خود حیرت مین ہوا پھر اور لوگون کو بلایا تاکہ اور لوگ بھی دیکھہ لین شاید میری نظر کچھہ غلطی کر رہی ہو غرضکہ سبکو دکھلایا تو معلوم ہوا کہ بیشک وہ غلام نہین ہے تو اب احتمالات پیدا ہوئے۔ کہ یا تو وہ کہین رستہ بہول گیا ہے یا اُسکو کہین بھیڑیون وغیرہ نے مار ڈالا ہے اور یہ کوئی اور شخص ہے باقی مشک وغیرہ ہماری مشک وغیرہ کے مثل ہے وہ نہین ہے پھر یہ احتمال ہوا کہ شاید اس شخص نے ہی جو آرہا ہے ہمارے غلام کو مار ڈالا ہے اور خود اونٹ اور مشک وغیرہ پر قبضہ کرکے کہین لیجانا چاہتا تھا مگر تقدیر الٰہی سے اونٹ اسکو یہان لے آیا اور یہ ہم تک پہونچ گیا ورنہ بھلا یہ کاہے کو یہان آنے لگا تھا غرضکہ دور سے دیکھہ دیکھہ کر طرح طرح کے احتمالات پیدا ہو رہے تھے

چون بیامد پیش گفتش کیستے　　　از زمین زادی و یا ترکیستے

یعنی جب وہ سامنے آیا تو اُس آقا نے اُس سے کہا کہ تو کون ہے یمنی ہے یا ترکی ہے

کو غلامم را چہ کردی راست گو　　　گر بکشتی وا نما حیلت مجو

یعنی کہ میرے اُس غلام کو تو نے کیا کیا سچ بتا اگر تو نے مار ڈالا ہو تو بتا دے حیلہ مت کر

گفت گر کشتم بتو چون آمدم　　　چون بپائے خود در این خون آمدم

یعنی اُس غلام نے کہا کہ اگر مین نے مار ڈالا ہے تو مین آ کس طرح گیا اور خود اپنے پاؤن سے اس خون مین
کس طرح آ گیا۔ مطلب کہ اُس غلام نے کہا کہ بھلا اگر مین نے تمہارے غلام کو مار ڈالا ہوتا تو مین یہہ یہان
کیون آ جاتا مین تو فوراً بھاگ جاتا اور تیرے پاس ہرگز نہ آتا بلکہ مین تو تیرا وہی غلام ہون ۔

گفت نے نے در نگیرد با منت راست باید گفت سر دست این فنت

یعنی اُس آقا نے کہا کہ نہین نہین میرے اندر یہ بات اثر نہ کریگی۔ تیری یہ بات بالکل فضول ہے
سچ کہنا چاہئے۔

کو غلام من بگفت اینک منم کرد دست فضل یزدان روشنم

یعنی (آقا نے کہا کہ) میرا غلام کہان ہے تو غلام نے کہا کہ یہہ مین ہی تو ہون حق تعالیٰ کے
دست فضل نے مجھے حسین کر دیا ہے۔

دیدہ ام صدری و بدری گشتہ ام صاحب فضلے و قدرے گشتہ ام

یعنی مین نے ایک صدر کو دیکھا ہے تو مین بدر ہو گیا ہون اور صاحب فضل اور صاحب قدر ہو گیا ہون
مطلب یہ کہ غلام نے کہا کہ مین ہی آپ کا وہ غلام ہون لیکن مین نے ایک ایسی ذات کو دیکھا
کہ جسکے دیکھنے سے میری یہ حالت ہو گئی ہے اور مجھے یہ فضیلت اور مقدرت ملی ہے جب اس
آقا نے یہ سنا تو اُسنے کہا کہ۔

ہے چہ می گوئی غلام من کجاست ہین نخواہی رست از من نیز راست

یعنی ارے تو کہہ کیا رہا ہے میرا غلام کہان ہے ارے تو مجھسے بجز سچائی کے چھوٹ نہین سکتا

گفت اسرار ترا با آن غلام جملہ وا گویم یکایک من تمام

یعنی اُس غلام نے کہا کہ تیرے تمام اسرار جو اُس غلام کی ساتھ تھے مین ایک ایک کر کے
ساری تجھہ سے بیان کر دون۔

زان زمانے کہ خریدی تو مرا تا بکنون باز گویم ماجرا

یعنی جسوقت سے کہ تو نے مجھے خریدا ہے اب تک کا سارا قصہ بیان کر دون۔

تا بدانی کہ ہمانم در وجود گرچہ از شبدیز من صبحے کشود

یعنی تاکہ تو جان لے کہ مین وجود مین وہی ہون اگرچہ میری تاریک رات مین سے ایک صبح

نکل آئی ہے۔

رنگ دیگر شد ولیکن جان پاک — فارغ از رنگ است وازارکان خاک

یعنی رنگ دوسرا ہوگیا لیکن جان پاک سے اور ارکان خاک سے فارغ ہے مطلب یہ کہ اُس غلام نے کہا کہ دیکھو تم جو اُس غلام سے اپنے اسرار بیان کیا کرتے تھے ان سبکو مین بیان کرسکتا ہون اور جب سے تمنے مجھے خریدا ہے اُسوقت سے اسوقت تک کے کل قصے جو گذرے ہین مین بیان کرسکتا ہون جس سے تمکو صاف طور پر معلوم ہوجاویگا کہ مین تمہارا وہی غلام ہون اور میری صورت صرف بدل گئی ہے ورنہ میری اندرونی حالت اور میری روح سب وہی ہے اُسمین کسی قسم کا تغیر نہین آیا۔ آب آگے مولانا فرماتے ہین کہ۔

شرح حبیبی

تن شناسان زود مارا گم کنند — آب نوشان ترک مشک وخم کنند

جان شناسان از عددہا فارغ اند — غرقۂ دریائے بیچون اندوچند

جان شو وازراہ جان جانرا شناس — یار بینش شو نہ فرزند قیاس

چون ملک با عقل یک سررشتہ اند — بہر حکمت را دو صورت گشتہ اند

آن ملک با عقل از یک گوہر اند — در پئے ہم ہمچو دنبال وسراند

آن ملک چون مرغ بال وپر گرفت — وین خرد بگذشت پر وفر گرفت

لاجرم ہر دو مناصر آمدند — ہر دو خوشدل وپشت ہمدگر شدند

ہم ملک ہم عقل حق را واجدے — ہر دو آدم را معین وساجدے

نفس وشیطان نیز زاول واحدے — بودہ آدم را عدو وحاسدے

آنکہ آدم را بدن دید او رمید — وانکہ نور مؤتمن دید او خمید

آن دو دیده روشنان بوده ازین
وین دو را دیده ندیده غیر طین

این بیان اکنون چو خر در یخ بماند
چون نشاید بر جهود انجیل خواند

کے توان با شیعه گفتن از عمر
کے توان بربط زدن در پیش کر

لیک گر در ده بگوشه یک کس است
ها و هوئے که برآوردم بس است

مستحق شرح را سنگ و کلوخ
ناطقے گردد مشرح بارسوخ

این نیاز مریمی بوده است و درد
که چنان طفلے سخن آغاز کرد

جزو او بے او برائے او بگفت
جزو جزوت گفت دارد در نهفت

دست و پا شاهد شوندت ای رهی
منکری را چند دست و پا نهی

ور نباشی مستحق شرح و گفت
ناطقه ناطق ترا دید و بخفت

هرچه روئید از پئے محتاج است
تا بیابد طالبے چیزے که جست

حق تعالی کاین سموات آفرید
از برائے دفع حاجات آفرید

هر که جویا شد بیابد عاقبت
مایهٔ در دست اصل مرحمت

هر کجا دردے دوا آنجا رود
هر کجا فقرے نوا آنجا رود

هر کجا مشکل جواب آنجا رود
هر کجا پستی است آب آنجا رود

آب کم جو تشنگی آور بدست
تا بجوشد آبت از بالا و پست

تا نزاید طفلک نازک گلو
کے روان گردد ز پستان شیر او

رو بدین بالا و پستیها بدو
تا شوی تشنه و حرارت را گرو

بعد ازان از بانگ زنبور ہوا	بانگ آب جو بنوشی اے کیا
حاجت تو کم نباشد از حشیش	آب را گیری سوئے او می کشیش
گوش گیری آب را تو می کشی	سوئے زرع خشک تا یابد خوشی
زرع جان را کش جواہر مضمر است	ابر رحمت پُر ز آب کوثر است
تا سقاہم ربہم آید خطاب	تشنہ باش اللہ اعلم بالصواب

یہاں سے مولانا ایک دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو حالت اُس آقا کی تھی وہی حالت ظاہر پرستوں کی ہے کہ وہ بھی ہم اہل اللہ کی صورت کو دیکھکر ہماری حقیقت سے انکار کر دیتے ہیں اور ہمکو نہیں پہچان سکتے بر خلاف طالبین معنے کے کہ وہ صورت پر نظر نہیں کرتے بلکہ وہ معنی کو دیکھتے ہیں جسطرح کہ پانی کا طالب مشک اور مٹکے کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ پانی کو دیکھتا ہے یہ لوگ تن شناس نہیں ہوتے بلکہ روح شناس ہوتے ہیں ان کو تشخصات سے بحث نہیں ہوتی کیونکہ تعدد و تشخصات و البتہ کیف و کم ہیں اور یہ لوگ دریائے بے کیف وکم میں غرق ہیں اسلئے کیف وکم پر ان کی نظر نہیں ہوتی۔ پس تمکو چاہئے کہ صورت کو چھوڑو اور اپنی روح کے ذریعے سے اہل اللہ کی روح کو پہچانو اور انکو اُس آقا کی طرح غیر نہ سمجھو بلکہ انکو اپنا یار جانو اور گمان کے پابند نہو کیونکہ تمہاری روح اور اہل اللہ کی روح دونوں یوں ہی ایک رشتہ میں منسلک ہیں جس طرح فرشتہ عقل کیساتھ لیکن بمقتضائے حکمت الٰہیہ دو صورتیں اختیار کرلی ہیں۔ فرشتہ اور عقل ہر دو بلحاظ ذات ایک ہی ہیں ایک دوسرے سے یوں ہی وابستہ ہیں جیسے سر اور دم گو صورتیں دونوں کی مختلف ہیں کہ فرشتوں نے پرندوں کی طرح بازو و پر لئے اور عقل نے پروں کو چھوڑ کر شوکت و شان لی۔ اسی لئے دونوں ایک دوسرے کے یار و مددگار ہیں اور آپس میں ایسے متوافق ہیں جیسے ایک چیز کی رو و پشت اور اُن کی تجانس و توافق ہی کی وجہ ہے کہ ہر دو حق سبحانہ کو پہچاننے والے اور آدم کو سجدہ کرنیوالے اور مدد دینے والے ہیں

علی ہذا نفس و شیطان بھی اول ہی سے ایک ہین اسیلئے آدم کے دشمن اور حاسد ہین پس ان ہین جسنے آدم کے جسم پر نظر کی وہ ان سے بہاگا اور جسنے اُس نور حق سبحانہ کو دیکھا جو اُن مین ودیعت کیا ہوا تھا اُنہون نے اطاعت قبول کی اور اُسکے سامنے جُھک گئے پس عقل و ملک نے تو نور کو دیکھکر آنکھہ روشن کی اور نفس و شیطان نے بجز مٹی کے کچھہ بھی نہ دیکھا۔ لہذا تمکو صفات ملکیہ اختیار کرنی چاہئین۔ اور عقل کو نفس پر غالب کر کے ارواح اہل اللہ کا موافق اور یار بننا چاہئے۔ اور نفس کو غالب کر کے تن پرست اور ظاہر بین نہ بننا چاہئے اور اپنے کو اُن کا غیر اور دشمن اور حاسد نہ بنانا چاہئے یہانتک پہونچکر بیان یون ٹہر گیا جیسے گدہا برف مین ٹہر جاوے کیونکہ مخاطب صحیح نہین ہے یہود کے سامنے انجیل نہین پڑہی جاسکتی۔ روافض کے سامنے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل نہیں بیان کئے جاسکتے۔ بہرے کے سامنے بربط نہین بجایا جاسکتا۔ بس جسطرح یہ سب بے جوڑ ہین یون ہی راز بیان کرنا اور نااہل یہ بھی بے جوڑ ہین لیکن اگر یہ کہا جاوے کہ سب کے سب تو نااہل ہین ہی نہیں کوئی تو اہل ہو ہی گا تو ہم کہتے ہین کہ اسکے لئے ہی شور و فغان کافی ہے جو ہم کہہ چکے ہین زائد کی ضرورت نہین پس اگر تم مستحق شرح ہو تب تو یہ گفتگو ہے کہ جو مستحق شرح ہے اُسکے لئے تو پتھر اور ڈھیلے بھی ناطق اور مشرح کامل ہو جاتے ہین۔ دیکھو لو مریم علیہا السلام کی بی کسی ہی تھی جسکی وجہ سے ذرا سے بچہ نے بولنا شروع کر دیا اُنکے جز و تے بدون اُن کی فرمائش کے اُنکے حق مین گواہی دینی شروع کی پس تم بھی سمجھہ لو کہ یون ہی تمہارے اعضاء بھی خفیہ متکلم ہین تم اس کا انکار نہ کرنا کیونکہ تمہارا انکار چلے گا نہین اسلئے یہ امر ثابت ہے کہ ہاتھہ پاؤن گواہی دینگے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ وہ پوشیدہ گفتار رکھتے ہین۔ جب وہ پوشیدہ گفتار رکہتے ہین تو اگر تمکو بھی ضرورت ہو گی تو خود تمہارے اعضاء ہی ساری تشریح کر دینگے۔ ہماری ضرورت نہین۔ اور اگر تم مستحق شرح و گفتگو نہین ہو تو ناطق کی قوت گویائی بھی تمہین دیکھکر سو جاویگی پس فضول فرمائشون مین نہ پڑو ضرورت پیدا کرو۔ ضرورت ہی وہ شے ہے جس سے کام بنتے ہین جو چیز پیدا ہوتی ہے سب حاجتمند ہی کیلئے ہوتی ہے۔ تاکہ جو طالب حاجتمند جس چیز کو ڈہونڈ ہے اُسے ملجاوے۔ حق سبحانہ نے جو آسمان پیدا کئے ہین یہ بھی دفع حاجت محتاجین ہی کیلئے کئے ہین جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ جسکو حاجت ہو گی اور طالب صادق ہو گا ضرور اُسکو

اُس کا مطلوب ملیگا۔ کیونکہ مبنی رحم تکلیف ہے جہان تکلیف ہوتی ہے دوا وہین جاتی ہے
اور جہان محتاجی ہوتی ہے سامان وہین جاتا ہے اور جہان مشکل ہوتی ہے جواب وہین
جاتا ہے اور جہان پستی ہوتی ہے پانی وہین جاتا ہے پس تم پانی کو نہ ڈہونڈہو وہ تو گہر
بیٹھے آجائیگا بلکہ پیاس پیدا کرلو اُسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہر طرف سے تمہارے لئے پانی
اُبل پڑے گا۔ یعنی مطلوب کی فکر مین نہ پڑو وہ تو گہر بیٹھے ملیگا تمہارا کام صرف اتنا ہے کہ
حاجت پیدا کرلو اور بلا حاجت پیدا کئے کچھہ نہین ہوسکتا۔ دیکھو جب تک بچہ نازک گلو پیدا
نہین ہوتا جسکو دودہ کی ضرورت ہوتی ہے اُسوقت تک چھاتیون سے دودہ جاری نہین
ہوتا۔ پس تم جاؤ اوپر نیچے دوڑو تاکہ تمہارے اندر حرارت پیدا ہو اور پیاس لگے اُسکے بعد
زنبور ہوا کی آواز سے تم پانی کی آواز خود سُن لوگے۔ مقصد یہ ہے کہ مطلوب کی فکر مین نہ
پڑو بلکہ مطلوب کی حاجت پیدا کرنے مین جد وجہد کرو مطلوب خود حاصل ہوجائیگا۔ تم غور تو کرو
جب گہاس کو پانی کی ضرورت ہوتی ہے تو پانی کو خود لیکر تم گہاس تک پہونچا دیتے ہو اور
اور جب کہیتی خشک ہوتی ہے تو پانی کا کان پکڑکے اُس تک پہونچا دیتے ہو پس تمہاری
حاجت آخر گہاس کی حاجت سے تو کم نہین ہے کہ حق سبحانہ اُس کی طرف التفات نہ
فرماوین۔ نہین بلکہ تمہاری جان کی کہیتی کیلئے جسمین جواہر مخفی ہین آب رحمت باری آب کوثر ہے
پس تم پیاس اور حاجت پیدا کرو تاکہ اُدہر سے سقاھم ربھم شرابا طھورا کا
خطاب آئے یعنی آب کوثر رحمت سے تمہاری جان کو سیراب کیا جاوے واللہ اعلم بالصواب

شرح شبیری

تن شناسان زود مارا گم کنند　　آب نوشان ترک مشک و خم کنند

یعنی ظاہر بین لوگ ہمکو جلدی گم کردیتے ہین اور پانی کے پینے والے مشک اور خم سبکو ترک کردیتے
ہین (آب نوش سے مراد حقیقت بین) مطلب یہ کہ جو ظاہر بین ہین وہ تو ذرا سے تغیر ظاہری
سے ہمکو پہچان نہین سکتے اور جو حقیقت شناس لوگ ہین وہ ان ظواہر کو ترک کردیتے ہین
اور حقیقت کو دیکہتے ہین اور جب اُس مین کوئی تغیر نہین ہوتا تو اُس شخص کو بہولتے نہین۔

جان شناسان از عددہا فارغ اند　　　غرقۂ دریائے بیچون اند و چند

یعنی حقیقت شناس لوگ عددوں سے فارغ ہیں اور وہ دریائے بیچون اور بے عدد میں غرق ہیں یعنی اُنکو اعداد ظاہری پر نظر نہیں ہے بلکہ وہ تو حقیقت پر نظر رکھتے ہیں۔ اور اُسیکو دیکھتے ہیں جو کہ بے کیف و کم ہے اُس میں تشخصات اور اعداد ہیں ہی نہیں۔ آگے مضمون ارشادی فرماتے ہیں کہ

جان شو و از راہ جان جان را شناس　　　یار بینش شو نہ فرزند قیاس

یعنی جان ہو جا اور جان کی راہ سے جان کو پہچان اور بصیرت کا ساتھی ہو نہ کہ قیاس کا تابع۔ مطلب یہ کہ حقیقت بین ہو اور قوی حسیہ کو چھوڑ کر قوی ملکیہ سے معرفت حق جو جان جان ہے حاصل کر اور بصیرت حاصل کر اس ظاہری قیاس کو ترک کر۔

چون ملک با عقل یک سر رشتہ اند　　　بہر حکمت را دو صورت گشتہ اند

یعنی جیسا کہ فرشتہ عقل کیساتھ ایک رشتہ ہیں اور حکمت حق کی وجہ سے دو صورت پر ہو گئے ہیں

آن ملک با عقل چون یک گوہر اند　　　در پئے ہم ہمچو دنبال و سر اند

یعنی وہ فرشتہ عقل کیساتھ جب ایک ذات ہیں تو ایک دوسرے کے پیچھے دُم اور سر کی طرح ہیں۔

آن ملک چون مرغ بال و پر گرفت　　　وین خرد بگذاشت پر و فر گرفت

یعنی اُس فرشتہ نے مُرغ کی طرح بال و پر اختیار کر لیا اور اس عقل نے پر کو چھوڑ دیا اور شوکت و شان اختیار کیا۔

لاجرم ہر دو مناصر آمدند　　　ہر دو خوش رو پشت یکدیگر شدند

یعنی آخر کار دونوں ایک دوسرے کے مددگار آئے۔ اور دونوں خوش خوش ایک دوسرے کی مدد ہو گئے۔ مطلب یہ ہے کہ دیکھو عقل اور فرشتہ جیسا ایک ذات اور ایک لڑی میں منسلک تھے اور صرف حکمت الٰہیہ کے اقتضا سے اُن کی صورتیں دو تھیں تو دیکھو ایک دوسرے کا مددگار رہا اور صورت کے دو ہونے پر نظر نہ ہوئی بلکہ حقیقت پر نظر ہوئی کہ جب حقیقت ایک ہے تو وہ دونوں ایک ہی ہوئے جس سے صاف معلوم ہوا کہ صورت بدلجانے سے حقیقت نہیں بدلتی۔

ہم ملک ہم عقل حق را واجدے　　　ہر دو آدم را معین و ساجدے

یعنی فرشتہ اور عقل حق کو پہچاننے والے ہین تو دونون آدم کے مددگار اور ساجد ہوئے۔

نفس و شیطان بودز اول واحدے　　　بود آدم را عدو و حاسدے

یعنی نفس و شیطان اول ہی سے ایک تھے تو وہ آدم کے دشمن اور حاسد ہوئے۔ مطلب یہ کہ دیکھو عقل اور فرشتہ باوجود صورت کے اختلاف کے حق تعالےٰ کے پہچاننے مین ساتھ رہے اور ایک دوسرے کے مددگار رہے کیونکہ ان دونون کی حقیقت تو ایک ہی تھی تو اُن دونون کی طبیعت کا مقتضا بھی یہی ہوا اور نفس و شیطان بھی اگرچہ صورت مین دو تھے لیکن حقیقت ایک ہونیکی وجہ سے دونون کے دونون آدمؑ کے دشمن اور نافرمان حق ہوئے تو دیکھیئے اصل اعتبار حقیقت کا ہوا صورت کا نہوا۔

آنکہ آدمؑ را بدن دید او رمید　　　وانکہ نور مؤتمن دید او خمید

یعنی جسنے کہ آدمؑ کے بدن کو دیکھا تو وہ تو فرنٹ ہوگیا اور جسنے کہ نور مؤتمن کو دیکھا تو وہ جھک گیا مطلب یہ کہ دیکھو جسنے آدمؑ کے صرف ظاہری بدن پر نظر کی وہ تو اُن سے فرنٹ ہوگیا اور ان کا مطیع نہوا اور جسنے کہ اُس نور کو دیکھا جو کہ اُن مین امانت رکھا گیا تھا اور وہی اُن کی حقیقت تھی تو وہ اُنکا مطیع و تابعدار ہوگیا۔

آن دو دیدہ روشنان بودہ ازین　　　وین دو را دیدہ ندیدہ غیر طین

یعنی ان دونون کی آنکھین اسی وجہ سے روشن ہوگئین اور ان دونون کی آنکھون نے سوائے مٹی کے کسی شے کو نہین دیکھا۔ مطلب یہ کہ فرشتہ اور عقل نے جب حقیقت آدم کو دیکھ لیا تو سب منقاد ہوگئے اور اُن کی آنکھین روشن ہوگئین اور نفس و شیطان نے جب صرف ظاہر آدم ہی کو دیکھا اور کہا کہ خلقتہ من طین اسلئے وہ اندہے اور مردود ہوئے اور اُنہون نے اطاعت نہ کی۔ اب چونکہ یہان تقدیر کی بحث آگئی کیونکہ اُنہون نے سجدہ کیا تو بھی حکم حق ہی سے کیا اور دوسرون نے نہ کیا تو وہ بھی حکم حق ہی سے نہ کیا اور یہ مضمون ایسا ہے کہ اسکو نہ کوئی کما حقہ بیان کر سکا اور نہ بیان کر سکتا ہے اور نہ اسکے سننے کے لوگ اہل ہین۔ لہذا مولانا فرماتے ہین کہ

این بیان اکنون چو خر در یخ بماند　　　چون نشاید بر جہود انجیل خواند

یعنی یہ بیان اب گدہے کی طرح برف مین رہگیا جیسے کہ یہودی پر انجیل نہ پڑھنا چاہیئے۔

کے توان با شیعہ گفتن از عمرؓ　　　کے توان بر بربط زدن در پیش کر

یعنی شیعہ سے عمرؓ کے حالات کب کہہ سکتے ہین۔ اور بہرے کے سامنے بربط کے اوپر کب مارتے ہین۔ مطلب یہ ہے کہ چونکہ کوئی اہل نہین ہے سب نا اہل ہی ہین اسلئے یہ بیان آگے کو نہیں چلتا۔ اور گدھے کی طرح دھنس گیا ہے جیسے کہ یہودی کے سامنے انجیل پڑہنا بے سود ہے اور شیعہ کے سامنے حضرت عمرؓ کے حالات بیان کرنا بے سود ہین بس اسی طرح ان نا اہلون کے سامنے اس قسم کے مضامین کا بیان کرنا بے سود ہے۔

لیک گر در دہ بگوشہ یک کس است　　　ہائے ہوئی کہ بر آوردم بس است

یعنی لیکن گاؤن کے گوشہ مین اگر کوئی شخص ہے تو جو مضامین کہ مین نے بیان کئے ہین کافی ہین۔

مستحق شرح را سنگ و کلوخ　　　ناطقے گردد مشرح باز سوخ

یعنی مستحق بیان کو تو پتھر اور ڈھیلا پورے پورے ناطق ہوجاتے ہین مطلب یہ ہے کہ مولانا نے جو اوپر فرمایا تھا کہ نا اہلون کے سامنے اس قسم کے مضامین بیان نکرنا چاہئیں تو اب شبہ ہوا کہ ممکن ہے کہ ان نا اہلون ہی مین کوئی اہل بھی ہو تو اُس کی خاطر سے بیان کردینا چاہئے۔ لہذا فرماتے ہین کہ اگر کوئی اہل ہے تو اُسکو اسقدر بیان کردینا ہی کافی ہے اسلئے کہ جو طالب ہوتا ہے وہ ڈھیلے اور پتھرون تک سے اپنے مطلب کی بات نکال لیتا ہے تو مین نے تو کچھ بیان ہی کیا ہے اگرچہ نا مکمل ہی سہی تو اس سے تو اُسکو پورے طور پر ہدایت ہوجاویگی۔ اور وہ اس سے سمجھ لیگا۔ آگے ایک دوسرے مضمون کی طرف منتقل ہوتے ہین کہ دیکھو طالب اپنے مطلب کی بات نکال ہی لیتا ہے تو سمجھ لو کہ حق تعالیٰ نے جو چیزین پیدا کی ہین وہ طالبین کی طلب ہی پر پیدا فرمائی ہین۔ لہذا طلب پیدا کرنی چاہئے۔ تاکہ اُس طرف سے عطا ہو

بیان میں اسکے کہ حق تعالیٰ نے جو کچھ دیا اور پیدا فرمایا سب طلب پر اور حاجت کی بنا پر فرمایا تو اپنے کو کسی شے کا محتاج بنانا چاہئے تاکہ حق تعالیٰ عطا فرمادین کہ ارشاد ہے

أمّن يجيب المضطر اذا دعاه

آن نیاز مریمی بودہ است و درد — کہ چنان طفلے سخن آغاز کرد

یعنی وہ مریم علیہا السلام کا نیاز اور درد ہی تھا کہ جو ایک ایسے بچہ نے باتین شروع کردین

جزو او بے او برائے او بگفت — جزو جزوت گفت دارد در نہفت

یعنی اُن ہی (مریم علیہا السلام) کے جزو نے اُن ہی کے واسطے کہا تو تیرا جزو جزو (بھی) پوشیدگی مین نطق رکہتا ہے مطلب یہ کہ عیسے علیہ السلام نے جو اسقدر بچہ تھے کہ ابھی تھوڑی ہی دیر کے پیدائش تھے لوگون سے باتین کین اُس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت مریمؑ نے جو آہ وزاری کی تھی اور دعا کی تھی کہ یالیتنی مت قبل ھذا وکنت نسیا منسیا) تو اُس کی برکت یہ ہوئی کہ اسقدر ذرا سے بچہ ہوکر وہ بولے تو جس طرح عیسی علیہ السلام اُنکے جزو تھے اور اُنہون نے اُن کی براوت کی شہادت دی پس اسیطرح تمہارے اندر بھی تمام اجزا ابدان ناطق ہین اور وہ ہمارے افعال حسن و قبیح پر گواہ ہین اور ایک روز صاف طور پر گواہی دینگے

دست و پا شاہد شوندت اے رہی — منکرے را چند دست و پا نہی

یعنی اے میان تیرے ہاتھ پاؤن گواہ ہوجاوینگے تو تو انکار کیلئے کہانتک ہاتھ پاؤن مار یگا۔ مطلب یہ کہ کہانتک انکار کروگے جبکہ خود تمہارے اجزا ہی تمہارے افعال پر گواہی دینگے غرضکہ جب طلب ہو تو سارے کام درست ہوجاتے ہین اور اگر طلب ہی نہو تو پہر کچہ بھی نہین ہوتا

ور نباشی مستحق شرح و گفت — ناطقہ ناطق ترا دید و بخفت

یعنی اور اگر تو شرح اور گفتگو کا مستحق نہین ہے تو بولنے والیکے ناطقہ نے تجھے دیکھا اور سوگیا۔ مطلب یہ کہ دیکھو طلب کی برکت سے تو وہ بچہ جو بولنے کی قابل نہ تھا بولنے لگا اور اگر تمکو طلب نہین ہے تو جو بولنے کے قابل ہین وہ بھی تمہارے آگے آکر تمکو نااہل سمجھکر چپ ہوجاوین گے اور کوئی بات نکہین گے پس طلب پیدا کرو کہ جو سب چیزین تمکو حاصل ہوجاوین۔

ہرچہ روئید از پے محتاج است — تا بیابد طالبے چیزے کہ جست

یعنی کہ جو شے پیدا ہوئی محتاج کے واسطے پیدا ہوئی یہان تک کہ طالب نے اُس شے کو پالیا جسکو کہ اُسنے تلاش کیا مطلب یہ کہ جو شے پیدا ہوئی ہے وہ کسی طالب کی طلب پر اور کسی محتاج کی حاجت روائی کیلئے پیدا ہوئی ہے۔

حق تعالیٰ کاین سمٰوات آفرید　　　از برائے دفع حاجات آفرید

یعنی حق تعالےٰ نے جو یہ آسمان پیدا فرمائے ہین تو حاجتون کے دفع کرنے کیلئے پیدا فرمائے ہین (غرضکہ)

ہر کہ جویا شد بیابد عاقبت　　　مایہ اش درد ست واصل رحمت

یعنی جو شخص کہ طالب ہو وہ آخر کار پالے گا اُسکی پونجی اُسکے ہاتھ مین ہوگی اور رحمت کی جڑ مطلب یہ کہ جو طالب ہوتا ہے وہ اپنے مطلوب کو پا ہی لیتا ہے پھر اُسکی وہ پونجی اُس کے ہاتھ مین ہوتی ہے اور رحمت حق اُسکے ساتھ ہوتی ہے آگے بھی یہی فرماتے ہین کہ

ہر کجا دردے دوا آنجا رود　　　ہر کجا فقرے نوا آنجا رود

یعنی جس جگہ کہ درد ہوتا ہے دوا وہین جاتی ہے اور جہان فقر ہوتا ہے بخشش وہین جاتی ہے

ہر کجا مشکل جواب آنجا رود　　　ہر کجا پستی است آب آنجا رود

یعنی جس جگہ کہ مشکل ہوتی ہے جواب اُسی جگہ جاتا ہے اور جس جگہ پستی ہوتی ہے پانی وہین کو جاتا ہے حاصل یہ کہ جب طلب ہوتی ہے جب ہی کوئی چیز ملتی ہے لہذا چاہئے کہ

آب کم جو تشنگی آور بدست　　　تا بجوشد آبت از بالا و پست

یعنی پانی کم تلاش کرو اور پیاس پیدا کرو تاکہ پانی تمہارے اوپر نیچے سب جگہ سے اُبلے آگے اسکی نظائر پیش کرتے ہین کہ دیکھو بے طلب کے کوئی شے نہین ملتی۔ فرماتے ہین کہ

تا نزاید طفلک نازک گلو　　　کے روان گردد ز پستان شیر او

یعنی جب تک کہ بچہ نازک گلو پیدا نہین ہوتا تو پستان سے اُس کا دودھ کب روان ہوتا ہے مطلب یہ کہ دیکھو جب تک بچہ پیدا نہین ہوتا اور وہ دودھ کو طلب نہین کرتا اُسوقت تک دودھ پستان سے جاری نہین ہوتا۔ اور جب دودھ کا طالب یعنی بچہ پیدا ہو جاتا ہے تو پھر دیکھو دودھ کس طرح اُبلتا ہے اور جوش مارتا ہے لہذا

رو بدین بالا و پستیہا بدو　　　تا شوی تشنہ و حرارت را گرو

یعنی جاؤ بلندیون اور پستیون مین دوڑ تاکہ تو پیاسا اور حرارت مین گروی ہو جاوے مطلب یہ کہ مجاہدات و ریاضات سے طلب پیدا کرو تو اُسکے بعد یہ ہوگا کہ

بعد از ان از بانگ زنبور ہوا بانگ آب جو بنوشے لے کیا

یعنی اُسکے بعد ہوا کی مکھی کی آواز سے ندی کے پانی کی آواز سنوگے اے بزرگ۔ مطلب یہ کہ جب طلب پیدا ہو جا دیگی تو اُسوقت ہر چیز مین سے تمکو اپنا مطلوب ہی دکہائی دیگا اور ہر شے سے تمکو اپنے مطلوب ہی کی طرف رسائی ہوگی۔

حاجت تو کم نباشد از حشیش آب را گیری سوئے او می کشیش

یعنی تیری حاجت گہاس سے کم تو نہین ہے کہ تو پانی کو پکڑتا ہے اور اُس کی طرف کہینچتا ہی

گوش گیری آب را تو می کشی سوئے زرع خشک تا یابد خوشی

یعنی تم پانی کا کان پکڑتے ہو اور سوکہی کہیتی کی طرف کہینچتے ہو تاکہ تری پا دے۔

زرع جان را کش جواہر مضمر است ابر رحمت پُر ز آب کوثر است

یعنی جان کی کہیتی کیلئے جسمین کہ جواہر مضمر ہین ابر رحمت آب کوثر سے پُر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دیکہو جب کہیتی سوکہ جاتی ہے تو وہ بزبان حال پانی کو طلب کرتی ہے لہذا تم اُسکی طلب پر پانی کو کوشش کرکے لاتے ہو اور اُس تک پہونچاتے ہو تو بہلا تم خیال کرو کہ جتنی اُس گہاس کو پانی کی حاجت تہی تمہاری حاجت اُس سے کم نہیں اور تم جتنے گہاس پر شفیق ہو اُس سے زیادہ حق تعالیٰ تمپر شفیق ہین اور اُس گہاس کے سوکہنے سے جن چیزون کے فوت ہونے کا خوف ہے اُس سے کہین زیادہ چیزون کے فوت ہونے کا تمہارے خراب ہونے سے خوف ہے لہذا جب تم گہاس کی طلب پر اُسے پانی دیتے ہو تو سوچو تو سہی کہ حق تعالیٰ تمہین خراب ہوتے دیکہکر اور باوجود تمہاری طلب کے تمہاری پیاس کو کیا نہ بجہا وینگے اور کیا تمہارا مطلوب تمکو حاصل نہ ہوگا ضرور بالضرور حاصل ہوگا پس طلب پیدا کرو کہ جو اصل چیز ہے اللہ تعالیٰ اپنی اور اپنی رضا کی طلب اپنے اس بندہ کو اور ہر مسلمان کو نصیب فرماوین آمین یارب العلمین آگے فرماتے ہین کہ

تا سقاہم ربہم آید خطاب تشنہ باش اللہ اعلم بالصواب

یعنی تاکہ سقاہم ربہم خطاب آوے لہذا پیاسا رہ واللہ اعلم بالصواب۔ مطلب یہ کہ طلب پیدا کرو۔ تاکہ اُس طرف سے تمکو عطا ہو اور بحر رحمت جوش مین آکر تمکو تمہارے مطلوب تک پہونچا دے

واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔ آگے ایک اور قصہ بیان فرماتے ہین کہ اُس غلام کی زبانی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا معجزہ سنکر اُسی گاؤن سے جس کہ وہ غلام آیا تھا ایک اور عورت آئی تاکہ وہ بھی حضور مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا امتحان کرے اور اُس ذات بابرکات کے دیدار سے مشرف ہو۔ اب حکایت سنو۔

شرح حبیبی

هم ازان ده یک زنے از کافران
سوئے پیغمبر روان شد از امتحان

پیش پیغمبر در آمد با خمار
کودکے دو ماهه زن را در کنار

گفت کودک سلم اللہ علیک
یا رسول اللہ قد جئنا الیک

مادرش از خشم گفتش هین خموش
کیت افگند این شهادت را بگوش

این کیت آموخت ای طفل صغیر
که زبانت گشت در طفلی جریر

گفت حق آموخت وانگه جبرئیل
در بیان با جبرئیلم من رسیل

گفت کو گفتا که بالائے سرت
می نه بینی کن ببالا منظرت

ایستاده بر سر تو جبرئیل
مر مرا گشته بصد گونه دلیل

گفت می بینی تو گفتا که بلے
بر سرت تابان چو بدر کاملے

می بیاموزد مرا وصف رسول
بر علوم می رساند زین سفول

پس رسولش گفت ای طفل رضیع
چیست نامت باز گو و شو مطیع

گفت نامم پیش حق عبد العزیز
عبد عزے پیش این یکمشت حیز

من ز عزے پاک و بیزار و بری
حق آنکه دادت این پیغمبری

کودکے دو ماہہ ہمچون ماہ بدر — درس ما یغ گفتہ چون اصحاب صدر

پس حنوط آدم زجنت در رسید — تا دماغ طفل و مادر بو کشید

ہر دو می گفتند کز خوف سقوط — جان سپردن بہ برین بوئے حنوط

آنکہ تعریفش شہنشہ خود کند — جامد و نامیش صد مردق زند

آنکسے راکو معرف حق بود — جامد و نامیش صد صدق بود

آنکسے راکش خدا حافظ بود — مرغ و ماہی مر ورا حارس شود

اندرین بودند کاواز صلا — مصطفی بشنید از سوئے علا

خواست آبے و وضو را تازہ کرد — دست و رو را شست و زان آب سرد

ہر دو پا شست و بموزہ کرد رائے — موزہ را بربود یک موزہ ربائے

دست سوئے موزہ برد آن خوش خطاب — موزہ را بربود از دستش عقاب

موزہ را اندر ہوا برد او چو باد — پس نگون کرد و ازان مارے فتاد

در فتاد از موزہ یک مارے سیاہ — زان عنایت شد عقابش نیکخواہ

پس عقاب آن موزہ را آورد باز — گفت ہین بستان و رو سوئے نماز

از ضرورت کردم این گستاخئے — من ز ادب دارم شکستہ شاخئے

وائے کو گستاخ پائے می نہد — بے ضرورت کش ہوا فتوی دہد

پس رسولش شکر کرد و گفت ما — این جفا دیدیم خود بود آن وفا

موزہ بربودی و من درہم شدم — تو غمم بردی و من در غم شدم

گرچه هر غیبی خدا ما را نمود / دل دران لحظه بخود مشغول بود

گفت دور از تو که غفلت از تو رست / دیدم آن غیب را هم عکس تست

مار در موزه به بینم در هوا / نیست از من عکس تست ای مصطفی

عکس نورانی همه روشن بود / عکس ظلمانی همه گلخن بود

عکس عبدالله همه نوری بود / عکس بیگانه همه کوری بود

عکس هر کس را بدان ای جان همین / پهلوئی جنسی که میخواهی نشین

عبرتست این قصه ای جان مر ترا / تا شوی راضی تو در حکم خدا

تا که زیرک باشی و نیکوگمان / چون به بینی واقعه بد ناگهان

دیگران گردند زرد از بیم آن / تو چو گل خندان گه سود و زیان

زانکه گل گر برگ برگش می کنی / خنده نگذارد نه گردد منثنی

گوید از خاری چرا افتم بغم / خنده را من خود ز خار آورده ام

هرچه از تو یاوه گردد از قضا / تو یقین دان که خریدت از بلا

ما التصوف قال وجدان الفرح / فی الفواد عند اتیان الترح

آن عقابش را عقابی دان که او / در ربود آن موزه را زان نیکخو

تا رهاند پاش را از زخم مار / ای خنک عقلی که باشد بی عثار

گفت لا تاسوا علی ما فاتکم / ان اتی السرحان اردی شاتکم

لیک هرچه فوت شد غمگین مشو / زانکه گر شد کهنه آید باز نو

اگر بلا آید ترا اندہ مبر	ور زیان بینی غم اورا مخور
کان بلا دفع بلا ہائے بزرگ	وان زیان منع زیانہای سترگ
راحت جان آمد ایجان فوت مال	مال چون جمع آمد ایجان شد وبال

نیز ایک کافر عورت گاؤں سے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے امتحان کیلئے آئی اور اس ہیئت سے آئی کہ اوڑھنی اوڑھے ہوئے تھی اور دو مہینہ کا بچہ بغل مین لئے ہوئی تھی بچہ نے کہا یارسول اللہ آپ پر خدا کا سلام ہو ہم حضور کی خدمت مین حاضر ہوئے ہیں جب مان نے یہ سُنا تو غصہ سے کہا چپ رہ ارے یہ گواہی تیرے کان مین کسنے ڈالدی اور یہ تجھے کسنے سکھلایا کہ تیری زبان بچپن ہی مین چلنے لگی (اتنی سی جان ہاتھ بھر کی زبان) اُسنے کہا اولاً تو مجھے خدا نے یہ شہادت تعلیم فرمائی ہے اور اُسکے بعد جبرئیل علیہ السلام نے اور مین جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ ساتھ بول رہا ہون اُسنے کہا جبرئیل کہان ہین بچہ نے کہا امان تم دیکھتی نہین آپکے سر پر ہین ذرا نظر تو اُٹھاؤ جبرئیل آپکے سر پر کھڑے ہوئے میری رہنمائی فرما رہے ہین اُسنے کہا تجھے دکھلائی دیتے ہین۔ بچہ نے کہا ہان مین دیکھ رہا ہون کہ آپکے سر پر چودہوین رات کے چاند کی طرح چمک رہے ہین وہ مجھے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعریف سکھلا رہے ہین اور وہی مجھکو اس حضیض سے اوج پر پہونچا رہے ہین اس گفتگو کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے شیرخوار بچے تیرا نام کیا ہے بیان کر دیکھ میرے حکم کی نافرمانی نہ کرنا کہ بیان نہ کرے اُسنے عرض کیا کہ خدا کے نزدیک تو میرا نام عبدالعزیز ہے مگر یہ پست ہمت اور محقر لوگ مجھے عبدالعزیٰ کہتے ہین مگر مجھے عزیٰ سے کوئی واسطہ نہین مین اُس سے بیزار اور بری ہون اور اقرار کرتا ہون کہ حق نے آپکو پیغمبری عطا فرمائی ہے غرض دو مہینہ کے بچے نے اسقدر اعلیٰ گفتگو کی جیسے اولیاء اللہ اور صاحب قوۃ قدسیہ کرتے ہون۔ اُسکے بعد جنت کی خوشبو آئی جو لڑکے نے بھی سونگھی اور اُسکی مان نے بھی اسکو سونگھکر دونون کہتے تھے کہ چونکہ اس خوشبو کے زوال کا اندیشہ ہے اسلئے اسی خوشبو ہماری جان نکلجائے تو بہتر ہے کہ ہمسے یہ خوشبو جدا ہی نہو۔ واقعی بات یہ ہے کہ جسکی تعریف حق سبحانہ

فرماتے ہین کیا جمادات کیا نباتات کیا حیوانات سب اُسکی تعریف کرتے ہین اور جس کی تعریف
خداتعالی فرماتے ہین جمادات نباتات وحیوانات سب اُس کی تصدیق کرتے ہین اور جس کا خدا نگہبان
ہوتاہے مرغ وماہی اُسکی حفاظت کرتے ہین چنانچہ یہی واقعہ ہورہا تھا کہ اتنے مین بلندی سے اذان
کی آواز آئی اور جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سنکر پانی منگایا گو وضو آپکو پیشتر سے تھا مگر آپنے
تازہ وضو کیا اور ٹھنڈے پانی سے ہاتھ منہ دہویا۔ (مسح کرکے) پاؤن دہوئے اور جی مین آیا کہ موزہ
پہنین ایک اچکنے والا جانور موزہ اُچک لیگیا۔ یعنی آپنے موزہ اُٹھانے کیلئے ہاتھ بڑہایا اور عقاب آپکے
ہاتھ مین سے اُچک لیگیا۔ اور ہوا کی طرح ہوا مین لے اُڑا اور وہان جاکر اُسکو الٹا تو اس مین سے
سانپ گرا۔ دیکھو خدا کی عنایت تھی کہ عقاب خیرخواہ ہوگیا اور وہ کالا سانپ جو موزہ مین بیٹھا ہوا تھا
گر پڑا اور موزہ پہننے کے قابل ہوگیا۔ اُسکے بعد وہ عقاب موزہ کو واپس لایا۔ اور کہا لیجئے اور نماز
کو تشریف لیجائیے مین نے یہ گستاخی محض ضرورت کیلئے کی تھی ورنہ مین بے ادب نہین ہون
بلکہ مین تو ادب کی وجہ سے حضور کے سامنے بہت ہی منکسر ہون ہان اُسکی حالت نہایت قابل
افسوس ہے جو بلا ضرورت محض خواہش نفسانی سے گستاخانہ قدم اُٹھائے مگر الحمد للہ کہ مین ایسا
نہین ہون جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس کا شکر ادا کیا۔ اور فرمایا کہ ہمنے تو اُسکو زیادتی
سمجھا تھا لیکن یہ تو واقع مین خیرخواہی تھی تم میرا موزہ لیگئے اور مجھے ناگوار ہوا کہ دیکھو اُسنے نماز کیلئے
جانے مین مزاحمت کی تمنے میرا غم کہویا اور مین مغموم ہوا یہ میری غلطی تھی اگرچہ حق سبحانہ نے
اکثر مغیبات ضرور ہمپر ظاہر فرمائے ہین اور ان مین سے یہ بھی تھا لیکن دل اپنی حالت مین مشغول تھا
اسلئے التفات نہوا عقاب نے کہا کہ خدا نہ کرے کہ آپکو غفلت ہو مین نے جو دیکھا تو یہ بھی حضور ہی کا پرتو
تھا میرا کوئی ذاتی کمال نہ تھا مین ہوا کے اندر اُڑتا ہوا موزہ کے اندر سانپ دیکھ لون یہ میرا کام نہین
بلکہ حضور ہی کا عکس ہے اب مولانا فرماتے ہین کہ نورانی چیز کا عکس بھی نورانی ہی ہوتا ہے اور ظلمانی چیز کا
عکس تاریک ہی ہوتا ہے اسلئے اہل اللہ کا پرتو بھی نورانی ہوتاہے لہذا اس سے معرفت بڑہتی
ہے اور اغیار کا عکس بالکل ظلمت ہوتاہے کہ جو صفائی اور تنور پہلے سے ہوتا ہے وہ بھی یا زائل
ہوجاتاہے یا اُس مین تکدر آجاتا ہے علی تفاوت الاحوال پس اول تمکو ہر شخص کا عکس اُسکی حالت
سے جان لینا چاہئے پھر جسکے پہلو مین چاہو بیٹھو نیز اس قصے سے تمکو عبرت حاصل کرنی چاہئے تاکہ تم

حق سبحانہ کے حکم پر رضا مند ہو۔ اور جب اچانک کوئی ناگوار واقعہ پیش آئے تو عقل سے کام لو
اور خدا کے ساتھ حُسن ظن رکھو کہ اسمین بھی کوئی مصلحت ہوگی اور جبکہ دوسرے لوگونکی مارے
خوف کے رنگت زرد ہوا اسوقت تمکو اصلا ہراس نہو بلکہ تم نفع اور نقصان ہر دو حالت مین پہول
کی طرح کہلے رہو اسلئے کہ پہول کو کچہہ بھی ملال نہین ہوتا اگر تم اُسکی پنکہڑی پنکہڑی الگ کر دو
تب بھی وہ کہلا ہی رہتا ہے نہ ہنسنا چہوڑتا ہے اور نہ پژمردہ ہوتا ہے وہ کہتا ہے کہ مین معدوم
ہونے سے ملول کیون ہون آخر یہ ہنسی جو مجہے ملی ہے یہ بھی تو عدم ہی سے ملی ہے اور عدم تو میرا
وطن اصلی ہے پس اگر میرے اجزا اپنے اصلی وطن کو چلے جاوین تو رنج کی کیا بات ہے پس
تمکو بھی ایسا ہی ہونا چاہئے اور جو کچہہ بحکم الٰہی تم سے جاتا ہے تمکو اُسپر غم نکرنا چاہئے بلکہ
سمجہنا چاہئے کہ یہ کسی بلا کا دفعیہ ہے کسی نے کسی درویش سے پوچھا کہ تصوف کیا ہے اُنہون
نے فرمایا کہ ناگوار واقعہ پیش آنیکے وقت بھی دل مین خوشی پانا پس تم سختی کو اُسی عقاب کی
مثل غم رُبا سمجہنا جو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا موزہ اڑا لیگیا تھا اور وہ اسلئے آتی ہے
کہ تمکو تکلیف شدید سے بچاوے پس تمکو عقل سے کام لینا چاہئے اور غلطی مین نہ پڑنا چاہئے
جو عقل غلطی سے بچے بڑی مبارک ہے۔ دیکہو حق سبحانہ نے فرمایا ہے کہ جو چیز تمسے فوت ہوجائے
تم اُس کا غم نکرو کیونکہ وہ حقیقت مین ایک بہیڑیا تھی اور بہیڑیے کا قاعدہ ہے کہ جب آتا ہے تو
تمہاری بکری لیجاتا ہے پس اُسکے بھی تمکو کوئی ضرر ہوتا ہم نے تمکو اُس ضرر سے بچادیا۔
مانا کہ ایک چیز تم سے جاتی رہی اُسپر غم فضول ہے پس تم ہرگز غم نکرو کیونکہ اگر پورانی ضائع
ہوگئی بلا سے اور نئی ملجاویگی خواہ اُسی قسم کی یا اُس سے بھی بڑہکر پس اگر کوئی بلا آئے تو اُسپر
مغموم نہ ہونا چاہئے اور اگر نقصان ہو تو اُس کا غم نہ کرنا چاہئے کیونکہ وہ بلا اور بڑی بلاؤن کا دفعیہ ہے
اور یہ نقصان دیگر بڑے نقصانون کا مانع ہے چنانچہ مال کے ضائع ہونے سے جان کو راحت ہوتی ہے
اور جب مال جمع ہوجاتا ہے تو وبال جان ہوتا ہے کہین اسکی حفاظت کی فکر ہے کہین اُسکے لئے
لوگون سے لڑائی ہے کہین کچہہ ہے کہین کچہہ ہے غرضکہ ایک مصیبت ہے اور جبکہ وہ نہ رہا سارے
جہگڑون سے نجات ہوگئی

شرح شبیری

ایک کافر عورت کا مع ایک شیر خوار بچے کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معجزہ کی وجہ سے بچہ کا گویا ہو جانا

ہم ازان دہ یک زنے از کافران　　سوئے پیغمبر دوان شد زامتحان

یعنی اُسی گاؤن مین سے ایک عورت کافرون مین سے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف امتحان کے لئے دوڑی۔

پیش پیغمبر درآمد با خمار　　کودکے دو ماہہ زن را در کنار

یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اوڑھنی اوڑھے اس طرح آئی کہ ایک دو مہینہ کا بچہ عورت کی گود مین تھا۔

گفت کودک سلم اللہ علیک　　یا رسول اللہ قد جئنا الیک

یعنی بچے نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ پر خدا کا سلام ہو ہم آپ کے حضور مین حاضر ہوئے ہین۔

مادرش از خشم گفتش ہین خموش　　کیت افگند این شہادت را بگوش

یعنی اُس کی مان نے غصہ سے اُس بچہ کو کہا کہ ارے چپ تیرے کان مین اس گواہی کو کسنے ڈال دیا

این کیت آموخت ای طفل صغیر　　کہ زبانت گشت در طفلی جریر

یعنی ارے ذرا سے بچے تجھے یہ کسنے سکھا دیا کہ تیری زبان بچپن ہی مین چلنے لگی ہے۔

گفت حق آموخت وانگہ جبرئیل　　در بیان با جبرئیلم من رسیل

یعنی اُس بچہ نے کہا کہ خدا تعالیٰ نے سکھلایا ہے اور اسوقت جبرئیل نے۔ اور مین بیان مین جبریل کے ساتھ ہمزبان ہون۔ مطلب یہ کہ اُس بچے نے کہا کہ اول تو خدا نے سکھلایا ہے یعنی اُس نے میرے دل مین ڈالا۔ اُسنے حکم دیا کہ اسکو یہ سکھلا دیا جائے تو اب جبریل علیہ السلام مجھے سکھلا رہے ہین اور مین اب بولنے مین اُن ہی کا ہمزبان ہون۔ وہ جو کہتے ہین وہی مین کہتا ہون۔

گفت کو گفتا کہ بالائے سرت
می نہ بینی کن ببالا منظرت

یعنی ماں نے کہا کہ (جبریل) کہاں ہیں تو بچہ نے کہا کہ تیرے سر پر ہیں کیا تجھے نظر نہیں آتے اپنی نظر اوپر کو کر۔

ایستادہ بر سر تو جبرئیل
مر مرا گشتہ بصد گونہ دلیل

یعنی تیرے سر پر جبریل کھڑے ہوئے ہیں اور میرے لئے سو طرح سے راہبر ہو رہے ہیں

گفت می بینی تو گفتا کہ بلے
بر سرت تابان چو بدر کاملے

یعنی ماں نے کہا کہ کیا تو دیکھ رہا ہے تو بچہ نے کہا کہ ہاں (وہ تو) تیرے سر پر ایک بدر کامل کی طرح تابان ہیں۔

می بیاموزد مرا وصف رسول
زان علوم می رہاندزین سفول

یعنی وہ جبرئیل مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اوصاف سکھلا رہے ہیں اور اُس بلندی کی وجہ سے مجھے اِس پستی سے چھڑا رہے ہیں۔ مطلب یہ کہ اوصاف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے علم سے جو بلند مرتبہ حاصل ہوتا ہے اُسکے ذریعے سے مجھے وہ اِس پستی اور جہل سے چھڑا رہے ہیں۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اوصاف مجھے سکھلا رہے ہیں۔ یہ باتیں تو اُس بچہ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اپنی ماں سے کیں اب آگے حضور صلے اللہ علیہ وسلم خود اُس سے سوالات فرماتے ہیں اور وہ جواب دیتا ہے۔

پس رسولش گفت ای طفل رضیع
چیست نامت باز گو و شو مطیع

یعنی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس بچے سے کہا کہ اے شیر خوار بچے تیرا نام کیا ہے بتا اور مطیع ہو جا۔

گفت نامم پیش حق عبد العزیز
عبد عزّے پیش این یکمشت حیز

یعنی اُس بچہ نے کہا کہ خدا کے نزدیک تو میرا نام عبد العزیز ہے اور ان تھوڑے سے نامردوں کے نزدیک عبد عزّے ہے مطلب یہ کہ اُسنے کہا کہ میرا نام "خدا کے نزدیک تو عبد العزیز ہے لیکن یہ کافر لوگ جو نامرد اور پست ہمت اور حقیر ہیں مجھے عبد عزّی کہتے ہیں (عزّی ایک بُت کا نام ہے جسکو اہل عرب پوجتے تھے)

من ز عزے پاک و بیزار و بری   حق آنکہ دادت این پیغمبری

یعنی مین تو عزیٰ سے پاک اور بیزار اور بری ہون۔ قسم ہے اُس کی جسنے آپکو پیغمبری دی ہے

کودک دو ماہہ ہمچون ماہ بدر   درس بالغ گفتہ چون اصحاب صدر

یعنی دو مہینہ کے بچہ نے جو کہ ماہ کامل کی طرح تھا کامل سبق دیا بڑے لوگون کی طرح۔ مطلب یہ کہ اُس دو مہینہ کے بچہ نے جو کہ رہبری اور ہدایت دینے مین بدر کامل کی طرح تھا بڑے لوگوں کی طرح گفتگو کی یہ سب اُسی ذات والاصفات کے برکات ہین۔

پس حنوط آندم ز جنت در رسید   تا دماغ طفل و مادر بو کشید

یعنی پھر اسوقت جنت کی خوشبو آئی۔ یہانتک کہ مان اور بیٹے کے دماغ نے خوشبو کھینچی۔ مطلب یہ کہ ان باتون کی بعد جنت کی خوشبو آئی اور مان نے بھی سونگھی اور اُس لڑکے کو بھی محسوس ہوئی۔ پھر تو یہ حالت ہوئی کہ۔

ہر دو می گفتند کز خوف سقوط   جان سپردن بہ برین بوئی حنوط

یعنی دونون کہتے تھے کہ زوال کے خوف سے جان دیدینا بہتر ہے اس خوشبو پر۔ مطلب یہ کہ اُن کو خوف ہوا کہ کہین یہ خوشبو جاتی نہ رہے تو کہتے تھے کہ بس سونگھتے ہی سونگھتے جان نکل جائے تو کیسی اچھی بات ہے۔ آگے مولانا فرماتے ہین کہ۔

آنکہ تعریفش شہنشہ خود کند   جامد و نامیش صد مرد ق زند

یعنی جس کی تعریف کہ خود بادشاہ کرے تو اشیاء وجامد اور نامی سب سیکڑون تعریفین کرین۔

آن کسے راکش معرف حق بود   جامد و نامیش صد صدق زند

یعنی جسکا تعریف کرنے والا حق تعالیٰ ہو تو جامد اور نامی اُس کی سیکڑون تصدیقین کرین۔ مطلب یہ کہ جسکا کہ خدا تعریف کرنے والا اور ثنا گو ہوا اُس کی تو نباتات اور حیوانات سب کے سب ثنا گو ہونگے۔ تو چونکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے تعریف کرنیوالے حق تعالیٰ ہین اسلیئے اُن کی ثنا گوئی مین ہر شے رطب اللسان ہے۔ اور اُس بچہ کا بول پڑنا اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بیان کرنا کوئی محل تعجب نہین ہے آگے فرماتے ہین کہ۔

آن کسے راکش خدا حافظ بود   مرغ و ماہی مر ورا حارس بود

یعنی جس شخص کا کہ خدا محافظ ہو مرغ و ماہی سب اُس کے نگہبان ہوتے ہیں آگے اسپر ایک حکایت لاتے ہیں کہ دیکھو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے محافظ چونکہ حق تعالیٰ تھے اسلئے جانور تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرتے تھے اور آپکے نگہبان تھے۔ اب حکایت سنو۔

عقاب کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موزہ کو لیکر اُڑ جانا اور اوپر جا کر اوندھا کر دینا تو اُس سے ایک سیاہ سانپ کا گرنا

اندریں بودند کاواز صلا — مصطفےٰ بشنید از سوئے علا

یعنی سب لوگ اسی گفتگو میں تھے کہ نماز کی آواز مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے بلندی کی طرف سے سنی (صلا مخفف صلوۃ ہے)

خواست آبے و وضو را تازہ کرد — دست و رو را شست او زاں آب سرد

یعنی حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے پانی منگایا اور وضو کو تازہ کیا اور اُس ٹھنڈے پانی سے ہاتھ منہ دہویا مطلب یہ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا وضو اگرچہ پہلے سے تھا لیکن آپنے دوبارہ تازہ وضو کرنا چاہا۔

ہر دو پا شست و بموزہ کرد رائے — موزہ را بربود یک موزہ ربائے

یعنی دونوں پاؤں دہو کر موزہ کی طرف رائے فرمائی تو موزہ کو ایک موزہ کا اُچکنے والا لے گیا۔ مطلب یہ کہ وضو فرماکر موزہ پہننے کا ارادہ کیا تو موزہ کو ایک جانور اُچک کرلے اُڑا

دست سوئے موزہ برد آں خوش خطاب — موزہ را بربود از دستش عقاب

یعنی وہ خوش خطاب (یعنی حضور صلے اللہ علیہ وسلم) موزہ کی طرف ہاتھ لیگئے تو آپکے دست مبارک میں سے عقاب موزہ کولے گیا۔

موزہ را اندر ہوا برد او چو باد — پس نگوں کرد و ازاں مارے فتاد

یعنی وہ ہوا کی طرح موزہ کو لے اُڑا پھر اُسے اوندھا کر دیا تو اس میں سے ایک سانپ گرا۔

در فتاد از موزہ یک مارے سیاہ — زاں عنایت شد عقابش نیکخواہ

یعنی موزہ میں سے ایک کالا سانپ گر پڑا اس عنایت خداوندی کی وجہ سے عقاب آپ کا خیر خواہ ہو گیا

پس عقاب آن موزہ را آورد باز　　　گفت ہین بستان ورو سوئے نماز

یعنی پھر عقاب اُس موزہ کو واپس لے آیا۔ اور عرض کیا کہ یہ لیجئے اور نماز کیلئے تشریف لیجائیے اور (عرض کرتے لگا کہ)

از ضرورت کردم این گستاخئے　　　من زادب دارم شکستہ شاخئے

یعنی مین نے یہ ایک گستاخی بضرورت کی تھی (ورنہ) مین تو ادب کی وجہ سے بہت ہی منکسر ہون۔ مطلب یہ کہ اُس عقاب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مین نے جو یہ گستاخی کی کہ آپ کے دست مبارک مین سے موزہ اُچک لیا تو اُس کی وجہ صرف ضرورت تھی ورنہ مین ہرگز ایسی گستاخی نکرتا مین تو حضور کے سامنے بہت ہی متواضع اور منکسر ہون۔

وائے کو گستاخ پائے می نہد　　　بے ضرورت کش ہوا فتوے دہد

یعنی افسوس ہے اُس شخص پر جو کہ بے ضرورت گستاخانہ قدم رکھتا ہے (صرف اسلئے) کہ اُسکو ہوائے نفسانی فتویٰ دیتی ہے۔ مطلب یہ کہ اُسنے عرض کیا کہ مین تو بہت ہی متواضع اور منکسر ہون اور مین نے جو کیا وہ حقیقت مین گستاخی نہ تھی بلکہ ایک ضروری کام تھا۔ لیکن اُن لوگون پر سخت افسوس ہے جو بلاضرورت صرف خواہشات نفسانی کی وجہ سے حقیقۃً گستاخیان کرتے ہین،

پس رسولش شکر گفت و گفت ما　　　این جفا دیدیم و بود آن خود وفا

یعنی پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس (عقاب) کا شکر ادا فرمایا اور فرمایا کہ ہمتو اُسکو جفا سمجھے تھے اور یہ تو وفا تھی۔ مطلب یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا میان ہم تو سمجھے تھے کہ تم نے ایک ظلم کیا کہ موزہ نہ پہننے دیا لیکن یہ تو سراسر وفاداری تھی۔

موزہ بربودی و من در ہم شدم　　　تو غم بردی و من در غم شدم

یعنی تو موزہ لے گیا اور مین پریشان ہوا تو میرا غم لے گیا اور مین غم مین مبتلا ہوا (اور فرمایا کہ)

گرچہ ہر غیبے خدا ما را نمود　　　دل دران لحظہ بخود مشغول بود

یعنی اگرچہ تمام مغیبات (ضروریہ) خدا نے ہمکو دکھلا دئے ہین لیکن اسوقت مین دل اپنی طرف مشغول تھا مطلب یہ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے ضروری غیبیات ہمکو بتلا دی ہین اور ہم اُنپر مطلع ہین۔ لیکن اسوقت چونکہ دوسری طرف توجہ تھی لہذا موزہ مین

سانپ کے ہونے کی خبر نہ ہوئی۔ اسکو سنکر عقاب نے یہ جواب دیا کہ

گفت دور از تو کہ غفلت از تو رست　　　دیدنم آن غیب را ہم عکس تست

یعنی عقاب نے کہا کہ یہ آپ سے یہ دور ہے کہ آپ سے غفلت پیدا ہو (بلکہ) یہ میرا دیکھنا بھی آپ ہی کا عکس تھا مطلب یہ کہ اُسنے عرض کیا کہ آپ کی شان سے یہ بہت ہی بعید ہے کہ آپ سے غفلت ہو آپ سے خدا نکرے غفلت کیون ہوتی آپ تو ایسے ہوشیار اور بیدار ہین کہ دوسرون پر بھی اُس ہوشیاری کا عکس پڑتا ہے کہ مین نے جو اس سانپ کو دیکھ لیا اور مجھے معلوم ہو گیا۔ یہ بھی صرف آپ ہی کی برکت تھی ورنہ بھلا میں اور اُڑتا ہوا موزہ مین سانپ کیسے دیکھ سکتا تھا۔

مار در موزہ بہ بینم در ہوا　　　نیست از من عکس تُست ای مصطفےٰ

یعنی مین سانپ کو موزہ مین اڑتے ہوئے دیکھ لون یہ مجھسے نہین ہے بلکہ اے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا ہی عکس ہے۔ مطلب یہ کہ اُسنے عرض کیا کہ میرا یہ دیکھ لینا بھی کوئی ذاتی کمال نہ تھا بلکہ یہ بھی آپ ہی کا پرتو اور عکس تھا کہ جسکی بدولت میری آنکھ نے اسکو دیکھ لیا۔ ورنہ کہان مین اور کہان یہ ادراک۔ ع بہ بین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ آگے مولانا فرماتے ہین کہ

عکس نورانی ہمہ روشن بود　　　عکس ظلمانی ہمہ گلخن بود

یعنی نورانی شے کا عکس بالکل روشن ہی ہوتا ہے اور ظلمانی شے کا عکس بالکل سیاہ ہوتا ہے

عکس عبداللہ ہمہ نوری بود　　　عکس بیگانہ ہمہ کوری بود

یعنی عبداللہ کا عکس بالکل نورانی ہوتا ہے اور بیگانہ کا عکس بالکل اندھاپن ہوتا ہے مطلب یہ کہ جو حضرات اولیاء اللہ ہین اور اُن کے قلوب نورانی ہین اُن کا تو عکس بھی نورانی ہی ہوتا ہے اور جو لوگ کہ محجوب اور غیر اولیاء اللہ ہین اُن کا عکس بھی ظلمت اور حجاب ہی ہوتا ہے آگے ایک مضمون ارشادی فرماتے ہین کہ۔

عکس ہر کس را بدان ای جان ببین　　　پہلوئے جنسے کہ میخواہی نشین

یعنی ہر شخص کے عکس کو اے جان اُس سے جانچ لے (اور پھر) جسکے پہلو مین چاہے بیٹھ مطلب یہ کہ جب ہر شخص کا عکس مختلف پڑتا ہے اور ہر ایک کا اثر جدا گانہ ہوتا ہے تو تمکو چاہیئے کہ اول ہر شخص کی حالت کو اُسکے عکس سے جانچ لو کہ اُسکے ہمنشینون پر اُس کا کیا اثر اور کیا عکس ہے

جب تم اسکو پہچان لو پھر جسکے پاس چاہو بیٹھو اُٹھو۔ پھر تمکو ضرر نہیں ہو سکتا اسلئے کہ جب اس امر کی شناخت ہو گئی تو اب تو کوئی بات رہی ہی نہین جس سے ضرر ہو سکے آگے اس قصہ کا وجہ عبرت ہونا بیان فرماتے ہین

اس حکایت سے عبرت حاصل کرنیکی وجہ اور آیۃ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا کے معنے

عبرت ست این قصہ اے جان مر ترا — تا شوی راضی تو در حکم قضا

یعنی اے جان یہ قصہ تمہارے لئے عبرت کے قابل ہے تاکہ تم حکم قضا مین راضی رہو۔

تاکہ زیرک باشی و نیکو گمان — چون بہ بینی واقعۂ بد ناگہان

یعنی تاکہ تم ہوشیار اور نیک گمان رہو جسوقت کہ ناگہان کوئی ناگوار واقعہ کو دیکھو۔ مطلب یہ کہ یہ قصہ بالا اسلئے تمہارے لئے عبرت کے قابل ہے کہ تمہین معلوم ہو جاوے کہ جو واقعہ قضا و قدر سے پیش آتا ہے اُس مین کوئی نہ کوئی مصلحت ضرور ہوتی ہے اور جب یہ معلوم ہو جاویگا تو پھر تم اُسپر راضی رہوگے اور تمکو راضی رہنا آسان ہو جاوے گا۔

دیگران گردند زرد از بیم آن — تو چو گل خندان گہہ سود و زیان

یعنی دوسرے لوگ تو اُسکے خوف سے زرد ہو جاوین اور تم پھول کی طرح نفع نقصان کے وقت ہنستے رہو۔

زانکہ از گل گر تو برگش می کنی — خندہ نگذارد و نہ گردد منثنی

یعنی اسلئے کہ اگر تم پھول کی پنکھڑیاں اُکھاڑ دو تو وہ ہنسی کو چھوڑتا نہین اور مرجھاتا نہین۔

گو ید از خارے چرا افتم بغم — خندہ را من خود ز خار آوردہ ام

یعنی وہ پھول کہتا ہے کہ مین خار عدم سے کیون غم مین پڑون مین تو ہنسی کو عدم ہی سے لایا ہون مطلب یہ کہ دیکھو پھول کی اگر تم پنکھڑی پنکھڑی الگ کر ڈالو تب بھی وہ ہنستا ہی رہتا ہے اور پژمردہ نہین ہوتا بلکہ وہ بزبان حال کہتا ہے کہ بھلا مین جو معدوم ہونے سے ملول اور پژمردہ ہون تو مجھے اس کی کیا غرض ہے اسلئے کہ میری یہ ہنسی تو عدم ہی سے وجود مین آئی ہے تو اگر مجھپر دوبارہ عدم طاری ہوگا تو اسوقت بھی یہ ہنسی رہے گی پس اسی طرح تمکو چاہئے کہ جو ناگواری پیش آوے

یہ سمجھو کہ ہم خود قضا و قدر سے آئے ہیں۔ اور یہ بلا و مصیبت بھی قضا و قدر ہی سے آئی ہے لہذا پریشان ہونا سخت غلطی ہے

ہرچہ از تو یاوہ گردد از قضا　　　تو یقین دان کہ خریدت از بلا

یعنی جو شئے کہ قضا کی وجہ سے تیرے پاس سے جاتی رہے تو تو یقیناً جان لے کہ تجھے بلا سے خرید لیا مطلب یہ کہ اگر تمہاری کوئی شئے جاتی رہے اور تقدیر سے کسی چیز کا نقصان ہو جاوے تو اُسپر راضی رہو۔ اور یوں سمجھو کہ کوئی بلا خود ہماری ذات پر آنیوالی تھی جو کہ چلو مال ہی پر ٹل گئی۔ فالحمد للہ۔

ما التصوف قال وجدان الفرح　　　فی الفواد عند اتیان الترح

یعنی (کسی شخص نے کسی سے پوچھا کہ) تصوف کیا ہے تو اُسنے کہا کہ دل میں مصیبت کے آنیکے وقت خوشی پانا۔ مطلب یہ کہ جسوقت کوئی مصیبت آوے تو اُسپر راضی رہنا اصل تصوف ہے اب رہا رنج طبعی تو نہ تو وہ ممنوع ہے اور نہ مذموم بلکہ اصل مقصود یہ ہے کہ مصیبت کیوقت راضی رہے اور کوئی کلمہ خدا کی شکایت وغیرہ کا نہ کہے اور اگر رنج طبعی ہو تو مضائقہ نہیں ہے اور اسکی علامت کہ رنج طبعی ہے اور دل سے راضی ہیں یا اصل سے راضی ہی نہیں ہیں یہ ہے کہ اگر ایسے وقت میں شکوہ و شکایت کرتا ہے تب تو راضی نہیں ہے اور اگر شکایت نہیں ہے بلکہ صبر کیا تو معلوم ہوا کہ راضی ہے اور اسکو اصل تصوف حاصل ہے اور شکوہ و شکایت زبان ہی سے نہیں بلکہ دل میں بھی خدا کی شکایت پیدا نہ ہو۔

آن عقابش را عقابے دان کہ او　　　در ربود آن موزہ را زان نیکخو

یعنی اُس شخص کی مصیبت کو وہ عقاب جانو جو کہ موزہ کو اُس نیک خصلت صلے اللہ علیہ وسلم سے اُچک لے گیا تھا۔

تا رہاند پاش را از زخم مار　　　اے خنک عقلے کہ باشد بے غبار

یعنی تاکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک کو سانپ کے زخم سے بچاوے۔ ٹھنڈی ہو وہ عقل جو کہ بے غبار ہے۔ مطلب یہ کہ جو مصیبت کسی پر آوے تو اُس مصیبت کو اُس عقاب کی طرح جانو جو کہ موزہ لیگیا تھا کہ دیکھو اُسمیں کیسی مصلحت تھی حالانکہ بظاہر ناگوار معلوم ہوتا تھا تو بس تم بھی یہی سمجھو کہ جو واقعہ پیش آیا ہے اس میں بھی کوئی مصلحت ہے جیسا کہ خود ارشاد حق ہے کہ عسی ان تکرھوا

فنسیٔا وھو خیر لکم وعسی ان تحبوا شیٔا وھو شر لکم۔

گفت لا تاسوا علی ما فاتکم　　ان اتی السرحان اردی شاتکم

یعنی حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شے جاتی رہے اُسپر غمگین مت ہو اگرچہ بھیڑیا آوے اور تمہاری بکریون کو خراب کردے۔ مطلب یہ کہ جو چیز بھی جاتی رہے اُسکو اُسی طرف سے سمجھو اور اُسکے مصالح پر غور کرو۔ اور اُسپر غمگین مت ہو۔

گفت ہر چہ آن فوت شد غمگین مشو　　زانکہ گر شد کہنہ آید باز نو

یعنی فرمایا ہے کہ جو کچھہ فوت ہو جاوے تو غمگین مت ہو اسلئے کہ اگر پرانا جاتا رہا تو نیا آجاویگا۔

گر بلا آید ترا اندہ مبر　　ور زیان بینی غم آن ہم مخور

یعنی اگر تجھپر کوئی بلا آوے تو رنجیدہ مت ہو۔ اور اگر تو کوئی نقصان دیکھے تب بھی غم مت کھا اسلئے کہ

کان بلا دفع بلا ہائے بزرگ　　وان زیان منع زیانہائی سترگ

یعنی کیونکہ وہ بلا بہت سی بڑی بلاؤن کا دفعیہ ہے اور وہ نقصان بہت سے بڑے نقصانون کی روک ہے مطلب یہ کہ اگر کوئی بلا آوے یا کوئی نقصان ہو جاوے تو یون سمجھو کہ نہ معلوم یہ کتنی بڑی بڑی بلاؤن اور نقصانون کا دفعیہ ہے کہ اُسکے آجانے سے وہ سب ٹل گئے ورنہ نہ معلوم کیا سے کیا ہو جاتا۔

راحت جان آمد اے جان فوت مال　　مال چون جمع آمد ای جان شد وبال

یعنی مال کا جاتا رہنا اے پیارے راحت جان ہے اور جب مال جمع ہو جاتا ہے تو پیارے وہ وبال ہو جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ مال کے جاتے رہنے سے رنجیدہ نہ ہو اسلئے کہ مال کا فوت ہو جانا تو راحت ہے ورنہ جب یہ جمع ہو جاتا ہے تو وبال جان ہو جاتا ہے اب آگے ایک حکایت لاتے ہین جس سے کہ معلوم ہوگا کہ مال کے فوت ہو جانے مین کسقدر بلاؤن کا دفعیہ ہے ورنہ نہ معلوم جان پر پڑے یا ایمان پر پڑے۔ غرض کہ فوت مال مین بیحد مصالح ہین لیکن اسکو سنکر کوئی عاقل صاحب یہ نہ سمجھین کہ پھر جسقدر مال ہے اُسکو فوت کر دیا جاوے۔ بات یہ ہے کہ مال کے فوت ہو جانے مین مصالح ہین فوت کر دینے مین کوئی مصلحت نہین ہے اگر مال ہوا اور شریعت کے مطابق ہو تو خدا کی نعمت ہے اُس مین اسراف سے بچے اور اگر جاتا رہے تو صبر کرے۔

اب حکایت سنو

شرح حبیبی

گفت موسے را یکے مرد جوان / کہ بیاموزم زبان جانوران

تا بود کز بانگ حیوانات و دد / عبرتے حاصل کنم در دین خود

چون زبانہائے بنی آدم ہمہ / در پئے آب است و نان و دمدمہ

بو کہ حیوانات را درد دگر / باشد از تدبیر ہنگام گذر

گفت موسی رو گذر کن زین ہوس / کاین خطر دارد بسے در پیش و پس

عبرت و بیداری از یزدان طلب / نہ از کتاب و از مقال و حرف و لب

گرم تر شد مرد زان منعش کہ کرد / گرم تر گردد ہمے از منع مرد

گفت اے موسیٰ چو نور تو بتافت / ہر چہ چیزے بود از تو چیز یافت

مر مرا محروم کردن زین مراد / لائق لطفت نباشد اے جواد

این زمان قائم مقام حق توئی / یاس باشد گر مرا مانع شوی

گفت موسیٰ یا رب این مرد سلیم / سخرہ کردستش مگر دیو رجیم

گر بیاموزم زیان کارش بود / ور نیاموزم دلش بد مے شود

گفت اے موسے بیاموزی کہ ما / رو نکردیم از کرم ہرگز دعا

گفت یا رب او پشیمانی خورد / دست خاید جامہ ہا را بر درد

نیست قدرت ہر کسے را سازوار / عجز بہتر مایۂ پرہیزگار

فقر زین رو فخر آمد جاودان / کہ بتقوے ماند دستش نارسان

زان غنا و زان غنی مردود شد	کہ ز قدرت صبرہا بدرود شد
آدمی را عجز و فقر آمد امان	از بلائے نفس پر حرص و غمان
آن غم آید ز آرزوہائے فضول	کہ بدان خو کردہ است آن صید غول
آرزوئے گل بود گلخوارہ را	گل شکر نگوارد آن بیچارہ را

موسےٰ علیہ السلام سے ایک شخص نے درخواست کی کہ مجھے جانورون کی زبان سکھلا دیجئے تاکہ درندون اور دیگر جانورون سے مین دین کے متعلق نصیحت حاصل کرون کیونکہ آدمیون کی گفتگو تو علی العموم روٹی پانی مکروفریب سے تعلق رکھتی ہے ممکن ہے کہ جانورون کو کوئی اور ہی درد ہو۔ اور انکو اس جہان فانی کو چھوڑنے کی فکر ہو۔ اور وہ اسکی تدابیر مین مصروف ہون۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اس خیال کو چھوڑو اس مین ہر پہلو مین بہت سے خطرے ہین۔ رہی عبرت اور تیقظ سو خدا سے دعا کرو وہ عطا فرماوینگے۔ یہ بات نہ کتاب سے حاصل ہوتی ہے نہ گفتگو سے نہ الفاظ و لب سے اُنہون نے جو منع کیا تو اسکو اور ہی زیادہ شوق ہوا کیونکہ منع کرنیسے آدمی کی حرص اور بڑہتی ہے اُسنے عرض کیا کہ یا حضرت جب آپکے نور نے عالم کو منور کیا تو جو بھی کوئی چیز تھی سبکو آپکے دربار سے کچھ نہ کچھ مل گیا۔ اور کوئی محروم نہیں رہا پس مجھے اپنے کرم سے محروم کرنا آپکے الطاف فراوان کے شایان شان نہین اسوقت حضور ہی خلیفۃ اللہ فی الارض ہین اگر حضور کے یہان سے مین محروم ہو گیا تو پھر کوئی امید حصول مدعا کی نہین حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حق سبحانہ سے دعا کی کہ اے اللہ معلوم ہوتا ہے کہ شیطان نے اس احمق کو مسخر کر لیا ہے اور میری نصیحت نہین مانتا۔ اگر مین اسکو سکھلاتا ہون تو اس کا نقصان ہے۔ اور اگر نہین سکھلاتا ہون تو بد دل ہوتا ہے مجھے کیا کرنا چاہئے۔ حق سبحانہ نے فرمایا کہ تم سکھلا دو کیونکہ ہم دعا کو اپنے کرم سے رد نہین کرتے! اسپر اُنہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ وہ احمق پشیمان ہوگا۔ اور افسوس سے اپنے ہاتھ کاٹے گا اور کپڑے پھاڑے گا۔ اب مولانا فرماتے ہین کہ ہر ایک کیلئے قدرت موافق نہین طالب اتقا کیلئے عجز ہی بہتر سرمایہ ہے۔ فقر اسی لئے ہمیشہ موجب فخر رہا ہے کہ محتاج کا معاصی تک نہ پہنچنے والا ہاتھ ہمیشہ تقوے ہی تک رہتا ہے اور دولتمندی

اور دولتمند بالعموم اسی لئے مردود ہے ہیں کہ حصول قدرت کے سبب معاصی سے صبر نہو سکا پس عجز و فقر آدمی کو نفس حریص کی بلا اور طرح طرح کے آلام سے بچاتا ہے کیونکہ غم تو ان فضول آرزوؤں سے پیدا ہوتا ہے جن کا شیطان کے پھندے مین پھنسا ہوا آدمی خوگر ہوتا ہے چنانچہ جو شخص مٹی کھانے کا عادی ہے اُسکو مٹی کی آرزو ہوتی ہے اور گل شکر اُسکو ہضم نہین ہوتی اور عادت ہوتی ہے قدرت و سامان و دولت سے تو تمام غموم کی جڑ یہی چیزین ہین جب یہ نہ ہونگی تو پھر کوئی غم نہ ہوگا اور نہ کوئی آرزو ہوگی -

شرح شبیری

ایک شخص کا موسیٰ علیہ السلام سے جانورون کی زبان سیکھنے کی استدعا کرنا

گفت موسیٰ را یکے مرد جوان　　　که بیاموزم زبان جانوران

یعنی موسیٰ علیہ السلام سے ایک مرد جوان نے عرض کیا کہ مجھے جانورون کی بولی سکھا دیجئے -

تا بود کز بانگ حیوانات و دد　　　عبرتے حاصل کنم در دین خود

یعنی تاکہ ایسا ہو کہ درندون اور چرندون کی باتوں سے میں اپنے دین مین کوئی عبرت حاصل کروں -

چوں زبانہائے بنی آدم ہمہ　　　در پئے آبست ونان و دمدمہ

یعنی چونکہ سب آدمیوں کی زبانین پانی اور روٹی اور مکر و فریب کے واسطے ہین -

بو کہ حیوانات را درد دگر　　　باشد از تدبیر ہنگام گذر

یعنی شاید کہ حیوانات کیلئے کوئی دوسرا مشغلہ موت کی تدبیر (وغیرہ کے متعلق) ہو - مطلب یہ کہ اُسنے کہا کہ مجھے حیوانات کی بولی سکھا دیجئے اسلئے کہ آدمی کی زبان تو دن رات اسی مشغلہ مین رہتی ہے کہ روٹی کا فکر کر لیا - پانی کا فکر کر لیا - مکر و فریب کر لیا - ان کی بولیان سنکر تو اسی طرف طبیعت کو میلان ہوتا ہے اور اگر حیوانات کی بولیان معلوم ہو جاوینگی تو ممکن ہے کہ وہ کچھ اُس طرف کے متعلق گفتگو کرتے ہوں اور سوچتے ہوں کہ موت کیواسطے تدابیر کرنا چاہئے - تو اُن کی باتوں سے ہمین بھی اُس طرف توجہ ہو جاوے -

گفت موسی رو گذر کن زین ہوس　　　کاین خطر دارد بسے در پیش و پس

یعنی موسی علیہ السلام نے فرمایا کہ جا اس ہوس سے درگذر ۔ کیونکہ یہ بات آگے پیچھے بہت سے خطرے رکھتی ہے۔ مطلب یہ کہ موسی علیہ السلام نے فرمایا کہ اس مین بہت سے خطرے ہین تو اس ہوس کو دل سے نکال دے ۔

عبرت و بیداری از یزدان طلب　　　نہ از کتاب و از مقال و حرف و لب

یعنی عبرت اور بیداری خدا سے مانگ نہ کہ کتاب سے اور باتون سے اور حرفون سے اور لب سے مطلب یہ کہ میان ان باتون سے کہین عبرت اور بیداری ہوا کرتی ہے ۔ عبرت تو ہوا کرتی ہے توفیق حق سے تو خدا سے دعا کر بھلا ان باتون مین کیا رکھا ہے۔

گرم تر شد مرد زان منعش کہ کرد　　　گرم تر گردد ہمے از منع مرد

یعنی وہ آدمی اُس منع کرنے سے اور بھی مصر ہوا - اور منع کرنے سے آدمی زیادہ مصر ہوا ہی کرتا ہے مطلب یہ کہ موسی علیہ السلام نے جو منع کیا تو اسکو اور زیادہ اشتیاق ہوا اور وہ اور بھی اصرار کرنے لگا کہ نہین مجھے ضرور سکھا دیجئے ۔ دوسرے مصرع مین ایک قاعدہ کلیہ فرماتے ہین کہ بھائی منع کرنے سے تو ضد زیادہ ہوا ہی کرتی ہے جیسے کہ مشہور ہے کہ الانسان حریص لما منع ۔ غرضکہ اُس کا اصرار اسلئے اور بھی زیادہ ہوا۔

گفت اے موسیٰ چو نور تو بتافت　　　ہر چہ چیزے بود از تو چیز یافت

یعنی اُسنے عرض کیا کہ اے موسیٰ جبکہ آپ کا نور چمکا تو جو موجودات تھین سب نے آپ سے کوئی چیز حاصل کی ہے

مر مرا محروم کردن زین مراد　　　لائق لطفت نباشد اے جواد

یعنی اے کریم مجھے اس مراد سے محروم کرنا آپ کے لطف کے لائق نہیں ہے۔

این زمان قائم مقام حق توئی　　　یاس باشد گر مرا مانع شوی

یعنی اس زمانہ مین خدا کے نائب آپ ہی ہین تو اگر آپ مجھے اس امر مین مانع ہونگے تو مجھے یاس ہو جاویگی۔ مطلب یہ کہ اُسنے عرض کیا کہ اے موسیٰ علیک السلام جب آپکو نبوت ملی ہے تمام موجودات علے فرق مراتب آپ سے فیضیاب ہوئے ہین اور سب کو کچھ نہ کچھ فیض پہونچا ہے تو آپ بھلا مجھے جو میری مراد تک نہین پہونچاتے یہ آپ کے لطف و کرم سے تو بہت ہی بعید ہے اسوقت آپ نائب حق ہین اور

حق تعالےٰ کے یہان سے حکم ہے کہ لا تقنطوا ناامید مت ہو اور مجھے آپ ناامید کئے دیتے ہین نائب حق ہو کر ناامید نہ کیجئے بلکہ میری مراد کو پورا فرما دیجئے۔

گفت موسے یارب این مرد سلیم　　　سخرہ کرد ستش مگر دیو رجیم

یعنی موسی علیہ السلام نے جناب باری مین عرض کیا کہ اے اللہ یہ آدمی تو بہولا ہے شاید اس کو شیطان ملعون نے مسخر کر لیا ہے۔

گر بیاموزم زیان کارش بود　　　ورنیاموزم دلش بد مے شود

یعنی اگر سکہاتا ہون تو اسکے کام کا نقصان ہوتا ہے اور اگر نہین سکہاتا ہون تو اُس کا جی برا ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ جب اُسنے بہت ہی اصرار کیا اور موسیٰ علیہ السلام جانتے تھے کہ اسکو سیکہنے سے نقصان ہوگا۔ اور وہ مانتا نہ تھا تو موسی علیہ السلام نے جناب باری مین دعا کی کہ اے اللہ یہ آدمی ویسے تو بہولا معلوم ہوتا ہے۔ مگر شیطان نے شاید اسکو خوب اچہی طرح بہکا دیا ہے جو یہ اسقدر اصرار کر رہا ہے اب مشکل یہ ہے کہ اگر سکہاتا ہون تو اس کا نقصان ہوتا ہے اور نہ سکہاؤن تو اس کی دل شکنی ہوتی ہے اب کرون تو کیا کرون۔

گفت اے موسےٰ بیاموزش کہ ما　　　رد نکردیم از کرم ہرگز دعا

یعنی ارشاد باری ہوا کہ اے موسیٰؑ آپ اسکو سکہا دیجئے اسلئے کہ ہمنے کرم کی وجہ سے کبہی دعا کو رد نہین کیا۔

گفت یارب او پشیمانی خورد　　　دست خاید جامہ ہا را بر درد

یعنی موسی علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے اللہ وہ (بعد مین) پشیمان ہوگا۔ ہاتھ کاٹے گا اور کپڑون کو پہاڑے گا۔ مطلب یہ کہ جب ارشاد حق سکہا دینے کا ہوا تو موسی علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے اللہ اسکو اس بولی کے سیکہنے سے نقصان ہوگا جو کہ اسکو اسوقت معلوم نہین ہوتا۔ اُسوقت روتا پہرے گا اور پریشان اور پشیمان ہو کر ہاتھ کاٹے گا اور کپڑے پہاڑے گا۔ اور افسوس کرے گا۔ تو بہتر ہے کہ ابہی نہ سکہایا جاوے آگے مولانا فرماتے ہین کہ:

نیست قدرت ہر کسے را سازوار　　　عجز بہتر مایۂ پرہیزگار

یعنی ہر شخص کیلئے قدرت ہونا مناسب نہیں ہے پرہیزگار کا سرمایہ تو عجز ہی بہتر ہے۔

فقر زین رو فخر آمد جاودان　　　که بتقوے ماند دست نارسان

یعنی فقر ہمیشہ اسی لئے مایۂ فخر رہا ہے کہ محتاج کا ہاتھ تقوے ہی میں بند رہتا ہے۔

زاں غنا وزاں غنی مردود شد　　　که ز قدرت صبرہا مدرونہ شد

یعنی غنا اور غنی اسیلئے مردود ہوئے کہ قدرت کی وجہ سے صبر جاتے رہے۔

آدمی را عجز و فقر آمد اماں　　　از بلائے نفس پُر حرص و غماں

یعنی آدمی کیلئے نفس پر حرص و غم کی بلاؤں سے عجز و فقر جائے امن ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر شخص کیلئے صاحب مقدرت اور غنی ہونا مناسب نہیں ہے اور ہر شخص کو دولت موافق نہیں ہوتی بلکہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ جنکو فقر ہی کی بدولت تقوے نصیب ہے کہ چونکہ انکو کسی شئے پر قدرت نہیں ہے اور وہ کچھ کر ہی نہیں سکتے اسلئے اُن کا تقوے درست ہے اور اگر کہیں خدانخواستہ ایسے طبیعت والے صاحب قدرت ہوتے تو پھر تو خدا جانے کیا غضب ڈہاتے۔ کسی نے کہا ہے کہ ؎ زاہد نہ داشت تاب جمال پری رُخان + کُنجے گرفت و ترس خدا را بہانہ ساخت۔
غرضکہ یہی وجہ ہے کہ اکثر مواقع میں فقر کو مایۂ فخر کہا جاتا ہے کہ طبائع ضعیف ہیں تو اکثر جگہ فقر ہی بہتر ہی کہ نہ قدرت ہوگی اور نہ کوئی حرکت کرینگے اور یہی وجہ ہے کہ بہت سے غنی مردود ہو چکے ہیں کہ اُن کو قدرت تھی اور پھر نہ سنبھل سکے نہ صبر کر سکے اور بلاہائے نفس میں مبتلا ہو گئے پس نفس و شیطان کی بلاؤں اور اُن کے پھندوں سے امن تو فقر ہی میں ملتا ہے اسلئے کہ

آں غم آید ز آرزوہائے فضول　　　که بداں خو کردہ است آں صید غول

یعنی وہ غم فضول آرزوؤں ہی سے آتا ہے جسکا کہ یہ شیطان کا شکار عادی ہوتا ہے

آرزوئے گِل بود گلخوارہ را　　　گل شکر نگوارد آں بیچارہ را

یعنی مٹی کہانیوالیکو مٹی ہی کی آرزو ہوتی ہے اُس بیچارہ کے گل شکر ہضم ہی نہیں ہوتی۔ مطلب یہ کہ غموم و بلاہائے شیطانی و نفسانی تو فضول فضول آرزوؤں دربیہودہ باتوں ہی سے پیدا ہوتے ہیں اور فضول آرزوئیں پیدا ہوتی ہیں مال و دولت کے ہونے سے۔ لہذا اصل جڑ سب چیزوں کی یہی حضرت مال و دولت ہی ہوئے۔ تو مال و دولت اگرچہ کیسی ہی نعمت ہو لیکن بعض آدمی کے موافق نہیں آتی۔ اس کی ایسی مثال ہے کہ دیکھو جسکو مٹی کہانے کی عادت ہوتی ہے وہ مٹی ہی کہاتا ہے اسکو

گل شکر ہضم ہی نہین ہوتی حالانکہ گل شکر ظاہر ہے کہ کیسی عمدہ اور لطیف اور نفیس چیز ہے تو اسی طرح دولت اگرچہ کیسی ہی نفیس و لطیف کیون نہو لیکن ہر شخص کے مناسب نہین ہے۔ بس اسی طرح جانورون کی بولی سمجھنا اور اُس سے عبرت حاصل کرنا کیسا ہی اچھا کیون نہو لیکن اس شخص کے مناسب نہ تھا مگر اسکو جتنا منع کیا جاتا تھا اُس کا اصرار اُسیقدر زیادہ ہوتا تھا۔ آخر حضرت موسی علیہ السلام کے پاس حضرت حق کی طرف سے دوسری مرتبہ وحی آئی جسکو آگے بیان فرماتے ہین۔

شرح حبیبی

بعد ازان وحی آمد از حضرت کہ رو ۔۔۔ ہر چہ می گوید بہ لطف خود شنو

گفت یزدان کہ بدہ بایست او ۔۔۔ برکشا در اختیار آن دست او

اختیار آمد عبادت را نمک ۔۔۔ ور نہ می گردد بنا خواہ این فلک

گردش او را نہ اجر و نی عقاب ۔۔۔ کاختیار آمد ہنر وقت حساب

جملہ عالم خود مسبح آمدند ۔۔۔ نیست آن تسبیح جبری سودمند

تیغ در دستش نہ از عجزش بکن ۔۔۔ تا کہ غازی گردد او یا راہ زن

زانکہ کرمنا شد آدم ز اختیار ۔۔۔ نیم زنبور عسل شد نیم مار

مومنان کان عسل زنبور وار ۔۔۔ کافران خود کان زہرے ہمچو مار

زانکہ مومن خورد بگزیدہ نبات ۔۔۔ تا چو نحلے گشت ریق او حیات

باز کافر خورد شربت از صدید ۔۔۔ ہم ز قوتش زہر شد در وے پدید

اہل الہام خدا عین الحیات ۔۔۔ اہل تسویل ہوا سم الممات

در جہان این مدح و شاباش و زہے ۔۔۔ ز اختیار ست و حفاظ و آگہے

جملہ رندان چونکہ در زندان روند ‫—‬ متقی و زاہد و حق خوان شوند

چونکہ قدرت رفت کاسد شد عمل ‫—‬ ہین کہ تا سرمایہ نفتاند اجل

قدرتت سرمایۂ سود است ہین ‫—‬ وقت قدرت را نگہدار و ببین

آدمی بر خنگ کرّمنا سوار ‫—‬ در کف درکش عنان اختیار

باز موسےٰ داد پند او را بہ مہر ‫—‬ کہ مرادت زود خواہد کرد چہر

ترک این سودا بگو وز خود بترس ‫—‬ دیو دادستت برائے مکر درس

ہین برو در سر خود کم طلب ‫—‬ کاین مرادت افگند در صد تعب

گفت بارے نطق سگ کو بر درست ‫—‬ نطق مرغ خانگی کاہل پرست

گفت موسٰے ہین تو دانی در رسید ‫—‬ نطق این ہر دو شود بر تو پدید

اُسکے بعد حضرت حق سبحانہ کی طرف سے وحی آئی کہ جائیے جو کچھ وہ کہے اُسکو مہربانی سے سنئے اور اس کی خواہش پوری کرکے اُسکو عاجز سے مختار بنائیے تاکہ وہ امتحان کے قابل ہوسکے۔ اب مولانا فرماتے ہین کہ اختیار عبادت کیلئے ایسا ہے جیسا کہ کہانیکے لئے نمک۔ کیونکہ جس طرح کہانا نمک سے پسندیدہ ہوتا ہے یونہی عبادت اختیار سے مرغوب ہوتی ہے ورنہ اضطرارًا تو آسمان بہی چکر کہاتا ہے لیکن اُس کی گردش پر نہ سزا ہے نہ جزا کیونکہ محاسبہ کیوقت اختیار ہی کو ایک اعلی وصف سمجہا گیا اور یہی مبنیٰ ہے جزا و سزا کا اور اختیار فلک مین معدوم ہے علےٰ ہذا تمام عالم تسبیح قہری کرتا ہے لیکن اُس جبری تسبیح سے کیا فائدہ۔ طریقہ امتحان تو یہ ہے کہ تلوار ہاتھ مین دیدو اور عجز کو رفع کردو پہر دیکہو کہ وہ غازی ہوتا ہے یا ڈکیتی کرتا ہے چونکہ آدمی اختیار ہی کے سبب مکرم بنا ہے اور اُسکو اختیار عطا کیا گیا ہے اسی لئے کچہہ ان مین شہد کی مکہی ہوگئے اور کچہہ سانپ۔ یا یون کہو کہ ہر ایک من وجہ شہد کی مکہی ہوگیا اور من وجہ سانپ الیس مومن

تو شہد کی مکھی کی طرح کان شہد ہین اور کافر معدن زہر جیسا کہ سانپ ہوتا ہے کیونکہ مومن اپنے اختیار کو کام مین لائے اور جہتہ محمودہ کو غالب کیا تو شہد کی مکھی کی طرح کان عسل ہو گئے اور کفار نے اپنے اختیار سے جہت مذمومہ کو غالب کیا تو وہ معدن زہر ہو گئے۔ مومنین کی کان عسل ہونیکی وجہ یہ ہے کہ اُنہون نے عمدہ نباتات کہائے ہین اور معارف سے غذا حاصل کی ہے۔ اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شہد کی طرح اُن کا تہوک مایۂ حیات بن گیا (لعله اشارة الی ما هو المشهور من انه قال صلی اللہ علیہ وسلم سور المومن شفاء) اسکے خلاف کفار نے صدید کفر سے غذا حاصل کی تو اس کی غذا سے اُسکے اندر زہر پیدا ہو گیا۔ پس ملہم من الحق چشمۂ آب حیات بن گئے۔ اور جو خواہشات نفسانیہ کی تلمیعات مین مبتلا ہین وہ زہر ہلاہل ہو گئے۔ غرضکہ عالم مین تعریف اور شاباش اور واہ واہ سب اختیار اور محافظت حدود و تیقظ ہی کی بناء پر ہے ورنہ جو قیدی جیلخانہ مین جاتے ہین سب متقی اور پارسا اور خدا کو پکارنے والے ہو جاتے ہین مگر کچھ بھی تعریف کی بات نہین کیونکہ جب قدرت معصیت نہ رہی تو عمل بھی خراب ہو جاتا ہے تمکو متنبہ ہونا چاہئے کہ موت اس دولت کو تم سے نہ چھین لے کیونکہ قدرت ہی منفعت کا سرمایہ ہے پس تمکو وقت قدرت کی حفاظت کرنی چاہئے اور اسے ضائع نکرنا چاہئے کیونکہ آدمی اسپ کرامت پر اسی لئے سوار ہے کہ اُسکے ادراک کے ہاتھ مین اختیار کی باگ ہے ورنہ اُس مین اور اوروں مین کیا فرق ہے یہ مضمون اضطراری تو ہو چکا۔ اب اصل قصہ سنو۔ موسے علیہ السلام نے شفقت سے پہر اُسے نصیحت فرمائی اور کہا کہ تمہاری مراد تو بہت جلدی حاصل ہو جاویگی مگر بہتر یہ ہے کہ تم اس خیال کو چھوڑ دو اور اپنے نفس سے ڈرو۔ دیکھو شیطان نے دغا کیلئے تمکو یہ فریب دیا ہے جاؤ اور دوسری مراد نہ لو کیونکہ اس مقصد سے بہت تکلیف ہوگی اُسنے کہا اچھا زیادہ نہین صرف ایک کُتے کی زبان سکہلا دو جو میرے دروازہ پر ہے اور ایک مرغ خانگی کی جو بازو رکھتا ہے۔ موسی علیہ السلام نے فرمایا اچھا تو جان اور جا تیرا مدعا حاصل ہو گیا۔ اور پہر ان دونوں کا نطق منکشف ہو گیا۔

شرح شبیری

حق تعالٰی کی جانب سے موسٰی علیہ السلام کی طرف وحی آئی کہ اُسکو جو چیز وہ چاہتا ہے سکہلا دو

بعد ازاں وحی آمد از حضرت کہ رَو　　　ہر چہ می گوید بہ لطف خود شنو

یعنی اُسکے بعد حضرت حق سے وحی آئی کہ (اے موسیٰ ع) جاؤ اور وہ جو کچھ کہے لطف و مہربانی سے اُسکو سنو۔

گفت یزداں کہ بدہ بالیست او　　　بر کشا در اختیار آں دست او

یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اُس کا مطلوب دیدو اور اختیار مین اُس کا ہاتھ کھولدو۔ مطلب یہ کہ اُسکے ہاتھ جو اب عجز کی وجہ سے بندھ رہے ہین اُسکو کھول کر اُسکو با اختیار کردو۔ اور وہ جو چاہتا ہے اُسکو بتادو تاکہ ہم امتحان کر سکین اسلئے کہ اجر و مواخذہ تو اُسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ انسان کو اختیار بھی ہو اور اگر اختیار ہی نہیں تو پھر اجر و مواخذہ ہی کیا ہوگا۔ آگے مولانا فرماتے ہین کہ۔

اختیار آمد عبادت را نمک　　　ورنہ می گردد بناخواہ این فلک

یعنی عبادت کیلئے اختیار نمک ہے ورنہ اضطراراً تو یہ آسمان بھی گردش مین ہے۔

گردش اورا نہ اجر ونے عقاب　　　کاختیار آمد ہنر وقت حساب

یعنی اُس کی گردش کیلئے نہ اجر ہے اور نہ عذاب ہے کیونکہ حساب کے وقت تو اختیار ہی ہنر ہے مطلب یہ کہ جسطرح نمک سے کھانا پسندیدہ ہو جاتا ہے اسی طرح اختیار سے عبادت پسندیدہ ہوجاتی ہے ورنہ آخر بے اختیار کے تو آسمان و زمین سب گردش مین ہین اضطراراً یہ سب کام مین ہین لیکن چونکہ اُنکو اختیار نہین ہے اسلئے ان کے کام کا نہ کوئی اجر ہے اور نہ کوئی انکو اُس میں عذاب ہے بلکہ ایک کام ہے جو کہ سپرد کردیا گیا ہے اور یہ بیچارے اُس میں لگے ہوئے ہین آگے فرماتے ہین کہ۔

جملہ عالم خود مسبح آمدند　　　نیست زان تسبیح جبری سودمند

یعنی تمام عالم خود مسبح ہے لیکن اُس اضطراری تسبیح سے کوئی نفع نہیں ہے۔ غرضکہ اصل شے ہر کام مین اختیار ہے اسی کی وجہ سے اجر ملتا ہے اور یہی وہ شے ہے جو کہ فعل عبد کو موجب عقاب کردیتی ہے آگے پھر ارشاد باری ہے کہ

تیغ در دستش نہ از عجزش بکن　　　تاکہ غازی گردد او یا راہ زن

یعنی اُسکے ہاتھ مین تلوار رکھدو اور عجز سے اُسکو برطرف کردو تاکہ (معلوم ہو کہ) غازی ہوتا ہے یا ڈاکو

مطلب یہ کہ ارشاد ہوا کہ اسکو سکھا دو تاکہ اسکے بعد معلوم ہو کہ اسکو اچھی جگہ استعمال کرتا ہے یا بری جگہ استعمال کرتا ہے اور جب تک اسنے سیکھا ہی نہیں اسوقت تو اس کا امتحان ہو ہی نہین سکتا۔ اور ارشاد ہے کہ

زانکہ کرمنا شد آدم زاختیار نیم زنبور عسل نیمش مار

یعنی اسلئے کہ آدم اختیار ہی کی وجہ سے کرمنا ہوا ہے کہ وہ اختیار آدہا تو شہد کی مکھی ہے اور آدہا سانپ ہے۔

مومنان کان عسل زنبور دار کافران خود کان زہرے ہمچو مار

یعنی مومن لوگ تو شہد کی مکھی کیطرح شہد کی کان ہین اور کافر لوگ سانپ کی طرح زہر کی کان ہین

زانکہ مومن خورد بگزیدہ نبات تاچو نحلے گشت ریق او حیات

یعنی اسلئے کہ مومن نے تو چھٹی ہوئی شکر کہائی یہانتک کہ شہد کی طرح اُس کا تھوک موجب حیات ہوا۔

باز کافر خورد شربت از صدید ہم ز قوتش زہر شد در وے پدید

یعنی پھر کافر نے شربت پیپ کا کہایا تو اُس کی روزی سے اُس مین زہر ہی ظاہر ہوا۔ مطلب کہ انسان کو جو خلعت ولقد کرمنا بنی آدم عطا ہوا ہے اُس کا سبب یہ اختیار ہی تو ہے کہ چونکہ یہ عبادت حق باختیار خود کرتا ہے لہذا اس کا اکرام ہوا اور نہ اُسکو دیگر اشیاء پر کیا فضیلت ہے صرف اس اختیار ہی نے اس کا یہ مرتبہ کر دیا ہے اب اختیار کے دو پہلو ہین ایک تو اچھا مثل شہد کے اور ایک بُرا مثل سانپ کے مومنین نے چونکہ اس اختیار کو عبادت حق مین خرچ کیا تو اُن کو مراتب عالیہ نصیب ہوئے۔ اور کفار نے چونکہ ان کو دوسری طرف خرچ کیا لہذا انکو اُس کا بدلہ ویسا ہی ملا۔ غرضکہ جیسا جسنے کیا ویسا بہرا۔ آگے فرماتے ہین کہ

اہل الہام خدا عین الحیات اہل تسویل ہوا سم الممات

یعنی الہام خداوندی والے تو چشمہ حیات ہین اور ہوا اسنے نفسانی کو سنوارنے والے موت کے زہر ہین مطلب یہ کہ جو لوگ اولیاء اللہ ہین وہ تو چشمہ حیات ہین کہ اُن کے ذریعہ سے حیات ابدی اور حیات روحانی نصیب ہوتی ہے۔ اور جو لوگ خواہشات نفسانی کے متبع ہین وہ گویا کہ زہر قاتل ہین۔

درجہان این مدح و شاباش و زہے ز اختیار است و حفاظ و آگہے

یعنی دنیا مین یہ تعریف اور شاباش اور واہ واہ اختیار و حفاظت اور آگاہی ہی کی وجہہ سے ہے
مطلب یہ کہ دنیا مین دیکھ لو کہ جسکی کوئی تعریف کرتا ہے وہ اسی وجہ سے کہ اُس شخص نے کوئی کام
اپنے اختیار سے اچھا کیا ہو۔ اور اگر کسی سے کسی نے زبردستی کوئی اچھا کام کرالیا تو اُس کی کوئی
بھی تعریف نہین کرتا تو معلوم ہو گیا کہ اچھائی اور بُرائی سب اختیار ہی کی بدولت ہے آگے ایک مثال
دیتے ہین کہ۔

جملہ رندان چونکہ در زندان روند متقی و زاہد و حق خوان شوند

یعنی سارے بدمعاش جبکہ قیدخانہ مین جاتے ہین تو متقی اور زاہد اور خدا کی یاد کرنے والے
ہو جاتے ہیں۔ مطلب یہ کہ دیکھو دنیا مین جب بدمعاش لوگ قیدخانہ مین جاتے ہین تو کیسے
نیک بنجاتے ہین۔ اس کی وجہ کیا ہے۔ وجہ صرف یہی ہے کہ وہان افعال بد پر قدرت تو ہوتی نہین
اور اختیار باطل ہو جاتا ہے۔ پس نیک ہو جاتے ہین۔ لیکن اُس وقت کی نیکی قابل اعتبار نہیں اسلئے کہ دیکھو
اگر کوئی شخص کہے کہ مین (خدانخواستہ) اسقدر مدت جیل مین رہا اور مین نے اُس مین رہتے ہوئے
کسی کی چوری نہین کی تو ہر سننے والا یہی کہے گا کہ یہ تو کوئی کمال نہین۔ کمال جب ہے کہ تو شہر میں
ہو اور تجھے چوری کا موقعہ بھی ملے اور پھر چوری نہ کرے پس اسیطرح اگر بعد مرنے کے دوزخ مین جاتے
وقت (نعوذ باللہ منہ) کوئی توبہ کرے کہ اب گناہ نہ کرون گا وہ توبہ کارآمد نہین ہے جیسا کہ ظاہر ہے تو یہ
تو اب ہے کہ گناہ کر سکتے ہین تمام سامان موجود ہین اور پھر ایک خوف حق ہے جو اُس گناہ کی طرف رُخ بھی
نہین کرنے دیتا۔ یہ ہے اُس اختیار سے اچھا کام لینا اور یہی ہے وہ اختیار جسکی وجہہ سے کہ انسان کا
اکرام ہوا ہے۔ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب
آگے خود اسی کو فرماتے ہین کہ۔

چونکہ قدرت رفت کاسد شد عمل ہین کہ تا سرمایہ نستاند اجل

یعنی جبکہ قدرت جاتی رہی تو عمل بیکار ہو گیا۔ ہوشیار رہنا کہ کہین سرمایہ کو موت نہ لے لے
مطلب یہ کہ ذرا ہوشیار رہو کہین موت آجاوے اور یہ اختیار بالکل باطل ہو جاوے موت کے
آنیسے پہلے پہلے عمل کر لو ورنہ اُسکے بعد تو سارے اعمال بیکار ہو جاوین گے۔

قدرتت سرمایۂ سود دست ہین   وقت قدرت را نگہدار و بہ بین

یعنی تمہارا اختیار ہی نفع کی پونجی ہے اختیار کے وقت کی حفاظت کرو اور دیکھتے بھالتے رہو مطلب یہ کہ اس وقت فرصت کو غنیمت جانو اور اس حالت مین جبکہ حق تعالیٰ نے اختیار دے رکھا ہے اس سے کام لو ورنہ اس کے بعد اسکو تلاش کروگے اور اس کا کہین پتہ نہ ہوگا۔

آدمی بر خنگ کرمنا سوار   در کف درکش عنان اختیار

یعنی آدمی کرمنا کے گھوڑے پر سوار ہے۔ اور اُسکے ادراک کے ہاتھ مین اختیار کی باگ ہے مطلب یہ کہ انسان اکرام حق کے گھوڑے پر سوار ہے اور باگ اُسکے ہاتھ مین اختیار کی ہے اگر اُسنے اُس باگ اختیار کو سیدہا رکہا اور راہ راست پر لیچلا تو وہ گھوڑا یعنی اکرام صحیح وسالم رہا اور یہ صاحب اکرام اور مکرم رہے اور اگر اُس باگ اختیار کو ٹیڑہا رکہا اور کہین بے راہ چلا تو نتیجہ یہ ہوا کہ وہ گھوڑا کہین گڈہے وغیرہ مین جاپڑا اور اُسکے ہاتھ پاؤن ٹوٹ گئے اور بیکار ہوگیا اور یہ شخص بھی صاحب اسپ صاحب اکرام نہ رہا۔ غرضکہ جو اکرام ہے اور جو ذلت ہے جو اجر ہے اور جو عذاب ہے وہ سب اس اختیار ہی کی بدولت ہے۔ لہذا ارشاد حق ہوا کہ اسکو جو یہ کہتا ہے سکہا دو تاکہ یہ عاجز نہ رہے اُسکے بعد دیکھینگے کہ یہ اُس اختیار کو کس جگہ استعمال کرتا ہے آیا اچھی جگہ استعمال کرتا ہے یا بُری جگہ اُس طرف سے یہ ارشاد ہوا لیکن نبی کو جو امت پر رحمت ہوتی ہے اُس کی بنا پر حضرت موسی علیہ السلام نے اُس شخص کو ایک مرتبہ اور سمجہانا چاہا اور فرمایا کہ۔

باز موسی داد پند او را بہ مہر   کہ مرادت زرد خواہد کرد چہر

یعنی پھر موسیٰ علیہ السلام نے اُسکو محبت سے نصیحت کی کہ ارے تیری مراد تیرا چہرہ زرد کر دے گی مطلب یہ کہ حضرت موسی علیہ السلام نے فرمایا کہ دیکھ تیری یہ آرزو اور یہ مراد تجہے بعد مین شرمندہ اور زرد رو کریگی تو خوب سمجھ لے۔

ترک این سودا بگو وز حق بترس   دیو دادستت برائے مکر درس

یعنی اس خیال کو چہوڑ اور خدا سے ڈر کیونکہ تجہے شیطان نے مکر کی وجہ سے یہ سبق دیا ہے

ہین برو در دسر خود کم طلب   کاین مرادت افگند در صد تعب

یعنی ارے جا اپنا دردسر مت ڈہونڈہو کہ یہ مراد تجہے سیکڑون مصیبتون مین ڈالدیگی۔

مطلب یہ کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ دیکھ اس خیال سے در گذر یہ خیال شیطانی ہے تو بہت مصیبت مین پڑیگا۔ غرضکہ جب بہت سمجھایا تو ذرا تھوڑی سی کچھ سمجھ آئی لیکن رہی وہی مرغی کی ایک ٹانگ صرف اس قدر کمی ہوئی کہ پہلے تو تمام جانوروں کی بولی سیکھنے کی تمنا تھی اب صرف اپنے گھر کے پلے ہوئے کتے اور مرغ کی بولی سیکھنے کی آرزو رہگئی جسکو مولانا آگے بیان فرماتے ہین کہ۔

اُس طالب کا صرف مُرغ خانگی اور کُتّے کی زبان سیکھ لینے پر قانع ہوجانا اور موسیٰ علیہ السلام کا اسکو قبول فرمالینا

گفت بارے نطق سگ کو بر درست　　　نطق مرغ خانگی کاہل پرست

یعنی اُس شخص نے کہا کہ اچھا اُس کتّے کی بولی جو کہ دروازہ پر ہے اور اُس مرغ خانگی کی بولی جو کہ پرندہ ہے مطلب یہ کہ اُسنے کہا کہ اچھا ایک کتے کی اور ایک مرغ کی جو کہ میرے یہاں پلے ہوئے ہیں بولی سکھا دیجئے کہ ایک چوپایہ ہے اور ایک پرندہ ہے اور پھر رات دن میرے سامنے رہتے ہین۔ باتین کرتے ہین تو مین یہی سمجھا کرون اور سنا کرون۔ غرضکہ جب اُسنے نہ مانا تو موسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ۔

گفت موسیٰ ہین تو دانی دررسید　　　نطق این ہر دو شود بر تو پدید

یعنی موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اچھا تو جان لیگا اور ان دونوں کی بولی تجھپر ظاہر ہو جاویگی لے ابتو مقصود مل گیا۔

شرح حبیبی

بامداداں آں برائے امتحان　　　ایستاد او منتظر بر آستان
خادمہ سفرہ بیفشاند و فتاد　　　پارۂ نانِ بیات آثار زاد
در ربود آنرا خروسے چون گرو　　　گفت سگ کردی تو بر ما ظلم رو
دانۂ گندم تو دانی خورد و من　　　عاجزم در دانہ خوردن در وطن

گندم و جو را و باقی حبوب ... تو توانی خورد من نے ای طروب

این لب نانی که قسم ماست آن ... می ربائی اینقدر را از سگان

پس خروسش گفت تن زن غم مخور ... که عوض بدہد خدا زین بہ دگر

اسپ این خواجہ سقط خواہد شدن ... روز فردا سیر خور کم کن حزن

مر سگان را عید باشد مرگِ اسپ ... روزیٔ وافر بود بے جہد و کسب

اسپ را بفروخت چون بشنید مرد ... پیش سگ شد آن خروس روئی زرد

روز دیگر ہمچنان نان را ربود ... آن خروس و سگ بر و لب برکشود

کای خروس عشوہ دہ چندین دروغ ... ظالمے و کاذبے و بے فروغ

اسپش گفتی سقط گردد کجاست ... کور اختر گوئی محروم زراست

گفت او را آن خروس با خبر ... کہ سقط شد اسپ او جائے دگر

اسپ را بفروخت جست او از زیان ... آن زیان انداخت او بر دیگران

لیک فردا اشترش گردد سقط ... مر سگان را باشد این نعمت فقط

زود اشتر را فروشید آن حریص ... یافت از غم وز زیان آن دم محیص

روز ثالث گفت سگ با آن خروس ... اے امیر کاذبان با طبل و کوس

تا بکے گوئی دروغ اے بے فروغ ... دوغی ای نااہل دوغی دوغ دوغ

گفت او بفروخت اشتر را شتاب ... لیک فردا ایش غلام آید مصاب

چون غلام او بمیرد نانہا ... بر سگ و خواہندہ ریزند اقربا

این شنید و آن غلامش را فروخت
رست از خسران و رخ را برفروخت

شکرها می‌کرد و شادیها که من
رستم از سه واقعه اندر زمن

تا زبانِ مرغ و سگ آموختم
دیدهٔ سوء القضا را دوختم

روز دیگر آن سگِ محروم گفت
کای خروس ژاژخا کو طاق و جفت

چند چند آخر دروغ و مکرِ تو
خود نپرد جز دروغ از وکرِ تو

گفت حاشا از من و از جنس من
که بگردیم از دروغی ممتحن

ما خروسان چون مؤذن راست‌گو
هم رقیب آفتاب و وقت جو

پاسبان آفتابیم از درون
گر کنی بالای ما طشتی نگون

پاسبانِ آفتاب اند اولیا
در بشر واقف ز اسرارِ خدا

اصل ما را حق پئے بانگ نماز
داد هدیه آدمی را در جهاز

گر به ناهنگام سهو از ما رود
در اذان آن مقتل ما می‌شود

گفت ناهنگام حی علی الفلاح
خونِ ما را می‌کند خوار و مباح

آنکه معصوم آمد و پاک از غلط
آن خروسِ وحی جان آمد فقط

آن غلامش مرد پیش مشتری
شد زیانِ مشتری آن یکسری

او گریزانید مالش را ولیک
خونِ خود را ریخت اندر یاب نیک

یک زیان دفع زیانها می‌شدے
جسم و مال ماست جانها را فدے

پیش شاهان در سیاست گسترے
می‌دهی تو مال و سر را می‌خری

اعجمی چو گشته اندر قضا | می گریزانی ز داور مال را

لیک فردا خواهد او مردن یقین | گاو خواهد گشت وارث در حنین

صاحب خانه بخواهد مرد و رفت | روز فردا نک رسیده لوت زفت

پاره‌های نان و لالنگ و طعام | درمیان گوئی یابد خاص و عام

گاو قربانی و نانهائی تنک | بر سگان و سائلان ریزد سبک

مرگ اسپ و اشتر و مرگ غلام | بد قضاء گردان این مغرور خام

از زیان مال و درد آن گریخت | مال افزون کرد و خون خویش ریخت

این ریاضتهائی درویشان چراست | کان بلا بر تن بقائی جانهاست

تا بقائی خود نیابد سالکی | چون کند تن را سقیم و هالکی

دست کی جنبد با ایثار و عمل | تا نه بیند داده را جانش بدل

آنکه بدهد بی امید سودها | آن خدائیست آن خدائیست آن خدا

آن ولی حق که خوئی حق گرفت | نور گشت و تابش مطلق گرفت

او غنی است و جز او جمله فقیر | کی فقیری بی عوض گوید که گیر

تا نه بیند کودکی که سیبهست | او پیاز گنده را ندهد ز دست

این همه بازار بهر این غرض | بر دکانها شسته بهر این عوض

صد متاع خوب عرضه می کنند | واندرون دل عوضها می تنند

یک سلامی نشنوی ای مرد دین | که نگیرد آخرت آن آستین

بے طمع نشنیده ام از خاص و عام / من سلامے اے برادر و السلام

جز سلام حق تو هین آنرا بجو / خانه خانه جا بجا و کو بکو

از دهانِ آدمے خوش مشام / هم پیام حق شنیدم هم سلام

وین سلام باقیان بر بوئے آن / من همی نوشم بدل خوشتر ز جان

زان سلام او سلام حق شده است / کاتش اندر دودمان خود زده است

مرده است از خود شده زنده برب / زان بود اسرار حقش در دو لب

مردن تن در ریاضت زندگیست / رنج این تن روح را پائندگیست

وہ درخواست کنندہ موسیٰ علیہ السلام سے رخصت ہوکر اپنے مکان پر آیا اور اگلے دن صبح کیوقت امتحان کیلئے دروازہ پر منتظر ہوکر کہڑا ہوا کہ دیکہون مین کتے اور مرغے کی زبان سمجھتا ہون یا نہین۔ اتنے مین خادمہ آئی اور اُسنے دسترخوان جہاڑا اس مین سے رات کے کہانے کے بچے کہچے ٹکڑے نیچے گرے اُن کے گرتے ہی اُنکو مرغا اس طرح لے اڑا اسطرح وہ اُسکے پاس گروہون یہ دیکہکر کتے نے کہا کہ جا ؤجی تمنے تو ہمپر بڑا ظلم کیا تو تو غلہ بھی کہا لیتا ہے اور مین مکان مین غلہ کہا نہین سکتا تو تو گیہون جو۔ اور ہر قسم کا اناج کہا لیتا ہے اور مین نہین کہا سکتا۔ ہمارا حصّہ تو یہی روٹی کا کنارہ تھا سو اسکو بھی اُڑا لیجاتا ہے اور اتنا بھی ہمین نہین دیتا اسپر مرغ نے اُس سے کہا کہ ذرا خاموش رہ رنج مت کر۔ خدا تجھے اس کا عوض اس سے بہتر دیگا کل کو میان کا گہوڑا مریگا تو خوب پیٹ بہر کر کہانا رنجیدہ مت ہو جب گہوڑا مریگا تو کتون کی عید ہوگی اور بے زحمت و مشقت بہت سا رزق ملیگا۔ یہ سنکر اُسنے گہوڑے کو بیچ دیا اور مرغ کو کتے سے سخت ندامت ہوئی۔ دوسرے دن بھی اُسی طرح مرغ نے روٹی اُڑالی اور کتے نے پہر شکایت کی اور کہا کہ او فریبی مرغے اتنا جہوٹ۔ تو ظالم ہے تو بڑا جہوٹا ہے۔ تیری بات بالکل قابل اعتبار نہین تو نے جو کہا تھا کہ گہوڑا مرے گا بتا تو سہی کہان مرا تو اپنی پیشین گوئیون کے سبب سچ سے بالکل محروم ہے واقف کار مرغے نے

جواب دیا کہ مرا تو ہے مگر دوسری جگہ مرا ہے۔ میان نے اُسکو بیچ دیا اور خود نقصان سے بچ گئے اور وہ
نقصان دوسرے کے سر ڈالدیا لیکن تو گھبرا نہین کل کو اونٹ مرے گا اور وہ صرف کتون ہی کا حصہ
ہوگا۔ یہ سنکر اُس حریص نے اونٹ کو بھی بیچدیا اور رنج اور نقصان سے چھوٹ گیا۔ تیسرے روز
کتے نے پھر مرغے سے کہا کہ او جھوٹون کے صاحب نوبت ونشان بادشاہ توکب تک جھوٹ بولکر
مجھے فریب دیگا۔ معلوم ہوتا ہی کہ تو سراسر فریب بالکل دہوکا اور مجسّم دغا ہے اُسنے کہا مین کیا
کرون اُسنے فوراً ہی اونٹ کو بیچدیا۔ اچھا تو صبر کر کل کو اس کا غلام مریگا اور جب غلام مریگا تو عزیز و
اقارب کتون اور فقیرون کو روٹیان دین گے اُسنے یہ سنا اور غلام کو بھی بیچڈالا۔ اور اس طرح نقصان
سے بچ گیا اور بہت خوش ہوا اور بڑے شکر کئے اور بہت خوشیان منائین کہ مین فی الحال تین
واقعون سے بچ گیا جب سے کہ مین نے جانورون کی زبان سیکھی ہے سوء القضاء کی آنکھ بند کر دی
کہ وہ مجھے نقصان نہ پہونچا سکی۔ دوسرے دن پھر اُس محروم کتے نے کہا کہ او فضول گو مرغے وہ تیری
بیہودہ پیشین گوئیان کہان ہین۔ تیرے مکر اور جھوٹ کی بھی کوئی انتہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تیرے
آشیانہ مین بالکل جھوٹ ہی جھوٹ بھرا ہوا ہے اور اُس سے جھوٹ ہی نکلتا ہے یعنی تو مجسّم جھوٹ
ہی۔ اُسنے کہا کہ مین اور میری جنس اس سے منزہ ہے کہ وہ جھوٹ بول کر ذلیل ہو۔ ہم مرغے موذن کی
طرح سچے ہین ہم آفتاب کے نگران اور وقت کے متلاشی رہتے ہین اگر ہم پر طشت بھی ڈھانپ دیا جاوے
تب بھی ہم اندر ہی سے آفتاب کی نگرانی کرتے ہین۔ اب مولانا جملہ معترضہ کے طور پر فرماتے ہین کہ
جسطرح جانورون مین مرغ آفتاب کا نگران ہے یون ہی آدمیون مین اہل اللہ آفتاب حقیقی کے نگران
اور اُسکے اسرار سے واقف ہین۔ اسکو ختم کر کے پھر مرغ کا بیان شروع کرتے ہین اُسکے بعد مرغ
نے کہا کہ حق سبحانہ نے ہمارے جد امجد کو نماز کی اطلاع کیلئے آدم علیہ السلام کو منجملہ دیگر سامان کے عطا
فرمایا تھا اگر کسی دن بیوقت اذان دینے مین ہم سے سہو ہوجاتا ہے اور ہم سہواً ایسا کر بیٹھتے ہین
تو وہ ہمارے قتل کا ذریعہ ہوجاتا ہے اور ہمارے بیوقت حی علی الفلاح کہنے سے ہمارا خون ناقابل وقعت
اور مباح ہوجاتا ہے اور ہمکو ذبح کر ڈالا جاتا ہے۔ اب مولانا استطراداً فرماتے ہین کہ غلطی سے جو
محفوظ ہین وہ وہی مرغ حق سبحانہ ہین جن کی ارواح ملہم من اللہ ہین۔ یعنی اہل اللہ خواہ بالعموم کما ہو مذہب
البعض ہو علی الخصوص یعنی انبیاء ع کما ہو المذہب المشہور۔ یہ مضمون استطراداً بیان کر کے پھر مقولہ مرغ

بیان کرتے ہین اور کہتے ہین کہ مرغ نے کہا کہ مین نے جھوٹ نہین بولا بلکہ غلام مشتری کے یہان مراہی اور اُس سے مشتری کا سراسر نقصان ہوا ہے - اب مولانا فرماتے ہین کہ اُسنے اپنا مال ہلاکت سے بچالیا لیکن خوب سمجھ لو کہ اسنے اپنا خون کیا - اگر وہ ایسا نہ کرتا تو ایک نقصان اور بہت سے نقصانون کا دفعیہ ہوجاتا کیونکہ ہمارا مال ہمارا جسم ہماری جانون کا فدیہ ہے ان پر آفت آنے سے جان کی آفت ٹل جاتی ہے مقدمات مین حکام کے یہان تو تم مال صرف کرکے جان بچالیتے ہو لیکن قضائے الٰہی کے بارہ مین تم نادان کیون ہوگئے ہو اور خدا سے مال کو کیون بچاتے ہو - یہ مضمون استطرادی ختم کرکے پھر مرغ کا مقولہ بیان کرتے ہین اور کہتے ہین کہ مرغ نے کہا کہ یہ سب کچھ ہوا لیکن کل کو وہ خود مرینگا اور وارث اُسکے ماتم مین گائے ذبح کرینگے کل جب میان مرین گے اُسوقت تجھ سے جتنا کھایا جاوے کھانا - روٹیون کے ٹکڑے لنگر اور کھانے خوب تقسیم ہونگے اور گلی مین کیا عام کیا خاص سب کو حصہ ملیگا اور قربانی کی گائے اور چپاتیان کتون اور سائلون سبکو خوب ملین گی - یہانتک مرغ کا مقولہ ختم ہوگیا - اب مولانا فرماتے ہین کہ گھوڑی اونٹ اور غلام کا مرنا اس احمق دھوکہ کھانیوالے شخص کی جان سے بلا کو دفع کرنیوالا تھا لیکن اُسنے مال کے نقصان اور اُس کی تکلیف کو گوارا نہ کیا اور مال کو بڑھا کر اپنی جان دی - تم سمجھتے ہو کہ سالکین ریاضتین کیون کرتے ہین اس کا راز یہی ہے کہ جسم پر مصیبت اُٹھا کر جان کو بچاتے ہین کیونکہ جسمانی مصیبت جان کی بقا کا ذریعہ ہے سمجھو تو یہی جب تک کوئی سالک اپنی جان بچتے ہوئے نہ دیکھیگا اسوقت تک وہ اپنے جسم کو کیسے مریض اور فنا کرسکتا ہے کیونکہ جب تک آدمی اپنے ایثار اور اپنے بخل کا بدل نہین دیکھ لیتا اُسوقت تک ایثار و عمل کیلئے اُس کا ہاتھ ہل نہین سکتا - جو بلا توقع نفع دیتا ہے وہ صرف خدا ہے صرف خدا ہی اور اسکے بعد وہ ولی حق جو متخلق باخلاق اللہ ہوگیا - اور سراسر نور بن گیا اور تابش مطلق حاصل کرلی وہ غنی اور بےغرض ہے اُسکے علاوہ جتنے ہین سب محتاج غرض ہین اور جو خود محتاج ہو وہ دوسرے کو کیا دے سکتا ہے - بچون ہی کو دیکھ لو کہ جب تک وہ سیب نہین دیکھ لیتے اور یہ نہین سمجھ لیتے کہ پیاز دیکر ہمکو سیب ملیگا اس وقت تک وہ سڑے ہوئے پیاز کو بھی ہاتھ سے نہین چھوڑتے یہ جتنے بازار ہین سب غرض ہی کیلئے ہین اور جو کوئی دوکان پر بیٹھتا ہے صرف عوض کی خاطر گو ہر قسم کا اعلیٰ سے اعلیٰ سامان خریدار کے سامنے رکھتے ہیں مگر دل مین غرض رکھتے ہین تم کوئی سلام ایسا نہ سنوگے جو آخر مین کسی نہ کسی وقت تمہاری آستین نہ پکڑے اور جس سے کوئی غرض مقصود نہ ہو - بھائی مین نے تو نہ کسی خاص سے بےغرض سلام

سنا ہے نہ عام سے۔ سب کی اغراض پوشیدہ ہوتی ہین جو اپنے وقت پر ظاہر ہوتی ہے بجز حق سبحانہ کے سلام کے وہ ضرور بے غرض ہوتا ہے۔ بس اسکو گہر گہر گلی گلی جگہ جگہ ڈہونڈہو۔ بعض خوش دماغ آدمیون (اہل اللہ) کے منہ سے مین نے پیام حق سنا ہے بس اورون کا سلام مین اسی توقع پر بدل بلکہ جان سے زیادہ محبت کیساتھ سنتا ہون کہ شاید ان مین کوئی سلام حق بھی سنائی دیجاوے یا یہ کہ یہ سلام اس سے مناسبت صوری رکھتے ہین اسلئے مین انہین سنتا ہون اب اس کی وجہ سنو کہ اہل اللہ کا سلام سلام حق کیون ہوا اس کی وجہ یہ ہے کہ اُنہون نے اپنا سامان ہستی جلادیا۔ اور فانی فی الحق ہوگئے وہ اپنے سے مردہ اور خدا کیساتھ زندہ ہین یعنی فانی فی الحق اور باقی بالحق ہین اسلئے اُن کی زبان پر اسرار خداوندی ہوتے ہین۔ بس یاد رکھو کہ ریاضت مین جسم کا فنا ہوجانا یہ مرنا نہیں ہے بلکہ سراسر حیات طیبہ ہے اور اس جسم کے تکالیف بقائے روح کا ذریعہ ہین۔

شرح شبیری

بامدادان آن برائے امتحان — اِستاد او منتظر بر آستان

یعنی صبح کو وہ شخص امتحان کیواسطے چوکہٹ پر منتظر کہڑا ہوگیا۔

خادمہ سفرہ بیفشاند و فتاد — پارۂ نانِ بیات آثار زاد

یعنی خادمہ نے دسترخوان جہاڑا تو رات کے روٹی کے ٹکڑے جو کہ کہانے کے آثار تھے گرے

در ربود آنرا خروسے چون گرو — گفت سگ کردی تو بر ما ظلم رو

یعنی اُسکو مرغا گروی شے کی طرح لے بہاگا تو کتے نے کہا کہ ارے جا تو نے ہمپر بہت ظلم کیا۔ مطلب یہ کہ مرغا اس ٹکڑہ کو اس طرح لے اُڑا جیسا کہ کوئی اپنی گروی شے کو چہوڑا کر لیکر بہاگتا ہے

دانۂ گندم تو دانی خورد و من — عاجزم در دانہ خوردن در وطن

یعنی تو تو گیہون کا دانہ کہانا جانتا ہے اور مین گہر مین دانہ کہانے سے عاجز ہون۔

گندم و جو را و باقی حبوب — می توانی خورد و نے من ای طروب

یعنی ارے مسخرے گیہون کو اور جو کو اور باقی دانون کو تو تو کہا سکتا ہے اور مین نہین (کہا سکتا)۔

این لب نانے کہ قسمت آن	می ربائی اینقدر را از سگان

یعنی یہ ٹکڑہ روٹی کا جو کہ ہماری قسمت کا ہے تو اتنے کو بھی کتون سے اُچک لیتا ہے یعنی تو ہمکو یہ بھی نہیں کہانے دیتا۔

مُرغے کا کتے کو جواب

پس خروسش گفت تن زن غم مخور	کہ خدا بدہد عوض زین بہ دگر

یعنی تب مرغ نے اُس کتے سے کہا کہ چپ رہ غم مت کہا کہ خدا اس سے بہتر دوسرا عوض دیگا

اسپ این خواجہ سقط خواہد شدن	روز فردا سیر خور کم کن حزن

یعنی کل کو اس آقا کا گہوڑا مریگا تو تو خوب سیر ہو کر کہانا غم کو کم کر۔

مر سگان را عید باشد مرگ اسپ	روزی وافر بود بے جہد و کسب

یعنی کتون کو تو گہوڑے کا مرنا عید کیونکہ بے مشقت اور کمائی کے بہر پور روزی ملتی ہے۔

اسپ را بفروخت چون بشنید مرد	پیش سگ شد آن خروسک روے زرد

یعنی اُس نے جو سنا تو گہوڑے کو فروخت کردیا۔ تب تو کتے کے آگے وہ مرغا شرمندہ ہوا کہ بات غلط نکلی۔

روز دیگر ہمچنان نان را ربود	آن خروس و سگ بر و لب برگشود

یعنی دوسرے دن بھی اُسی طرح روٹی کو وہ مرغا لے بھاگا تو کتے نے اُس سے کہا۔

کاے خروس عشوہ دہ چندین دروغ	ظالمی و کاذبی و بے فروغ

یعنی کہ اے مرغے مکارہ اتنا جہوٹ تو ظالم ہے اور کاذب ہے اور بے فیض ہے۔

اسپ کش گفتی سقط گردد کجاست	کور اختر گوئی محروم ز راست

یعنی جس گہوڑے کو کہ تو نے کہا تھا کہ مرے گا وہ کہاں ہے تو اندہا ستارون کا بتانیوالا ہے اور تو سچ سے محروم ہے۔ مطلب یہ کہ کتے نے کہا کہ ارے مُرغ تو بڑا جہوٹا ہے تو اُس اندہے کی مثل ہے جو کہ باوجود اندہے ہونے کے کہے کہ مین ستارون کو دیکھ رہا ہون بہلا تجہے کیا خبر تہی کہ گہوڑا مریگا تو نے فضول علی الغیب ہی ہانک دیا کہ وہ مرے گا تو تو کہا لینا

گفت او را آن خروس با خبر — کہ سقط شد اسپ او جائے دگر

یعنی اُس مرغ باخبر نے کہا اس کا گھوڑا دوسری جگہ جاکر مرگیا ہے۔

اسپ را بفروخت جست او از زیان — آن زیان انداخت او بر دیگران

یعنی گھوڑے کو اُسنے فروخت کردیا اور نقصان سے (بظاہر) بچ گیا (لیکن) اُسنے اُس نقصان کو دوسروں پر ڈالدیا۔ یعنی جس بیچارہ نے گھوڑا خریدا ہے اسنے اپنا نقصان اُسپر ڈالا کہ اب اُسے نقصان ہوا۔

لیک فردا استرش گردد سقط — مر سگان را باشد این نعمت فقط

یعنی لیکن کل کو اُس کا خچر مرے گا تو یہ نعمت تو صرف کتوں ہی کے لئے ہوگی مطلب یہ کہ اُس مرغے نے کہا کہ اگرچہ یہ گھوڑے کو فروخت کر آیا تو اس سے کیا ہوتا ہے اب اس کا خچر مرجاویگا تو تو اُسکو خوب کھانا۔

زود استر را فروشید آن حریص — یافت از غم وز زیان آندم محیص

یعنی اُس حریص نے جلدی سے خچر کو بھی فروخت کردیا اور غم اور نقصان سے اُس وقت چھٹکارا پالیا۔ مطلب یہ کہ اسکو سنکر وہ آقا صاحب اُس خچر کو بھی فروخت کر آئے اور اسوقت اس نقصان سے چھوٹ گئے کہ جو وہ مرتا تو ان کا نقصان ہوتا تو اپنے نزدیک تو اُسوقت نقصان سے خلاصی پائی۔ لیکن یہ خبر نہیں کہ یہ خلاصی صرف اسی وقت کی ہے پھر اچھی طرح پڑے گی

روز ثالث گفت سگ با آن خروس — اے امیر کاذبان با طبل و کوس

یعنی تیسرے دن کتے نے مرغے سے کہا کہ اے جھوٹوں کے بادشاہ مع طبل و کوس کے یعنی تو ڈنکے کی چوٹ جھوٹ بولتا ہے۔ یہ نہیں کہ کوئی پوشیدہ بات ہو اور بولا کہ۔

تا بکے گوئی دروغ بے فروغ — دروغی اے نااہل دروغی دروغ دروغ

یعنی یہ بے رونق جھوٹ تو کب تک بولے گا۔ اے نالائق تو جھوٹا ہے اور جھوٹا ہے اور جھوٹا ہے اور جھوٹا ہے (دروغ سے مراد جھوٹا اور مکر کرنیوالا ہے ورنہ اصل معنے تو اسکے چھاچھ کے ہیں)

گفت او بفروخت استر را شتاب — لیک فردایش غلام آید مصاب

یعنی مرغ نے کہا کہ اُسنے خچر کو تو جلدی سے فروخت کردیا لیکن کل کو اُس کا غلام مصیبت زدہ ہوگا

یعنی کل کو اُس کا غلام مرے گا۔

چون غلام او بمیرد نان ہا — بر سگ و خواہندہ ریزند اقربا

یعنی جب اُس کا غلام مرے گا تو عزیز و اقارب کتون اور فقیرون کو روٹیان دین گے۔

این شنید و آن غلامش را فروخت — رست از خسران و رخ را بر فروخت

یعنی (اُس لنگانے) یہ سنا اور اپنے اُس غلام کو فروخت کردیا (اور بظاہر) نقصان سے چھوٹ گیا اور چہرہ کو روشن کرلیا۔ مطلب یہ کہ اُس غلام کو فروخت کرکے بہت ہی خوش ہوئے کہ خوب نقصانون سے بچے لیکن ابھی خبر نہین ہے۔ آگے آگے دیکھنا ہوتا ہے کیا۔

شکرہا می کرد و شادیہا کہ من — رستم از سہ واقعہ اندر زمن

یعنی شکر کرتا تھا اور خوشیان کرتا تھا کہ مین زمانہ مین تین واقعون سے چھوٹ گیا۔

تا زبان مرغ و سگ آموختم — دیدۂ سوء القضا را دوختم

یعنی جبکہ مین نے مرغ اور کتے کی بولی سیکھ لی تو مین نے سوء القضاء کی آنکھ کو سی دیا مطلب یہ کہ بہت ہی خوش ہو رہا تھا کہ مین نے جو مرغ اور کتے کی بولی سیکھ لی ہے تو مین دیکھو تین نقصانون سے بچ گیا اور اب مجھپر سوء القضا کا داؤ نہین چل سکتا۔ مین نے اپنے قضا و قدر سکو ہرا دیا۔ اب مین کسی سے دب نہین سکتا اسلئے کہ میرا جو نقصان ہونیوالا ہوگا اُسکو فوراً ہی الگ کردیا کرون گا۔ غرضکہ وہ اس مین خوش ہوتا تھا؛ نہ یہ خبر نہ تھی کہ اب کی باری مجھپر ہی ہے غرضکہ اب بیچارہ مرغ کو کتے سے بہت ہی شرمندگی ہوئی کہ اُس سے اسقدر وعدے کئے اور ایک بھی پورا نہوا تو آگے اُسکے شرمندہ ہونے کو اور پھر خود آقا صاحب کی موت کی خبر دینے کے واقعہ کو بیان فرماتے ہین۔

مرغ کا کتے کے آگے تین وعدون کے غلط ہو جانیسے شرمندہ ہونا

روز دیگر آن سگ محروم گفت — کای خروس ژاژ خا کو طاق و جفت

یعنی دوسرے دن اُس محروم کتے نے کہا کہ اے مرغ بیہودہ گو وہ طاق و جفت (وعدے) کہان ہین یعنی تونے جو مختلف وعدے مجھسے کئے تھے بتا وہ کہان ہین۔

چند چند آخر دروغ و مکر تو — خود نپرد جز دروغ از وکر تو

یعنی تیرا مکر اور جھوٹ آخر کہانتک اور تیرے آشیانہ سے سوائے جھوٹ کے کچھ اڑتا ہی نہین مطلب یہ کہ تو ہمیشہ جھوٹ ہی بولتا ہے۔

گفت حاشا از من و از جنس من — کہ بگردیم از دروغے ممتہن

یعنی اُسنے کہا کہ مجھ سے اور میری جنس سے یہ دور ہے کہ ہم ایک جھوٹ کی وجہ سے ذلیل ہون

ما خروسان چون موذن راست گو — ہم رقیب آفتاب و وقت جو

یعنی ہم مرغ مثل موذن کے راست گو ہین۔ ہم آفتاب کے پاسبان ہین اور وقت کے تلاش کرنے والے یعنی ہم کو وقت کی پہچان ہے اور ہم ٹھیک وقت پہ اذان دیتے ہین تو پھر ہم جھوٹ کیسے بولتے۔

پاسبان آفتابیم از درون — گر کنی بالائے ما طشتے نگون

یعنی ہم پاسبانِ آفتاب اندر سے ہیں۔ اگر تم کوئی طشت ہمارے اوپر اوندھا کر دو۔ مطلب یہ کہ اگر تم ہمین کسی چیز کے اندر بند بھی کر دو تب بھی ہم اندر سے ٹھیک وقت کو پہچان لین گے مولانا فرماتے ہین کہ۔

پاسبان آفتاب اند اولیا — در بشر واقف ز اسرار خدا

یعنی اولیاء اللہ آفتاب (حقیقی) کے پاسبان ہین اور (صورت) بشر مین اسرار خدا سے واقف ہین مطلب یہ کہ جسطرح کہ مرغ باوجود طشت کے اندر بند ہونیکے آفتاب ظاہری کے نکلنے اور غروب ہونیکو معلوم کر لیتا ہے۔ اسی طرح اولیاء اللہ صورت بشری مین جو کہ حجاب ہے مشاہدہ اسرار حق اور حق کا مشاہدہ کرتے ہین۔ آگے پھر مرغ کا قول ہے کہ۔

اصل ما را حق پئے بانگ نماز — داد ہدیہ آدمی را در جہاز

یعنی ہمارے آباؤ اجداد کو بانگ نماز کیلئے حق تعالیٰ نے آدمی کو جہیز مین دیا ہے۔ مطلب یہ کہ مرغ بولا کہ ہم ایسے راست گو ہین کہ حق تعالیٰ نے جب آدم کو سب چیزین عنایت فرمائین تو منجملہ ان کی ایک مرغ جو ہمارے آباؤ اجداد مین سے تھا نماز کا وقت بتانیکو عنایت فرمایا تھا۔ اس سے ہماری راست گوئی پر دلیل ملتی ہے اور ہماری راست گوئی یہانتک بڑھ گئی ہے کہ۔

گر بہ ناہنگام سہوے از ما رود در اذان آن مقتل ما می شود

یعنی اگر ناوقت مین ہم سے اذان مین سہو ہو جاوے تو وہ ہمارے قتل کا سبب ہو جاتا ہے (پہلے یہ قاعدہ تھا کہ جو مرغ بے وقت اذان دے اُسکو منحوس سمجھکر ذبح کر دیتے تھے) تو اُس مُرغ نے کہا کہ ہماری راست گوئی اس حد تک ہے کہ اگر کبھی سہو بھی ہو تو گردن ماری جاوے پھر ہم جھوٹ کیسے بولین۔

گفت ناہنگام حی علی الفلاح خون ما را می کند خوار و مباح

یعنی ناوقت حی علی الفلاح کہنا ہمارے خون کو خوار و مباح کر دیتا ہے۔

آنکہ معصوم آمد و پاک از غلط آن خروس وحی جان آمد فقط

یعنی وہ کہ معصوم و پاک غلطی سے آیا ہے وہ خروس وحی جان ہے فقط مطلب یہ کہ معصوم غلطی سے وہ حضرات ہی ہین جو کہ ملہم من اللہ ہین۔ باقی ہم سے بھی غلطی ہو جاتی ہے مگر جب غلطی کرتے ہین مارے جاتے ہین۔ لہذا معلوم ہوا کہ ہم اکثر امور مین سچے ہی ہین

آن غلامش مُرد پیش مشتری شد زیان مشتری آن یکسری

یعنی وہ اُس کا غلام خریدار کے پاس مر گیا۔ اور خریدار کیلئے سراسر نقصان ہوا

او گریزانید مالش را ولیک خون خود را ریخت اندر یاب نیک

یعنی اُسنے اپنے مال کو الگ کر دیا لیکن اپنے خون کو ریختہ کر لیا۔ اسکو خوب سمجھ لے۔ مطلب یہ کہ اُسپر ایک بلا آنیوالی تھی سو اول اُسکے مال پر آئی اُسنے اسکو فروخت کرنا شروع کر دیا تو اب خود اسپر پڑے گی۔ اور اُس مال کے علیحدہ کرنے سے اسنے اپنا خون ریختہ کر لیا۔ مولانا فرماتے ہین کہ

یک زیان دفع زیانہا می شدی جسم و مال ماست جانہا را فدی

یعنی ایک نقصان بہت سے نقصانات کا دفعیہ ہو جاتا ہے اور ہمارا جسم و مال جان کا فدیہ ہے

پیش شاہان در سیاست گستری می دہی تو مال و سر را می خری

یعنی بادشاہون کے سامنے سیاست گستری مین تم مال دیتے ہو اور سر کو خرید لیتے ہو۔

اعجمی چون گشتۂ اندر قضا می گریزانی ز داور مال را

یعنی تو قضا مین کیا انجان بن گیا ہے کہ حق تعالی سے مال کو الگ کرتا ہے۔ مطلب یہ کہ دنیا مین

اگر کہین پھنس جاتے ہو۔ اور خوف جان ہوتا ہے تو مال دیکر جانکو چہڑا لیتے ہو تو اگر قضاء حق مین تمہاری جان پر کوئی بلا آوے تو کیا وجہ ہے کہ وہان مال کو الگ کرتے ہو اور جان کو خطرہ مین ڈالتے ہو۔

زانکہ بالت بر تو گر صدقہ شود　　　آن زیانے نیست سود تو بود

یعنی اسلئے کہ اگر تیرا مال تجہپر صدقہ ہو جاوے تو وہ نقصان نہیں ہے تیرا تو نفع ہو گا (اسلئے کہ مال دیکر جان بچ جاویگی)

مرغے کا مالک کی موت کی خبر دینا

لیک فردا خواہد او مردن یقین　　　گاو خواہد گشت وارث در حنین

یعنی لیکن کل کو یقیناً وہ خود مریگا۔ اور غم میں وارث لوگ گائے کاٹین گے۔

صاحب خانہ بخواہد مرد و رفت　　　روز فردا نک رسیدت لوت زفت

یعنی صاحبخانہ مریگا اور جاویگا تو کل کو یہ تجہے غذائے عظیم ملیگی (اور وہ غذا یہ ہے کہ)

پارہائے نان و لا لنگ طعام　　　درمیان کوے یابد خاص و عام

یعنی روٹی کے ٹکڑے اور کہانے کا لنگر محلہ مین خاص و عام سبکو ملے گا۔

گاو قربانی و نانہائے تنک　　　بر سگان و سائلان ریزد سبک

یعنی قربانی کی گائے اور مہلکے کتون اور سائلون پر جلدی گر ینگے۔

مرگ اسپ و اشتر و مرگ غلام　　　بد قضا گردان این مغرور خام

یعنی گہوڑے اور اونٹ اور غلام کی موت اس مغرور خام کی قضا گردان تہی۔ یعنی ان کی موت سے اسپر سے قضا ٹلجاتی اور یہ بچ جاتا۔

از زیان مال و درد آن گریخت　　　مال افزون کرد و خون خویش ریخت

یعنی مال کے نقصان اور اسکے درد سے بہاگا مال تو زیادہ کر لیا اور اپنا خون ریختہ کیا مولانا فرماتے ہین کہ۔

این ریاضتہای درویشان چراست　　　کاین بلا برتن بقائی جانہاست

یعنی یہ درویشوں کی ریاضتیں کسلئے ہیں اسلئے ہیں کہ بذ نیر بلا کا ہونا جان کیلئے بقا ہے۔ یعنی اولیاء اللہ جو ریاضتیں کرتے ہیں اس میں یہی مصلحت ہے کہ بدن پر امور شاقہ برداشت کرکے جان کی حفاظت کرتی ہیں اور بعفناء اس تن کی بقاء ابدی حاصل کرتے ہیں۔

تا بقائے خود نہ بیند سالکے چون کند تن را سقیم و ہالکے

یعنی جب تک کہ کوئی سالک اپنی بقا نہ دیکھ لے تو اپنے بدن کو سقیم و ہالک کس طرح کرے یعنی اگر سالک یہ نہ دیکھے کہ بعد افناء اس تن کے مجھے بقائے ابدی حاصل ہوگی تو وہ کیون مجاہدات کرے۔ مجاہدات کی وجہ یہی ہے کہ ان حضرات نے افناء تن میں القاء جان کو مشاہدہ کرلیا ہے

دست کے جنبد بایثار و عمل تا نہ بیند دادہ را جانش بدل

یعنی ہاتھ ایثار و عمل میں کب ہلتا ہے جب تک کہ اس (معطی) کی جان بدل نہ دیکھ لے یعنی بے اسکے کہ انسان اپنی کوئی غرض نہ دیکھ لے کوئی کام نہیں کرتا۔

آنکہ بدہد بے امید و سود ہا آن خدا ئیست آن خدائیست آن خدا

یعنی جو کہ بے کسی اُمید اور نفع کے دیتا ہے وہ خدا ہے اور خدا ہے اور خدا۔ مطلب یہ ہے کہ حق تعالےٰ کے افعال معلل بالاغراض والعلل نہیں ہوتے اُن میں حکم ضرور ہوتی ہیں مگر اُن سے کسی اپنی غرض کا حصول مقصود نہیں ہوتا۔ بلکہ سراسر عبد ہی کی غرض ہوتی ہے جیسا کہ ظاہر ہے

یا ولی حق کہ خوئے حق گرفت نور گشت و تابش مطلق گرفت

یعنی یا ولی حق جسنے کہ خوئے حق اختیار کرلی اور نور ہوگیا اور تابش مطلق لیلی مطلب یہ کہ یا تو حق تعالیٰ بلا کسی غرض کے عطا فرماتے ہیں اور یا اولیاء اللہ جو کہ فنا فی الحق ہوگئے ہیں مگر فرق اسقدر ہے کہ حق تعالےٰ کے عطا میں تو بالکلیہ غرض عبد ہی کی ہوتی ہے غرض حق ہے ہی نہیں اور اولیاء اللہ میں غرض دوسری کی غالب ہوتی ہے اور اپنی مغلوب۔ تو گویا کہ اپنی غرض ہے ہی نہیں مثلاً وہ ارشاد و ہدایت کرتے ہیں تو اس میں اُنکو دوسرون کی مصالح پر زیادہ نظر ہوتی ہے بہ نسبت اپنی مصالح کے اور یہ امر شاہد ہے اور یہ اسلئے ہے کہ۔

کو غنی است و جز او جملہ فقیر کے فقیرے بے عوض گوید کہ گیر

یعنی اسلئے کہ وہ غنی ہے اور سوا اُسکے سب فقیر ہیں تو کوئی فقیر بے عوض کے کب کہتا ہے کہ لے۔

یعنی اگر کسی فقیر کے پاس کوئی شے ہو تو وہ دوسرے کو کب دیگا جب تک کہ اسکو اُس کا کوئی بدلا نہ ملے اسی طرح یہ اہل دنیا بھی ہین کہ اُنکو جب تک کسی عوض کی اُمید نہین ہوتی اور کوئی غرض ان کی حاصل نہین ہوتی اُس وقت تک یہ بھی کوئی کام نہین کرتے اور اولیاء اللہ بلا اپنی کسی غرض غالب کے نفع پہونچاتے ہیں آگے اہل دنیا کی مثال ہے کہ۔

این ہمہ بازار بہر این غرض   بر دُکانہا شستہ بر بوئے عوض

یعنی یہ سب (اہل) بازار اسی غرض کیواسطے دکانون پر عوض کی طلب مین بیٹھے ہوئے ہین

صد متاع خوب عرضہ میکنند   و اندرون دل عوضہا می تنند

یعنی سیکڑون عمدہ اسباب پیش کرتے ہین اور دل مین عوض کو تن رہے ہین یعنی اہل بازار خوب چیزین پیش کرتے ہین جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑے ہی خیرخواہ ہین مگر دل مین روپیون کا حساب لگا رہے ہین تو دیکھئے بے عوض کے کوئی کام نہین کرتے۔

یک سلامی نشنوی ای مرد دین   کہ نگیرد آخرت آن آستین

یعنی اے مرد دین تو ایک سلام نہ سنے گا کہ جو آخر مین وہ آستین نہ پکڑے یعنی جو کوئی سلام بھی کرتا ہے وہ بھی بے غرض نہین آخر مین ضرور کوئی اپنی غرض پیش کرے گا۔

بے طمع نشنیدہ ام از خاص و عام   من سلامے اے برادر والسلام

یعنی بے طمع کے مین نے خاص و عام سے اے بہائی کوئی سلام نہین سنا ہے والسلام یعنی اگر کسی نے سلام بھی کیا اُس مین بھی اُس کی کوئی نہ کوئی غرض ہوتی ہے۔

جز سلام حق تو ہان آنرا بجو   خانہ خانہ جا بجا و کو بہ کو

یعنی سوائے سلام حق کے (کہ وہ بے غرض ہے) ہان تو اُسی کو گھر گھر اور جگہ جگہ اور کوچہ کوچہ تلاش کر۔ اب یہان کسیکو تلاش ہوئی کہ وہ سلام حق کہان سے ملیگا تو بتاتے ہین کہ

از دہان آدمی خوش مشام   ہم پیام حق شنیدم ہم سلام

یعنی آدمی خوش مشام کے منہ سے مین نے پیام حق بھی سنا ہے اور سلام (حق) یہی مطلب یہ ہے کہ ان حضرات سے جو کلمات اور سلام و پیام جو سنو وہ گویا کہ پیام و سلام حق ہے تو حق کے سلام کو ان حضرات کے پاس تلاش کرو انشاء اللہ یہین ملیگا۔

وین سلام باقیان بر بوی آن　　من همی نوشم بدل خوشتر زجان

یعنی اور یہ سلام باقیون کا اُسی کی اُمید مین دل و جان سے سنتا ہون یعنی اور لوگون کی سلام جو سنتا ہون یہ بھی صرف اسلئے کہ ان ہی مین بعض اہل اللہ بھی ہوتے ہین۔ تو شاید کسی ولی کا سلام نصیب ہو جاوے۔

زان سلام او سلام حق شده است　　کاتش اندر دودمانِ خود زدست

یعنی اسلئے کہ اس کا سلام سلام حق ہے کیونکہ اُسنے اپنے خاندان مین آگ لگالی ہے یعنی چونکہ یہ فانی فی الحق ہو چکا ہے لہذا اس کا سلام گویا سلام حق ہے۔

مرده است از خود شده زنده برب　　زان بود اسرار حقش در دو لب

یعنی اپنے سے تو مُردہ ہے اور حق سے زندہ ہے اسلئے اسرار حق اُسکے دونون لبون مین ہین یعنی چونکہ فانی بحق ہو چکا ہے لہذا اسرار حق اُسکو معلوم ہونے لگے ہین۔

مردن تن در ریاضت زندگیست　　رنج این تن روح را پایندگیست

یعنی تن کا ریاضت مین فنا ہونا زندگی رجان ہے اور اس بدن کی تکلیف روح کیلئے بقا ہے

شرح حبیبی

گوش بنهاده بُد آن مرد خبیث	می شنود آواز خر وستش این حدیث
چون شنید اینها روان شد تیز و تفت	بر درِ موسیٰ کلیم اللہ رفت
رو همی مالید بر خاک او ز بیم	که مرا فریاد رس زین ای کلیم
گفت رو بفروش خود را و بره	چونکه استا گشته بر جه ز چه
بر مسلمانان زیان انداز تو	کیسه و همیانها را کن دو تو
من درون خشت دیدم این قضا	که در آئینه عیان شد مر ترا

عاقل اول بیند آخر را بدل ‌‌ | اندر آخر بیند از دانش مقل
باززاری کرد کای نیکو خصال | مر مرا در سر مزن در رو ممال
از من آن آمد که بودم ناسزا | ناسزایم را تو ده حسن الجزا
گفت تیری جست از شست ای پسر | نیست سنت کاید او واپس ز گر
لیک درخواهم ز نیکو داورے | تا که ایمان آنزمان با خود برے
چونکه ایمان برده باشی زندهٔ | چونکه با ایمان روی پایندهٔ
هم در آن دم حال بر خواجه بگشت | تا دلش شوریدآوردند طشت
شورش مرگست نے هیضه طعام | قے چه سودت دارد ای بدبخت خام
چار کس بردند تا سوئے وثاق | ساق میمالید او بر پشت ساق
پند موسے نشنوی شوخی کنی | خویشتن بر تیغ فولادی زنی
شرم ناید تیغ را از جان تو | آن تست این ای برادر آن تو
موسیٰ آمد در مناجات آن سحر | کائے خدا ایمان ازو مستان مبر
پادشاهی کن بر و بخشا که او | سهو کرده خیره رویی و غلو
گفتمش این علم نے درخورد تست | دفع پنداریدی قولم را و سست
دست را بر اژدها آنکس زند | که عصا را دستش اژدرها کند
سر غیب آنرا سزد آموختن | که ز گفتن لب تواند دوختن
در خور دریا نشد جز مرغ آب | فهم کن واللہ اعلم بالصواب

او بدر یار رفت و مرغابی نبود
گشت غمگین دست گیرش ہو وود

کرد اجابت آن دعا را کردگار
رحم فرمودش بعجز و افتقار

گفت بخشیدم باو ایمان نعم
ور تو خواہی این زمان زنده اش کنم

بلکه جمله مردگان خاک را
زنده سازیم این زمان بہر ترا

گفت موسی این جهانِ مردنیست
آنجهان انگیز کانجا روشنیست

این فناجا چون جهان بود نیست
بازگشت عاریت بس سود نیست

رحمتے افشان برایشان ہم کنون
در نهانخانه لدینا محضرون

تا بدانی که زیانِ جسم و مال
سودِ جان باشد رہاند از وبال

پس ریاضت را بجان شو مشتری
چون سپردی تن بخدمت جان بری

در ریاضت آیدت بے اختیار
سر بنہ شکرانه ده اے کامیار

چون حقت داد این ریاضت شکر کن
تو نکردی او کشیدت ز امر کن

این حکایت بشنو و وعظے شمر
تا نگردی خسته از نقص و ضرر

جب مرغابیہ باتین کر رہا تھا تو آقا کان لگائے ہوئے اُسکی یہ باتین سُن رہا تھا جب اُسنے اپنا مرنا سُنا تو بہت گھبرایا اور موسیٰ علیہ السلام کے دولت خانہ کی طرف دوڑا خوف کے مارے منہ کو خاک پر ملتا تھا اور کہتا تھا کہ اے کلیم مجھے اس بلا سے بچائیے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا جا اب اپنے کو بیچکر اس مصیبت سے چھوٹ جا آخر تو تو رد قضا مین بڑا ماہر ہو گیا ہے کنوئین سے کیون نہین نکلجاتا تاکہ کل جا اور مسلمانون کو نقصان پہونچا کر اپنی تھیلی اور ہمیانی بھر۔ ارے احمق جس وقت تک اُس آئینہ کو جلا نہین ہوئی تھی مین تو اُسی وقت اُس قضا کو دیکھ رہا تھا تو نے تو اسے آئینہ

صیقل ہونے پر ہی دیکھا ہے یعنی مین نے ابتدا ہی مین سوچ لیا تھا کہ اس کا یہ انجام ہوگا اور تونے اس وقت نہ دیکھا جبکہ بالکل تیرے سامنے آگیا عاقل جو ہوتے ہین وہ انجام کو اول ہی مین دیکھ لیتے ہین اور عقل سے بے بہرہ لوگ آخر مین دیکھتے ہین وہ پھر رویا اور کہا کہ حضور بھگو بھگو کر میرے سر مین جوتیان نہ مارین اور مجھے شرمندہ نہ کرین واقعی مجھ نالایق سے نالائقی ہو گئی۔ آپ میری نالائقی کا معاوضہ بھلائی سے فرماوین۔ فرمایا کہ اب تو تیر کمان سے نکل گیا ہے اور یہ طریقہ نہین کہ وہ واپس ہو لیکن حق سبحانہ کی بہتر حکومت سے اس کی درخواست کرون گا کہ تیرا ایمان پر خاتمہ ہو جب تیرا ایمان پر خاتمہ ہوگا تو تو واقع مین زندہ ہی ہے اور جبکہ تو ایمان اپنے ساتھ لیگیا تو تو حقیقت مین باقی ہی ہے حضرت موسے علیہ السلام نے یہ فرمایا اور اُس کی حالت بگڑنی شروع ہوئی حتے کہ اُس کا جی متلایا اور لوگ قے کے لئے طشت لائے کوئی اسکو کہے کہ یہ موت کا ہیجان ہے یہ بدہضمی کی قے نہین ہے کہ اس سے طبیعت ہلکی ہو جاوے اور بدنصیب احمق تجھے اس سے کچھ نفع نہ ہوگا۔ غرضکہ چار شخص اسے چارپائی پر لٹا کر اُسکے گھر لیگئے اور وہ نزع کی حالت مین پنڈلی سے پنڈلی رگڑ رہا تھا اسکو کوئی کہے کہ احمق تو موسیٰ کی نصیحت نہین سُنتا اور ضد کرتا ہے اور اپنے کو فولادی تلوار سے بھڑاتا ہے تجھے خیال نہین ہوتا کہ تلوار تیری جان کا کچھ لحاظ نہ کریگی۔ اب اپنے کئے کی سزا بھگت۔ تیری یہی سزا ہے خیر جب وہ چلا گیا تو موسی علیہ السلام نے حق سبحانہ سے دعا فرمائی کہ اے اللہ اس کا ایمان سلب نہ کرنا اور اسکو با ایمان مارنا آپ مراحم خسروانہ کو کام فرماوین اور اُسکو معاف فرماوین اُسنے بڑی غلطی کی۔ بڑی نالائقی کی اور بہت زیادتی کی مین نے تو اُس سے کہا تھا کہ یہ علم تیرے موافق نہین ہے مگر اُسنے میری بات کو معمولی سمجھا اور سمجھا کہ ٹالنے کیلئے کہتے ہین۔ اب مولانا فرماتے ہین کہ خطرات مین پڑنا ہر شخص کا کام نہین بلکہ وہ صرف اہل السر کا کام ہے کیونکہ اژدہے پر وہی ہاتھ ڈال سکتا ہے جسکے ہاتھ مین یہ کمال ہو کہ وہ لاٹھی کو اژدہا بنادے اور راز غیب اُسیکو جاننا زیبا ہے جو اُسکو افشاء نہ کرسکے۔ دیکھو ہر جانور دریا مین نہین جاسکتا۔ اُس مین صرف دریائی جانور ہی جاسکتا ہے۔ پس اسی سے تم سمجھ لو کہ راز غیب کا جاننا مقربین بارگاہ علام الغیوب ہی کو زیبا ہے اخیر تو حضرت موسی علیہ السلام نے فرمایا کہ اے اللہ یہ دریائی جانور نہ تھا اور دریا مین گھس گیا۔ اور ڈوب گیا۔ آپ اسکی دستگیری فرمائیے حق سبحانہ نے دعا کو

قبول فرمایا اور اُسکے عجز و افتقار پر رحم فرمایا اور کہا کہ اچھا مین نے اسے ایمان بخشا اور اگر تم کہو تو مین
اسے زندہ بھی کر دون بلکہ ایک وہ کیا اگر تم کہو تو تمہاری خاطر مین تمام مردون کو زندہ کر دون۔
موسی علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ جہان تو فانی ہے اس کی زندگی تو کوئی معتد بہ چیز نہین ہے ہان
آپ اسے اُس عالم مین زندہ فرمائیے جو روشن ہے اور یہ جہان تو کوئی رہنے کی جگہ نہین ہے
واپسی اگر ہو گی بھی تو برائے چندے ہے لہذا بے سود ہے اور اسکے ساتھ اُن لوگون پر بھی رحم فرمائیے
جو عدم کے تہخانہ مین مستور اور آپکے سامنے حاضر ہین۔ اس سے تمکو سمجھنا چاہیئے کہ جسم و مال کا
نقصان جان کا نفع ہے کہ وہ جان کو وبال سے چھڑاتا ہے اور یہ سمجھکر ریاضت کا جان و دل سے خریدار
ہونا چاہیئے۔ جب تم جسم کو حق سبحانہ کے سپرد کر دوگے تو جان ہلاکت سے بچالوگے اور اگر کوئی
ریاضت بلا اختیار تمکو پیش آجاوے تو اُسکے سامنے سر جھکا دو اور شکر کرو اور جب حق سبحانہ
کی طرف سے کوئی تکلیف پہونچے تو شکر کرو کیونکہ تمنے ریاضت نہ کی تھی حق سبحانہ نے اپنے حکم سے
تمسے ریاضت لی۔ دیکھو یہ قصہ سنو مگر قصہ کی طرح نہ سننا بلکہ اسکو ایک وعظ اور نصیحت سمجھنا تاکہ
اگر تمکو کوئی نقصان یا ضرر پہونچے تو اُس سے تم کبیدہ خاطر نہ ہو۔

شرح شبیری

گوش بنہادہ بُد آن مرد خبیث ۔۔۔ می شنید از خروس این حدیث

یعنی وہ مرد خبیث کان لگائے ہوئے تھا اور اپنے مرغ سے اس بات کو سن رہا تھا (کہ کل کو
ہم خود تین ہون گے)۔

اُس شخص کا موسی علیہ السلام کی طرف جلدی سے دوڑنا جبکہ اپنے مرنے کی خبر سُنی

چون شنید اینہا دوان شد تیز و تفت ۔۔۔ بر در موسی کلیم اللہ رفت

یعنی جب ان باتون کو سنا تو خوب تیز روانہ ہو کر دروازہ موسیٰ کلیم اللہ پر گیا۔

رو ہمی مالید بر خاک از نہیم ۔۔۔ کہ مرا فریاد رس زین اے کلیم

یعنی وہ خاک پرخوف (موت) سے منہ ملتا تھا کہ اے کلیم اس سے میری فریاد رسی کیجئے یعنی مجھے موت سے بچایئے۔

گفت رو بفروش خود را و برہ چونکہ استا گشتہ بر جہ زچہ

یعنی موسی علیہ السلام نے فرمایا کہ جا اپنے کو بیچ ڈال اور چھوٹ جا جبکہ تو استاد ہو گیا ہے تو کنوین سے کود جا۔

بر مسلمانان زیان انداز تو کیسہ و ہمیانہا را کن دو تو

یعنی مسلمانون پر نقصان ڈال دے اور تھیلی اور ہمیانیون کو دوگنا کر لے

من درون خشت دیدم این قضا کہ در آئینہ عیان شد مر ترا

یعنی مین نے اس قضا کو اینٹ ہی مین دیکھ لیا تھا جو کہ آئینہ مین تجھے ظاہر ہوا ہے (خشت کہتے ہین بے صیقل کے لوہے کو) مطلب یہ کہ تجھے تو بعد وقوع کے مشاہدہ ہوا اور مین پہلے ہی سمجھ گیا تھا۔

عاقل اول بیند آخر را بدل اندر آخر بیند از دانش مقل

یعنی عاقل تو انجام کو اول ہی دل سے دیکھ لیتا ہے اور عقل سے مفلس آخر مین دیکھتا ہے

باز زاری کرد کای نیکو خصال مر مرا بر سر مزن بر رو ممال

یعنی اسنے پھر آہ و زاری کی کہ اے نیکو خصال مجھے سر پرمت مار اور منہ پرمت مل یعنی مجھے بچالو

از من آن آمد کہ بودم ناسزا ناسزایم را تو دہ حسن الجزا

یعنی مجھسے تو وہ آیا اسلئے کہ مین نالائق تھا تو میری نالائقی کی آپ اچھی جزا دیجئے۔

گفت تیرے جست از شست ای پسر نیست سنت کاید آن واپس دگر

یعنی فرمایا کہ اے صاحبزادہ تیر کمان سے نکل گیا اب قاعدہ نہین کہ وہ پھر واپس آوے۔

لیک در خواہم ز نیکو داورے تا کہ ایمان آن زمان با خود برے

یعنی لیکن مین اچھی عدالت سے یہ مانگونگا کہ تو اس (موت کے) وقت ایمان اپنی ساتھ لیجاوے۔

چونکہ ایمان بردہ باشی زندۂ چونکہ با ایمان روی پایندۂ

یعنی جبکہ تو ایمان کو لے گیا ہو تو تو زندہ ہے اور جبکہ تو با ایمان جاوے تو تو باقی ہے (اب

آثار مرگ شروع ہوتے ہین)

ہم در آندم حال بر خواجہ بگشت — تا دلش شورید آوردند طشت

یعنی اُسی وقت میان کی حالت بدلی یہانتک کہ دل اُس کا متلایا اور لوگ طشت (سیلابچی وغیرہ) لائے (لوگ سمجھے کہ قے ہو نیسے دل ہلکا ہوا - مولانا فرماتے ہین کہ)

شورش مرگ است نی ہیضہ طعام — قے چہ سودت دارد ای بدبخت خام

یعنی یہ جوش موت ہے نہ کہ کہانیکا ہیضہ تو قے تجہے کیا فائدہ دیگی اے بدبخت خام یعنی اگر بدہضمی وغیرہ ہوتو قے سے کچہہ تسکین ہو۔ مگر یہ تو شورش مرگ ہے قے سے کیا تسکین ہوسکتی ہے۔

چار کس بُردند تا سوئے وثاق — ساق می مالید او بر پشت ساق

یعنی چار آدمی گہر تک لیگئے اور (کرب کی وجہ سے) پنڈلی پر پنڈلی مل رہا تہا - مولانا فرماتے ہین کہ

پندِ موسی نشنوی شوخی کنی — خویشتن بر تیغ فولادی زنی

یعنی موسی کی نصیحت کو تو سُنتا نہین اور شوخی کرتا ہے تو اپنے کو تیغ فولادی پر مارتا ہے۔

شرم ناید تیغ را از جانِ تو — آن تست این اے برادر آن تو

یعنی تلوار کو تیری جان سے شرم نہ آوے گی اے بہائی یہی تیرے مناسب ہے یہی ہے۔ یعنی جب تو تلوار پر اپنے کو مار رہا ہے تو یاد رکہہ کہ تلوار تو کاٹ ہی دیگی اُسکو شرم نہ آویگی کہ وہ تجہے نکاٹے اور بس تمہارے مناسب یہی ہے کہ تمہاری ساتھ وہ ایسا کرے۔

موسی علیہ السلام کا اُس شخص کی ایمان کی سلامتی کیلئے دعا کرنا

گفت موسی در مناجات آن سحر — کائے خدا ایمان از و مستان مبر

یعنی موسی علیہ السلام نے اُس صبح کو مناجات مین فرمایا کہ اے خدا ایمان اُس سے مت لیجئے اور مت لیجا۔

بادشاہی کن برو بخشا کہ او — سہو کرد و خیرہ روئی و غلو

یعنی آپ مرحمت خسروانہ کیجئے اور بخش دیجئے کہ اُسنے سہو اور خیرہ روئی اور غلو کیا ہے۔

گفتمش این علم نے درخورد تست — دفع پندارید قولم را او سست

یعنی مین نے اُس سے کہا کہ یہ علم تیرے لائق نہین ہے تو اُسنے میرے قول کو ٹالنا اور سست سمجہا۔

دست را بر اژدہا آنکس زند کہ عصا را دستش اژدرہا کند

یعنی اژدہا پر تو ہاتھ وہ مارے جو کہ عصا کو اُس کا ہاتھ اژدہا بنا لے -

سر غیب آنرا سزد آموختن کہ تواند لب ز گفتن دوختن

یعنی اسرار غیب کا سیکھنا اُس شخص کی لائق ہے جو کہ لب کو کہنے سے سی سکے یعنی جو اُن کو چھپا سکے اُسکو سیکھ لینا بھی مناسب ہے

در خور دریا نشد جز مرغ آب فہم کن واللہ اعلم بالصواب

یعنی دریا کے لائق کوئی نہین ہے سوائے مرغ آبی کے ذرا سمجھ لو واللہ اعلم بالصواب -

او بدریا رفت مرغ آبی نبود گشت غرق دست گیرش ای ودود

یعنی وہ دریا مین چلا گیا اور مرغ آبی نہ تھا اب وہ غرق ہو گیا ہے اے اللہ آپ اُسکی دستگیری کیجئے -
یعنی اُسنے یہ حرکت کر لی جو کہ اُسکی لائق نہ تھی اب اے اللہ آپ دستگیری فرماوین -

حق تعالیٰ کا موسیٰ علیہ السلام کی دعا کو قبول فرمانا

کرد اجابت آن دعا را کردگار رحم فرمودش بعجز و افتقار

یعنی اُس دعا کو حق تعالے نے قبول فرما لیا اور اُسپر بہ سبب اُسکے عجز و افتقار کے رحم فرمایا -

گفت بخشیدم بدو ایمان منم ور تو خواہی این زمان زندش کنم

یعنی فرمایا حق تعالیٰ نے کہ مین نے اُسکو ایمان بخشا اور اگر تم چاہو تو مین اسیوقت اُسکو زندہ کر دون

بلکہ جملہ مردگان خاک را زندہ سازیم این زمان بہر تو ما

یعنی بلکہ تمام زمین کے مردون کو ہم اسوقت آپ کی خاطر سے زندہ کر دین -

گفت موسی این جہان مردنست آن جہان انگیز کانجا روشن است

یعنی موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ جہان تو مرنے کا ہے اُس جہان مین اُٹھائے کہ وہ جگہ روشن ہی

این فنا جا چون جہان بود نیست باز گشت عاریت بس سود نیست

یعنی یہ فنا کی جگہ جب رہنے کی جگہ نہین ہے تو عاریت کا واپس دینا فائدہ نہین ہے یعنی اگر اس وقت اُسکو زندگی مستعار واپس بھی ملگئی تو پھر چھین جائیگی لہذا اس سے بہتر ہے کہ اُس عالم کی

راحت نصیب فرمائیے اب جو وقتِ رحمت دیکھا تو اوروں کی شفاعت بھی فرماتے ہیں کہ۔

رحمتے افشان بر ایشان ہم کنون ‎ ‎ ‎ ‎ در نہانخانہ لدینا محضرون

یعنی اب اُن پر بھی رحم فرمائیے نہانخانہ میں اور لدینا محضرون میں یعنی ملک عدم میں اپنے پاس اوروں پر بھی رحم فرمائیے۔ اب آگے مولانا فرماتے ہیں کہ ہمنے جو قصہ بیان کیا ہے اسلئے ہے کہ۔

تا بدانی کہ زیان جسم و مال ‎ ‎ ‎ ‎ سودِ جان باشد رہاند از وبال

یعنی تاکہ تم جان لو کہ جسم و مال کا نقصان جان کا نفع رکھتا ہے اور وبال سے چھڑاتا ہے۔

پس ریاضت را بجان شو مشتری ‎ ‎ ‎ ‎ چون سپردی تن بخدمت جان بری

یعنی پس ریاضت کے جان و دل سے خریدار ہو جاؤ جبکہ تمنے تن خدمت میں سپرد کر دیا تو تم تو جانبر ہو جاؤ گے

در ریاضت آمدت بے اختیار ‎ ‎ ‎ ‎ سر بنہ شکرانہ دہ اے کامیار

یعنی اور اگر تمہارے پاس ریاضت بے اختیار آوے تو سر رکھو اور شکر کرو اے کامیاب۔ مطلب یہ کہ ریاضت کی دو قسمیں ہیں ایک اختیاری۔ ایک اضطراری۔ اختیاری تو یہ کہ اپنے اختیار سے نفس پر جبر کرے اور ریاضت میں مشغول ہو اور اضطراری مجاہدہ یہ ہے کہ جب حق تعالیٰ دیکھتے ہیں کہ یہ خود تو باز رہتا نہیں تو وہ اس شخص کو کسی مرض یا مصیبت میں مبتلا کر دیتے ہیں کہ جس سے یہ اُس کام کو کر ہی نہیں سکتا تو اسکو مجاہدہ اضطراری کہتے ہیں اور جب حق تعالے ایسا کرتے ہیں تو اُس شخص کو اُن مصائب پر صبر دیتے ہیں اور اس صبر سے اُسکے درجات میں ترقی ہوتی ہے تو اس سے پہلے شعر میں تو فرمایا تھا کہ خود مجاہدہ کرو اور اس میں فرماتے ہیں کہ اگر مجاہدہ اضطراری میں مبتلا ہو جاؤ تو صبر کرو اور اطاعت کرو۔ آگے بھی یہی فرماتے ہیں کہ

چون حقت داد ست ریاضت شکر کن ‎ ‎ ‎ ‎ تو نکردی او کشیدت ز امر کن

یعنی جب حق تعالےٰ نے تجھے ریاضت دی تو تو شکر کر تونے نہیں کیا تو حق تعالیٰ نے امر کن سے تجھے کھینچ لیا یعنی تکوینًا تجھے کام میں لگا دیا۔ مگر یہ حکم تکوینی مثل جمادات کے نہیں ہے کہ وہ اس طرح کام میں لگ رہے ہیں کہ اُنکو شعور نہیں بلکہ یہاں امر تکوینی مع شعور کے ہے کہ کام سے رہے ہیں اور اُس شخص کو معلوم ہے کہ ہاں اسسے یہ مقصود ہے لہذا اُس پر صبر کرتا ہے۔ آگے ایک عورت کی حکایت لاتے ہیں کہ اُسکے بچے زندہ نہ رہتے تھے وہ بہت غمگین تھی کہ خواب میں ایک باغ دیکھا کہ وہ اکر

لئے تیار ہے اور اسکے سارے بچے اُسکے اندر موجود ہیں اور اس سے کہا گیا کہ تو خود تو کام کرتی نہ تھی ہمنے یہ مصائب تجھپر مسلط کرکے تجھے صبر دیا اور پھر تیرے درجات رفیع کئے اور یہ باغ وغیرہ دیا تو دیکھو یہ عورت مجاہدہ اضطراری میں تھی اور اُسنے صبر کیا تو درجات عطا ہوئے اسی طرح تم بلاؤں اور مصائب پر صبر کرو تو تمکو بھی درجات عالیہ عطا ہوں گے۔ اب حکایت سنو۔

حکایت اس عورت کی کہ بچے اُسکے زندہ نہ رہتے تھے تو وہ حق تعالیٰ کے آگے روئی تو جواب ملا کہ یہ تیری ریاضت اور مجاہدہ کی عوض میں ہے

این حکایت بشنو و وعظے شمر ۔۔۔ تا نگردی خستہ از نقص و ضرر

یعنی یہ حکایت سن اور (اسکو) ایک وعظ شمار کر تاکہ تو نقص و ضرر سے خستہ نہ ہو۔ یعنی اگر کوئی ضرر ہو یا کوئی مرض وغیرہ آوے تو تو اُس سے غمگین مت ہونا۔ اور اس حکایت کو پیش نظر رکھنا کہ جسطرح کہ اُسکو درجات عالیہ ملے اسی طرح تمکو بھی ملیں گے۔

شرح حبیبی

آن زنے ہر سال زائیدے پسر ۔۔۔ بیش از شش مہ نبودے عمر در
یا سہ مہ یا چار مہ گشتے تباہ ۔۔۔ نالہ کرد آن زن کہ افغان اے الہ
نہ مہم بار ست و سہ ماہم فرح ۔۔۔ نعمتم زوتر رواز قوس قزح
پیش مردانِ خدا کردے نفیر ۔۔۔ این شکایت آن زن از درد نذیر
بیست فرزندش چنین در گور رفت ۔۔۔ آتشے در جانِ او افتاد تفت
تا شبے بنمود او را جنتے ۔۔۔ باغکے سبز خوشی بے ختتے
باغ گفتم نعمتِ بے کیف را ۔۔۔ کاصل نعمتہاست مجمع باغہا

ورقه العین رأت چه جائے باغ | گفت نور غیب را یزدان چراغ
مثل نبود آن مثال آن بود | تا برد بو آنکه او حیران بود
حاصل آنرا دید آن زن مست شد | زان تجلی آن ضعیف از دست شد
دید در قصرے نبشته نام خویش | آن خود دانست آن محبوب کیش
بعد از ان گفتند کاین نعمت وراست | کو بجان بازی بجز صادق نخواست
خدمت بسیار می بایست کرد | مر ترا تا بر خوری زین چاشت خورد
چون تو کاہل بودی اندر التجا | آن مصیبتها عوض دادت خدا
گفت یارب تا بصد سال و فزون | اینچنینم ده بریز از من تو خون
اندر آن باغ او چو آمد پیش پیش | دید روے جمله فرزندان خویش
گفت از من گم شد از تو گم نشد | بے دو چشم غیب کس مردم نشد
تو نکردی فصد از بینی دوید | خون افزون تا ز تب جانت رہید
مغز ہر میوه به است از پوستش | پوست تن را دان و مغز ان دوستش
مغز نغزے دارد آخر آدمی | یکدمے آنرا طلب گر زان دمی

ایک عورت کے ہر سال بچہ پیدا ہوتا تھا لیکن چھ مہینے سے زیادہ نہ جیتا تھا یا تین مہینے کا ہوکر مرجاتا تھا۔ یا چار مہینے کا سبالآخر وہ رو پڑی اور کہا کہ اے اللہ نو مہینے تک تو مین حمل کی مصیبت میں رہتی ہون اور تین مہینے کیلئے مجھے خوشی حاصل ہوتی ہے۔ میری نعمت تو قوس قزح سے بھی جلدی زائل ہوجاتی ہے اس مین کیا راز ہے اہل اللہ کے سامنے بھی وہ عورت اس ڈرانیوالی تکلیف کی شکایت کرتی تھی کیونکہ بیس بچے اس بیچاری کے مرکر قبر مین جاچکے تھے اسلئے اُسکے بدن مین

غم کی آگ شعلہ زن تھی۔ اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک روز خواب مین اسے جنت دکہلائی دی۔ اور اُسنے دیکھا کہ ایک سرسبز اور نہایت عمدہ باغ ہے جسمین کسی چیز کی کمی نہین۔ اب مولانا استطرادًا فرماتے ہین کہ جنت تو بے کیف متعارف ہے اور ان باغون کی مثل نہین۔ مگر مین نے اسلئے باغ کہدیا کہ دنیا مین باغات تمام نعمتون کی جڑ سمجھے جاتے ہین ورنہ اُسکی صفت تو یہ ہے لا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطرت علی قلب بشر۔ ان متعارف باغون کی اُسکے سامنے کوئی بھی حقیقت نہین۔ یہ جو مین نے کہا ہے تمثیلا وتقریبًا الی الافہام کہا ہے اور تمثیل مین کوئی مضائقہ نہین کیونکہ حق سبحانہ خود اپنے نور کو چراغ سے تشبیہ دیتے ہین اور فرمایا ہے مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح۔ یہ محض تقریب فہم اور تمثیل کیلئے ہے ورنہ کجا نور حق کجا چراغ۔ پس باغ اُس کی مثل نہین ہے بلکہ مثال ہو اور یہ تمثیل اسلئے اختیار کی گئی تاکہ ناواقفون کو بھی اس کا پتہ لگ جاوے ورنہ اصل کیفیت تو اُس کی مشاہدہ ہی سے معلوم ہوتی ہے (اس سے کسی ناواقف کو یہ شبہ نہ ہونا چاہئے کہ مولانا جنت و دوزخ جسمانی کا انکار کررہے ہین۔ اور ان کے نزدیک جنت ودوزخ ایک روحانی چیز اور صرف خیالات خوش کن ورنجدہ کا نام ہے جیساکہ اس زمانہ کے روشن خیال لوگون کا خیال ہے کیونکہ یہ تو نصوص صریحہ کے خلاف ہے بلکہ مولانا کا مقصود یہ ہے کہ حقیقۃً اُس مین درخت بھی ہین اُس مین نہرین بھی ہین۔ اُس مین شراب بھی ہے اُس مین محلات بھی ہین اور یہ سب امور حقیقتًا ہین نہ کہ تشبیہًا چنانچہ مولانا اسی مضمون مین اس کی طرف اشارہ بھی کرینگے۔ اور آیندہ اُسکو تفصیلًا بھی بیان کرینگے لیکن وہ اسقدر عجیب اور نفیس ولطیف ہین کہ اُن کی واقعی نفاست ولطافت کسی کے وہم وگمان مین بھی نہین آسکتی اور اسلئے ان باغات وغیرہ سے اُسکو کچھہ بھی مناسبت نہین پس تم اُسکو اپنے باغات وغیرہ کی مثل نہ سمجھہ بیٹھنا) خلاصہ یہ کہ وہ عورت اسکو دیکھکر مست ہوگئی۔ اور اُس کا نور دیکھکر وہ بیچاری آپ مین نہ رہی اُسنے دیکھا کہ ایک محل مین میرا نام لکھا ہوا ہے اُسنے سمجھا کہ یہ میرے لئے ہے۔ غیب سے ندا آئی کہ یہ محل حقیقت مین اُسکے لئے تھا جو جانبازی مین خالص ثابت ہوا ہو اور اُس غذائی چاشت کو کہانیکے لئے بہت بڑی خدمت کی ضرورت تھی لیکن چونکہ تم حق سبحانہ کی طرف رجوع کرنے مین کاہل تھین اسلئے تمہاری خدمتون کی عوض تمکو تکلیفین دی گئین تاکہ تم اسکے مستحق ہوسکو یہ سمجھکر اسنے کہا کہ اے اللہ سَو سال تک بلکہ اس سے بھی زیادہ مجھے تکلیف دیجئے اور یون ہی مجھے زار و نزار کیجئے

مین نحوستی رضامند ہوں اُسکے بعد جب اور آگے بڑھی تو اُسنے اپنے سب بچوں کی صورتین دیکھین اُسنے کہا کہ اے اللہ اب معلوم ہوا کہ یہ مجھسے گم ہوگئے تھے مگر تجھہ سے گم نہ ہوئے۔ تیرے پاس تو یہ نہایت حفاظت اور آرام سے ہین۔ اب مجھے صبر آگیا۔ اب مولانا فرماتے ہین کہ دیکھ جب تک حالت غیبیہ اسپر منکشف نہین ہوئی پریشان رہی اور رضا و تسلیم اس کے اندر پیدا نہ ہوئی مگر جب حالت غیبیہ کا مشاہدہ ہوگیا اُسوقت سکون ہوگیا۔ واقعی بات یہ ہے کہ جسکو غیب بین آنکھین عطا نہین ہوئیں وہ آدمی نہیں۔ خیر یہ تو استطرادی گفتگو تھی اب اصل مقصد سنو۔ وہ یہ کہ حق سبحانہ جو کچھہ تکلیف دیتے ہیں اُس میں مصلحتین ہوتی ہین۔ پس تمکو صابر و شاکر رہنا چاہئے۔ مثلاً تمہارے جسم مین خون کی زیادتی ہوگئی ہے اور اندیشہ ہے کہ بخار چڑھہ جائے یا بخار چڑھہ بھی گیا ہے مگر تم فصد نہین کراتے پس وہ اپنی رحمت سے نشتر چلا دیتا ہے جس سے تمہاری جان بخار کی زحمت سے چھوٹ جاتی ہے۔ یاد رکھو کہ ہر میوہ مین مغز اُسکے پوست سے اچھا ہوتا ہے پس تمہارے اندر بھی دو چیزین ہین ایک پوست دوسرا مغز۔ پوست تو تن ہے اور روح مغز ہے آخر آدمی کے اندر بھی تو عمدہ مغز موجود ہے پس اگر تو نسل آدم علیہ السلام سے ہے اور الولد سر لابیہ کا مصداق ہے تو اسے طلب کر یعنی اس کی فکر کر اور جسم کے پیچھے نہ پڑ۔

شرح شبیری

آن زنے ہر سال زائیدے پسر ۔۔۔ بیش از شش مہ نبودے عمر در

یعنی ایک عورت ہر سال ایک لڑکا جنتی تھی اور وہ بچہ چھہ ماہ سے زائد عمر والا نہ ہوتا تھا

یا سہ مہ یا چار مہ گشتے تباہ ۔۔۔ نالہ کرد آن زن کہ افغان اے الٰہ

یعنی یا تین ماہ یا چار ماہ (زندہ رہتا پھر) تباہ ہوجاتا تو اُس عورت نے نالہ کیا کہ اے اللہ

نہ مہم بارست و سہ ماہم فرح ۔۔۔ نعمتم زو تر رو از قوس قزح

یعنی میرے لئے نو ماہ تو بوجھ ہے اور تین ماہ فرحت ہے میری نعمت تو قوس قزح سے بھی جلدی جانی والی ہے

پیش مردانِ خدا کردے نفیر ۔۔۔ این شکایت آن زن از درد نذیر

یعنی مردان حق کے آگے اسکی شکایت کی وہ عورت درد ڈرانے والے کی فریاد کرتی۔

بیست فرزندش چنین در گور رفت　　آتشے در جان او افتاد و تفت

یعنی بیس بچے اسکے اسی طرح گور میں گئے تو اس کی جان میں ایک آگ اور جلن پڑ گئی۔

تا شبے بنمود او را جنتے　　باغکے سبزی خوشی بی ختنے

یعنی یہانتک کہ حق تعالے نے اسے ایک رات ایک جنت دکھلائی۔ ایک باغ سرسبز عمدہ بے محنت کے مولانا فرماتے ہین کہ

باغ گفتم نعمت بے کیف را　　گفتہ ستم خلد دار الضیف را

یعنی مین نے نعمت بے کیف کو باغ کہدیا۔ اور خلد دار الضیف کو سرسبز کہدیا۔

ورنہ لاعین رأت چہ جائے باغ　　گفت نور غیب را یزدان چراغ

یعنی ورنہ (وہ تو) لاعین رأت ہے چہ جائیکہ باغ اور فرمایا ہے نور غیب کو حق تعالی نے چراغ

مثل نبود آن مثال آن بود　　تا برد بو آنکہ او حیران بود

یعنی یہ مثل نہیں ہے اُس کی مثال ہے تا کہ بو لیجاوے وہ شخص کہ وہ حیران ہے مطلب یہ کہ اگر مین نے جنت کو سرسبز وغیرہ کہدیا تو کیا ہے حق تعالی نے فرمایا ہے کہ مثل نورہ کمشکوۃ فیہا مصباح تو یہ مثل (بکسر المیم) نہیں بلکہ مثالین تقریب فہم کیلئے ہین آگے پھر قصہ فرماتے ہین

حاصل آن زن دید آن را مست شد　　زان تجلی آن ضعیف از دست شد

یعنی حاصل یہ کہ اُس عورت نے اُسکو دیکھا اور مست ہوگئی اور اُس تجلی سے وہ ضعیف از خود رفتہ ہوگئی۔

دید در قصرے نبشتہ نام خویش　　آن خود دانستش آن محبوب کیش

یعنی اُسنے ایک محل مین اپنا نام لکھا دیکھا تو اسکو اُس محبوب کیش نے اپنی ملک جانا۔

بعد از ان گفتند کاین نعمت وراست　　کو بجان بازی بجز صادق نخاست

یعنی اسکے بعد فرشتون نے کہا کہ یہ نعمت اُسکے لئے ہے جو کہ جانبازی سے سوائے صادق کے نہ اٹھا یعنی جسنے کہ ہمیشہ طلب صادق ہی کی اُسکے لئے یہ نعمتین ہین۔

خدمت بسیار می بایست کرد　　مر ترا تا برخوری زین چاشت خورد

یعنی تجھے خدمت بسیار کرنی چاہئے تھی تاکہ تو اس چاشت سے پہل کہاتی۔

چون تو کاہل بودی اندر التجا　　آن مصیبتہا عوض دادت خدا

یعنی جبکہ تو دعامین کاہل تھی تو خدا نے یہ مصیبتین (اُس مجاہدہ کے) عوض مین دیدین۔ مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ کو تجھے مراتب عُلیا پر فائز فرمانا تھا اور اُسکے لئے مجاہدات شاقہ کی ضرورت تھی اور اُس مین تو کاہل تھی لہذا حق تعالیٰ نے ان مصائب کو تیرے لئے عوض بنادیا کہ اُنپر تو نے صبر کیا تو یہ درجات ملگئے جب اُسنے یہ سُنا تو بولی کہ

گفت یارب تا بصد سال و فزون　　این چنینم ده بریز از من تو خون

یعنی اُسنے کہا کہ اے اللہ سو برس بلکہ زیادہ تک تو اسی طرح مجھے عطا فرما اور خون گرا یعنی اسی طرح اولاد کو عنایت فرما اور مار۔ تاکہ درجات علیہ نصیب ہون

اندر آن باغ او چو آمد پیش پیش　　دید در وے جملہ فرزندان خویش

یعنی اُس باغ مین جو وہ آگے آگے آئی تو اُسنے اُسمین اپنے سارے بچون کو دیکھا۔

گفت از من گم شد از تو گم نشد　　بے دو چشم غیب کس مردم نشد

یعنی بولی کہ (اے خدا یہ) مجھسے تو گم ہوگئے تھے آپسے گم نہ ہوئے تھے (آپکے پاس موجود تھے مولانا فرماتے ہیں کہ) بے غیب کی دو آنکھون کے کوئی آدمی نہین ہوا۔

تو نکردی فصد و از بینی دوید　　خون افزون تا زتپ جانت رہید

یعنی تو نے فصد نہ کی تو ناک سے خون زائد دوڑ گیا۔ یہانتک کہ جان تیری تپ سے چھوٹ گئی۔ مطلب یہ کہ تم مجاہدہ اختیاری مین مشغول نہ ہوئے تو خدا نے تمکو اضطراری مین لگادیا۔ یہانتک کہ تم اُس عذاب سے بچ گئے اور درجات تمکو ملگئے۔

مغز ہر میوہ بہ است از پوستش　　پوست تن را دان و مغز آن دوستش

یعنی ہر میوہ کا مغز اُسکے پوست سے بہتر ہے تو تم تن کو تو پوست جانو اور مغز اُسکے اُس دوست کو یعنی روح کو۔

مغز نغزے دارد آخر آدمی　　یکدمے آنرا طلب گر زان دمی

یعنی آخر آدمی تو ایک مغز نفیس رکہتا ہے تو تو اگر اُس دم سے ہے تو ایک دم اُسکو طلب کر یعنی اگر آدمی ہے

تو تو اُس مغز نغز یعنی روح کو طلب کر اور اُس کی پرورش کر اور پرورش تن کو چھوڑ۔ آگے حضرت حمزہ رضؓ کی حکایت لاتے ہیں کہ وہ آخر مین بے زرہ کے لڑائی مین آیا کرتے تھے کسی نے پوچھا تو فرمایا کہ یہ جسم چونکہ کوئی حفاظت کی شے نہین ہے لہذا اس کی حفاظت کو ترک کر دیا۔ تو دیکھو تم بھی ایسا ہی کرو۔ اب حکایت سنو

شرح حبیبی

در جوانے حمزہؓ عم مُصطفے
با زرہ می شد مدام اندر وغا

اندر آخر حمزہ رضؓ چون در صف شدے
بے زرہ سرمست در غزو آمدے

سینہ باز و تن برہنہ پیش پیش
در فگندے در صف شمشیر خویش

خلق پرسیدند کائے عم رسول
وے ہژبر صف شکن شاہ فحول

نے کہ لاتلقوا بایدیکم الے
تہلکہ خواندے ز پیغام خدا

پس چرا تو خویش را در تہلکہ
می در اندازی چنین در معرکہ

چون جوان بودی و زفت و سخت زہ
تو نمی رفتی سوئے صف بے زرہ

چون شدی پیر و ضعیف و منحنی
پردہائے لااُبالی می تنی

لااُبالی وار با تیغ و سنان
می نمائی دار و گیر و امتحان

تیغ حرمت می ندارد پیر را
کے بود تمیز تیغ و تیر را

کے روا باشد کہ شیرے ہمچو تو
کُشتہ گردد راست بر دست عدو

زین نسق غمخوارگان بے خبر
پند می دادند او را از عبر

گفت حمزہ چونکہ بودم من جوان
مرگ میدیدم وداع اینجہان

سوی مردن کس برغبت کے رود — پیش اژدرہا برہنہ کے شود

لیک از نور محمد من کنون — نیستم این شہر فانی را زبون

از برون حس زلشکرگاہ شاہ — پر ہمی بینم ز نور حق سپاہ

خیمہ در خیمہ طناب اندر طناب — شکر آنکہ کرد بیدارم زخواب

آنکہ مردن پیش چشمش تہلکہ است — امر لا تلقوا بگیرد او بدست

آنکہ مردن پیش او شد فتح باب — سارعوا آید مرا اورا درخطاب

جوانی مین حضرت حمزہ رضہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا ہمیشہ لڑائی مین زرہ پہنکر جاتے تھے مگر اخیر عمر مین جب وہ صف جنگ مین جاتے تھے تو نشۂ حب حق مین چور ہوتے تھے اور جہاد مین بدون زرہ کے شریک ہوتے تھے اور حالت یہ ہوتی تھی کہ سینہ بھی کھلا ہوتا تھا جسم بھی برہنہ ہوتا تھا اور آگے آگے ہوتے تھے اور اپنے کو تلوارون مین ڈالدیتے تھے لوگون نے دریافت کیا کہ اے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا اور اے شیر خدا اور صف شکن شاہ مردان کیا آپنے حکم خداوندی لاتلقوا بایدیکم الی التہلکۃ نہین پڑہا۔ جب پڑھا ہے تو پھر کیا بات ہے کہ آپ ایسے معرکہ مین گھسکر اپنے کو ہلاکت مین ڈالتے ہین جبکہ آپ جوان بھی تھے موٹے تازے بھی تھے قوی بھی تھے اُسوقت تو آپ صف جنگ مین بلا زرہ کے نہ جاتے تھے اور جب بڈھے ضعیف و نحیف ہوئے اُسوقت آپ لاپروائی کے پردے اپنے اوپر ڈالتے ہین اور نہایت بیباکانہ تیغ دستان سے مزاحمت اور زور آزمائی کرتے ہین آپ خیال فرمائین کہ تلوار بڑہاپے کی کچھہ وقعت نہین کرتی۔ بھلا تیغ و تبر کو کیا تمیز کہ کون قابل وقعت ہے اور کون نہین پس یہ جائز نہین کہ آپ یا یہادر دشمن کے ہاتھ سے مارا جائے آپ اپنی حفاظت کیجئے۔ غرض اسی طرح اُن کے نادان دوست اُنکو مصائب سے ڈراتے اور نصیحت کرتے تھے مگر حمزہ رضی اللہ عنہ نے اُنکو یہ جواب دیا کہ صاحبو جب مین جوان تھا اُسوقت اس جہان سے رخصت ہونے کو موت سمجھتا تھا اور یہ یقینی امر ہے کہ موت کی طرف آدمی رغبت سے نہین جاتا اور اژدہے کے

سامنے ننگا نہیں جاتا اسلئے یہ سب احتیاط میں کرتا تھا لیکن اب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے مجھپر حقیقت حال منکشف ہوگئی ہے اور اب جب دنیا مجھپر غالب نہیں رہی مین عالم محسوسات سے باہر حق سبحانہ کی چھاونی دیکھ رہا ہون اور نور حق کی سپاہ سے اُسے لبریز پاتا ہون۔ خیمہ پر خیمہ اور طناب پر طنابین قائم ہین مین اُن کا نہایت شکور ہون جنہون نے مجھپر حقیقت حال کو منکشف کر کے جہل مرکب سے رہائی دی۔ اور گویا کہ مین سوتا تھا اُنھون نے مجھے جگا دیا اور یہ جو تم نے کہا ہے کہ حق سبحانہ نے لا تلقوا بایدیکم الی التهلکة فرمایا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جو موت کو ہلاکت سمجھے وہ اسپر کاربند ہو۔ اور جو مرنے کو وصال حق سبحانہ کا دروازہ کہلنا سمجھتا ہے اسکے لئے تو سارعوا الی مغفرة من ربکم وجنة الخ خطاب ہے اور اسکو تو موت کیلئے ترغیب ہے۔

شرح شبیری

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا لڑائی میں بیزرہ کے تشریف لانا

در جوانی حمزہ عم مصطفی　　　با زرہ مے شد مدام اندر وغا

یعنی جوانی مین حمزہؓ عم مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم لڑائی مین ہمیشہ مع زرہ کے جاتے تھے۔

اندر آخر چونکہ در غزو آمدے　　　بے زرہ خود را بہ صفہا بر زدے

یعنی اخیر عمر مین جبکہ لڑائی مین آتے تو بے زرہ کے اپنے کو صفوں مین ڈالتے۔

اندر آخر حمزہ چون در صف شدی　　　بے زرہ سرمست در غزو آمدے

یعنی اخیر مین حمزہ رضہ جب صف مین آتے تو بے زرہ کے سرمست کی طرح غزو مین آجاتے۔

سینہ باز و تن برہنہ پیش پیش　　　در فگندے در صف شمشیر خویش

یعنی سینہ کہلا ہوا اور تن برہنہ آگے آگے صف شمشیر مین اپنے کو ڈالدیتے۔

خلق پرسیدند کاے عم رسول　　　اے ہزبر صف شکن شاہ فحول

یعنی لوگون نے پوچھا کہ اے عم رسول اور اے شیر صف شکن اور شاہ مرداں

کہ نے تو لا تلقوا بایدیکم الے　　　تہلکہ خواندے ز پیغام خدا

یعنی آپنے لا تلقوا بایدیکم الی التہلکہ پیغام خدا سے پڑہا نہیں ہے۔

پس چرا تو خویش را در تہلکہ ۔ می دراندازی چنین در معرکہ

یعنی پس آپ کیوں اپنے کو ہلاکت میں اور اس طرح معرکہ میں ڈالتے ہیں۔

چون جوان بودی و زفت و سخت زہ ۔ تو نمی رفتی سوئے صف بی زرہ

یعنی جب آپ جوان اور مضبوط اور سخت زہ والے تھے تو آپ صف کی طرف بے زرہ نہیں جاتے تھے۔

چون شدی پیر و ضعیف و منحنی ۔ پردہائے لاابالی می زنی

یعنی جبکہ آپ بوڑھے اور ضعیف اور منحنی ہو گئے تو اب بے پروائی کے پردہ کو مارتے ہو۔

لاابالی وار با تیغ و سنان ۔ می نمائی دار و گیر و امتحان

یعنی لاابالی کی طرح مع تیغ و سنان کے آپ امتحان میں دار و گیر دکھاتے ہیں۔

تیغ حرمت می ندارد پیر را ۔ کے بود تمییز تیغ و تیر را

یعنی تلوار کسی بوڑھے کی عزت نہیں کرتی اور تیغ و تیر کو کب تمیز ہوتی ہے (کہ یہ بزرگ ہیں اور یہ نہیں ہیں اُسکے آگے جو پڑے گا وہ اُسکو کاٹے گی)

کے روا باشد کہ شیری ہمچو تو ۔ کشتہ گردد زار بر دست عدو

یعنی کب مناسب ہے کہ ایک آپ جیسا شیر دست عدو سے مارا جائے یعنی اگر آپ فرماویں کہ میں مرنے کو ایسا کرتا ہوں تو ہمیں یہ گوارا نہیں ہے کہ آپ ایسا کریں۔

زین نسق غمخوارگانِ بیخبر ۔ پند می دادندا اورا از عبر

یعنی اس طرح سے غمخوار لوگ (حقیقت سے) بے خبر اُنکو عبرتوں سے نصیحت کر رہے تھے یعنی وہ اُن کو ڈراتے تھے اور کہتے تھے کہ دیکھو ایسا مت کرو ورنہ نقصان اُٹھاؤ گے۔

حضرت حمزہ رضہ کا جواب

گفت حمزہ رضہ چونکہ بودم من جوان ۔ مرگ می دیدم وداع این جہان

یعنی حضرت حمزہ رضہ نے فرمایا کہ جبکہ میں جوان تھا تو اس جہان کے رخصت کرنے کو موت سمجھتا تھا۔

سوئے مردن کس برغبت کے رود ۔ پیش اژدرہا برہنہ کے شود

یعنی کوئی شخص مرنے کی طرف رغبت سے کب جاتا ہے اور اژدہا کے آگے برہنہ کب ہوتا ہے۔

لیک از نور محمد من کنون | نیستم این شہر فانی را زبون

یعنی لیکن اب مین نور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے اس دنیائے فانی سے عاجز نہین ہون۔

از برون حس ز لشکر گاہ شاہ | پُر ہمی بینم ز نور حق سپاہ

یعنی اس حس سے خارج لشکر شاہ (حق تعالیٰ) کی مین نور حق سے سپاہ پُر دیکھتا ہون یعنی مجھے حواس باطنیہ سے جنود غیبیہ نظر آرہے ہین اور مین اُنکو دیکھہ رہا ہون۔

خیمہ در خیمہ طناب اندر طناب | شکر آنکہ کرد بیدارم ز خواب

یعنی خیمہ در خیمہ اور طناب در طناب ہین اور شکر اُس کا کہ اُسنے مجھے خواب سے بیدار کر دیا۔

آنکہ مردن پیش چشمش تہلکہ است | امر لا تلقوا بگیرد او بدست

یعنی وہ شخص کہ اُس کی نگاہ مین مرنا ہلاکت ہے وہ امر لا تلقوا الخ کو ہاتھ مین لیگا۔

آنکہ مُردن پیش او شد فتح باب | سارعوا آید مر او را در خطاب

یعنی وہ شخص کہ اُسکے آگے مرنا فتح باب (عیب) ہے تو اُسکو خطاب مین سارعوا آیا ہے یعنی اُنکے لئے تو یہ خطاب ہے کہ ایسے کامون مین جلدی اور مسارعت کرو اُن کیلئے خطاب لا تلقوا نہیں ہے اسلئے کہ وہ اسکو ہلاکت سمجھتے ہی نہین ہین۔ اور فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

الحذر اے مرگ بینان دارعوا | العجل ای حشر بینان سارعوا

الصلا ای لطف بینان افرحوا | البلاء اے قہر بینان اترحوا

ہر کہ یوسف دید جان کردش فدا | ہر کہ گرگش دید بر گشت از ہدا

مرگ ہر یک ای پسر ہم رنگ اوست | آئینہ صافی یقین ہم رنگ روست

پیش ترک آئینہ را خوش رنگی است | پیش زنگی آئینہ ہم زنگی است

ایکہ می ترسی ز مرگ اندر فرار | آنکہ خود ترسانی ای جان ہوشدار

زشت روئے تست نی رخسار مرگ
جان تو همچون درخت و مرگ برگ

از تو رست است ار نکویست ار بدست
ناخوش و خوش هم ضمیرت از خودست

گر بخارے خستهٔ خود کشتهٔ
در حریر و قز دری خود رشتهٔ

لیک نبود فعل همرنگ جزا
هیچ خدمت نیست همرنگ عطا

مزد مزدوران نمی ماند بکار
کان عرض وین جوهرست و پایدار

آن همه سختی و زورست و عرق
این همه سیمست و زر و پر طبق

گر ترا آید ز جائے تهمتے
کرده مظلومت دعا در محنتے

تو همی گوئی که من آزاده‌ام
بر کسے من تهمتے ننهاده‌ام

تو گناهے کردهٔ شکل دگر
دانه کشتی دانه کے ماند به بر

او زنا کرده جزا صد چوب بود
گوید او من کے زدم کس را بعود

نے جزائے آن زنا بود این بلا
چوب کے ماند زنا را در جزا

مار کے ماند عصا را اے کلیم
درد کے ماند دوا را اے حکیم

تو بجائے آن عصا آب منی
چون بیفگندی شد آن شخص سنی

یار شد یا مار شد آن آب تو
زان عصا چون است این اعجاب تو

هیچ ماند آب آن فرزند را
هیچ ماند نے شکر مر قند را

چون سجودے یا رکوعے مرد کشت
شد دران عالم سجود او بهشت

چونکه پرید از دهانش حمد حق
مرغ جنت ساختش رب الفلق

حمد و تسبیحت نماند مرغ را ‌ ‌ ‌ گرچه نطفهٔ مرغ باد ست و ہوا

چون ز دستت رفت ایثار و زکات ‌ ‌ ‌ گشت این دست آن طرف نخل و نبات

آب صبرت آب جوئے خلد شد ‌ ‌ ‌ جوئے شیر خلد مہر تست و ود

ذوق طاعت گشت جوئے انگبین ‌ ‌ ‌ مستی و شوق تو جوئے خمر بین

این سببہا آن اثر ہا را نماند ‌ ‌ ‌ کس نداند چونش جائے آن نشاند

این سببہا چون بفرمان تو بود ‌ ‌ ‌ چار جو ہم مر ترا فرمان نمود

ہر طرف خواہی روانش میکنی ‌ ‌ ‌ آن صفت چون بد چنانش میکنی

چون منی تو که در فرمان تست ‌ ‌ ‌ نسل تو در امر تو آیند چیست

می دود در امر تو فرزند تو ‌ ‌ ‌ که منم جزوت که کردیش گرو

آن صفت در امر تو بود این جہان ‌ ‌ ‌ ہم در امر تست آن جو ہا روان

آن درختان مر ترا فرمان برند ‌ ‌ ‌ کان درختان از صفاتت با برند

چون بامر تست اینجا این صفات ‌ ‌ ‌ پس در امر تست آنجا آن جزات

چون ز دستت زخم بر مظلوم رست ‌ ‌ ‌ آن درختے گشت ازان زقوم رست

چون ز خشم آتش تو در دلہا زدی ‌ ‌ ‌ مایهٔ نار جہنم آمدی

آتشت اینجا چو آدم سوز بود ‌ ‌ ‌ آنچه از وے زاد مرد افروز بود

آتش تو قصد مردم می کند ‌ ‌ ‌ مار کژ وے زاد بر مردم زند

آن سخنہائے چو مار و کژدمت ‌ ‌ ‌ مار و کژدم گشت و می گیرد دمت

اولیا را داشتے در انتظار ‏ ‏ انتظار رستخیزت گشت یار

وعدهٔ فردا و پس فردائے تو ‏ ‏ انتظار حشر آمد وائے تو

منتظر مانی دران روز دراز ‏ ‏ در حساب و آفتاب جان گداز

کاسمان را منتظر می داشتے ‏ ‏ تخم فردا رہ روم مے کاشتے

خشم تو تخم سعیر دوزخ است ‏ ‏ هین بکش این دوزخت را کان فخ است

کشتن این نار نبود جز بنور ‏ ‏ نورک اطفا نارنا نحن الشکور

گر تو بے نور آوری حلمے بدست ‏ ‏ آتشت زنده است در خاکستر است

آن تکلف باشد و روپوش هین ‏ ‏ نار را نه کشد بغیر نور دین

تا نه بینی نور دین ایمن مباش ‏ ‏ کاتش پنهان بود یک روز فاش

نور آبے دان و هم بر آب چفش ‏ ‏ چونکه داری آب از آتش مترس

آب آتش را کشد آتش بخو ‏ ‏ می بسوزد نسل فرزندان او

سوئے آن مرغابیان رو روز چند ‏ ‏ تا ترا در آب حیوانے کشند

مرغ خاکی مرغ آبی هم تن اند ‏ ‏ لیک ضد انند و آب و روغن اند

هر یکے مر اصل خود را بنده اند ‏ ‏ احتیاط کن بهم مانند اند

همچنان که وسوسه و وحی الست ‏ ‏ هر دو معقول اند لیکن فرق هست

هر دو دلالان بازار ضمیر ‏ ‏ رختها را می ستانند اے امیر

گر تو صراف دلی فکرت شناس ‏ ‏ فرق کن سر دو فکرت چون نخاس

ورنہ دانی این دو فکرت را گمان	لاخلابہ گوئی و مشتاب و مران
تا نماند در تغیر جان تو	غبن ناید بر تو و بر خوان تو

اب مولانا فرماتے ہین (اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت حمزہ رضؓ کے مقولہ کا تتمہ ہو) کہ اے وہ لوگو جو موت کو موت سمجھتے ہو تم بچو ایسا نہو مرجاؤ- اور اے وہ لوگو جو اسکو حیات ابدی سمجھتے ہو جلدی کرو- اور اُس کی طرف دوڑو- بڑی دولت ہے اور اے موت کو عنایت حق سمجھنے والو تمہین اطلاع کیجاتی ہے تم خوش ہو کہ ایک دن تمکو یہ لطف ضرور میسر ہوگا اور اے وہ لوگو جو اسکو قہر سمجھتے ہو تمہارے لئے مصیبت ہی تم ملول اور رنجیدہ ہو- اب مولانا عنوان بدلتے ہین اور خطاب کو چھوڑکر فرماتے ہین کہ جو لوگ موت کو یوسف سمجھتے ہین وہ تو اسپر جان فدا کرتے ہین اور مرنیکے لئے مرتے ہین اور جو اسکو بھیڑیا سمجھتے ہین وہ راہ راست سے بھٹکے ہوئے ہین اور منشا اختلاف یہ ہے کہ ہر شخص کی موت اُسکے مناسب ہے- کیونکہ اُسکی مثال ایسی ہے جیسے شفاف آئینہ تو جو آئینہ شفاف ہوگا وہ چہرہ کی رنگت اختیار کرلیگا- پس اگر وہ ترک ہے تو آئینہ بھی خوش رنگ ہوگا اور اگر زنگی ہے تو آئینہ بھی زنگی ہی ہوگا- اسیطرح موت بھی ہے کہ جو لوگ خود اچھے ہین اُن کی موت بھی اچھی ہے اور جو بُرے ہین اُن کی موت بھی بُری ہے پس جو لوگ موت سے ڈرکر بھاگتے ہین اُن سے کوئی کہے کہ ارے احمق تو جو موت سے ڈرکر بھاگتا ہے یہ تیری حماقت ہے تو درحقیقت موت سے نہین بھاگتا بلکہ خوب سمجھ لے کہ تو اپنے سے بھاگ رہا ہے کیونکہ تو جو موت سے بھاگتا ہے تو اُسکو بُرا سمجھکر مگر موت بدرو نہین ہے بلکہ تو خود بدرو ہے تیری جان بمنزلہ درخت کے ہے اور موت بمنزلہ پتون کے اور قاعدہ ہے کہ جیسا درخت ہوگا ویسے ہی پتے ہونگے- علے ہذا جیسی تیری جان ہوگی ویسی ہی تیری موت ہوگی اور چونکہ وہ تجھی سے پیدا ہوئی ہے خواہ اچھی ہو یا بُری اسلئے اگر تو اچھا ہے تو موت بھی اچھی ہے اور اگر تو بُرا ہے تو موت بھی بُری ہے یون ہی جو خوشی یا ناخوشی تیرے دل پر طاری ہوتی ہے وہ بھی تجھی سے پیدا ہوتی ہے چنانچہ اگر تمکو کانٹا لگتا ہے تو وہ بھی تمہارا ہی بویا ہوا ہے اور اگر تم حریر اور ریشم ہو تو وہ بھی تمہارا ہی کاتا ہوا ہے لیکن کوئی فعل جزا کے مشابہ نہین ہوتا اور کوئی خدمت عطا کی مماثل نہین ہوتی- مزدورون کی مزدوری کام کے مشابہ نہین ہوتی- کیونکہ محنت عرض ہے اور مزدوری جوہر وہ غیر باقی ہے اور یہ باقی وہ تکلیف اور قوت اور مشقت ہے یہ طباق بھر چاندی سونا اگر تم پر کہین سے تہمت لگے

تو وہ اسلئے ہے کہ تمہارے مظلوم نے کسی تکلیف مین بددعا کی ہے تم کہتے ہو کہ مین تو بالکل آزاد ہون اور مین نے کسی پر تہمت نہین لگائی ہے۔ یہ سچ ہے مگر تمنے گناہ دوسری صورت مین کیا ہے اور ایک دانہ بویا ہے۔ یہ اُس کا پہل ہے اور قاعدہ ہے کہ دانہ پہل کے مشابہ نہین ہوتا۔ پس لازم ہے کہ یہ بھی تمہارے فعل کے مشابہ نہو۔ دیکھو آدمی زنا کرتا ہے تو سَو دُرّہ اسکو سزا ملتی ہے وہ کہتا ہے کہ مین نے تو کسیکو لکڑی سے نہین مارا تھا مجھے کس بات کا بدلا ملا۔ لیکن کیا تم سمجھتے ہو کہ یہ خیال صحیح ہے اور کیا یہ زنا کا بدلا نہین ہے ضرور ہے حالانکہ دُرّون کو زنا سے کچھ مشابہت نہین بلکہ معلوم ہوا کہ ترتب جزا علی الفعل کیلئے مماثلت ضرور نہین بلکہ مطلق ترتب شئی علی الشئی کیلئے بھی مماثلت شرط نہین دیکھو موسی علیہ السلام کی لاٹھی سانپ بن گئی تھی اور صورت خشبیہ پر صورت ثعبانیہ مرتب ہوئی تھی۔ ان دونون مین کونسی مماثلت ہے علی ہذا در دیر دوا مرتب ہوتی ہے۔ ان دونون میں کونسی مشابہت ہے اگر تمکو لاٹھی کے سانپ بننے مین کچھ تعجب ہو تو تم بجائے لاٹھی کے منی کو سمجھو۔ دیکھو جب تم منی کو رحم مین ڈالتے ہو تو اُس سے آدمی بنجاتا ہے اُسکے بعد یا سانپ کی طرح موذی بنجاتا ہے یا خیر خواہ دوست بنجاتا ہے پس دیکھو منی سے سانپ بنگیا۔ اب لاٹھی سے سانپ بنجانا کونسی تعجب کی بات ہے کہ تمکو تعجب ہو۔ اچھا لکڑی اور سانپ کو جانے دو۔ یہ تو ہے کہ منی سے بچہ بنتا ہے اچھا یہی بتلاؤ کہ منی اور لڑکے مین کونسی مشابہت ہے اور دیکھو گنے سے شکر پیدا ہوتی ہے بھلا دیکھو کہ گنّے اور شکر مین کوئی مشابہت ہے جبکہ یہ ثابت ہو گیا کہ فعل اور اس کی جزا مین اور ایک شئے اور اُس سے پیدا ہونیوالی چیز مین مماثلت اور مشابہت لازم نہین تو اب سمجھو کہ جب آدمی دنیا مین رکوع وسجود و دیگر طاعات کرتا ہے تو اُس سے آخرت مین اُسکو بہشت ملتی ہے تو گویا کہ اُسکی طاعات بیج تھین اور بہشت اُس کا ثمرہ ہے اور جبکہ اُسکے مُنہ سے حمد حق سبحانہ نکلتی ہے تو اس سے بحکم حق سبحانہ جنت مین جانور پیدا ہوتے ہین (اس مقام پر یہ تنبیہ کر دینا ضروری ہے کہ جنت بجمیع اجزائہا آدمی کو اُس کی طاعات کے صلہ مین ملتی ہے۔ پس مولانا نے اولاً مطلق طاعات کے صلہ مین جنت کے ملنے کو بتلایا اب اُس کی مجموعہٗ طاعات کے اجزا اور جنت کے اجزا مین مناسبت دکھلاتے ہین مولانا کا یہ مطلب نہیں ہے کہ افعال وطاعات مادۂ جنت ہین جیسا کہ سرسری نظر سے مفہوم ہوتا ہے۔ پس چونکہ حمد کا مُنہ سے نکلنا مناسبت رکھتا تھا

پرند کے اڑنے سے اسلئے فرمادیا کہ حد جانور ہوگئی ورنہ حقیقت مین ایسا نہیں ہے باقی آئندہ مضامین کو بھی ایسا ہی سمجھو) پس دیکھو کہ اگرچہ پرند کا مادہ ہوا ہوتی ہے اور تسبیح کا مادہ بھی ہوا ہے مگر تاہم پرند اور تسبیح مین کوئی مشابہت نہین اور جب تمہارے ہاتھ سے کوئی خیرات یا زکوۃ نکلتی ہے تو اس سے جنت مین درخت اور سبزہ پیدا ہوتا ہے - اور تمہارے صبر کے پانی سے جنت کی نہر کا پانی پیدا ہوتا ہے اور تمہاری محبت سے جوئے شیر پیدا ہوتی ہے اور ذوق طاعات سے جوئے شہد پیدا ہوتی ہے اور تمہاری مستی و شوق سے جوئے شراب بنتی ہے یہ تمام اسباب اپنے آثار کے مماثل نہیں ہین اور کوئی نہین جانتا کہ ان افعال کی جزا انکو کیون قرار دیا گیا - اور کیسے ان آثار کو ان اسباب پر مرتب کیا گیا - دلیل ثانی اس امر کی کہ نعمائے جنت تمہارے افعال کے آثار ہین یہ بھی ہے کہ جس طرح یہ اسباب تمہارے اختیار مین تھے اسی طرح وہ چارون نہرین وغیرہ بھی تمہارے قبضہ مین ہونگی اور جسطرف تم انکو لیجاؤگے اسی طرف جائینگے اور جس صفت پر تمہاری صفات تھین کہ ان مین تمکو ہر طرح تصرف کا اختیار حاصل تھا یہی حالت ان نہرون کی بھی ہوگی کہ تم جیسا چاہوگے انکو ویسا ہی بناؤگے دنیا مین بھی اسکی نظیر موجود ہے دیکھو چونکہ منی تمہارے اختیار مین ہوتی ہے اسیطرح اس سے جو اولاد پیدا ہوتی ہے وہ بھی تمہارے اختیار مین ہوتی ہے اور تمہارا بچہ تمہارے اشارہ پر چلتا ہے اور گویا کہ وہ زبان حال سے کہتا ہے کہ مین آپکا وہی جزء ہون جسکو آپنے رحم مادر مین محفوظ کیا تھا لہذا آپکو مجھپر وہی اختیار حاصل ہے جو اسپر تھا پس جس طرح تمہاری صفات دنیا مین تمہارے قبضہ مین تھین یون ہی جنت کی نہرین بھی تمہارے کہنے مین ہونگی - علی ہذا درخت بھی تمہارے مطیع ہونگے کیونکہ وہ بھی پھل والے تمہاری صفات و افعال ہی سے ہوئے ہین پس خلاصہ یہ کہ جب تمہارے صفات و افعال تمہارے کہنے مین ہین تو آخرت مین جو انکی جزا ہوگی وہ بھی تمہارے کہنے مین ہوگی - اب سنو کہ جسطرح افعال حسنہ سے نتائج حسنہ پیدا ہوتے تھے یون ہی افعال سیئہ سے برے نتائج پیدا ہوتے ہین - مثلاً جب تمہارے ہاتھ سے کسی کو زخم پہونچتا ہے تو اس سے دوزخ مین زقوم کا درخت پیدا ہوتا ہے اور جب بیجا غصہ سے تم دوسرون کے دل جلاتے ہو تو اسکے تم دوزخ کا ایندھن بنتے ہو اور چونکہ دنیا مین تمہارے غصہ کی آگ لوگون کے دلون کو جلاتی تھی اسلیئے دوزخ کی آگ جو اس سے پیدا ہوئی ہے - تمہین جلائیگی - اور جبکہ تمہارے غصہ کی آگ لوگون پر حملہ کرتی ہے

تو اُس سے جو آگ پیدا ہوگی وہ خود تمپر حملہ کریگی اور تمہاری باتیں جو سانپ بچھو کی طرح تمکو ستارہی ہین وہ سانپ بچھو بنکر تمہاری اولاد بنینگی اور چونکہ تم اولیاء اللہ یا عام اہل حقوق کو انتظار مین رکھتے ہو اسلئے انتظار قیامت کا بار تمپر پڑیگا۔ اور یہ آجکل کے وعدے انتظار قیامت کی صورت مین ظاہر ہونگے اور تمکو اس طول طویل دن مین دہوپ اور حساب مین رہکر آخری نتیجہ کا اسلئے انتظار کرنا پڑیگا کہ تم آسمان کو بھی منتظر رکھتے تھے اور کل چلونگا کل چلونگا کا بیج بوتے تھے مطلب یہ ہے کہ تم اہل اللہ کی نصیحتوں پر آجکل آجکل کرتے تھے لہذا تم اُنکو بھی منتظر رکھتے تھے اور آسمان کو بھی کیونکہ آسمان کو بسعود عمل نیک کا انتظار رہتا تھا اور دیگر اہل حقوق کا منتظر ہونا تو ظاہر ہے پس تم ان سبکو منتظر رکھنے کی جزا مین اس انتظار مین مبتلا ہوگے اب سنو کہ تمکو یہ معلوم ہوچکا ہے کہ تمہارا غصہ دوزخ کا بیج ہے پس تمکو اس دوزخ کو ٹھنڈا کرنا چاہئے کیونکہ یہ مصائب کا جال ہے اگر بے احتیاطی کروگے تو ضرور مصائب مین پھنسوگے اور یہ آگ اُسی وقت بجھ سکتی ہے جبکہ نور دین حاصل ہو کیونکہ نور دین ہی مین آتش دوزخ کے بجھانیکی خاصیت ہے چنانچہ حدیث مین آیا ہے جب تو پل صراط سے گذرے گا اُس وقت دوزخ کہے گی جز یا مومن فان نورک اطفا ناری واللہ اعلم بالصحۃ

اور ہم خدا کا شکر کرتے ہین کہ ہمکو یہ نور حاصل ہے پس تمکو نور دین حاصل کرنا چاہئے یہ بھی یاد رکھو کہ اگر نور دین حاصل نہو اور کسی اور طرح سے تم حلم حاصل کرلو تو یہ سمجھنا کہ آگ بجھی نہین ہے بلکہ راکھ مین چھپی ہوئی ہے جہان راکھ ہٹی وہ چمکی یہ تکلیف اور تستر ہے نہ کہ بجھنا۔ کیونکہ نور دین کے علاوہ کوئی چیز اس آگ کو بجھانیوالی ہے ہی نہین پس جب تک تم اپنے دل مین نور دین نہ دیکھ لو اُسوقت تک بیخوف نہونا کیونکہ یہ چھپی ہوئی آگ ایک روز ضرور ظاہر ہوگی پس نور دین کو اس آگ کا پانی سمجھو۔ اور اسے لپٹو اور جب تمہارے پاس پانی ہو اُسوقت تمکو آگ سے ڈرنے کی ضرورت نہین۔ کیونکہ پانی آگ کو فنا کردیتا ہے۔ اور وجہ یہ ہے کہ آگ پانی کی اولاد کو فنا کرتی ہے یعنی اُن مرکبات کو جلاتی پھونکتی ہے جن مین پانی کو دخل ہے مثلاً نباتات اثمار وغیرہ۔ اب تمکو یہ فکر ہوگی کہ وہ پانی کیونکر ملے جس سے یہ آگ فنا ہو تو اُسکی تدبیر یہ ہے کہ تم اُس بحر کی مرغابیوں (اہل اللہ) کے پاس چند روز رہو وہ تمکو اس آب حیات مین غوطہ دینگے اور اسکے بعد پھر اُس آگ سے تمکو کچھ بھی خطرہ نہ ہوگا۔ یاد رکھو کہ بعض مرغ خاکی اور مرغ آبی صورت مین یکسان نظر

آتے ہین مگر حقیقت کے لحاظ سے اُن مین تباین ہوتا ہے اور ان کی مثال ایسی ہوتی ہے جیسے پانی اور تیل کہ دونون سائل ہین مگر ایک آتش کش ہے اور ایک آگ کو زندہ کرنیوالا اور ہر ایک اپنی اصل پر چل رہا ہے پس تمکو بہت احتیاط کرنی چاہئے اور دہوکے بازون سے بچنا چاہئے اسلئے کہ دونوں صورت مین بہت ملتے جلتے ہین جس سے غلطی کا قوی احتمال ہے اور اُن مین وہی نسبت ہو کہ وسوسہ اور الہام مین کہ دونون امر عقلی وغیر محسوس ہین مگر پھر بھی باہم فرق ہے وسوسہ اور الہام دونون بازار باطن کے دلال ہین اور ہر ایک اُس مین سے کچھہ کچھہ لیتا ہے پس اگر تم صراف دل ہو تو تم اپنے خیال کو خود ہی پہچان لو کہ یہ وسوسہ ہے یا الہام اور جسطرح بردہ فروش اچھے بُرے مال مین تمیز کرتا ہے اسیطرح تم ان دونون فکرون مین تمیز کر لو اور اگر تم خود ان دونون کو نہین پہچان سکتے تو کہہ دو لا خلابہ اور اس خیال پر عمل کرنے مین جلدی مت کرو اور کسی صف نما کو دکھلا لو جب وہ ایک شق متعین کر دے اُسوقت اُسپر عمل کرو اور بلا دکھلائے نکرو تاکہ تمہاری جان تردد مین پھنسے اور تمہیں اور تمہاری غذا پر نقصان واقع نہ ہو۔

شرح شبیری

الحذر ای مرگ بینان دارعوا   العجل ای حشر بینان سارعوا

یعنی اے موت دیکھنے والو بچو اور اے حشر دیکھنے والو جلدی کرو مطلب یہ کہ اے وہ لوگو جو کہ موت سے ڈرتے ہو الگ ہو جاؤ اور موت سے بچ جاؤ۔ اور جو لوگ کہ موت کی اور حشر کی حالت اُنکے پیش نظر ہے اور وہ موت سے نہیں ڈرتے وہ آگے بڑہین اور جلدی کرین اور فرماتے ہین کہ ۔

العلا ای لطف بینان افرحوا   البلا اے قہر بینان اترحوا

یعنی اعلان ہے اے لطف کے دیکھنے والو خوش ہو اور بلا ہے اے قہر کے دیکھنے والو ہلاک ہو جاؤ یعنی اے وہ لوگو جو کہ موت کو لطف جانتے ہو وہ تو اُس سے خوش رہو اور جو کہ اسکو قہر سمجھتے رہو وہ اس سے ڈرو اور ہلاک ہو۔

ہر کہ یوسف دید جان کردش فدا   ہر کہ گرگش دید برگشت از ہدا۔

یعنی جسنے کہ (موت کو) یوسف دیکھا تو اُسپر جان فدا کر دی اور جسنے اُسکو گرگ دیکھا وہ ہدایت سے برگشتہ ہو گیا۔

مرگ ہر یک ای پسر ہم رنگ اوست پیش دشمن دشمن و بر دوست دوست

یعنی اے لڑکے ہر ایک کی موت اُسکے ہم رنگ ہے دشمن کے آگے دشمن ہے اور دوست پر دوست ہے یعنی جیسے اُسکے حالات ہوتے ہین اُسیکے موافق اُس کی موت بھی ہوتی ہے آگے مثال ہے کہ

پیش ترک آئینہ را خوش رنگی است پیش زنگی آئینہ ہم زنگی ست

یعنی ترک کے آگے آئینہ خوش رنگ ہے اور زنگی کے سامنے آئینہ بھی زنگی ہے یعنی دیکھو آئینہ ایک ہی شئے ہے مگر جو ترک اُس مین دیکھے تو وہ خوش رنگ معلوم ہوتا ہے اور اگر کوئی زنگی اُس مین دیکھے تو وہ آئینہ بھی سیاہ ہوجاتا ہے تو اُس آئینہ مین تو کوئی خرابی نہین ہے بلکہ اُس رائی ہی مین خرابی ہے تو اسی طرح موت فی نفسہ تو ایک عمدہ اور خوش صورت ہے مگر خود انسان ہی مین خرابی ہوتی ہے تو یہ ناگوار معلوم ہوتی ہے اور اگر وہ اچھا ہوتا ہے تو یہ بھی اچھی معلوم ہوتی ہے آگے فرماتے ہین کہ۔

آنکہ می ترسی ز مرگ اندر فرار ترست از خویشتست ای جان ہوشدار

یعنی وہ کہ تو بھاگنے مین موت سے ڈرتا ہے تو یہ تیرا خوف اپنے ہی سے ہے اے جان ہوش رکھ مطلب یہ کہ تو جو موت کی ڈراونی صورت سے ڈر رہا ہے یہ موت سے خوف نہین بلکہ یہ خوف اپنی ہی ذات سے ہے اسلئے کہ یہ زشتی اور یہ خرابی جو موت مین پیدا ہوئی ہے یہ تمہارے ہی حالات ہین تو گویا کہ اپنی ہی سے ڈر رہے ہو۔

زشت روی تست نی رخسار مرگ جان تو ہمچون درخت و مرگ برگ

یعنی زشت تو تیرا منہ ہے نہ کہ رخسار موت کا اور تیری جان مثل درخت کے ہے اور موت پتے ہین۔ (تو جیسا درخت ہوگا ویسے ہی پتے ہونگے۔ علی ہذا جیسی تمہاری حالت ہوگی ویسی ہی تمہاری موت ہوگی)

از تو رستست ار نکویست ار بدست ناخوش و خوش ہر ضمیرت از خودست

یعنی اگر نیکی ہے اور اگر بدی ہے (سب) تجھ سے ہی پیدا ہوئی ہین اور اچھا اور بُرا تیرے دل پر تیری ہی طرف سے ہے۔

گر بخارے خستۂ خود کشتۂ در حریر و قز دری خود رشتۂ

یعنی اگر کسی کانٹے سے تو زخمی ہوا ہے تو نے خود بویا ہے اور اگر حریر و قز مین ہے تو تو نے خود ہی کاتا ہی مطلب یہ کہ جو حالت ہے وہ تمہاری حالت کا عکس اور اثر ہے اب یہان کسیکو شبہ ہوا کہ اگر ہمکو

دوزخ مین جلایا جاویگا (نعوذ باللہ منہ) تو ہمنے تو دنیا مین کسیکو آگ مین نہ جلایا تھا پھر یہ اُسکے ہمرنگ کہان ہوا
اس کا جواب فرماتے ہین کہ۔

لیک نبود فعل ہمرنگ جزا ۔ ہیچ خدمت نیست ہمرنگ عطا

یعنی لیکن کوئی فعل ہمرنگ جزا کے نہین ہوتا اور کوئی خدمت ہمرنگ عطا کے نہین ہے مطلب یہ کہ اعمال پر جو جزا ملتی ہے وہ اُنکے ہمرنگ نہین ہوتی۔ کہ جیسا عمل ہو بعینہٖ ویسی ہی جزا بھی ہو بلکہ اُس کا اثر ہوتا ہے بعینہٖ ویسی ہی پہنچتی آگے اُس کی مثال فرماتے ہین کہ۔

مزد مزدوران نمی ماند بکار ۔ کان عرض وین جوہرست پائدار

یعنی مزدورون کی مزدوری کام کے مشابہ نہین کیونکہ وہ (کام) تو عرض ہے اور یہ (مزدوری) جوہر اور پائدار ہے (پھر دونون یکسان کہان ہوئے دونون الگ الگ ہین)

آن ہمہ سختی و زورست و عرق ۔ وین ہمہ سیم ست و زرست و طبق

یعنی وہ (کام) تو بالکل سختی اور زور ہے اور پسینہ ہے اور یہ (مزدوری) بالکل چاندی ہے اور سونا ہے اور طبق ہے (تو دیکھو عمل کے ہمرنگ جزا نہین ہے) آگے فرماتے ہین کہ

گر ترا آید ز جائے تہمتے ۔ کرد مظلومت دعا در محنتے

یعنی اگر تجھے کسی جگہ سے کوئی تہمت لگے تو تیرے مظلوم نے مصیبت مین دعا کی ہے۔

تو ہمی گوئی کہ من آزادہ ام ۔ بر کسے من تہمتے ننہادہ ام

یعنی تو کہتا ہے کہ مین تو آزاد ہون مین نے کسی پر تہمت نہین لگائی ہے

تو گناہے کردۂ شکل دگر ۔ دانہ کشتی دانہ کے ماند بہ بر

یعنی تو نے ایک گناہ دوسری شکل کا کیا ہے تو نے دانہ بویا تو دانہ پہل کے کب مشابہ ہوتا ہے مطلب یہ کہ مثلاً تمکو کسی نے تہمت لگائی تو تم اس فکر مین پڑ سکتے ہین نے تو کسیکو تہمت لگائی نہین ہے جسکے بدلہ مین مجھے تہمت لگی مولانا فرماتے ہین کہ یہ ضرور نہین ہے کہ تم کسیکو تہمت ہی لگایا کرو بلکہ تمنے کوئی اور گناہ کیا ہے اُس کا یہ بدلا ہے۔

او زنا کرد و جزا صد چوب بود ۔ گوید او من کے زدم کس را بعود

یعنی اُسنے زنا کیا اور جزا سو لکڑیان تھین تو وہ کہتا ہے کہ مین نے کسیکو کب لکڑی سے مارا ہے

نے جزائے آن زنا بود این بلا　　چوب کے ماند زنا را در جزا

یعنی کیا اُس زنا کی جزا یہ بلا نہ تھی تو لکڑی جزا ہونے مین زنا کے کب مشابہ ہے - تو مطلب یہ ہے کہ جزا افعال کے مشابہ اور مماثل نہین ہوتی مگر اُن دونون مین تناسب ہوتا ہے کہ اُس تناسب کی بدولت وہ جزا جزا ہوئی آگے اُسکی نظائر بیان فرماتے ہین کہ -

مار کے ماند عصا را اے کلیم　　درد کے ماند دوا را ای حکیم

یعنی سانپ لکڑی کے کب مشابہ ہے اے کلیم اور درد دوا کے کب مشابہ ہے ای حکیم یعنی دیکھو عصا اور مار مین کوئی تماثل نہین مگر مناسبت ہے دوا اور مرض مین کوئی تشابہ نہین مگر مماثلت ہے -

تو بجائے آن عصا آب منی　　چون بیفگندی شد آن شخص سنی

یعنی تو نے بجائے اُس عصا کے آب منی کو جب ڈال دیا تو وہ ایک شخص مضبوط ہو گیا -

یار شد یا مار شد آن آب تو　　زآن عصا چونست این اعجاب تو

یعنی وہ تیرا آب منی یار ہو گیا یا مار ہو گیا تو اُس عصا سے یہ تیرا اعجاب کیا ہے مطلب یہ کہ اُس آب منی کا یہ اثر اور بدلہ ہے مگر اُس مین اور اس مین کیا مشابہت ہے خود فرماتے ہین کہ -

ہیچ ماند آب آن فرزند را　　ہیچ ماند نے شکر مر قند را

یعنی کیا لڑکا اُس پانی کے کچھ مشابہ ہے اور کیا نیشکر قند کے مشابہ ہے (تو دیکھو جزائین اپنے اصل اعمال کے مشابہ نہین ہین) آگے ایک اور مثال ہے کہ -

چون سجودے یا رکوعے مرد کشت　　شد دران عالم سجود او بہشت

یعنی جب کوئی سجدہ یا رکوع کسی نے بویا تو اُس عالم مین اُس کا سجود بہشت ہو گیا ،

چونکہ پرید از دہانش حمد حق　　مرغ جنت ساختش رب الفلق

یعنی جبکہ اُسکے منہ سے حمد حق نکلی تو اُسکو رب الفلق نے مرغ جنت بنا دیا -

حمد و تسبیحش نماند مرغ را　　گرچہ نطفہ مرغ باد ست و ہوا

یعنی اُسکی حمد و تسبیح مرغ کے مشابہ نہین ہین اگرچہ نطفہ مرغ کا باد ہے اور ہوا بعض جانورون کو سُنا ہے کہ کسی نے جفتی کرتے نہین دیکھا بلکہ وہ صرف منہ سے منہ ملاتے ہین اُسی سے نطفہ قرار پاتا ہے - تو اسیطرح فرماتے ہین کہ اگرچہ اُس کا نطفہ باد و ہوا ہے مگر پھر بھی تسبیح و تحمید اُس

مرغ جنت کے مشابہ نہین ہے

چون ز دستت رست ایثار و زکوٰۃ　　　کشت این دست آن طرف نخل و نبات

یعنی جبکہ تمہارے ہاتھ سے ایثار و زکوٰۃ اُگا تو اُس ہاتھ نے اُس طرف نخل و نباتات بو دئے

آب صبرت آب جوئے خلد شد　　　جوئے شیر خلد مہر تست و ود

یعنی تمہارا آب صبر جنت کی ندی کا پانی ہو گیا اور خلد کی جوئی شیر تمہاری محبت اور الفت ہے (تو دیکھو تماثل تو نہین مگر مناسبت سب مین ہے)

ذوق طاعت گشت جوئی انگبین　　　مستی و شوق تو جوئے خمر بین

یعنی ذوق طاعت تو جوئے انگبین ہو گئی اور تم اپنی مستی اور شوق جوئے خمر دیکھو۔ مطلب یہ کہ دیکھو چونکہ انگبین مین اور ذوق طاعت مین ایک مناسبت تھی اور مستی اور جوشش مین اور شراب مین مناسبت تھی تو جنت ہر شے کی جزا اور اُسکے مناسب ہوئی کہ جوئے خمر تو مستی اور جوشش کے بدلے مین ملی اور جوئے انگبین ذوق طاعت کے جزا مین ملی اور صبر کے بدلے مین جوئے آب اور محبت اور الفت حق کے بدلے مین جوئے شیر ملی غرضکہ ہر شے کی جزا مین اُسکے ساتھ ایک مناسبت ضرور ہے لیکن تماثل نہین ہے اسیکو فرماتے ہین کہ

این سببہا آن اثرہا را نماند　　　کس نداند چونش جائے آن نشاند

یعنی یہ اسباب اُن اثرات کے مشابہ نہین ہین اور کوئی نہین جانتا کہ اُس (اثر) کو اُس (سبب) کی جگہ کس طرح بٹھا دیا۔ مطلب یہ کہ ان اسباب و اثرات مین چونکہ تماثل اور تشابہ نہین تھا اسلئے کوئی نہین سمجھ سکتا کہ اُس سبب کا یہ اثر کس طرح ہو گیا۔ لیکن جب دیکھا جاتا ہے تو مناسبت ضرور نکلتی ہے آگے فرماتے ہین کہ

این سببہا چون بفرمان تو بود　　　چار جو ہم مر ترا فرمان نمود

یعنی یہ اسباب جب تیرے اختیار مین تھے تو چارون ندیون نے بھی تیری فرمانبرداری کی۔ مطلب یہ کہ اسباب دنیاوی مثل صبر و مہر وغیرہ کے جب تمہارے اختیار مین تھے اور تم اُنکو اپنے اختیار سے بجالاتے تھے تو جو ندیان کہ ان اسباب کے اثرات تھین وہ بھی جنت مین تمہارے اختیار اور تمہارے کہنے مین ہونگی کہ جہان چاہو اُنکو لیجاؤ۔

ہر طرف خواہی روانش می کنی   آن صفت چون بد چنانش میکنی

یعنی تم جس طرف چاہو اُنکو روانہ کر لیتے ہو جسطرح کہ وہ صفت تھی اُسی طرح اسکو کر لیتے ہو مطلب یہ کہ جسطرح وہ سبب اور صفت تمہارے کہنے مین تھی اور تمکو اُنپر اختیار تھا پس اسیطرح وہ اثرات بھی تمہارے اختیار مین ہونگے کہ جہان چاہو اُنکو لیجا سکوگے آگے اُسکی ایک مثال دیتے ہین کہ

چون منی تو کہ در فرمانِ تست   نسل آن در امر تو آید چست

یعنی جیسے کہ تیری منی کہ تیرے حکم مین ہے تو اس کی نسل تیرے کہنے مین چست و چالاک ہوتی ہے

می دود بر امر تو فرزند تو   کہ منم جزو تو کہ کردیش گرو

یعنی تیرے حکم پر تیرا لڑکا دوڑتا ہے اور (بزبان حال کہتا ہے) کہ مین تیرا جزو ہون جسکو کہ تونے گرو کیا تھا مطلب یہ کہ دیکھو تمہاری منی تمہارے کہنے مین ہوتی ہے کہ اُسکو جسوقت چاہو جہان چاہو ڈال دو تو اُس منی سے آگے جو اولاد تمہاری پیدا ہوتی ہے وہ بھی تمہارے کہنے مین ہوتی ہے کہ تمنے پکارا بیٹا وہ دوڑا ہوا آتا ہے کہ جی ابا تو اُس کا اسطرح تمہارے تابع ہونا اسی لئے ہے کہ جس شے کا کہ وہ اثر اور نتیجہ ہے وہ شے تمہاری حکم اور کہنے مین تھی تو بس چونکہ یہ افعال سب تمہارے اختیار مین تھے اسلئے اُنکی جزائین بھی تمہارے اختیار مین ہوئین۔

آن صفت در امر تو بود این جہان   ہم در امرِ تست آن جو ہا رواں

یعنی وہ صفت اس جہان مین تمہارے کہنے مین تھی تو وہ ندیان بھی تمہارے حکم کے موافق روانہ ہوئین۔

آن درختان مر ترا فرمان برند   کان درختان از صفاتت با برند

یعنی وہ درخت (جنت بھی) تیری فرمانبرداری کرتے ہین کیونکہ وہ درخت تیرے اعمال کی وجہ سے باثمر ہین۔

چون بامرِ تست اینجا این صفات   پس در امرِ تست آنجا آن جزات

یعنی جب تیرے حکم مین اس جگہ یہ صفات ہین تو اُس جگہ وہ تیری جزائین (بھی) تیرے حکم مین ہین مطلب یہ کہ یہ اعمال حسنہ جب تیرے اختیار مین تھے اور تو انکو باختیار خود بجا لاتا تھا تو جنت کی وہ جزائین اور انکے بدلے بھی تیرے کہنے مین اور تیرے حکم کے موافق ہوئے۔

چون ز دستت زخم بر مظلوم رست　　آن درختے گشت ازان زقوم رست

یعنی جب تیرے ہاتھ سے زخم مظلوم پر ہوا تو وہ ایک درخت ہو گیا اور اس سے زقوم اگا۔

چون ز خشم آتش تو در دلہا زدی　　مایۂ نار جہنم آمدی

یعنی جبکہ تو نے غصے کی آگ دلون مین لگائی تو تو نار جہنم کا پونجی ہوا۔

آتشت اینجا چو آدم سوز بود　　انچہ از وے زاد مرد افروز بود

یعنی تیری آگ جو اس جگہ آدمی کی جلانے والی تھی تو جو کچھہ اُس سے پیدا ہوا وہ انسان کا جلانیوالا ہوا

آتش تو قصد مردم می کند　　نار کز وے زاد بر مردم زند

یعنی تیری آگ آدمی کا قصد کرتی ہے اور جو آگ اُس سے پیدا ہوئی وہ آدمی پر لگتی ہے۔

آن سخنہائے چو مار و کزدمت　　مار و کزدم گشت می گیرد دمت

یعنی وہ تیری سانپ بچھو جیسی باتین سانپ بچھو ہو گئین اور تیرا دم پکڑنے لگین۔ مطلب یہ کہ نیک کامون کی جزا تو ویسی ہی ملی کہ جو سب تمہارے بہشت مین ہوئی اور سب اشیا عمدہ اور آرام دہ تھین اور جو اعمال تمنے برے کئے اُن کی جزا بھی ویسی ہی ملی جیسے کہ تمنے کسی پر ظلم کیا تو اُس سے آخرت مین ایک درخت پیدا ہوا جس کا پہل زقوم جیسی بُری چیز تھا علے ہذا تمکو غصہ آیا تو وہ چونکہ ایک آگ تھی لہذا اُس سے آتش دوزخ مین تمہارے لئے اشتعال پیدا ہو گیا۔ کہ وہ آتش غضب اور دل کو جلاتی تھی تو اب اُسکی جو جزا ہے یعنی آتش دوزخ وہ تمکو جلانے لگی۔ علی ہذا تم جو لوگون کو سخت و سست باتین کہا کرتے تھے جو کہ تکلیف رسانی مین سانپ بچھو کی طرح تھین تو ان کی جزا بھی سانپ بچھو کی طرح ہو مین جو کہ تمکو ڈسنے لگین اور تمکو اُنہون نے خوب درست کر دیا آگے بھی اسیکو بیان فرماتے ہین کہ۔

اولیا را داشتے در انتظار　　انتظار رستخیزت گشت بار

یعنی تو دوستون کو انتظار مین رکہا کرتا تھا تو وہ قیامت کا انتظار تیرے لئے بار ہو گیا۔

وعدۂ فردا و پس فردائے تو　　انتظار حشرت آمد وائے تو

یعنی تیرا کل کا اور پرسون کا وعدہ تیرے لئے انتظار حشر ہو گیا۔ افسوس ہے تجہہ پر۔

منتظر مانی دران روز دراز　　در حساب و آفتاب جان گداز

یعنی تو اس روز دراز مین حساب اور آفتاب جانگداز مین منتظر رہیگا کیونکہ،

کاسمان را منتظر می داشتی ۔۔۔ تخم فردا رہ روم می کاشتی

یعنی کہ (اہل) آسمان کو تو منتظر رکہا کرتا تھا اور فردا رہ روم کا بیج بویا کرتا تھا (آسمان سے مراد اہل آسمان ہین ظرف بولکر مظروف مراد لیا ہے) مطلب یہ کہ تو اہل حقوق سے اُنکے حقوق ادا کرنے مین دعدہ کل اور پرسون کے کیا کرتا تھا اور انکو ٹلایا کرتا تھا اور منتظر رکہا کرتا تہا اسیطرح تم قیامت کے روز آفتاب تیز اور حساب کے وقت مین منتظر کہڑے رہوگے اور اس وقت اس انتظار مین رکہنے کا بدلا تم کو ملے گا۔

خشم تو تخم سعیر و دوزخ است ۔۔۔ ہین بکش این دوزخت را کاین فخ است

یعنی تیرا غصہ دوزخ کا بیج ہے ارے تو اس دوزخ کو مار کیونکہ یہ پھونک ہے مطلب یہ کہ تیرا غصہ جزا کے اعتبار سے آتش دوزخ ہے تو تو اس آتش غضب کو بجہا کیونکہ یہ آتش غضب اُس دوزخ کیلئے پھونک ہے کہ جیسے کوئی آگ کو دھونکا کرتا ہے تو اسیطرح تمہارا یہ غصہ آتش دوزخ کو بڑہا اور زیادہ کر رہا ہے اب آگے اس آتش غضب کی بجہانے کی تدبیر بتاتے ہین کہ۔

کشتن این نار نبود جز بنور ۔۔۔ نورک اطفا نارنا نحن الشکور

یعنی اس آگ کو بجہانا بجز نور کے نہین ہوسکتا۔ (کہ دوزخ بھی کہتی ہے کہ اے مومن) تیری نور نے میری آگ کو بجہادیا۔ (تو گذر جا) ہم مشکور ہین۔ مطلب یہ کہ اس نار کے بجہانے کیلئے نور باطن کی ضرورت ہے جب تمکو نور باطن حاصل ہوجاویگا اسوقت یہ نار جاتی رہیگی اور دلیل اسکی کہ نور سے یہ نار بجہہ جاویگی یہ ہے کہ دیکہو حدیث مین ہے کہ جب مومن دوزخ کے اوپر ہوکر پلصراط پر سے گذریگا تو دوزخ پکاریگی کہ جز یا مؤمن فان نورك اطفا ناری کہ اے مومن جلدی گذر جا کہ تیرے نور نے میری نار کو بجہادیا۔ تو اب دیکھئے کہ نور باطن مومن کی وجہ سے نار دوزخ بجہنے لگی تو اسیطرح اگر تم نور باطن حاصل کرلوگے تو تمہاری نار غضب بھی بجہہ جاویگی۔ آگے فرماتے ہین کہ خدا کا شکر ہے ہمکو وہ نور باطن حاصل ہے ہم اُسکے از حد شکرگذار ہین اور اس حدیث کی سند ضعیف ہے

گر تو بے نور آوری حلمے بدست　　آتشت زندہ است و در خاکستر است

یعنی اگر تو بے نور کے حلم حاصل کریگا تو تیری آگ زندہ ہے اور راکھہ مین ہے

آن تکلف باشد و روپوش ہین　　نار را نکشد بغیر نور دین

یعنی ہان وہ تو تکلف اور روپوش ہوگا اور نار کو تو سوائے نور دین کے کوئی بجھاتا نہین مطلب یہ کہ اگر نور دین تمکو حاصل نہین ہے اور تمنے یہ تکلف حلم اپنے اندر پیدا کر بھی لیا تب بھی سمجھہ لو کہ وہ قابل اعتبار نہین ہے، کیونکہ تکلف کب تک رہیگا۔ آخر ایک دفعہ وہ تکلف ٹوٹیگا اور پھر وہ نار غضب ظاہر ہوجاویگی یہ تو ایسا ہے کہ جیسے راکھہ مین آگ دبادو کہ بظاہر تو آگ معلوم نہین ہوتی لیکن ذرا ہوا سے بھی اگر راکھہ ہٹ گئی تو فوراً آگ ظاہر ہوجاویگی بس وہ حلم تکلفی اگر ذرا بھی کوئی ٹھیس لگی تو ٹوٹ جاویگا اور پھر وہ نار ظاہر ہوجاویگی۔ لہذا معلوم ہوگیا کہ بجز نور دین کے اور کوئی شے اس آگ کی فرو کرنیوالی نہین ہے اسی لئے آگے فرماتے ہین کہ۔

تا نہ بینی نور دین ایمن مباش　　کآتش پنہان شود یک روز فاش

یعنی جب تک تم نور دین نہ دیکھ لو بیخوف مت ہو کیونکہ (وہ) پوشیدہ آگ ایک دن ظاہر ہوگی مطلب یہ کہ جب تک نور دین حاصل نہو اُسوقت تک اُس نار غضب سے بیخوف مت ہو کیونکہ جو حلم کہ بہ تکلف حاصل کیا گیا ہے یہ ایک دن زائل ہوگا اور آتش غضب پھر ظاہر ہوگی لہذا نور دین ہی حاصل کرو۔

نور آبے دان و ہم بر آب چفس　　چونکہ داری آب از آتش مترس

یعنی نور تو ایک پانی جانو اور پانی ہی پر چپک جاؤ۔ اور جبکہ تم پانی رکھتے ہو تو آگ سے مت ڈرو مطلب یہ کہ نور ایمانی کو پانی سمجھو جیسے کہ پانی آگ کو بجھادیتا ہے اسیطرح یہ نور ایمانی آتش غضب کو بجھادیتا ہے تو اگر تمہارے پاس نور ایمانی ہے تو پھر تم کسی آگ سے بھی مت ڈرو کیونکہ

آب آتش را کشد آتش بخو　　می بسوزد نسل فرزندان او

یعنی پانی تو آگ کو بجھاتا ہے اور آگ (اپنی) خصلت مین اُس پانی کے لڑکون کی نسل کو جلادیتی ہے۔ مطلب یہ کہ آگ اور پانی مین تو ضد ہے۔ پانی تو آگ کو بجھاتا ہے اور آگ اُس پانی کی لڑکون کی نسل کو جو کہ درخت ہین جلادیتی ہے اسیطرح وہ نور ایمانی اُس آتش غضب کو بجھادیتا ہے

اور جہان غضب ہوتا ہے وہ اُس نور ایمانی کے اثرات کو جن سے کہ وہ نور پیدا ہوتا ہے جلا دیتا ہے
لہٰذا تم نور ایمانی کامل حاصل کرو کہ جس سے وہ غضب کی آگ بالکلیہ فنا ہو جاوے آگے اُس نور کے
حصول اور اُس آگ کے بجھنے کی تدبیر بتاتے ہین کہ۔

سوئے آن مرغابیان رو روز چند　　　تا ترا در آب حیوانی کشند

یعنی اُن مرغابیون کی طرف چند دن کیلئے جا تاکہ تجھے آب حیوانی مین کھینچین (مرغابیون سے مراد
اولیاء اللہ ہین کیونکہ اسکے قبل نور ایمانی کو پانی سے تشبیہ دی تھی تو اولیاء اللہ کو جنکو کہ وہ نور ایمانی
حاصل ہے مرغابیوں سے تشبیہ دیتے ہین) مطلب یہ کہ چند روز اولیاء اللہ کی خدمت مین جاکر
رہو تاکہ وہ تمکو آب حیات پلا دین اور اس آگ کو بجھا دین آگے فرماتے ہین کہ۔

مرغ خاکی مرغ آبی ہم تن اند　　　لیک ضد انند وآب و روغن اند

یعنی مرغ خاکی اور مرغ آبی ایک طرح کے ہین لیکن (آپس مین) ضد ہین اور آب و روغن (کی طرح)
ہین مطلب یہ کہ اولیاء اللہ اور غیر اولیاء اللہ صورت اور ظاہر مین سب ایک طرح کے ہین لیکن دہوکہ
نہ کہا جانا کہ غیر اولیاء اللہ کے پہندے مین جاپڑ و کیونکہ ظاہر مین تو دونون ایک مین لیکن حقیقت مین
اور اصل مین دونون ضد ہین ایک دوسرے کے بالکل مخالف ہین۔

ہر یکے بر اصل خود رانندہ اند　　　احتیاطے کن بہم ماننده اند

یعنی ہر ایک اپنے قاعدہ پر چلتے ہین تو تو احتیاط کر کہ سب آپس مین متشابہ ہین۔ مطلب یہ کہ اولیاء اللہ
اور غیر اولیاء اللہ جو گمراہ ہین سب بظاہر صورت یکسان ہین اور ہر ایک کا طریق اور مشرب علحدہ ہے
لہٰذا ذرا احتیاط ہی رکہنا کہین اولیاء اللہ کے دھوکہ مین غیر اولیاء اللہ اور گمراہون کے پہندے مین نہ
پھنس جانا آگے ایک مثال دیتے ہین کہ

ہمچنان کہ وسوسہ و وحی ہست　　　ہر دو معقول اند لیکن فرق ہست

یعنی جسطرح کہ وسوسہ اور وحی کہ دونون عقلی ہین لیکن (باہم) فرق ہے (وحی سے مراد الہام)
مطلب یہ کہ دیکھو الہام اور وسوسہ دونون امور باطنیہ اور احوال قلب مین سے ہین لیکن پھر ایک
دوسرے مین زمین و آسمان کا فرق ہے کہ ایک قابل عمل ہے اور دوسرا بالکل غیر قابل عمل ہے تو اسیطرح
اولیاء اللہ و غیر اولیاء اللہ مین بھی فرق ہے لیکن بظاہر دونون یکسان معلوم ہوتے ہین جیسے کہ بظاہر دونون

اور وسوسہ بھی یکسان ہی معلوم ہوتے ہین۔

ہر دو دلالانِ بازار ضمیر رختہا را می ستانند اے امیر

یعنی دونون بازار قلب کے دلال ہین اور اے امیر اسبابون کو لے لیتے ہین۔ مطلب یہ کہ دونون دل کے بازار کے دلال اور دونون اسباب کو چھین لیتے ہین لیکن فرق اسقدر ہے ایک تو عمدہ اسباب کو چھین لیتے ہین اور دوسرے خراب کو چھین لیتے ہین لہذا احتیاط ضروری ہے۔

گر تو صراف دلی فکرت شناس فرق کن سر دو فکرت چون نخاس

یعنی اگر تو صراف دل ہے تو اپنے فکر کو پہچان اور بردہ فروش کی طرح اپنے دو فکر مین فرق کرے مطلب یہ کہ اگر تم خود کھوٹے کھرے کو پہچان سکتے ہو تو خود پہچان لو کہ آیا کونسا فکر تمہارا از قبیل الہام اور قابل عمل ہے۔ اور کونسا از قبیل وسوسہ اور غیر قابل عمل ہے۔

ور ندانی این دو فکرت از گمان لاخلابہ گوی و مشتاب و مران

یعنی اگر تم ان دونون فکرون کو تردد کی وجہ سے نہ جانو تو لاخلابہ کہدو اور نہ دوڑو اور چلاؤ مت۔

تا نماند در تفکر جان تو غبن ناید بر تو و بر خوان تو

یعنی تاکہ تیری جان تفکر مین نہ رہے اور تجھ پر اور تیرے اسباب پر غبن نہ آوے مطلب یہ کہ اگر تم خود نہین ہو ایسے کہ وسوسہ اور الہام مین فرق نہین کر سکتے ہو تو اُسوقت خود رستہ سلوک کا طے نہ کرو بلکہ لاخلابہ (یعنی دہوکہ نہین ہے) کہدو تاکہ پھر غبن وغیرہ مین تم مبتلا نہو اور نفس و شیطان تم کو دہوکہ اور غبن نہ دے سکین۔ اوپر جو کہا ہے کہ لاخلابہ کہدو آگے ناس لاخلابہ کے قصہ کو بیان فرماتے ہین۔

شرح حبیبی

آن یکے یارے پیمبر را بگفت کہ منم در بیعہا با غبن جفت

مکر ہر کس کو فروشد یا خرد ہمچو سحر ست و ز راہم می برد

گفت در بیعے کہ ترسے از غرار شرط کن سہ روز خود را اختیار

که تأنی هست از یزدان یقین   هست تعجیل از شیطان لعین

پیش سگ چون لقمهٔ نان افگنی   بو کند وان را خورد ای مقتنی

او ببینی بو کند ما با خرد   هم ببوئیمش بعقل منتقد

با تأنی گشت موجود از خدا   تا به شش روز این زمین و این چرخها

ورنه قادر بود کز کن فیکون   صد زمین و چرخ آوردے برون

آدمی را اندک آن همام   تا چهل سالش کند مرد تمام

گرچه قادر بود کاندر یک نفس   از عدم پران کند پنجاه کس

بود عیسے را دمے کز یک دعا   بے توقف برجهاندی مرده را

خالق عیسے نه بتواند که او   بے توقف مردم آرد تو بتو

این تأنی از پئے تعلیم تست   که طلب آهسته باید بے شکست

جویکے کوچک که دائم می رود   نے نجس گردد نه گنده می شود

زین تأنی زاید اقبال و سرور   این تأنی بیضهٔ دولت چون طیور

باش تا اعضائے تو چون بیضها   مرغها زاینده اندر انتهاء

بیضهٔ مار ارچه ماند در شبه   بیضهٔ گنجشک را دور است ره

دانی اے عاقل که ماند سین و شین   در نوشتن لیک اندر لفظ بین

دانهٔ آبے بدانهٔ سیب نیز   گرچه ماند فرقها دان اے عزیز

برگها هم رنگ باشد در نظر   میوه ها هر یک بود نوع دگر

بر گہے چون جسمہا مانندہ اند	لیک ہر جانے بر لیلے زندہ اند
خلق در بازار یکسان می روند	آن یکے در ذوق دیگر دردمند
ہمچنان در مرگ یکسان می رویم	نیم در خسران و نیمے خسرویم
این سخن پایان ندارد باز گو	از بلال و از ہلال و کار او

دیکھو ایک صحابی نے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا کہ حضور مین خرید و فروخت مین بہت نقصان اُٹھاتا ہون جو شخص کچھ خریدتا یا بیچتا ہے وہ کچھ ایسا جادو کرتا ہے کہ مجھے مغالطہ مین آجانا پڑتا ہے آپنے فرمایا کہ جس بیع مین تمکو دھوکہ کا اندیشہ ہو اُس مین دوسرے شخص سے یہ کہدیا کرو کہ بھائی دھوکہ نہین ہمین تین دن کا اختیار ہے اور راز اس کا یہ ہے کہ جن معاملات مین شبہ ہو اُن مین توقف کرنا اچھا ہے اور جلدی کرنا بُرا دیکھو جب تم کتے کے آگے لقمہ ڈالتے ہو تو وہ اسے سونگھتا ہے اور پھر کھاتا ہے پس وہ تو ناک سے سونگھتا ہے اور ہمکو پرکھی ہوئی اور کھری عقل سے سونگھنا چاہیئے اور دیکھو حق تعالے نے توقف کیساتھ چھ دن مین زمین اور آسمانون کو پیدا کیا ہے ورنہ وہ قادر تھا کہ ایک کن سے سو زمین و آسمان بنا دیتا علے ہذا وہ آدمی کو رفتہ رفتہ چالیس سال کی مدت مین کامل آدمی کرتا ہے اگرچہ وہ قادر ہے کہ ایک دم مین پچاس مکمل انسان عدم سے وجود مین لے آئے چنانچہ عیسی علیہ السلام کو ایک پھونک عطا ہوئی تھی یعنی وہ ایک دعا سے بے تامل مردہ کو زندہ کر دیتے تھے تو کیا خالق عیسے ایسا نہین کر سکتا کہ بے تامل بہت سے انسانون کو عدم سے وجود مین لے آئے۔ ضرور کر سکتا ہے پھر اس توقف کا کیا سبب ہے وہ یہی ہے کہ تم اس سے سبق حاصل کرو کہ طلب مین آہستگی چاہیئے مگر سلسلہ منقطع نہونا چاہیئے قید عدم انقطاع کا راز یہ ہے کہ دیکھو چھوٹی نہر آہستہ چلتی ہے اور منقطع نہین ہوتی اسلیئے نہ وہ ناپاک ہوتی ہے نہ سڑتی ہے لیکن اگر جریان رک جاوے تو نجس بھی ہو سکتی ہے اور گندہ بھی تو سمجھو کہ تانی سے خوش اقبالی اور خوشی پیدا ہوتی ہے۔ تانی گویا کہ ایک بیضہ ہے اور دولت اُس کا بچہ تم تانی کرو اور

آہستہ آہستہ کام کرتے رہو پھر دیکھنا کہ آخر مین بیضون کی طرح تم سے اعضا سے کیسے کیسے بچے پیدا ہوتے ہین لیکن اتنی بات یاد رکھو کہ گو اعضا صورت مین سب یکسان ہین مگر ان سے نتائج مختلف پیدا ہوتے ہین اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس تشابہ کیسا تھ ان مین فرق بھی ہے مثلاً سانپ کا انڈا صورت مین چڑیا کے انڈے سے ملتا ہوا ہے مگر با این ہمہ ان مین یون لعب ہے اور ہر ایک کی استعداد مین زمین و آسمان کا تفاوت ہے علے ہذا تم سمجھو کہ سین و شین مین صورت مین تشابہ ہے مگر نقطوں کا فرق بھی ہے اور دیکھو بعض مختلف درختون کے پتے ہمشکل ہوتے ہین مگر اُنکے میوے مختلف ہوتے ہین پس یون ہی اجسام بھی متشابہ ہین لیکن ان کی ارواحین مختلف پیدا وار ون کیسا تھ زندہ ہین کسی مین کچھ پیداوار ہوتی ہے کسی مین کچھ اور دیکھو لوگ بازار مین چلتے پھرتے ہین مگر باوجود تماثل صوری کے معنوی تفاوت بھی ان مین بہت کچھ ہوتا ہے مثلاً ایک خوش اور شگفتہ ہوتا ہے۔ دوسرا ملول اور رنجیدہ اسی طریقہ سے تم موتوں کا تفاوت بھی سمجھ سکتے ہو حالانکہ ہم سب ایک ہی طرح مرتے ہین مگر پھر بھی بہت فرق ہوتا ہے بعض لوگ تو خسارہ مین ہوتے ہین اور بعض بادشاہون کی طرح راحت و عیش مین خیر یہ گفتگو تو ختم نہ ہوگی اب بلال کی حالت اور ان کا واقعہ بیان کرنا چاہیے۔

شرح شبیری

خرید و فروخت مین غبن سے بچنے کا حیلہ

آن یکے یاری پیمبر را بگفت ... کہ منم در بیعہا با غبن جفت

یعنی اُس ایک صحابی نے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مین بیوع مین غبن کیسا تھ ہون مطلب یہ کہ انہون نے عرض کیا کہ مجھے خرید و فروخت مین اکثر لوگ دھوکہ دیدیتے ہین۔

مکر ہر کس کو فروشد یا خرد ... ہمچو سحر است و ز راہم می برد

یعنی ہر اُس شخص کا مکر جو کہ خریدے یا بیچے جادو کی طرح ہے کہ مجھے بے راہ کر دیتا ہے یعنی ہر شخص کا مکر مجھ پر چل جاتا ہے اور لوگ مجھے دھوکہ دیدیتے ہین۔

گفت در بیعے کہ ترسی از غرار   شرط کن سہ روز خود را اختیار

یعنی حضور مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس بیع مین تمکو دہوکہ کا خوف ہو تو تم اپنے لئے تین روز کیلئے خیار شرط کر لیا کرو۔

کہ تانی ہست از رحمان یقین   ہست تعجیلت ز شیطان لعین

یعنی کہ اطمینان یقیناً حق تعالٰی کی طرف سے ہے اور تمہاری جلدی شیطان ملعون کی طرف سے ہے مطلب یہ ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میان جب خرید و فروخت کیا کرو اور اُس مین تمہین خوف ہو کہ اس مین دہوکہ کیا جاویگا تو اُس مین خیار شرط کر لیا کرو تو پھر تین دن مین اپنے نفع نقصان کو تم خوب سوچ سمجھ سکو گے اور اطمینان سے کام ہوگا کیونکہ اطمینان سے کام کرنا تو حق تعالٰی کی طرف سے ہوتا ہے اور جلدی کرنا شیطان کا کام ہے لہذا اطمینان سے خوب سوچ سمجھکر کام کیا کرو۔ حدیث مین یہ قصہ اس طرح ہے کہ قال رجل للنبی صلی اللہ علیہ وسلم انی اخدع فی البیوع فقال اذا بایعت فقل لا خلابة ولی الخیار ثلثة ایام تو دیکھئے کہ یہان حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دھوکہ سے بچنے کیلئے فرمایا کہ لاخلابة کہدیا کرو تو اسیطرح مولانا فرماتے ہین کہ دہوکہ سے بچنے کیلئے لاخلابة کہدیا کرو۔ آگے اطمینان سے کام کرنے والون کی مثالین اور فائدے بیان کرتے ہین کہ

پیش سگ چون لقمۂ نان افگنی   بو کند آنگہ خورد اے معتنی

یعنی کتے کے آگے جب تم روٹی کا ٹکڑہ ڈالوگے تو وہ (اول) سونگھے گا اور اسوقت اسکو کہا دیگا اے خوشہ چین۔

او بہ بینی بو کند ما با خرد   ہم ببوئیمش بعقل منتقد

یعنی وہ تو ناک سے سونگھتا ہے اور ہم عقل سے تو تو اُسکے سونگھنے سے پرکھنے والی عقل تک جا مطلب یہ کہ دیکھو جب تم کتے کو ٹکڑہ ڈالتے ہو تو وہ اسکو سونگھ لیتا ہے جب کہا تا ہے کیونکہ وہ سونگھنے سے اُسکے اندر اگر زہر وغیرہ ہو تو اُسکو معلوم کر لیتا ہے لہذا ڈالتے ہی کہا نہین جاتا بلکہ اطمینان سے کہاتا ہے۔ بس اسیطرح تمکو چاہیئے کہ جسطرح وہ ناک سے سونگھتا ہے اور ہر شے کے عیب و صواب کو معلوم کر لیتا ہے اسیطرح تم ہر شے کے عیب وصواب کو عقل سے معلوم کر لو۔ اور

خوب اطمینان سے سوچ سمجھکر کام کرو جلدی مت کرو آگے فرماتے ہین کہ

با تانی گشت موجود از خدا تا بہ شش روز این زمین و چرخہا

یعنی حق تعالیٰ سے یہ زمین و آسمان چھ دن مین اطمینان سے ہی موجود ہوئے (ورنہ)

ورنہ قادر بود او از کن فکون صد زمین و چرخ آوردی برون

یعنی ورنہ حق تعالےٰ قادر تھے کہ (حکم) کن فیکون سے سیکڑون زمین و آسمان باہر آتے مطلب یہ کہ حق تعالیٰ کو با وجودیکہ اس امر پر قدرت تھی کہ ایک کن کے حکم سے ایسے ایسے سیکڑون آسمان و زمین پیدا فرما دیتے لیکن حق تعالےٰ نے آسمان و زمین کو چھ روز مین جو پیدا کیا تو بظاہر اسکی ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ بندون کو اطمینان سے کام کرنا سکھلایا جاوے۔

آدمی را اندک آن ہمام تا چہل سالش کند مرد تمام

یعنی آدمی کو وہ بادشاہ چالیس برس تک تھوڑا تھوڑا کر کے پورا آدمی کرتا ہے۔

گرچہ قادر بود کاندر یک نفس از عدم پران کند پنجاہ کس

یعنی اگرچہ حق تعالیٰ قادر تھے کہ ایک دم مین عدم سے پچاس آدمی اڑا دیتے مطلب یہ کہ دیکھو حق تعالےٰ انسان کو چالیس برس تک تھوڑا تھوڑا بناتے ہین اور اسکے بعد اُسکو انسان کامل بناتے ہین اور چالیس برس کے بعد پورا آدمی ہوتا ہے ورنہ وہ تو اسپر بھی قادر تھے کہ ایک دم مین اور ایک حکم کن مین پچاس آدمی کو پیدا فرما دین۔

بود عیسیٰ را دمے کز یک دعا بے توقف زندہ کردے مردہ را

یعنی عیسیٰ علیہ السلام کیلئے ایک پھونک تھی کہ وہ دعا کی وجہ سے بلا توقف مردہ کو زندہ کر دیا کرتے تھے

خالق عیسیٰ نہ بتواند کہ او بے توقف مردم آرد تو بتو

یعنی کیا عیسیٰ علیہ السلام کے خالق تعالیٰ شانہ بلا توقف تہ بتہ آدمی نہین کر سکتے (لیکن)

این تانی از پئے تعلیم تست کہ طلب آہستہ باید بے شکست

یعنی یہ اطمینان تمہاری تعلیم کیواسطے ہے کہ طلب آہستہ اور بے انقطاع کے چاہئے مطلب یہ کہ دیکھو عیسیٰ علیہ السلام ایک پھونک مین مردہ کو باذن حق زندہ فرما دیتے تھے تو کیا خالق عیسیٰ علیہ السلام کو اتنی بھی قدرت نہ ہوگی کہ وہ ایکدم مین کسیکو پیدا فرما دے ضرور اس سے بھی کہین زیادہ

قدرت ہے لیکن یہ اطمینان سے کام کرنا اور دیر لگانا صرف بندون کی تعلیم کیلئے ہے ورنہ حق تعالیٰ کو اس طرح کام کرنے کی کیا ضرورت ہے اُنکے تو حکم کن مین کل کام ہوتے ہین لہذا انسان کو چاہئے کہ آہستگی سے بلا انقطاع کے طلب مین لگا رہے آگے اس اطمینان سے کام کرنیکی وجہ سے پاک رہنے اور مقصود کے حاصل ہونیکی ایک مثال دیتے ہین کہ

جو یکے کوچک کہ دائم می رود　　　نے نجس گردد نہ گندہ می شود

یعنی وہ نالہ جو کہ ہمیشہ چلتا ہے نہ تو نجس ہوتا ہے اور نہ گندہ ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھو چھوٹا نالہ جو کہ آہستہ آہستہ برابر چلتا رہے وہ نجاست کے پڑ جانے سے بھی نجس اور گندہ نہین ہوتا۔ اسی طرح تم آہستہ آہستہ طلب مین لگے رہوگے اور طلب چھوڑ و گے نہین تو ہمیشہ آرام سے پاک وصاف رہوگے۔

زین تانی زاند اقبال وسرور　　　این تانی بیضہ دولت چون طیور

یعنی اس اطمینان سے اقبال اور سرور پیدا ہوتا ہے اور یہ اطمینان بیضہ ہے اور دولت پرندون کی طرح ہے مطلب یہ کہ اس اطمینان کی مثال تو انڈے جیسی ہے اور دولت واقبال پرندوں کی طرح ہین تو جسطرح انڈے سے جانور نکلتا اور پیدا ہوتا ہے اسیطرح اس اطمینان سے کام کرنیکی برکت سے دولت وسرور پیدا ہوتا ہے اب یہان کوئی اعتراض کرتا ہے کہ بھلا اطمینان کا اور دولت کا کیا جوڑ ہے تو آگے اس کا جواب دیتے ہین کہ۔

مرغ کے ماند بہ بیضہ ای عنید　　　گرچہ از بیضہ ہمی آید پدید

یعنی ارے معاند جانور بیضہ کے کب مشابہ ہوتا ہے اگرچہ بیضہ ہی سے نکلتا ہے۔ مطلب یہ کہ جسطرح مرغ اور بیضہ مین کوئی تماثل اور تشابہ نہین ہوتا لیکن مرغ نکلتا اسی بیضہ ہی سے ہے تو اسی طرح دولت پیدا تو اس تانی ہی سے ہوتی ہے اگرچہ بظاہر کوئی ان مین جوڑ نہو۔

باش تا اعضائے تو چون بیضہا　　　مرغہا زایند اندر انتہا

یعنی ٹہر تاکہ تیرے اعضاء بیضون کی طرح آخر مین بہت سے مرغ جنیں۔ مطلب یہ کہ جلدی مت کر ذرا ٹھیرا رہ کہ تیرے یہی اعضاء آخر مین بہ دولت واقبال کو جمع کر لینگے جیسے کہ آخر مین انڈون مین سے جانور نکل آتا ہے اب یہان یہ شبہ ہوتا ہے کہ بہت سے لوگ اطمینان سے

کام کرتے ہین لیکن اُنکو اقبال و سرور حاصل نہیں ہوتا۔ تو اس کا جواب دیتے ہین کہ۔

بیضۂ مار ار چہ ماند در شبہ — بیضۂ کنجشک را دور ست رہ

یعنی سانپ کا انڈا اگرچہ صورت مین چڑیا کے انڈے کے مشابہ ہے (مگر) راہ بہت دور ہے

دانی ای عاقل کہ ماند سین شین — در نوشتن لیک در نقطہ بہ بین

یعنی اے عاقل تو جانتا ہے کہ سین و شین لکھنے مین مشابہ ہوتے ہین لیکن نقطہ مین دیکھ۔

دانۂ آبی بدانۂ سیب نیز — گرچہ ماند فرق ہا دان ای عزیز

یعنی بہی کا دانہ بھی سیب کے دانہ کے اگرچہ مشابہ ہوتا ہے (لیکن) اے عزیز فرق جانو۔

برگہا ہمرنگ باشد در نظر — میوہا ہر یک بود نوع دگر

یعنی پتے دیکھنے مین ہمرنگ ہوتے ہین (لیکن) میوے ہر ایک کے دوسری قسم کے ہوتے ہین

برگہائے جسمہا مانندہ اند — لیک ہر جانے بر یعنے زندہ اند

یعنی جسمون کے پتے (بھی) مشابہ ہین لیکن ہر جان اپنی آمدنی سے زندہ ہے

خلق در بازار یکسان می روند — آن یکے در ذوق و دیگر دردمند

یعنی مخلوق بازار مین یکسان چلتی ہین وہ ایک تو مزہ مین اور دوسرے دردمند ہین۔

ہمچنان در مرگ یکسان می رویم — نیم در خسران و نیمے خسرویم

یعنی اسیطرح موت مین ہم سب ایک طرح چلتے ہین (لیکن) آدھے خسران مین ہین اور آدھے خوش ہین۔ مطلب یہ کہ بات یہ ہے کہ تمام چیزون مین ایسا تفاوت ہے کہ جسکی وجہ سے ہر شخص کیلئے باوجود مشابہت کے اثرات مختلف پیدا ہوتے ہین اسکی مثال ایسی ہے کہ جیسے سانپ اور چڑیا کے انڈے تو مشابہ ہوتے ہین لیکن بچے مختلف نکلتے ہین۔ علی ہذا بہی اور سیب کے دانے صورت مین مشابہ ہوتے ہین لیکن ایک سے بہی پیدا ہوتی ہے اور دوسرے سے سیب پیدا ہوتا ہے غرضکہ ہر شخص کیلئے اثرات یکسان ظاہر ہونا ضروری نہین ہے اسیطرح اور سب مثالون کو منطبق کر لیا جاوے کہ دیکھو سارے آدمی ایک ہی طرح مرتے ہین کہ روح کے نکلنے سے سب مرجاتے ہین لیکن کوئی وہان جاکر خوش رہتا ہے اور کوئی خاسر و نامراد رہتا ہے۔

این سخن پایان ندارد باز گو — از بلال و از ہلال و کار او

یعنی یہ بات تو انتہا نہیں رکھتی تو پھر بلال اور ہلال اور اُسکے کام سے بیان کرو مطلب یہ کہ اس امر کا بیان کہ کون موت کے بعد خوش رہتا ہے اور کون خاسر رہتا ہے تو یہ بیان تو بہت طویل ہے لہذا تم اس بیان کو چھوڑ کر حضرت بلال رضؓ کی وفات کا قصہ بیان کرو کہ جس سے اُن کا خوشی سے جان دینا معلوم ہو - اب آگے قصہ سنو -

شرح حبیبی

چون بلال از ضعف شد ہمچون ہلال — رنگ مرگ افتاد بر روئے بلال

جفت او دیدش بگفتا واحرب — پس بلالش گفت نے نے واطرب

تاکنون اندر حرب بودم ز زیست — تو چہ دانی مرگ چہ عیش ست چیست

این ہمی گفت و رخش در عین گفت — نرگس و گل برگ و لالہ می شگفت

تاب رو و چشم پر انوار او — می گواہی داد بر گفتار او

ہر سیہ دل خود سیہ دیدے ورا — مردم دیدہ سیہ آمد چرا

مردم نادیدہ آمد روسیاہ — مردم دیدہ بود مرآت ماہ

خود کہ بیند مردم دیدہ ترا — در جہان جز مردم دیدہ فزا

چون بغیر مردم دیدہ اش ندید — پس بغیر او کہ در رنگش رسید

پس جز او جملہ مقلد آمدند — در صفات مردم دیدہ بلند

گفت جفتش الفراق اے خوش خصال — گفت نے نے الوصال ست این وصال

گفت جفت امشب غریبی می روی — از تبار و خویش غائب می شوی

گفت نی نی بلکه امشب جان من
می رسد خود از غریبی در وطن

گفت ای جان و دلم وا حسرتا
گفت نی نی جان من وا دولتا

گفت رویت را کجا بینیم ما
گفت اندر حلقهٔ خاص خدا

حلقهٔ خاصش بتو پیوسته است
گر نظر بالا کنی نی سوی پست

اندران حلقه ز رب العالمین
نور می تابد چو در حلقه نگین

گفت ویران گشت اینخانه دریغ
گفت اندر مه نگر منگر به میغ

کرد ویران تا کند معمور تر
قوم انبه بود خانه مختصر

من چو آدم بودم اول حبس کرب
پر شد اکنون نسل جانم شرق و غرب

من گدا بودم درین خانه چو چاه
شاه گشتم قصر باید بهر شاه

قصرها خود مر شهانرا مانس ست
مرده را خانه و مکان گوری بس ست

انبیا را تنگ آمد این جهان
چون شهان رفتند اندر لامکان

مردگان را این جهان بنمود فر
ظاهرش زفت و بمعنی تنگ تر

گر نبودی تنگ این افغان چیست
چون دو تا شد هر که در وی بیشتر زیست

در زمان خواب چون آزاد شد
زان مکان بنگر که جان چون شاد شد

روح از ظلم طبیعت باز رست
مرد زندانی ز فکر حبس جست

این زمین و آسمان بس فراخ
سخت تنگ آمد بهنگام مناخ

چشم بند آمد فراخ و سخت تنگ
خندهٔ او گریه فخرش جمله ننگ

همچو گرمابه که تفسیده بود ... اندر آئی جانت بخسیده بود
گرچه گرمابه عریض است و طویل ... زان تپش تنگ آیدت جان و کلیل
تا برون نائی نه بکشاید دلت ... پس چه سود آمد فراخی منزلت
یا که کفش تنگ پوشی ای غوی ... در بیابان فراخی می روی
آن فراخی بیابان تنگ گشت ... بر تو زندان آمد آن صحرا و دشت
هر که دید او مر ترا از دور گفت ... کو دران صحرا چو لاله بر شگفت
او نمیداند که تو چون ظالمان ... از برون در گلشنی جان در فغان
خواب تو آن کفش بیرون کردنست ... که زمانی جانت آزاد از تن است
اولیا را خواب ملک است ای فلان ... همچو آن اصحاب کهف اندر زمان
خواب می بینند و آنجا خواب نی ... در عدم در می روند و باب نی
خانهٔ تنگ و درون جان چنگلوک ... کرد ویران تا کند قصر ملوک
چنگلوکم چون جنین اندر رحم ... نه مهه گشتم شد این نقلان مهم
گر نباشد درد زه بر مادرم ... من درین زندان میان آذرم
مادر طبعم ز درد مرگ خویش ... میکند زه تا رهد بره ز میش
تا چرد آن بره در صحرای سبز ... هین رحم بکشا که گشت این بره گبز
درد زه گر رنج آبستان بود ... بر جنین اشکستن زندان بود
حامله گریان ز زه کاین المناص ... وان جنین خندان که پیش آمد خلاص

ہرچہ زیر چرخ ہستند امہات	از جماد و از بہیمہ وز نبات
ہر یکے از درد غیرے غافل اند	جز کسے کہ نیست وے غافل اند
انچہ کو سے داند از خانہ کسان	ہمہ از خانہ خودش کے داند آن
انچہ صاحبدل بداند حال تو	تو زحال خود ندانے اے عمو
انچہ بیند در جبینت اہل دل	کے بہ بینی در خود ائی از خود خجل

جبکہ بلال رضی اللہ عنہ ضعف سے مانند ہلال ہو گئے تو آپکے چہرہ پر موت کی زردی چھا گئی اور آثار وفات نمایان ہو گئے اُنکی بیوی نے جب یہ حالت دیکھی تو کہا ارے ہم تو لُٹ گئے اسپر حضرت بلال نے فرمایا کہ نہین نہین یہ بڑی خوشی کا وقت ہے اتبک تو مین اس زندگی کے ہاتھ سے مصیبت مین تھا مگر اب عیش کا زمانہ آیا ہے تم اسسے گھبراتی ہو۔ تمہین کیا معلوم کہ موت مین کیسی راحت ہے اور موت کیا چیز ہے وہ یہ کہہ رہے تھے اور اسوقت ان کا چہرہ نرگس اور گل برگ اور لالہ کی طرح شگفتہ ہو رہا تھا اُنکے چہرہ اور پُر انوار آنکھون کی رونق اُنکے اس بیان کی شہادت دے رہے تھے اب مولانا فرماتے ہین کہ سنگدل لوگ انکو صرف سیاہ رنگ حبشی دیکھتے تھے اسلئے اُنکو خاطر مین نہ لاتے تھے مگر ہم ان احمقون سے پوچھتے ہین کہ اگر سیاہ ہونا ہی دلیل حقارت ہے تو آنکھ کی پُتلی سی شریف اور عزیز چیز کیون سیاہ ہے پس معلوم ہوا کہ رنگ ظاہری کوئی چیز نہین بلکہ مدار شرف و عزت کمال ہے پس بلال کیون محقر سمجھا جاتا ہے جب معلوم ہوا کہ مدار تعظیم و تحقیر ذلت و عزت کمال پر ہے نہ کہ رنگ پر تو جو لوگ کور باطن ہین وہ گو گورے رنگ کے ہون مگر حقیقت مین سیاہ ہین اور صاحب بصیرت گو سیاہ رنگ ہون مگر حقیقت مین وہ حق سبحانہ کا آئینہ ہین اب حضرت بلال کو خطاب فرماکر کہتے ہین کہ اے صاحب بصیرت یا اے آنکھ کی پُتلی بلال تمہین بجز اہل کمال کے جو دوسرون کی بصیرت بڑہانیوالے یا خود کامل بصیرت رکھنے والے ہین دوسرا کون دیکھ سکتا ہے اور اُسکو آپکی حقیقت کیا معلوم ہو سکتی ہے۔ اب خطاب سے غیبت کی طرف التفات فرماکر کہتے ہین کہ جب اُنکو بجز ارباب بصیرت کے کوئی نہین دیکھ سکتا تو اُنکی رنگت کی تہ کو بھی دوسرا نہین پہونچ سکتا۔ اور اُسکی قدر نہین کر سکتا۔ دیکھنے والے تو

ارباب بصیرت ہی ہین لیکن اگر اُنکے علاوہ کوئی اور کسی عالی نظر شخص کے صفات کا معترف اور اُسکے کمالات کا معتقد ہو تو غلط ہوگا - نہ کہ محقق اس استطرادی مضمون کو ختم فرماکر پھر قصہ کی طرف عود فرماتے ہین اور کہتے ہین کہ اُنکی بیوی نے کہا کہ اب کوئی دم مین جدائی ہونیوالی ہے اُنہون نے جواب دیا کہ نہین یہ اصلی جدائی نہین بلکہ یہ جدائی حق سبحانہ کیساتھ وصال ہے اُنکی بیوی نے کہا کہ آج کی رات آپ گھر سے بے گھر ہونگے اور اپنے کنبہ اور اپنے عزیزون سے غائب ہو جنگے اُنہون نے جواب دیا کہ نہین نہین بلکہ آجکی رات تک میری روح گھر سے بے گھر تھی اب وہ اپنے اصلی وطن مین پہونچ گئی اُن کی بیوی نے کہا کہ اے میری پیارے سخت افسوس ہے کہ آپ انتقال فرمانے کو ہین اُنہون نے جواب دیا کہ نہین نہین افسوس کی کوئی بات نہین یہ تو بڑی دولت ہے اُنکی بیوی نے کہا کہ ہم اب آپکا چہرہ کہان دیکھین گے اُنہون نے فرمایا کہ خدا کے حلقۂ خاص اور اُسکی آغوش رحمت مین اگر تم یہ کہو کہ وہان تک ہماری رسائی کیونکر ہوسکتی ہے تو یاد رکہو کہ اگر تم عالی نظری اختیار کرو اور پست ہمت نہ بنو دنیا پر لات مارو تو وہ حلقہ تمسے بہت ہی قریب ہے اور تم بہت جلد وہان تک پہونچ سکتے ہو اُس حلقہ رحمت مین حق سبحانہ کا نور یون چمکتا ہے جیسے انگوٹھی کی حلقہ مین اُس کا نگینہ - پس وہ نور میرے دیکھنے کا ذریعہ بنجائیگا - اور یہ بھی ممکن ہے کہ حلقہ خاص خدا سے مراد گروہِ اہل اللہ ہو - اسوقت گروہ اہل اللہ مین حضرت بلال کو دیکھنے کی یہ توجیہ ہوسکتی ہے کہ تمام اہل اللہ چونکہ صفات مین متشابہ ہوتے ہین اسلئے انکا دیکھنا گویا کہ حضرت بلال ہی کا دیکھنا ہے اور یہ توجیہ بھی ہوسکتی ہے کہ اُس حلقہ مین تمکو قوت کشفیہ حاصل ہوگی اور تم اُس سے مجھے دیکھ سکتی ہو) اُنکی بیوی نے کہا کہ ہائے ہمارا گھر اُجڑ گیا - اُنہون نے جواب دیا کہ چاند کو دیکھو ابر کو نہ دیکھو یعنی جسم کی حالت دیکھنے کے قابل نہیں ہے بلکہ روح کی حالت قابل لحاظ ہے زیادہ رکہو کہ بیوی کے سوال مین ایک لفظ مین دو معنی ہوتے ہین اور حضرت بلال کے جواب مین اُسکے دوسرے معنے یا بیوی کے گفتگو کا منشا اور ہوتا ہے اور حضرت بلال کے جواب کا مبنی دوسرا - اور یہ اُس قبیل سے ہے جیسے یسئلونک عن الاھلۃ قل ھی مواقیت للناس والحج - یا مثل سوال لاحملنک علی الادھم وجواب مثل الامیر یحمل علی الادھم والاشھب اور اول سے یہی روش چلی آرہی ہے چنانچہ یہان بیوی نے گھر سے مکان متعارف مراد لیا اور حضرت بلال نے اُسکو خانہ تن پر محمول کرکے جواب دیا فتنبہ لہ) حق سبحانہ نے میرے خانہ تن کو اسلئے ویران کیا ہے کہ اُسکو دوبارہ آباد کرے کیونکہ آدمی (واردات) زیادہ ہو گئے تھے اور گھر

چھوٹا تھا۔ اسمین اُنکی گنجایش تھی پہلے تو مین حضرت آدم علیہ السلام کی طرح تنہائی کی تکلیف مین مقید تھا اب جبکہ حق سبحانہ نے میری نسل بڑہائی اور میری روح سے علوم و معارف کے چشمے اُبلے تو اُنکی کثرت کی یہانتک نوبت پہونچی کہ مشرق و مغرب اُن سے پُر ہوگئی پس یہ جہان مجھپر تنگ ہوگیا اور نقل مکان کی ضرورت ہوئی۔ نیز پہلے تو مین مفلس تھا اور اس کنوین کی طرح تنگ مکان دنیا مین رہتا تھا اب مین بادشاہ ہوگیا ہون۔ لہذا مین اس تنگ مکان مین نہین رہ سکتا میرے لئے قصر شاہی سے وسیع مکان کی ضرورت ہے بادشاہون کا جی تو محلات ہی مین لگتا ہے رہے مردے اُنکے رہنے کیلئے گور کافی ہے پس اس عالم مین اہل دنیا ہی رہ سکتے ہین ہین نہین رہ سکتا۔ اب مولانا فرماتے ہین کہ چونکہ انبیا علیہم السلام اور ورثۂ انبیاء پر یہ مکان دنیا تنگ ہوا اسلئے اُنہون نے جیتے جی ہی اس عالم کو چھوڑ دیا اور بادشاہونکی طرح قصر لا مکان مین رہنے لگے۔ رہے مردے اہل دنیا سو انکو یہی جہان با شوکت و شان نظر آیا جو بظاہر نہایت عالیشان ہے اور حقیقت مین نہایت تنگ اسلئے اُنہون نے یہین رہنا پسند کیا۔ ہمنے اس جہان کو حقیقت مین تنگ اسلئے کہا کہ اگر یہ فی الواقع تنگ نہوتا تو یہ پریشانی۔ شور و شیون نالہ و فغان جو رات دن ہم اس مکان کے رہنے والون مین دیکھتے ہین کیون ہوتا اور یہ کیون ہوتا کہ جتنا زیادہ کوئی اس مکان مین رہتا ہے اُسیقدر اُسکی کمر جھکتی جاتی ہے کیونکہ فراخی تو مستلزم راحت و مسرت ہے نہ کہ موجب آلام و ہموم۔ پس معلوم ہوا کہ یہ جہان واقع مین تنگ ہے اور اسکی تائید اس سے ہو سکتی ہے کہ جب آدمی سوتا ہے اور اس عالم سے چھوٹکر اُسکو عالم غیب سے تعلق ہوتا ہے تو اُسکی ساری کدورتین مٹجاتی ہین اور وہ تر و تازہ اور خوش و خرم ہو جاتا ہے نہ اسے کوئی رنج ہوتا ہے نہ تکلیف۔ اور روح طبیعت و نفس کے ظلم سے چھوٹ جاتی ہے اور قیدی جیلخانہ کی فکر سے رہائی پاتا ہے اور یہی حالت اور ونکی ہوتی ہے پس ثابت ہوا کہ زمانۂ اقامت دنیا مین یہ بظاہر نہایت کشادہ آسمان و زمین فی الحقیقت نہایت تنگ ہین اور انکی ظاہری فراخی اور واقعی تنگی ایک نظر بندی ہے اور اُس کا رونا حقیقت مین ہنسی ہے اور اسکا فخر حقیقت مین ننگ۔ اب بھی اگر سمجھہ مین نہ آیا ہو تو اسی مضمون کو ہم اور مثالون سے سمجھاتے ہین۔ سنو یہ عالم ایسا ہے جیسا حمام کہ نہایت فراخ اور عالی شان ہوتا ہے اور گرم بھی ہوتا ہے جسمین تم داخل ہوتے ہو تو تمہاری جان اکڑ جاتی ہے۔ جیسے گرم ہو کر پوستین اکڑ جاتا ہے۔ دیکھو باوجودیکہ وہ حمام خوب لمبا چوڑا ہے لیکن اُسکی

گرمی سے تمہاری جان تنگ اور زچ ہوتی ہے اور حالت یہ ہوتی ہے کہ جب تک تم وہان سے نکلتے نہین
تمہارا جی خوش نہین ہوتا۔ اور تمہاری طبیعت نہین کھلتی پس جب یہ حالت ہے تو وہ ظاہری فراخی کس
کام کی لہذا وہ کالعدم ہے اور تنگی اُسکی قابل اعتبار ولحاظ ہے لہذا اگر اُسکو یون کہا جاوے کہ حمام
فراخ نہین بلکہ تنگ ہے تو اس اعتبار سے صحیح ہے یا یون کہو کہ تم تنگ جوتا پہنکر ایک وسیع میدان مین
چل رہے ہو پس وہ بیابان کی فراخی تمہارے لئے تنگی ہو جاتی ہے اور وہ لق ودق جنگل تمہارے
لئے جیلخانہ ہو جاتا ہے مگر جو شخص تمکو دور سے دیکھتا ہے وہ اپنے دل مین کہتا ہے کہ یہ تو لالہ کی طرح شگفتہ
اور نہایت راحت مین ہے لیکن اُسے یہ معلوم نہین کہ تم ظالمون کی طرح بظاہر تو خوش وخورم ہو مگر تمہاری
روح مصیبت مین گرفتار ہے پس جبکہ تم جاگتے ہوتے ہو اُسوقت تمہاری حالت ویسی ہی ہوتی ہے
جیسے کہ وہ شخص جو میدان مین تنگ جوتا پہنکر چلتا ہے اور جب تم سو جاتے ہو تو ایسی حالت ہوتی ہے
جیساکہ وہ جوتا نکالدیا گیا کیونکہ اسوقت تمہاری جان آلام وہموم دنیاوی سے نجات پاتی ہے اب سمجھو جو
حالت تمہاری خواب مین ہوتی ہے وہی اہل اللہ کی اس عالم مین ہوتی ہے لہذا یہ دنیا ہی اُنکے لئے
خواب ہے۔ اُنکی حالت ایسی ہے جیسے کہ اصحاب کہف کہ وہ دنیا مین ہین مگر سوتے ہین مگر فرق یہ ہے کہ وہ
حقیقۃً سوتے ہین اور یہ حقیقۃً نہین سوتے بلکہ بیداری ہی مین عالم غیب کا مشاہدہ کرتے ہین اور بدون ورود
موت وخواب کے عالم غیب مین پہونچ جاتے ہین جبکہ یہ استطرادی مضمون معلوم ہو چکا تو پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ
کی گفتگو سنو اُنہون نے فرمایا کہ یہ مکان تنگ ہے اور میری جان اس مین اسیر ہو رہی ہے اسلئے
حق سبحانہ نے اسے ویران کیا تاکہ میرے لئے حشر ہی تیار کرے مین اس مکان مین یون اسیر
ہو رہا ہون جیسے کہ رحم مین بچہ اب چونکہ مین نو مہینہ کے بچہ کی طرح اس مکان کو چھوڑنے کے قابل
ہو گیا ہون اسلئے نقل مکانی میرے لئے ضروری ہوئی اگر میری مان کو دردزہ نہو تو مین لامحالہ اسی جیلخانہ
مین بیقرار رہونگا پس ضرور ہوا کہ میری مان یعنی طبیعت کو دردزہ کی تکلیف ہو لہذا وہ اپنی موت کی تکلیف
سے گویا کہ دردزہ مین مبتلا ہے تاکہ میری روح اُس سے جدا ہو۔ اور تاکہ وہ اُس سے جدا ہو کر عالم غیب کے
فیوض سے متغذی ہو پس اسکو حکم ہوا کہ اپنے رحم کا منہ کھول کہ بچہ بڑا ہو گیا ہے اُسکو ضرورت ہے کہ یہ تجھسے
جدا ہو جانا کہ میری طبیعت کو نزع کی تکلیف ہے لیکن میری روح کا فائدہ ہے جسطرح کہ حاملہ کو دردزہ
کی تکلیف ہوتی ہے اور بچہ کیلئے وہ جیلخانہ کا ٹوٹنا ہوتا ہے حاملہ تو دردزہ کی تکلیف مین مبتلا ہوکر روتی

اور ہائے اللہ مین کیا کرون ہائے اللہ مین کہان جاؤن کہتی ہے اور بچہ حالا خوش ہوتا ہے کہ اسکو قید خانہ
سے رہائی ہوتی ہے اس پورے مضمون سے تین باتین مستفاد ہوئین اول یہ کہ اہل عالم تنگی مین ہین
اور اہل اللہ اپنی تکلیف کو محسوس کرتے ہین. مگر اہل دنیا انکی تکلیف کا احساس نہین کرتے دوم یہ کہ اہل اللہ
اہل دنیا کی تکلیف کا احساس کرتے ہین- تیسرے یہ کہ اہل دنیا اپنی تکلیف کا احساس نہین کرتے چونکہ
یہ تینون امر مستبعد ہین اسلئے مولانا کلام آئندہ سے اس استبعاد کو دور فرماتے ہین کہ جسقدر مائین کیا
جمادات کیا حیوانات کیا نباتات آسمان کے نیچے ہین علی العموم دوسرے کی تکلیف کا احساس نہین
رکھتین بجز انکے جو عاقل اور بیدار مغز ہین اور بے ریش لڑکا جسقدر دوسرے لوگون کے گھرون کی اندرونی
حالت سے واقف ہوتا ہے کیونکہ اس سے نہ شرم ہوتی ہے نہ پردہ- اتنا لمبی ڈاڑہی والا احمق خود اپنے
گھر کی حالت نہین جانتا- اس سے تینون استبعاد دفع ہوگئے اسکے بعد ایک ضروری امر کو تفریع
کے طور پر تصریحاً بیان کیا جاتا ہے اور فرماتے ہین کہ اس سے تم سمجھو کہ اہل اللہ جسقدر تمہاری حالت سے
واقف ہوسکتے ہین اسقدر تم خود اپنی حالت نہین جان سکتے اور تمہارے بشرہ وغیرہ سے جو حالت وہ
جان سکتے ہین تم اسکو اپنے اندر نہین دیکھ سکتے پس تمکو ان کی تقلید کرنی چاہئے اور ان کی ہدایات
پر کاربند ہونا چاہیئے- اپنی رائے کو دخل نہ دینا چاہئے-

شرح شبیری

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا خوشی کیساتھ وفات پانا

چون بلال از ضعف شد ہمچون ہلال   رنگ مرگ افتاد بر روئے بلال

یعنی بلال رض جب ضعف کی وجہ سے ہلال کی طرح ہوگئے اور بلال کے چہرہ پر موت کا رنگ پڑا-

جفت او دیدش بگفتا واحرب   پس بلالش گفت نے نے واطرب

یعنی انکی بیوی نے دیکھا تو بولین کہ افسوس ہے تو بلال نے ان سے کہا کہ نہین نہین خوشی ہے-

تاکنون اندر حرب بودم ز زیست   تو چہ دانی مرگ چہ عیش است چیست

یعنی اسوقت تک مین زندگی کی وجہ سے افسوس مین تھا اور تو کیا جانے کہ موت کیسی عیش ہے اور کیا ہے-

این ہمی گفت و رخش در عین گفت   نرگس و گل برگ و لالہ می شگفت

یعنی یہ فرماتے تھے اور اُن کا چہرۂ مبارک عین گفتگو کیوقت نرگس اور گل برگ اور لالہ کو کہلا رہا تھا -

تاب رو و چشم پُر انوار او می گواہی داد بر گفتار او

یعنی اُنکی چہرۂ پُر نور کی اور آنکھون کی رونق اُن کی باتو نپر گواہی دے رہی تھی مطلب یہ کہ جب حضرت بلال رضؓ کے چہرہ پر آثار موت ظاہر ہوئے تو اُن کی بیوی صاحبہؓ افسوس کرنے لگین کہ اب یہ انتقال فرما جاوینگے تو حضرت بلال رضؓ فرمانے لگے کہ نہین نہین خوشی کا مقام ہے اور فرحت کا وقت ہے کیونکہ مین تو اِس زندگی کی وجہ سے مصیبت مین تھا کہ یہ جسم ناسوتی مجھے چارون طرف سے گھیرے ہوئی تھی اب مین روح ہو کر اور اِس جسم ناسوتی کو ترک کر کے قرب حق مین زیادہ ہو جاؤنگا - اور فرمانے لگے کہ تمہین کیا خبر ہے کہ موت مین کیا عیش ہے اور کیسے مزے ہین وہ تو ایک بہت ہی عمدہ شے ہے جو کہ محبوب و محب مین از دیاد قرب کا باعث ہوتی ہے مولانا فرماتے ہین کہ یہ اُن کا کہنا صرف زبان ہی سے نہ تھا بلکہ وہان باتون کو دل سے کہہ رہے تھے اور اِس گفتگو کیوقت اُنکے چہرہ پر جو ایک رونق تھی وہ اِس امر کو بتا رہی تھی کہ یہ ساری باتین سچی ہین اور یہ دل سے کہہ رہے ہین - آگے مولانا فرماتے ہین کہ -

ہر سیہ دل خود سیہ بیند ورا مردم دیدہ سیہ آمد چرا

یعنی ہر سیہ دل اُنکو (صرف) سیاہ ہی دیکھتا ہے تو (بھلا) آنکھ کی پتلی کیون سیاہ ہے مطلب یہ کہ جو لیگ سیاہ دل ہین اُنکو حضرت بلال رضؓ کے اندر کا نور نظر نہین آتا تھا وہ صرف یہ دیکھتے تھے کہ وہ ایک حبشی ہین اور اُنکے اندر جبکہ وہ سیاہ ہین نور کہان سے آیا تو بھلا ہم یہ پوچھتے ہین کہ آنکھ کی پتلی مین باوجود اُسکے سیاہ ہونیکے نور کیون ہے معلوم ہوا کہ سیاہ ہونا نور ہونیکے منافی نہین ہے بلکہ

مردم نادیدہ آمد روسیاہ مردم دیدہ بود مرأت ماہ

یعنی بے پتلی کے آدمی روسیاہ ہے اور پتلی والا آدمی چاند کا آئینہ ہے مطلب یہ کہ دیکھو جس شخص مین وہ سیاہ پتلی نہین ہوتی وہ روسیاہ اور اندھا کہلاتا ہے اور جسمین وہ ہوتی ہے اُسکو بینا اور روشن چشم کہتے ہین غرضکہ سیاہ منافی نورانی ہونیکے نہین ہے - آگے مولانا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہین کہ -

خود کہ بیند مردم دیدہ ترا در جہان جز مردم دیدہ فزا

یعنی اے آنکھ کی پتلی تمکو خود جہان مین کون دیکھ سکتا ہے سوائے نگاہ کے بڑہانیوالے آدمی کے۔ مطلب یہ کہ اے بلال تمہاری اصلی حالت کو سوائے اُس شخص کے جو کہ مبصر ہو اور آنکھ والا ہو اور نورانی ہو وہی معلوم کر سکتا ہے ورنہ دوسرے کسی شخص کو تو خبر بھی نہین ہو سکتی۔ اور وہ تمکو صرف ایک حبشی غلام ہی خیال کرے گا۔ آگے فرماتے ہین کہ

چون بغیر مردم دیدہ اش ندید پس بغیر او کہ در رنگش رسید

یعنی جب سوائے آنکھ کی پتلی کے اُسکو کسی نے نہین دیکھا تو پھر اُسکے سوا اور کون ہوگا جو اُسکے رنگ مین پہونچا۔

پس جز او جملہ مقلد آمدند در صفات مردم دیدہ بلند

یعنی سوا اُسکے سب مقلد ہین صفات مین مردمک دیدہ کے بلند۔ مطلب یہ کہ جب حضرت بلال رض کی حقیقت کو بجز اُس بصیرت والیکے اور کوئی پہچان ہی نہین سکتا تو پھر اُس بصیرت والیکے سوا جسنے بھی اُسکو دیکھا اُسنے صرف رنگ ہی رنگ دیکھا اور اُسکو کچھ بھی نظر نہ آیا آگے پھر حضرت بلال رض کی بیوی کا مقولہ ہے۔

گفت جفتش الفراق ای خوشخصال گفت نے نے الوصال است این وصال

یعنی اُن کی بیوی نے کہا کہ اے خوشخصال فراق ہے تو آپنے فرمایا کہ نہین نہین یہ جُدائی تو عین وصل ہے (کیونکہ یہان سے جُدا ہوکر قرب حق اور وصل نصیب ہوگا جو کہ عین مقصود اور وصل حقیقی ہے)

گفت جفت امشب غریبے میروی از تبار و خویش غائب می شوی

یعنی بیوی صاحبہ نے کہا کہ آجکی رات تم سفر مین جا رہے ہو اور عزیز و اقارب سے غائب ہو رہے ہو۔

گفت نے نے بلکہ امشب جان من می رسد خود از غریبی در وطن

یعنی حضرت بلال رض نے فرمایا کہ نہیں نہین بلکہ آج کی رات تو میری جان سفر سے وطن مین پہونچ رہی ہے مطلب یہ کہ آج تو اُسکو دار فانی سے علیحدگی کے بعد وطن اصلی مین جگہ ملیگی اور یہ وہان جا دے گی پھر سفر مین جانا کہان ہوا بلکہ مین تو وطن اصلی مین جا رہا ہون پھر کیا غم ہے اور اُس کا وطن اصلی ہونا ظاہر ہے

گفت ای جان و دلم و احسرتاہ گفت نے نے جان من وا دولتاہ

یعنی بیوی صاحبہ نے فرمایا کہ اے میری جان و دل افسوس ہے تو حضرت بلال رض نے فرمایا کہ نہین نہین میری جان خوب دولت ہے۔ مطلب یہ کہ جب اُن کی بیوی صاحبہ انکے انتقال پر افسوس کرنے لگین

توحضرت بلال رضہ نے فرمایا کہ افسوس مت کرو۔ کیونکہ مجھے تو ایک دولت مل رہی ہے اور وہ قرب وصل حق تھا۔

گفت رویت را کجا بینیم ما گفت اندر حلقۂ خاص خدا

یعنی بیوی صاحب نے فرمایا کہ آپ کے چہرۂ (مبارک) کو کہان دیکھین گے توحضرت بلال رضہ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ خداتعالیٰ کے حلقۂ خاص مین۔ مطلب یہ کہ جب بیوی صاحبہ افسوس کرنے لگین کہ اب یہ چہرہ کہان نظر آویگا اور کس طرح اسکو دیکھ سکین گے توآپنے فرمایا کہ جب متوجہ بحق ہوگی اُسی وقت تمکو میرا چہرہ نظر آجاویگا چہرہ نظر آنے سے مراد قرب ہے۔ مقصود یہ ہوا کہ چونکہ مین اب خدا تعالیٰ کے پاس جارہا ہون لہٰذا تم جب متوجہ بحق ہوگی تو تمکو میرا قرب حاصل ہوجاویگا۔ اور تمکو تسلی ہوجایا کرےگی۔ آگے فرماتے ہین کہ

حلقۂ خاصش بتو پیوستہ است گر نظر بالا کنی نے سوئے پست

یعنی حق تعالیٰ کا حلقۂ خاص تمسے ملا ہوا ہے اگر تم بلند نظری کرو نہ کہ پستی کی طرف۔ مطلب یہ کہ اگر تم متوجہ بحق ہو اور اُس طرف اپنی توجہ کروگی اور اس دنیائے دنی پر لات مارو گی توانشاءاللہ تمکو میرا قرب اور تسلی جوکہ مقصود قرب ہے حاصل ہوجایا کریگی کیونکہ

اندران حلقہ زرب العالمین نور می تابد چو در حلقہ نگین

یعنی اُس حلقہ مین رب العلمین کا نور چمکتا ہے جیسے کہ انگوٹھی مین نگینہ مطلب یہ کہ حضرت بلال رضہ نے فرمایا کہ تم جب متوجہ بحق ہوگی تو تمہارے قلب مین نورانیت پیدا ہوگی اور اُس نورانیت سے تمکو تسلی حاصل ہوگی یا یہ کہا جاوے کہ اُس نور سے تمہارے قلب مین صفائی پیدا ہوگی اور اس صفائی سے تمکو کشف ہونے لگے گا اور تم مجھے دیکھ لیا کروگے۔ غرضکہ حاصل یہ کہ توجہ بحق کرنے سے تمکو قرب یا قرب سے جو مقصود ہے یعنی تسلی حاصل ہوجایا کریگی۔ آگے پھر بیوی صاحبہ کا مقولہ ہے۔

گفت ویران گشت این خانہ دریغ گفت اندر مہ نگر منگر بہ میغ

یعنی بیوی صاحبہ نے فرمایا کہ افسوس یہ گھر اجڑ گیا توحضرت بلال رضہ نے فرمایا کہ چاند کو دیکھو ابر کو مت دیکھو۔ مطلب یہ کہ جب بیوی صاحبہ نے فرمایا کہ افسوس یہ گھر اُجڑ گیا اور ویران ہوگیا تو اُنہون نے تو ظاہری گھر کو مراد لیا تھا جیساکہ محاورہ ہے اور جیسا کہ اوپر سے اُنکے کلام سے تمام

یہی ظاہری اشیاء مراد ہین لیکن اوپر سے بھی اور یہان بھی حضرت بلال رضؓ اُنکے الفاظ کو دوسرے معنی کی طرف لیگئے یعنی اُنہون نے مکان سے مراد تن لیا تو اُنکے جواب مین فرمایا کہ تم چاند کو دیکھو ابر کو مت دیکھو۔ مطلب یہ کہ روح کو دیکھو اور اس تن ظاہری کو مت دیکھو کہ یہ خراب ہو رہا ہے یا ویران ہو رہا ہے بلکہ اسپر نظر کرو کہ میری روح کو اس سے کیا کچھ آرام اور راحت اور چین نصیب ہو رہا ہے لہذا اب افسوس کرنا فضول ہے اب آگے مولانا اس تن ظاہری کے موت سے ویران کر دینے کی حکمت بیان فرماتے ہین کہ موت کے ذریعے سے اس تن ظاہر کو کیون ویران کر دیا جاتا ہے۔ خلاصہ اُسکا یہ ہے کہ چونکہ روح کے کیفیات و حالات زیادہ تھے جو اس تن ظاہر کے اندر نہ سما سکتے تھے اسلئے روح کو اس تن سے جو کہ اُسکے بجائے گھر کے تھا الگ کر دیا گیا تا کہ وہ اپنے تمام اسباب یعنی علوم و معارف کو بڑھا سکے اور اُن کو ترقی دے سکے اور اس تن کی کوٹھری مین مقید نہ رہنا پڑے یہ تو خلاصہ تھا اب اصل کو سنئے

بدن کے موت سے ویران ہو جانیکی حکمت

کرد ویران تا کند معمور تر　　　قوم انبہ بود و خانہ مختصر

یعنی ویران کر دیا تا کہ خوب عمدہ کر دین کیونکہ قوم زیادہ تھی اور گھر چھوٹا تھا (قوم سے مراد علوم و معارف ہین) مطلب یہ کہ قاعدہ ہے کہ جب گھر چھوٹا ہو اور آدمی زیادہ ہون تو اُس مکان کو توڑ کر دوسرا مکان اُس سے بڑا بنایا کرتے ہین تا کہ سارے آدمی اُس مین سما سکین۔ اِس اسیطرح چونکہ علوم و معارف زیادہ تھے اور یہ بدن اُنکے لئے مکان تنگ تھا تو اس مکان تن کو ویران کر کے دوسرا مکان بنایا گیا تا کہ وہ سب علوم اُس مین رہ سکین۔ اور روح اُن مین اور ترقی کر سکے تو اس بدن کے ویران کرنے مین یہ حکمت ہوئی کہ روح کیلئے دوسرا مکان اس سے زیادہ وسیع اور خوبصورت اور عمدہ بنایا جاویگا آگے پھر مقولہ حضرت بلال رضؓ کا ہے فرماتے ہین کہ۔

من چو آدم بودم اول حبس کرب　　　پُر شد اکنون نسل جانم شرق و غرب

یعنی مین آدم کی طرح اول محبوس کرب تھا اور اب میری جان کی نسل شرقاً غرباً پُر ہو گئی۔ مطلب یہ ہے کہ جسطرح کہ حضرت آدم ؑ اول تو آب و گل مین محبوس رہے اور اُنکو جسم عطا نہ ہوا تو وہ

اُس حالت مین تنگ ہو رہے تھے اسیطرح مین بھی اس دنیا مین رہکر تکلیف مین تھا اور
تنگ ہو رہا تھا پھر بعد مین جسطرح کہ آدم علیہ السلام کو جسم عنصری عطا ہوا اور اُسکے ذریعہ سے
اُنکی اولاد شرقاً غرباً پھیل گئی اسیطرح اب مین اس دنیا سے نکلکر جو روح ہو گیا ہون تو
میرے علوم و معارف بہی بہت زیادہ ہو گئے ہین اور تمام مین پھیل گئے ہین اور فرماتے ہین کہ۔

من گدا بودم درین خانہ چو چاہ　　　　شاہ گشتم قصر باید بہر شاہ

یعنی کہ مین اس کنوین جیسے گھر مین فقیر تھا اور اب مین بادشاہ ہو گیا ہون تو بادشاہ کیلئے تو محل
کی ضرورت ہی۔ مطلب یہ کہ چونکہ مین اس دنیا مین تو علوم و معارف سے خالی اور ان کا محتاج تھا تو میرا
دل اس ویرانہ مین اور تنگ جھونپڑی مین یعنی دنیا مین لگتا تھا لیکن اب جو مین بادشاہ ہو گیا ہون اور
مجھے علوم و معارف کا مال و دولت مل گیا ہے تو اب مجھکو ضرورت ہے کہ مین محل مین رہون اور میری لائق
محل یہان ہے نہین لہذا ضروری ہوا کہ مین کسی ایسے مقام پر جاؤن جہان وہ محل مجھے ملے اور وہ مقام
عدم ہے۔ لہذا اب وہین جانا ضروری ہوا۔

قصرہا خود مر شہان را مانس است　　　　مردہ را خانہ و مکان گوری بس است

یعنی محلات خود بادشاہون کے اُنس کی جگہ ہے اور مُردہ کیلئے گہر اور مکان ایک گور کافی ہے۔
مطلب یہ کہ دیکھو بادشاہون کا دل تو محلات ہی مین لگتا ہے اور مردون کیلئے ایک گور کافی ہے وہی
اُن کا مکان اور وہی اُنکے لئے محل ہے تو چونکہ اہل دنیا بالکل مردون کی مثل مین لہذا انکو یہ دنیا ہی گو
مکان اچھے معلوم ہوتے ہین۔

انبیا را تنگ آمد این جہان　　　　چون شہان گشتند اندر لامکان

یعنی یہ جہان انبیاء علیہم السلام کیلئے تنگ معلوم ہوا تو وہ بادشاہون کی طرح لامکان مین چلے گئے

مردگان را این جہان بنمود فر　　　　ظاہرش زفت و بہ معنی تنگ تر

یعنی مردون کیلئے اس جہان نے شوکت دکھلائی تو اُس کا ظاہر تو بڑا ہے اور اندر سے بالکل تنگ ہی
مطلب یہ کہ دیکھو انبیاء علیہم السلام چونکہ بادشاہ تھے اُن کا دل اس دنیا کے تنگ جھونپڑے
مین نہ لگا اور وہ یہان جب تک رہے پریشان ہی رہے لہذا وہ یہان سے نکلکر عدم مین چلے گئے
اور وہان اپنے محلات مین رہے اور چونکہ اہل دنیا مردہ ہین لہذا انکو اسی مین راحت و آرام ہے اور یہ

اسی کو وسیع و فراخ خیال کرتے ہین حالانکہ اسکی حالت یہ ہے کہ ظاہر مین تو خوب بڑا ہے اور اصل مین بالکل تنگ ہے۔ اب آگے اُسکے تنگ ہونیکو ایک دلیل سے بیان فرماتے ہین کہ:-

گر نبودے تنگ این افغان زچیست ۔ چون دو تا شد ہر کہ روزی بیش زیست

یعنی اگر یہ تنگ نہوتا تو یہ شور و غل کسلئے ہے اور جو شخص کہ کچھہ روز زیادہ زندہ رہا وہ دوہرا کیون ہو جاتا ہے مطلب یہ کہ دیکھو اگر یہ دنیا مکان تنگ نہوتی تو اسکے رہنے والے گھبرایا کیون کرتے کہ جسے دیکھو پریشان ہے جسے دیکھو تفکرات مین غلطان و پیچان ہے اور پہر یہ کہ جہان کسیکو ذرا زیادہ دن زندہ رہنا پڑا اور وہ بیچارہ دوہرا ہوا کمر جھک گئی تو آخر یہ کمر کیون جھک جاتی ہے۔ یہ صاف اس امر کی دلیل ہے کہ یہ مکان بہت ہی تنگ ہے کہ جسکی تنگی کی وجہ سے انسان زیادہ روز تک اس مین سیدہا کھڑا بھی نہین ہو سکتا بلکہ تھوڑے دنون مین اسکے حالات سے تنگ آکر اور تھک کر جھک جاتا ہے جس سے اسکی تنگی صاف طور پر واضح ہوتی ہے۔

در زمانِ خواب چون آزاد شد ۔ زان مکان بنگر کہ جان چون شاد شد

یعنی خواب کے وقت مین کیسا آزاد ہو گیا اور اس مکان سے دیکھو کہ جان کس طرح خوش ہوئی مطلب یہ کہ دیکھو خواب کہ ایک نمونہ ہے عدم کا اور اس دنیا سے تھوڑا سا تغافل ہے لیکن اسمین جا کر انسان کیا کچھہ خوش ہوتا ہے اور کیسا آزاد ہو جاتا ہے کیونکہ اس دنیا سے تو غفلت ہوتی ہے تو اُسکو بالکل راحت و آرام ہی ہوتا ہے تو جب بالکل اس دنیا سے علیحدگی ہو جاوے تو پہر ظاہر ہے کہ کیسا کچھہ عیش حاصل ہوگا آگے بھی اسی راحت و آرام کی تشریح فرماتے ہین کہ دیکھو خواب مین یہ نفع ہی کہ

ظالم از ظلم طبیعت باز رست ۔ مرد زندانی ز فکر حبس جست

یعنی ظالم تو طبعی ظلم سے چھوٹ گیا اور قیدی آدمی قید کی فکر سے نکل گیا۔ یعنی خواب مین جا کر ظالم تو اپنی اُس ظلم طبعی سے چھوٹ گیا اور اتنی مدت کیلئے وہ ظلم سے باز آگیا اور جو قیدی ہے اُسکو اپنی قید کی فکر نہ رہی بلکہ نہ خواب مین جاتے ہی ایسا ہو گیا گویا کہ بالکل ہی آزاد تھا۔

این زمین و آسمان بس فراخ ۔ سخت تنگ آمد بہنگام مناخ

یعنی یہ زمین و آسمان بہت فراخ سونیکے وقت بیحد تنگ معلوم ہوتا ہے مطلب یہ کہ انسان جب سو جاتا ہے تو اُسکو زمین و آسمان جو کہ ایسے فراخ اور وسیع ہین بالکل تنگ معلوم ہوتے ہین

جیسا کہ اکثر خواب مین ہوتا ہے تو جب نمونۂ عدم مین جاکر یہ آسمان و زمین تنگ معلوم ہوتے ہین تو اصل عدم کے مقابلہ مین تو کیون تنگ نہ ہونگے۔ ظاہر ہے کہ اُسکے سامنے یہ سب بالکل تنگ و تاریک جھونپڑا معلوم ہوگا

چشم بند آمد فراخ و سخت تنگ　　　خندۂ او گریہ فخرش جملہ ننگ

یعنی یہ ایک نظر بندی ہے کہ وسیع ہے اور بیحد تنگ ہے اسکی ہنسی رونا ہے اور اس کا فخر بالکل ننگ ہے مطلب یہ کہ اس جہان مین عجب ایک نظر بندی ہے کہ ظاہر مین وسیع معلوم ہوتا ہے اور اصل مین بیحد تنگ ہے۔ اور اس کی ہنسی انجام کے اعتبار سے بالکل رونا ہی رونا ہے اور اس مین جو چیزین کہ مایۂ فخر ہین وہ اصل مین بالکل شرم اور ننگ کی باتین ہین۔ آگے دنیا کے ظاہر مین وسیع اور باطن مین تنگ ہونیکو مثالون سے واضح فرماتے ہین

دنیا کی مثال جو کہ ظاہر مین وسیع ہے اور باطن مین تنگ ہے اور خواب کی تشبیہ موت سے جو کہ اس تنگی سے چھوٹنا ہے

ہمچو گرمابہ کہ تفسیدہ بود　　　اندر آئی جانت بخسیدہ بود

یعنی مثل حمام کے جو کہ گرم کیا گیا ہو تو اندر آوے تو تیری جان گھٹنے لگے۔

گرچہ گرمابہ عریض است و طویل　　　زان تپش تنگ آیدت جان و کلیل

یعنی اگرچہ حمام لمبا چوڑا ہے (لیکن) اُس تپش سے تیری جان تنگ اور پریشان ہوتی ہے

تا برون نائی نہ بکشاید دلت　　　پس چہ سود آمد فراخے منزلت

یعنی جب تک کہ تو باہر نہ آوے تیرا دل نہ کھلے پھر گھر کی فراخی تیرے کیا کام آئی۔ مطلب یہ کہ دیکھو ایک حمام ہے جو کہ بہت لمبا چوڑا ہے لیکن اُسکو خوب گرم کیا گیا ہے جس سے کہ تمہارا دل اُس مین گھبرانے لگتا ہے اور جب تک تم باہر نہ آؤ گے تمہارا دل ٹھکانے نہ لگے گا۔ اور اُس مین رہتے ہوئے تم پریشان ہی رہو گے حالانکہ اُس حمام کا مکان خوب وسیع و فراخ ہے تو اسی طرح جو حضرات کہ اس دنیا کی برائیون پر نظر رکھتے ہین اُن کا دل بھی باوجود اسکی ظاہری ٹیپ ٹاپ کے نہین لگتا اور وہ اس مین پریشان ہی رہتے ہین آگے اسی کی ایک دوسری مثال بیان فرماتے ہین کہ

یا کہ کفش تنگ پوشی اے غوی — در بیابان فراخے می روی

یعنی یا کہ تو اے گمراہ تنگ جوتا پہنے اور ایک وسیع جنگل مین تو چلے۔

آن فراخی بیابان تنگ گشت — بر تو زندان آمد آن صحرا و دشت

یعنی وہ بیابان کی وسعت تنگ ہو گئی اور وہ جنگل اور میدان تجھپر قیدخانہ ہو گیا۔

ہر کہ دید او مر ترا از دور گفت — کو دران صحرا چو لالہ بر شگفت

یعنی جسنے تجھے دور سے دیکھا تو وہ بولا کہ وہ اس جنگل مین لالہ کی طرح کھل رہا ہے۔

او نمی داند کہ تو چون ظالمان — از برون در گلشنے جان در فغان

یعنی وہ (دیکھنے والا) نہین جانتا کہ تو ظالمون کی طرح باہر سے تو گلشن مین ہے اور جان مصیبت مین ہے مطلب یہ کہ دوسری مثال … یون سمجھو کہ تم ایک تنگ جوتا پہنکر ایک وسیع جنگل مین چلو تو دیکھنے والا تو یون سمجھتا ہے کہ تم خوب آرام کی ساتھ اس لق ودق جنگل مین بے رکاوٹ کے چلے جا رہے ہو لیکن تمہاری حالت یہ ہے کہ سخت مصیبت مین ہو۔ اور وہ لق ودق لمبا چوڑا جنگل تمہارے لئے کچھ بھی فرحت بخش نہین ہے بلکہ سخت تکلیف دہ ہو رہا ہے۔ اسیطرح دنیا مین رہنے والون کو یون سمجھا جاتا ہے کہ بہت عیش و آرام مین ہین لیکن سچ یہ ہے کہ جیسے دیکھو وہ مصیبت مین ہے جسے دیکھو کسی نہ کسی آفت مین مبتلا ہے اب آگے موت کو خواب سے مثال دیتے ہین کہ۔

خواب تو آن کفش بیرون کردنست — کہ زمانے جانت آزاد از تن است

یعنی تمہاری نیند اس جوتہ کو نکال ڈالنا ہے کہ ایک زمانہ کیلئے تیری جان تن سے آزاد ہے مطلب یہ کہ تمہارا سو جانا ایسا ہے جیسا کہ وہ چلنے والا اس جوتہ کو اُتار دے کہ چونکہ کچھ دیر کیلئے تن سے اور اس عالم سے غفلت ہو گئی ہے اسلئے راحت و آرام مین ہو تو جب دنیا سے بالکل ہی علیحدگی ہو جاویگی اس وقت کو خیال کرو اور اس راحت و آرام پر قیاس کر لو کہ کیسا کچھ آرام اور کیسی کچھ راحت ہوگی۔ آگے فرماتے ہین کہ

اولیا را خواب ملک است اے فلان — ہمچو آن اصحاب کہف اندر جہان

یعنی نیند اولیاء اللہ کیلئے بادشاہی ہے اے فلان جیسے کہ وہ اصحاب کہف کیلئے جہان مین مطلب یہ کہ اولیاء اللہ کو نیند بجائے بادشاہی کے ہے اسلئے کہ اُنکو نیند مین چونکہ اس جہان سی علیحدگی

ہوجاتی ہے گویا کہ اُنکو بادشاہی ملگئی۔ انکو ایسی خوشی ہوتی ہے۔

خواب می بیند و آنجا خواب نے　　　در عدم در میرود نہ در باب نے

یعنی خواب دیکھتے ہین اور اُس جگہ خواب نہین ہے عدم مین جاتے ہین اور دروازہ نہین ہے مطلب یہ کہ بے سوئے ہوئے عالم عدم کا مشاہدہ کرتے ہین اور لوگ جن امور کو سو کر دیکھتے ہین وہ بے سوئے ہوئے اُن کا مشاہدہ کر لیتے ہین۔ اور عالم عدم مین چلے جاتے ہین حالانکہ ظاہر مین کوئی دروازہ نہین بلکہ بذریعہ کشف کے اُنکو اس عالم کا مشاہدہ ہوجاتا ہے۔ اور وہ سب چیزون کو دیکھ لیتے ہین غرضکہ ثابت ہوگیا کہ یہ دنیا تنگ ہے اور اسمین اہل اللہ کا دل گھبراتا ہے۔ اب آگے پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا مقولہ نقل فرماتے ہین کہ۔

خانۂ تنگ و درون جان چنگلوک　　　کرد ویران تاکند قصر ملوک

یعنی گھر تنگ تھا اور اندر جان اٹیرن ہورہی تھی۔ تو ویران کر دیا تاکہ بادشاہی محل بنا دوے مطلب یہ کہ اُنھون نے فرمایا کہ میری جان اس تنگ بدن کے مکان مین گھٹ رہی تھی تو اب اس بدن کو حق تعالیٰ نے ویران کر دیا تاکہ اُسکو محل شاہی بنادے۔ اور فرماتے ہین کہ۔

چنگلوکم چون جنین اندر رحم　　　نہ مہہ گشتم شد این نقلان مہم

یعنی مین ایسا اٹیرن ہورہا ہون جیسے کہ پیٹ مین بچہ اور مین نو مہینے کا ہوگیا ہون تو یہ منتقل ہونا ضروری ہوا۔ مطلب یہ کہ اب مین علوم و معارف حاصل کرکے کامل ہوچکا ہون جیسے کہ بچہ پیٹ مین گوشت پوست حاصل کرکے پورا ہوجاتا ہے تو جسطرح کامل ہوجانیکے بعد وہ نکلنا چاہتا ہے اور اُس رحم کو جو اس عالم کی نسبت کر تنگ ہے چھوڑ کر اس عالم مین آنا چاہتا ہے اسیطرح مین بھی اب کامل ہوگیا ہون۔ مین بھی اس عالم کو ترک کرنا چاہتا ہون۔ کیونکہ یہ عالم اُس عالم اُخروی کے مقابلہ مین رحم سے بھی چھوٹا ہے لہذا یہان سے نکلنا ضروری ہوا۔

گر نباشد درد زہ بر مادرم　　　من درین زندان میان آذرم

یعنی اگر میری مان کو دردزہ نہو تو مین اس قید خانہ مین آگ مین ہون۔

مادر طبعم ز درد مرگ خویش　　　می کند زہ تا رہد بره ز میش

یعنی میری مادر طبع اپنی موت کے درد سے دردزہ کرتی ہے تاکہ بچہ بھیڑ سے چھوٹ جاوے۔

تا چرد آن برہ در صحرائے سبز | ہین رحم بکشا کہ گشت آن برہ گبز

یعنی تا کہ وہ بچہ سرسبز جنگل مین چرے ارے رحم کھول دو کہ بچہ خوب ڈابل ہو گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دیکھو اگر مان کو دردزہ کی تکلیف نہو تو وہ بیچارہ بچہ پیٹ مین سے کس طرح باہر آوے بلکہ وہ تو وہین گھٹ گھٹکر مر جاوے تو جب اسکو دردزہ کی تکلیف ہوتی ہے جب ہی تو وہ بچہ نکلکر سرسبز جنگل مین چرتا ہے اور پھر کامل ہوتا ہے۔ اسیطرح اگر اس بدن کو اور روح کو نزع کی ذراسی کلفت نہو تو پھر یہ روح جو اس مین پھنسی ہوئی ہے کس طرح نکلے۔ اور کسطرح علوم و معارف کو حاصل کری یہ تو جب ہی حاصل کرسکتی ہے جبکہ اس تن عنصری کو تکلیف ہو اور پھر یہ روح اس سے الگ ہو پھر اسکا کمال اور جمال دیکھو۔

دردزہ گر رنج آبستان بود | بر جنین اشکستن زندان بود

یعنی دردزہ اگرچہ حاملہ کیلئے تکلیف ہوتی ہے (لیکن) بچہ پر قید خانہ کا ٹوٹنا ہوتا ہے۔

حاملہ گریان ززہ کاین المناص | وان جنین خندان کہ پیش آمد خلاص

یعنی حاملہ تو دردزہ سے رو رہی ہے کہ چھٹکارا کہان ہے اور وہ بچہ خوش ہے کہ چھٹکارا سامنے آگیا مطلب یہ کہ حاملہ کیلئے تو دردزہ مصیبت کا سامنا ہوتا ہے اور وہ اس سے چھوٹنا چاہتی ہے لیکن بچہ کو اس سے بیحد خوشی ہوتی ہے کہ خدا کا شکر ہے کہ چھٹکارے کا وقت آگیا۔ اور اب اس قید خانہ سے چھٹکارا ہوگا تو اسیطرح جو حضرات کہ کامل ہوگئے ہین وہ اس دنیا مین گھبراتے ہین اور جب نزع ہوتی ہے اور نزع کی تکلیف ہوتی ہے تو انکی روح خوش ہوتی ہے کہ خدا کا شکر ہے کہ اس سے چھٹکارا ہوا آگے فرماتے ہین کہ۔

ہر چہ زیر چرخ ہستند امہات | از جماد و از بہیمہ وز نبات

یعنی آسمان کے نیچے جو مائین ہین جمادات سے اور جانورون مین سے اور نباتات مین سے

ہر یکے از درد غیرے غافل اند | جز کسانیکہ نبیہ و عاقل اند

یعنی کہ ہر ایک دوسرے کے درد سے غافل ہین سوائے اُن لوگون کے جو کہ سمجھدار اور عاقل ہین مطلب یہ کہ دنیا مین جسقدر مائین ہین انکو صرف اپنے درد کی خبر ہوتی ہے اور وہ اپنے درد کی مصیبت سے چھوٹنا چاہتی ہین۔ باقی اُنکو دوسرے کے درد اور مصیبت سے کوئی سروکار نہین ہوتا۔ بس وہ تو یہ

چاہتی ہین کہ ہمیر جو مصیبت ہے وہ جاتی رہے اگرچہ بچہ کو اندر کیسی ہی مصیبت ہو ہان جو حضرات کہ عاقل ہین اُنکو دوسرون کے درد کا بھی احساس ہوتا ہے۔ اور وہ اُسکا بھی خیال کرتے ہین۔

انچہ کوسہ داند از خانہ کسان　　بلمہ از خانہ خودش کے داند آن

یعنی بے ڈاڑہی والا آدمی دوسرے لوگونکے گہر کی جن چیزون کو جانتا ہے داڑھی والا آدمی خود اپنے گھر کی چیزون کو کب جانتا ہے مطلب یہ کہ بے داڑھی والا آدمی چونکہ گہرون کے اندر جاتا ہے اُسکو تو دوسرون کے گہرون کی بھی خبر ہوتی ہے اور جو بڑا داڑہی والا آدمی ہو جاتا ہے اسکو اپنے گہر کی بھی بعض چیزون کی خبر نہین ہوتی۔ لیکن یہان بے ریش سے مراد عقلمند ہے اور باریش سے مراد بیوقوف ہے کیونکہ زیادہ عمر ہونے سے آدمی سٹھیا ہی جاتا ہے تو مقصود یہ ہوا کہ عاقل آدمی (یعنی اہل اللہ کہ اصلی عاقل وہی ہین) تو دوسرون کے درد کی اور تکلیف کی بھی خبر رکھتے ہین۔ اور جو بیوقوف ہین (یعنی اہل دنیا) انکو خود اپنی ہی پڑی رہتی ہے اور اپنی بھی خبر اچھی طرح اور پوری طرح نہین ہوتی۔

انچہ صاحبدل بداند حال تو　　تو ز حال خود ندانی اے عمو

یعنی صاحبدل جو بات تیری حالت کی جانتا ہے چچا تو اپنے حال کو نہین جانتا۔

انچہ بیند در جبینت اہل دل　　کے بہ بینی در خود اے از خود خجل

یعنی جو بات تیری پیشانی مین اہل دل دیکھتا ہے اے وہ کہ اپنے سے شرمندہ ہے تو اپنے اندر کب دیکھے گا۔ مطلب یہ کہ تیری حالت کو جسقدر کہ اہل دل جانتے ہین اور وہ پہچان لیتے ہین تو اُسقدر بھی اپنی حالت کو پہچان نہین سکتا کیونکہ تجہے اس قدر سمجھہ اور عقل ہی نہین ہے آگے اُسکی وجہ بتاتے ہین کہ اہل دل کیون سمجھہ لیتے ہین اور غیر اہل کو کیون خبر نہین ہوتی۔

شرح حبیبی

غفلت از تن بود چون تن روح شد	بیند او اسرار را بے ہیچ بلہ
چون زمین برخاست از جو فلک	نے شب و نے سایہ باشد نے نلک

هر کجا سایہ است و شب یا سایگہ | از زمین باشد نہ از افلاک و مہ
دود پیوستہ ہم از ہیزم بود | نے ز آتشہای مستنجم بود
وہم افتد در خطا و در غلط | عقل باشد در اصابتہا فقط
ہر گرانی و کسل خود از تن است | جان ز خفت جملہ در پریدن است
روی سرخ از کثرت خونہا بود | روی زرد از جنبش صفرا بود
رو سفید از قوت بلغم بود | باشد از سودا کہ رو ادہم بود
در حقیقت خالق آثار اوست | لیک جز علت نہ بیند اہل پوست
مغز کو از پوستہا آوارہ نیست | از طبیب علت او را چارہ نیست
چون دوم بار آدمی زادہ بزاد | پائے خود بر فرق علتہا نہاد
علت اولی نباشد دین او | علت اخری نداند کین او
می پرد چون آفتاب اندر افق | با عروس صدق و صفوت در نتق
بلکہ بیرون از افق وز چرخہا | بے مکان باشد چو ارواح و نہی
پس عقول ماست سایہ ای عمو | می فتد چون سایہ در پاہائے او

یہان سے مولانا اس امر کی وجہ بتلانا چاہتے ہین کہ اہل اللہ کو دوسرے لوگون کے احوال کیون معلوم ہو جاتے ہین اور کہتے ہین کہ منشا جہل و غفلت تن ہے نہ کہ روح چونکہ یہ لوگ تن کو فنا کرکے سراسر روح ہو گئے ہین اسلئے لا محالہ یہ لوگ اسرار پر مطلع ہوتے ہین دیکھو اگر وسط فلک سے زمین علیحدہ ہو جاوے تو نہ رات رہے گی نہ سایہ نہ زوال بلکہ تمام جو نور سے ہر وقت معمور رہے گا پس یہی حالت بالکل جسم و روح کی ہے اگر جسم فنا ہو جاوے تو تاریکی جہل کا نام نہ رہے گا

اور سراسر نور علم ہی ہوگا اگر اس سے کسیکو یہ شبہ ہو کہ جب تاریکی جہل نہ رہیگی تو لازم ہے کہ روح کو کل اشیاء کا بحیث لا یعزب عنہ مثقال ذرۃ علم ہو جاوے حالانکہ یہ باطل ہے۔ کیونکہ اس سے مقصود اُس جہل کی نفی ہے جسکا منشا جسم تھا ورنہ تاریکی ظلمت امکان ہنوز موجود ہے جو علم محیط سے مانع ہے۔ اور کُل اہل اللہ وانبیاء حتے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی جو اشیاء مخفی رہین اسکا منشا ہی ظلمت امکان تھی نہ کہ تاریکی جسم اُمید ہے کہ اس تقریر سے وہ تمام شبہے رفع ہو جائینگے۔ جو مولانا کے بیان سے اہل اللہ کے علم محیط کے متعلق ناواقفین کو واقع ہوتے ہین۔ خلاصہ یہ کہ روح انسانی کیلئے دو قسم کی تاریکیان ہین ایک ظلمت جسم جو کہ عارضی اور قابل زوال ہے۔ دوسری ظلمت امکان جو اصلی اور ناممکن الزوال ہے پس جس جہل کا منشا ظلمت جسمانی ہو وہ جہل فنائے جسم سے مرتفع ہو جائیگا۔ اور جس جہل کا منشا ظلمت امکان ہو وہ فنائے جسم سے مرتفع نہ ہوگا لیکن چونکہ ظلمت قابل شدت وضعف ہے اسلئے اس مین بانارۂ حق وافاضۂ علوم کمی ہوتی رہتی ہے مگر بالکلیہ زائل نہین ہوسکتی۔ پس انبیاء علیہم السلام اور کمل عرفاء کو جو باوجود فنائے تن کے بعض اشیاء کا علم نہین ہوتا اُسکا سبب وہ ظلمت امکان ہوتی ہے جس مین بعد انارۂ حق وافاضۂ علم کمی آتی جاتی ہے۔ اس مضمون کو ہم تقریب فہم کیلئے ایک حسّی مثال سے سمجھاتے ہین۔ ایک شخص ہے کہ اُسکے سامنے لوہے کی چادر کھڑی ہوئی ہے جو کہ اسکو چارون طرف سے گھیرے ہوئے ہے اُسوقت وہ شخص بیرونی اشیاء کو نہین دیکھ سکتا۔ اب چادر کو الگ کر دیا جاوے یا اُسے جالی دار بنا دیا جاوے تو اب وہ اُن اشیاء کو دیکھنے لگیگا جنکو وہ لوہے کی کثافت کے باعث نہ دیکھ سکتا تھا مگر اُن اشیاء کو اب بھی نہین دیکھ سکتا جنکو اُسکی محدود قوت بصری دیکھنے سے قاصر ہے اب وہ دوربین یا خوردبین یا مجلی بصر دواؤن کا استعمال کرے تو اس سے اُسکی نظر اور زیادہ ہو گی اور جو چیزین پہلے نہ دکھلائی دیتی تھین اب دکھلائی دینے لگینگی۔ مگر اب بھی وہ قوت محدود ہی رہے گی اور بہت سی اشیاء اب بھی اُسکو نہ دکھلائی دینگی۔ لیکن جب وہ پہلے سے زیادہ قوی دوربین یا خوردبین یا مجلی بصر دواؤن کا استعمال کریگا تو اُسکی نظر اور تیز ہو گی مگر پھر بھی وہ محدود ہی رہے گی اور بہت سی اشیاء اب

بھی اُسکو دکھلائی نہ دینگی غرضکہ اُسکی نظر بڑہتی تو ضرور رہے گی مگر ہر مرتبہ محدود ہی رہیگی کسی وقت
بھی اُسکی قوت بینائی غیر محدود نہین ہو سکتی - پس یہی حالت تم اہل اللہ کی سمجھہ لو کہ فنائے جسم
یعنی تجلئیہ جسم کے بعد بھی اُنکی قوت مدرکہ محدود ہی رہتی ہے اور افاضۂ علوم و معارف سے
اُس مین ترقی ضرور ہوتی ہے مگر ترقی پر بھی وہ محدود ہی رہتی ہے - واللہ اعلم) پس جہان کہین سایہ
ہے یا رات ہے یا محل سایہ ہے اسکا منشا زمین ہی ہے نہ کہ افلاک اور چاند ہوان جو ایک
تاریک چیز ہے ہمیشہ لکڑی ہی سے پیدا ہوتا ہے جو کہ جسم کثیف ہے آگ سے پیدا
نہین ہوتا - پس جہل عارضی بھی جسم ہی سے پیدا ہوگا - نہ کہ روح سے اور غلطی وہم کرتا ہے
جو ایک جسمانی قوت ہے نہ کہ عقل جو ایک قوت روحانی ہے مگر اپنی قوت کے محدود ہونے سے
تمام اشیاء کا ادراک نہین کر سکتی جو گرانی اور کسل ہے وہ جسم ہی کے سبب ہے - رہی جان
سو وہ تو اپنی خفت کے سبب عروج ہی مین ہے یہ اسباب مذکورہ مسببات مذکورہ کا یون ہی
سبب ہین جسطرح کہ کثرت خون سے چہرہ سُرخ ہو جاتا ہے اور ہیجان صفرا سے چہرہ زرد
ہو جاتا ہے قوت بلغم سے مُنہ سفید ہو جاتا ہے اور سودا سے مُنہ سیاہ ہو جاتا ہے لیکن یہ اسباب
ان آثار کے پیدا کرنیوالے نہین - پیدا کرنیوالے حق سبحانہ ہی ہین ہان عادۃً ان اسباب کو
خلق آثار مین دخل ضرور ہے - لیکن ظاہر بین لوگ غلطی یہ کرتے ہین کہ وہ مؤثر حقیقی کو نہین دیکھتے
بلکہ اعتقاداً یا عملاً علل ظاہرہ و اسباب عادیہ ہی پر نظر رکھتے ہین اور جو ارواح کہ اجسام سے علحدہ
نہین ہین اور اجسام کو ہنوز فنا نہین کر چکی ہین اُنکے لئے امراض یعنی حاجات بھی ضروری ہین - اور انکے
دفع کیلئے طبیب یعنی اسباب عادیہ بھی لابدی ہین مگر جبکہ آدمی ایک مرتبہ اپنے کو فنا کر کے پھر بقا
حاصل کرتا ہے اسوقت وہ علتون کو بے حقیقت سمجھتا ہے نہ وہ علل بعیدہ کا معتقد ہوتا ہے اور
نہ علل قریبہ اسکو ضرر پہونچاتی ہین بلکہ وہ تو یون بلند پرواز ہوتا ہے جیسے کہ آفتاب افق مین اور وہ
تو پردہ کے اندر عروس صدق و صفا کیساتھ ہم آغوش ہوتا ہے بلکہ وہ تو افق اور آسمانون سے
بھی اوپر اور عقول و افہام کی طرح لامکانی ہوتا ہے یعنی اُسکی نظر بالذات غیر اللہ پر نہین ہوتی بلکہ اسکا
مطمح نظر صرف حق سبحانہ ہوتے ہین وہ حقیقۃً اُنہی کو مؤثر جانتا ہے اور اسباب کا جسقدر
دخل مانتا ہے وہ بھی اسطرح کہ ان کا دخل بھی بحکم حق سبحانہ ہی ہے ورنہ یہ فی نفسہا کوئی

چیز نہین جبکہ اُسکی رفعت شان کی یہ حالت ہے تو ہماری عقول اُسکے سامنے یون ہی بے حقیقت اور ضعیف اور اُسکے یون ہی تابع ہین جیسے آفتاب کے لئے سایہ۔

شرح شبیری

بیان مین اسکے کہ جو کچھ غفلت اور کاہلی اور تاریکی ہو سب تن سے ہے

غفلت از تن بود چون تن روح شد بیند او اسرار را بے ہیچ بُد

یعنی غفلت تو بدن سے تھی جب بدن روح ہو گیا تو وہ اسرار کو بے کسی علاج کے دیکھ لیگا مطلب یہ کہ یہ غفلت تو اس جسم عنصری کی وجہ سے ہے کہ اُس عالم کیلئے پردہ اور حجاب ہو رہا ہے لیکن جب اولیاء اللہ کے جسم مین بھی صفات روح پیدا ہو گئے تو اُنہون نے جسم ہی سے اُن اشیاء کو دیکھ لیا اور اُن کا مشاہدہ کر لیا جیسا کہ روح کر سکتی ہے۔ بس یہ وجہ ہے کہ اولیاء اللہ کے تو جسم پر بھی صفات روح غالب ہوتے ہین اور ہماری روح پر بھی صفات جسم غالب ہوتے ہین لہذا وہ تو مشاہدہ کر لیتے ہین اور ہمکو نظر نہین آتا۔ آگے اسکو ایک مثال سے واضح فرماتے ہین کہ

چون زمین برخاست از جوّ فلک نے شب و نے سایہ باشد نے دلک

یعنی جب زمین جوّ فلک سے اُٹھ جاوے تو نہ رات ہو نہ سایہ ہو نہ غروب آفتاب ہو (جوّ کہتے ہین زمین و آسمان کے درمیانی میدان کو)

ہر کجا سایہ است و شب یا سایگہ از زمین باشد نہ از افلاک و مہ

یعنی جہان کہین سایہ ہے اور رات ہے یا سایہ کی جگہ ہے زمین ہی کی وجہ سے ہے نہ کہ افلاک اور چاند کی وجہ سے مطلب یہ کہ دیکھو اگر آسمان کے بیچ مین سے زمین ہٹجاوے تو کل اشیاء مشاہد ہو جاوین نہ تو رات رہے نہ آفتاب غروب ہو بلکہ سب چیزین سامنے رہین اسیطرح اگر یہ صفات جسم نہ رہین تو پھر سب چیزین سامنے ہی رہین اور روح کو علوم و معارف کا مشاہدہ ہوتا رہے کوئی ضروری شئے اُس سے غائب نہو۔ یہ غیبوبت تو جسم کی وجہ سے ہے کہ جو اُس عالم کے اشیاء کے مشاہدہ کے اور اس شخص کے درمیان مین حائل ہو رہا ہے۔ آگے ایک دوسری مثال ہے کہ۔

دود پیوستہ ہم از ہیزم بود   کے ز آتشہای مستنجم بود

یعنی دھواں لکڑی سے ملا ہوا ہوتا ہے دہکتی ہوئی آگ میں کب ہوتا ہے۔ (تو جس طرح جو حضرات روشن ہو گئے ہیں اُن میں یہ کثیف چیزیں نہیں ہیں اور جو ابھی لکڑی کی طرح ہیں اور منور نہیں ہوئے اُنکے اندر یہ کثیف چیزیں موجود ہیں۔)

وہم افتد در خطا و در غلط   عقل باشد در اصابتہا فقط

یعنی وہم تو خطا میں اور غلطی میں پڑتا ہے اور عقل فقط صواب میں پہونچنے کیلئے ہوتی ہے۔ مطلب یہ کہ وہم جو کہ عکس عقل ہے وہ تو اکثر غلطی میں رہتا ہے ہاں عقل ہمیشہ ٹھیک ہی چلتی ہے تو جو حضرات عاقل ہیں وہ تو ہمیشہ ہر شے کو درست طرح پر سمجھیں گے اور دوسرے لوگ وہم ہی میں رہینگے۔

ہر گرانی و کسل خود از تن است   جان ز خفت جملہ در پریدن است

یعنی تمام گرانی اور کسل تن کی وجہ سے ہے اور جان ان سب کے سو جانے سے اُڑنے میں ہے مطلب یہ کہ گرانی اور کسل وغیرہ تو آثار تن میں سے ہے اور جب یہ آثار جاتے رہتے ہیں اور آثار تن ضعیف ہو جاتے ہیں تو پھر روح عالم بالا کی طرف پرواز کرتی ہے۔

روئے سرخ از کثرت خونہا بود   روئے زرد از کثرت صفرا بود

یعنی سرخ منہ تو خون کی کثرت سے ہوتا ہے اور زرد منہ صفرا کی زیادتی کی وجہ سے ہوتا ہے۔

رو سفید از قوت بلغم بود   باشد از سودا کہ رو ادہم بود

یعنی سفید منہ بلغم کی زیادتی کی وجہ سے ہوتا ہے اور یہ بات سودا کی وجہ سے ہوتی ہے کہ منہ کالا ہو مطلب یہ ہے کہ دیکھو آثار کے اختلاف سے صورت میں اختلاف ہوا کہ خون کی زیادتی کی وجہ سے تو سرخ چہرہ ہوا اور علی ہذا تو اسی طرح اختلاف آثار سے اور اختلاف بھی واقع ہوتا ہے کہ اگر دنیاوی اثر پڑے گا تو ویسا حال ہو گا اور اگر دینی اثر ہو گا تو ایسا حال ہو گا۔

در حقیقت خالق آثار اوست   لیک جز علت نہ بیند اہل پوست

یعنی حقیقت میں آثار کا خالق تو وہ ہے لیکن اہل ظاہر سوائے علت کے اور کچھ نہیں دیکھتے مطلب یہ ہے کہ تمام احوال پیدا تو ہوتے ہیں آثار سے لیکن وہ آثار خالق تعالیٰ شانہ کے

علم سے پیدا ہوتے ہین۔ تو جو اہل ظاہر ہین اُن کی نظر تو صرف اُن آثار اور علل ہی پر رہتی ہے اور جو اولیاء اللہ ہین وہ اُس خالق کو دیکھتے ہین اور اُن آثار سے اُسکے وجود باجود پر استدلال کرتے ہین آگے فرماتے ہین کہ۔

مغز کو از پوستہا آوارہ نیست　　　از طبیب و علت او را چارہ نیست

یعنی جو مغز کہ پوست سے علیحدہ نہین ہے طبیب اور مرض سے اُسکے لئے علاج نہین ہے۔ مطلب یہ کہ جو عقل کہ اوصاف بشری سے خالی نہین ہے اور جسمین کہ اوصاف بشری غالب ہین اُس عقل کو طبیب اور مرض سے چھٹکارا نہین ہے یعنی وہ عقل مریض ہے اور اسکو طبیب کی ضرورت ہے۔

چون دوم بار آدمی زادہ بزاد　　　پائے خود بر فرق علتہا نہاد

یعنی جب آدمی دوسری مرتبہ پیدا ہوا تو اُسنے اپنا پاؤن علتوں کے سر پر رکہا۔

علت اولی نباشد دین او　　　علت اخری ندارد کین او

یعنی علت اولی اُس کا دین نہین ہوتا۔ اور علت اُخری اُس کا کین نہین رکہتا۔ (علت اولی سے مراد علت بعیدہ ہے کیونکہ اُس شخص کی نسبت تو وہ اولی ہے لیکن اصل مین بعید ہے اور علت اُخری سے مراد علت قریبہ ہے) مطلب یہ ہے کہ جب آدمی دوسری مرتبہ پیدا ہوتا ہے یعنی اوصاف بشریہ سے نکلکر اُسکے اندر اوصاف روح غالب ہوتے ہین تو اُسکی نظر علت بعیدہ پر نہین رہتی بلکہ علت قریبہ پر اُس کی نظر ہوتی ہے اور وہ اصل علت اسیکو سمجہتا ہے اور وہ خالق تعالے شانہ ہے کہ وہی اصل مین ہر شی کی علت ہے اور وہی علت قریبہ ہین اور جب اُسکی نظر اُس علت قریبہ پر ہوتی ہے تو اُسکی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ۔

می پرد چون آفتاب اندر افق　　　با عروسے صدق و صفوت در تتق

یعنی وہ آفتاب کی طرح افق مین اُڑتا ہے صدق و صفا کی عروس کیساتھ پردۂ عروسی مین (تتق اُس پردہ کو کہتے ہین جو کہ عروس کے آگے سب سے قریب کا پردہ ہوتا ہے) مطلب یہ کہ یہ شخص بہر پرواز کرتا ہی اور صدق و صفا کیساتھ قرین رہتا ہے اور بہت ہی عالی حوصلہ ہو جاتا ہے اور اسکی پرواز بہت ہی عالی ہو جاتی ہے۔

بلکہ بیرون از افق و ز چرخہا　　　بے مکان باشد چو ارواح و نہی

یعنی بلکہ افق سے اور آسمانوں سے باہر بے مکان عقول اور ارواح کی طرح ہو جاتا ہے مطلب یہ کہ اُس شخص کا عروج ان آسمانوں سے بھی بلند ہو جاتا ہے اور عقول اور ارواح کی طرح لامکانی ہو جاتا ہے کیونکہ اُسکے اندر صفات روح وعقل ہی غالب ہوتے ہیں لہذا اسکی پرواز کل مکانات سے بلند ہو کر لامکان تک پہونچتی ہے لیکن ہمکو جو یہ عروج نہیں ہوتا باوجودیکہ عقل تو ہمارے اندر بھی ہے اسکی وجہ بتاتے ہیں کہ

پس عقول ماست سایہ ای عمو می فتد چون سایہ در پاہائے او

یعنی غنچے چچا ہماری عقول سایہ ہیں اور اسکے پاؤں میں سایہ کی طرح پڑے رہتے ہیں مطلب یہ کہ چونکہ ہماری عقلیں اُنکی عقول کی سایہ ہیں اسلئے جہانتک خود اُنکی عقل کی رسائی ہوتی ہے وہان تک ہماری رسائی نہیں ہوتی بلکہ جہان اُنکی عقل ہوتی ہے وہان عقل پہونچ ہی نہیں سکتی۔ آگے اسکی ایک مثال دیتے ہیں خلاصہ اُس کا یہ ہے کہ دیکھو اصل احکام کے ثبوت کیلئے نص ہے اور اُسکے بعد قیاس مجتہد ہے تو جہان نص ہوتی ہے وہان قیاس کرنا مجتہد کو جائز نہیں ہے اور وہان تک قیاس کی رسائی نہیں ہے اسیطرح چونکہ ہماری عقول کا درجہ اُن کی عقول کے بعد ہے لہذا ہماری عقول کی رسائی وہانتک نہیں ہوتی جہانتک کہ اُنکی عقول کی رسائی ہوتی ہے یہ تو خلاصہ تھا اب اصل بیان کو سنو۔

شرح حبیبی

مجتہد ہر گہ کہ باشد نص شناس	اندران صورت نیندیشد قیاس
چون نیابد نص اندر صورتے	از قیاس آنجا نماید عبرتے
نص وحی روح قدسی دان یقین	وان قیاس عقل جزوی تحت این
عقل از جان گشت با ادراک وفر	روح اور اکے شود زیر نظر
لیک جان در عقل تاثیری کند	زان اثر آن عقل تدبیرے کند
نوح وار ار صدمتے زد بر تو روح	کو یم و کو کشتی و طوفان نوح

عقل تو از روح پندارد ولیک — نور خور از قرص خور دوست نیک

زان بقرصے سالکے خورسند شد — تا ز نورش سوئے قرص افگند شد

زانکه این نوریکه اندر سافل است — نیست دائم روز و شب او آفل است

وانکه اندر قرص دارد باش و جا — غرقهٔ آن نور باشد دائما

نے سحابش ره زند نے خود غروب — وارهید او از فراق سینه کوب

این چنین کس عقلش از افلاک بود — یا مبدل گشت گر از خاک بود

زانکه خاکے را نباشد تاب آن — که زند بر وے شعاعش جاودان

گر زند بر خاک دائم تاب خور — آنچنان سوزد که ناید زو ثمر

دائم اندر آب کار ماهی است — مار را با او کجا همراهی است

لیک در که مارهائے پُرفن اند — اندرین یم ماهیها می کنند

مکرشان گر خلق را شیدا کند — هم ز دریا تاششان رسوا کند

و اندرین یم ماهیانِ پُرفن اند — مار را از سحر ماهی می کنند

گر تو ماری شو قرین ماهیان — تا شوی چون ماهیان در یم روان

ماهیان قعر دریائے جلال — بحرشان آموخته سحر حلال

پس محال از تابشان حال شد — نحس آنجا رفت و نیکو فال شد

زهر آنجا رفت و شکر شد یقین — سنگ آنجا رفت و گوهر شد ثمین

خاک زر شد سنگ گوهر پائے سر — می نه بیند جز بشر چشم بشر

تا قیامت گر بگویم زین کلام	صد قیامت بگذرد وین ناتمام

اب مولانا عقول ناقصہ کا ادنیٰ اور روح کا اعلیٰ ہونا دوسرے انداز سے بیان فرماتے ہین اور
کہتے ہین کہ اولاً مقدمہ کے طور پر یہ سمجھو کہ جب مجتہد کے پاس نص ہوتی ہے تو اس صورت
مین وہ قیاس نہین کرتا - اور جبکہ اُسکو نص نہین ملتی اُسوقت قیاس سے ایک شے کا حکم دوسرے
کیلئے ثابت کرتا ہے - اس سے معلوم ہوا کہ نص قیاس سے فائق اور مجتہد اُس حالت مین
جبکہ وہ نص رکھتا ہو خود اپنے سے اعلیٰ ہے بحالیکہ وہ قیاس کرے جب یہ معلوم ہوگیا تو اب سمجھو
کہ نص وہ الہام ہے جو ارواح کاملہ کو ہوتا ہے پس لامحالہ عقل جزوی کا استنباط اس سے
ادنیٰ ہوگا اور روح کامل عقل ناقص سے اعلیٰ ہوگی - وہذا ہوالمدعی - نیز عقل کو جو کچھ ادراک و
شوکت حاصل ہے وہ روح ہی کی بدولت ہے - پس روح اُسکی محکوم کیسے ہوسکتی ہے اور
جبکہ عقل روح کی محکوم ہے تو اُسکو روح سے کیا نسبت - اس سے بھی ارواح کاملہ کا
تفوق برعقول ناقصہ واضح ہوگیا - عقل روح مین تصرف نہین کرتی بلکہ روح خود عقل مین تاثیر
کرتی ہے جسکے باعث عقل تدبیر کرتی ہے - اب مولانا عقل کو مخاطب کرکے اُسکی کمی کو ظاہر
فرماتے ہین اور کہتے ہین کہ اے عقل اگر روح نے جو کہ مثل نوح ؑ ہے نوح ؑ کی طرح تیری
اندر تاثیر کی ہے اور تجھے کسیقدر اپنے رنگ مین رنگا ہے تو اس سے تو اُسکی ہمسری کا دعویٰ
نہ کرنا - کیونکہ دریا کشتی اور طوفان نوح یعنی وہ اسباب و علامات کہان ہین جن سے تو نوح
و روح کی ہمسری کی مستحق ہو - یہان ایک اور بات بتلا دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ جب
روح عقل مین تاثیر کرتی ہے تو وہ اُس اثر ہی کو روح سمجھہ جاتی ہے لیکن یہ اُسکی غلطی ہے اثر
اور شے ہے مؤثر دوسری شے - نور آفتاب اور قرص آفتاب مین بہت فرق ہے - اب مولانا
ایک دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہین اور کہتے ہین کہ جب تمہین معلوم ہوگیا کہ اثر اور
چیز ہے اور مؤثر اور - اور آفتاب اور ہے اور اُس کا نور اور - اسی وجہ سے سالک نے آثار
قدرت حق پر قناعت نہین کی اور ذات کا طالب ہوا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ آثار قدرت سے ذات
تک پہونچ گیا کیونکہ یہ نور یعنی آثار قدرت جو عالم مین ہین فانی ہین اور ہمیشہ رہنے والے نہین ہین

نیز جو شخص کہ قرص خورشید مین اپنا مسکن بنالیتا ہے اور فنا فی اللہ ہو جاتا ہے وہ ہمیشہ نور مین غرق رہتا ہے نہ ابر اُسکی رہزنی کرکے اُسے اُس نور سے جدا کرسکتا ہے نہ غروب۔ غرضکہ وہ مفارقت سے جس کا نتیجہ سینہ کوبی ہے چھوٹ جاتا ہے یعنی کوئی مانع اُسکو حق سبحانہ سے محجوب نہین کرسکتا۔ لہذا وہ وصال ابدی سے متمتع ہوتا ہے۔ ایسا شخص یا تو وہ ابتداءً ہی ملکوتی الاصل ہوتا ہے یا کسب سے اُسکو یہ کمال حاصل ہوتا ہے اور ابتداءً وہ ناسوتی الاصل ہوتا ہے پھر کایا پلٹ ہو جاتی ہے اور یہ ہمنے کیون کہا کہ اُس کی کایا پلٹ ہو جاتی ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ خاک رہکر اُسکو یہ صفت حاصل نہین ہوسکتی۔ کیونکہ خاک مین اتنی قوت نہین ہے کہ ہمیشہ آفتاب حقیقی کی شعاعوں کو برداشت کرسکے۔ آفتاب حقیقی کی تو شان ارفع و اعلے ہے اگر یہ آفتاب ظاہری بھی اُسپر ہمیشہ اپنی شعاعین ڈالتا رہے تو وہ یون ہی بھسم ہو جاوے کہ اُس سے قابلیت انبات جاتی رہے نیز حق سبحانہ گویا کہ ایک بحر ہین اور سمندر مین ہمیشہ مچھلی ہی رہ سکتی ہے جو کہ مائی الاصل ہے سانپ جو کہ خاکی الاصل ہے اُس مین نہین ٹھیر سکتا۔ یہ بھی ایک دلیل ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خاکی اپنی اصل پر رہکر کمال مذکور حاصل نہین کرسکتا تمکو یہ تو معلوم ہو گیا کہ سانپ جو کہ خاکی الاصل ہے سمندر مین نہین رہ سکتا جسکا مطلب یہ تھا کہ خاکی الاصل مین جب تک کہ اُسکی کایا پلٹ نہو وصال حق سبحانہ کی قابلیت نہین لیکن اتنا اور معلوم کر لینا چاہیئے کہ کو عالم مین بڑے بڑے چالاک سانپ پڑے ہوئے ہین جو اس بحر حقیقی کی مچھلی ہونا ظاہر کرتے ہین یعنی بہت سے بنے ہوئے لوگ ہین جو اپنے کو مقرب حق سبحانہ ظاہر کرتے ہین مگر اُن کا دھوکہ چل نہین سکتا۔ کیونکہ اگر وہ مخلوق کو اپنے پھندے مین لے بھی آئینگے تو کیا ہے پانی سے انکی وحشت ان کی حقیقت کھولدیگی۔ یعنی اُن سے افعال واقوال واحوال ایسے صادر ہونگے جس سے ارباب بصیرت اُن کی بناوٹ کو سمجھ جاوینگے اور اسکی ساتھ ہی یہ بھی جان لو کہ جہان یہ بنے ہوئے لوگ ہین وہین حقیقی اور سچے اہل اللہ بھی ہین تم سبکو ایک لکڑی سے نہ ہانکنا۔ یہ لوگ ایسے کامل ہین کہ اپنے اثر سے نااہلونکو اہل مجوبین کو عارف سانپونکو مچھلی بنا سکتے ہین پس اگر تو سانپ یعنی محجوب ہے تو ان مچھلیون (اہل اللہ) سے قریب ہو تاکہ تو بھی انکی فیض صحبت سے دریا مین چلنے کے قابل اور وصل حق سبحانہ کے لائق ہوسکے۔ یہ لوگ جو بحر جلال کی تہ تک پہونچنے والی مچھلیان ہین انکو بحر حقیقی (حق سبحانہ)

نے حلال جادو تعلیم فرمایا ہے جس سے وہ قلب ماہیت کر سکتے ہین۔ پس انکے پرتو سے وہ چیز جو بادی النظر مین محال معلوم ہوتی ہے متحقق بالفعل ہو جاتی ہے اور وہان منحوس بھی جاکر سعید ہو جاتا ہے وہان زہر شکر ہو جاتا ہے پتھر وہان پہونچکر ایک قیمتی موتی ہو جاتا ہے وہان مٹی سونا اور پتھر موتی اور پاؤن سر ہو جاتا ہے غرضکہ کامل کا یا پلٹ ہو جاتی ہے باوجودیکہ یہ لوگ ایسے صاحب کمال ہین مگر عوام انکو اپنی ہی مثل سمجھتے ہین اور کہتے ہین ان هذا الا بشر مثلنا خیر یہ گفتگو تو کبھی ختم ہی نہ ہوگی اگر قیامت تک بھی مین تفصیل کرتا رہونگا۔ تب بھی ناتمام ہی رہیگی لہذا اسکو ختم کرنا چاہیئے۔

شرح شبیری

نص مطلق کو جو کہ بے قید ہوتی ہے قیاس سے تشبیہ دینا

مجتہد ہر گہ کہ باشد نص شناس — اندران صورت نیندیشد قیاس

یعنی مجتہد جسوقت کہ نص شناس ہوتا ہے تو اُس صورت مین قیاس کو نہین سوچتا مطلب یہ کہ جب مجتہد کو کسی صورت مین نص ملجاتی ہے تو وہ اُس صورت مین قیاس سوچتا ہی نہین بلکہ اُسی نص پر عمل کرتا ہے۔

چون نیابد نص اندر صورتے — از قیاس آنجا نماید عبرتے

یعنی جب کسی صورت مین نص نہین پاتا تو قیاس سے اُس جگہ اعتبار کرتا ہے یعنی جب کسی صورت مین نص نہین ملتی تو اُسوقت قیاس پر عمل کرتا ہے۔ آگے فرماتے ہین کہ۔

نص وحی روح قدسی دان یقین — وان قیاس عقل جزوی تحت این

یعنی نص کو یقیناً روح قدسی کی وحی جانو اور وہ عقل جزوی کا قیاس اُسکے نیچے ہے (وحی روح قدسی سے مراد علوم ذوقیہ ہین اور قیاس عقل جزوی سے مراد کسبیہ ہین) مطلب یہ ہے کہ علوم ذوقیہ تو مثل نص کے ہین اور علوم کسبیہ قیاس کی طرح ہین تو جہان علوم ذوقیہ کی رسائی ہوتی ہے وہان علوم کسبیہ کی رسائی نہین ہو سکتی کیونکہ۔

عقل از جان گشت با ادراک و فر — روح او را کے شود زیر نظر

یعنی عقل جان سے ہی تو باادراک و فرہونی ہے تو روح اُسکے زیر نظر کب ہوسکتی ہے مطلب یہ کہ عقل کو جو کچھہ حاصل ہوا ہے یہ روح ہی کا توطفل ہے اور اُسی کا تو اثر ہے پھر بہلا عقل روح کو کب احاطہ کر سکتی ہے کیونکہ جس ادراک سے اُس کا احاطہ کرنا چاہئے وہ تو خود اُسیکا فیضان ہے۔

لیک جان در عقل تاثیری کند　　　　زان اثر آن عقل تدبیری کند

یعنی لیکن جان عقل مین کوئی تاثیر کرتی ہے تو اُس اثر سے وہ عقل کوئی تدبیر کرتی ہے۔ مطلب کہ جب عقل پر روح اپنا پرتو ڈالتی ہے اور کچھہ اثر اُس مین کرتی ہے تو وہ عقل بھی کچھہ تدبیر کرنے لگتی ہے۔

نوح وار ار صدمتے زد در قود روح　　　　کو یم و کو کشتی و طوفان نوح

یعنی نوح کی طرح اگرچہ کوئی اثر روح نے تمہارے اندر کیا بھی تو کہان دریا اور کہان کشتی اور کہان طوفان نوح۔ مطلب یہ ہے کہ اگر عقل مین روح نے کچھہ اثر کر بھی دیا لیکن بہلا وہ افعال روح کہانسے آوینگے۔ یعنی اُس اثر سے وہ اصلی افعال روح تو پیدا نہین ہوسکتے۔ تو پھر بہلا کہان وہانتک رسائی ہوسکتی ہے۔

عقل اثر را روح پندارد ولیک　　　　نور خور از قرص خور دورست نیک

یعنی عقل اثر کو روح خیال کرتی ہے لیکن خورشید کا نور خورشید کی ٹکیا سے بہت دور ہے مطلب یہ کہ عقل کی رسائی اُن آثار تک تو ہوجاتی ہے اور وہ اُن آثار روح ہی کو روح سمجھنے لگتی ہے لیکن بہلا کہان وہ آثار اور کہان وہ روح اسکی ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی دہوپ کو اور آفتاب کو ایک سمجھے تو بہلا کہان خود آفتاب اور کہان اُسکی شعاع یعنی دھوپ آگے فرماتے ہین کہ۔

زان بقرصے سالکے خورسند شد　　　　تا ز نورش سوی قرص افگند شد

یعنی ایک سالک اسلئے قرص پر راضی ہوگیا تاکہ اُسکے نور سے ٹکیا کیطرف پہینکا گیا ہوجاوے (قرص اول سے مراد افعال و مجاہدات اور قرص ثانی سے مراد ذات حق) مطلب یہ ہے سالک جو افعال اور مجاہدات پر راضی ہوگیا اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ تاکہ یہ نور قرص خود اُس قرص تک اُسکو پہنچادے یعنی یہ افعال حق ذات حق تک رسائی کرادے اور یہ راہبر ہوجاوے۔

زانکہ این نورے کہ اندر سافل است   نیست دائم روز و شب او آفل است

یعنی اسلئے کہ یہ نور جو کہ سافل مین ہے دائم نہین ہے رات دن غروب ہونیوالا ہے۔ مطلب یہ کہ نور خورشید جو کہ زمین پر پڑ رہا ہے یہ تو ہمیشہ رہنے والا نہین ہے۔ بلکہ ہر گھڑی غروب اور زائل ہونیوالا ہے اور وہ قرص خورشید ہمیشہ رہنے والی ہے۔ اُسکو غروب نہین ہے بلکہ وہ کسی نہ کسی جگہ ظاہر ہی رہتی ہے تو جو شخص کہ ان افعال کے مشاہدہ مین ہوگا جو کہ نور خورشید کی مانند ہین وہ تو ہمیشہ زوال مین رہیگا۔

وانکہ اندر قرص دارد باش و جا   غرقۂ آن نور باشد دائما

یعنی اور جو شخص کہ قرص مین ٹھکانہ اور جگہ رکھتا ہے تو وہ اُس نور مین ہمیشہ غرق رہتا ہے۔

نے سحابش رہ زند نے خود غروب   وار ہید او از فراق سینہ کوب

یعنی نہ بادل اُسکے لئے رہزن ہو اور نہ خود غروب وہ فراق سینہ کوب سے چھوٹ گیا۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص افعال سے گذر کر خود ذات باری تعالےٰ کے قرب مین آگیا اُسکو اب افعال سے استدلال کی ضرورت نہین رہی بلکہ وہ تو ہمیشہ اور ہر وقت تو اسی نور مین غرق رہے گا اُسکو کبھی بھی ذہول نہ ہوگا۔ اور جو صرف آثار ہی پر رہا اور اُس مؤثر پر اُس کی نظر نہ ہوئی وہ ہمیشہ زوال مین رہے گا خوب سمجھ لو۔ آگے فرماتے ہین کہ

این چنین کس اصلش از افلاک بود   یا مبدل گشت گر از خاک بود

یعنی ایسے شخص کی اصل یا تو افلاک سے تھی یا اگر خاک سے تھی تو بدل گئی۔

زانکہ خاکے را نباشد تاب آن   کہ زند بر وے شعاعش جاودان

یعنی اسلئے کہ خاکی کو اسکی تاب نہین ہوتی کہ اُسپر اُس خورشید کی شعاع ہمیشہ پڑتی رہے مطلب یہ کہ ایسا شخص یا تو اصل ہی سے اُسپر صفات روح کا غلبہ ہوتا ہے اور یا یہ کہ تھا تو غلبہ عناصری کا لیکن اُس کی حالت بدل گئی اور غلبہ صفات روح کا ہوگیا۔ اب اُسکے اندر یہ بات پیدا ہو سکتی ہے ورنہ اگر صفات روح کا غلبہ نہ ہو تو اُس نور افگنی کی تو وہ تاب بھی نہین لا سکتا۔ آگے اسکی ایک مثال دیتے ہین کہ۔

گر زند بر خاک دائم تاب خور   آنچنان سوزد کہ ناید زو ثمر

یعنی اگر خاک پر ہمیشہ خورشید تپش ڈالے تو وہ اسطرح جلجاوے کہ اُس سے پہل نہ آوے
مطلب یہ کہ اگر زمین پر ہمیشہ دھوپ ہی پڑتی رہے تو ظاہر ہے کہ تمام زمین جلکر سیاہ ہو جاوے
اور پھر نہ اُس مین کوئی درخت ہو سکے اور نہ کوئی پھل پیدا ہو سکے۔ تو اسیطرح اگر ہر گھڑی اور ہر وقت تجلی
ہی مین رہے تو وہ بھی جلجاوے اور پھنک جاوے۔ اور وہ بھی اُسکی تاب نہین لا سکتا۔ آگے ایک
دوسری مثال ہے کہ۔

دائم اندر آب کار ماہی است　　　　مار را با او کجا ہمراہی است

یعنی ہمیشہ پانی مین رہنا مچھلی کا کام ہے سانپ کو اُسکی ساتھ کب ہمراہی ہے۔ مطلب یہ کہ جو اولیاء اللہ
ہین وہ ہر وقت مورد تجلی رہ سکتے ہین اور اُنکے اندر اسقدر تحمل ہو سکتا ہے ورنہ جو عوام ہین وہ اُس
تجلی کو ہر وقت برداشت نہین کر سکتے۔ آگے مکارون کے مکر کو کھولتے ہین کہ۔

لیک در کہ مار ہائے پر فن اند　　　　اندرین یم ماہیہا می کنند

یعنی لیکن یہان بہت سے مکار سانپ ہین جو کہ اُس دریا مین مچھلی پن کرتے ہین۔

مکر شان گر خلق را شیدا کند　　　　ہم ز دریا تاسشان رسوا کند

یعنی اُن کا مکر اگر مخلوق کو شیدا کرے تو اُن کا دریا سے گھبرانا اُنکو رسوا کردے گا۔ مطلب
یہ کہ بہت سے مکار ایسے ہین جو کہ ظاہر مین صوفی صافی اور زاہد و متقی بنتے ہین اور ہوتے
ہین مکار تو اگر ان کا مکر ایک دفعہ لوگون کو اپنے جال مین پھنسا بھی لیگا لیکن جب شریعت
کی کسوٹی پر رکھکر اُنکو پرکھا جاویگا تو آخر ان کی قلعی کھل جاویگی۔ اور معلوم ہو جاویگا کہ اُن کی
کیا حالت ہے کیونکہ شریعت پر ہر وقت عمل کرنے سے اُن کا دل گھبراویگا اس سے صاف
معلوم ہو جاویگا کہ ان کا تقوے اور زہد سب بناوٹ کا تھا۔

و اندرین یم ماہیان توسن اند　　　　مار را از سحر ماہی می کنند

یعنی اور اُس دریا مین بڑی زبردست مچھلیان ہین جو کہ سانپ کو جادو سے مچھلی
بنا لیتی ہین۔

گر تو ماری شو قرین ماہیاں　　　　تا شوی چو ماہیان در یم روان

یعنی اگر تو سانپ ہے تو تو مچھلیون کے قریب رہ تاکہ تو مچھلیون کی طرح دریا مین روانہ ہو۔

مطلب یہ کہ جیسے کہ اس دنیا مین مکار بہت ہین اسیطرح ایسے لوگ بھی موجود ہین جوکہ عوام کو اولیاء اللہ بنا دین تو اگر تم عوام مین سے ہو اور تمکو قرب حق حاصل نہین ہے تو تم ان حضرات کے قرب و جوار مین رہو اس سے تمکو قرب حق نصیب ہوجاویگا۔ آگے اُن حضرات کی صفت کرتے ہین کہ

ماہیان قعر دریائے جلال　　　بحرشان آموختہ سحر حلال

یعنی (وہ) دریائے جلال کے گڑھے کی مچھلیان ہین اور دریا نے اُنکو سحر حلال سکھادیا ہے

بس محال از تاب ایشان حال شد　　　نحس آنجا رفت و نیکو فال شد

یعنی بہت سے ناممکن امور اُنکے فیض سے ممکن ہوگئے منحوس اُس جگہ گیا اور نیک فال ہوگیا

زہر آنجا رفت و شکر شد یقین　　　سنگ آنجا رفت شد دُرِّ ثمین

یعنی وہان زہر گیا اور یقیناً شکر ہوگیا اور وہان پتھر گیا اور قیمتی موتی ہوگیا۔

خاک زر شد سنگ گوہر پائے سر　　　می نہ بیند جز بشر چشم بشر

یعنی خاک سونا ہوگئی اور پتھر موتی ہوگیا اور پاؤن سر ہوگیا اور چشم انسان سواے بشر کے کسیکو نہین دیکھتی۔ مطلب یہ ہے کہ وہ حضرات دریائے جلال حق کے مچھلیان ہین اور حق تعالیٰ نے اُنکو ایسا تصرف عطا فرمایا ہے کہ بعض اوقات کسیکے اوپر ایسی نظر ہوتی ہے کہ وہ کام کا ہوجاتا ہے تو چاہئیے کہ اُن حضرات سے لگا رہے ایک نہ ایک دن کچھ نہ کچھ ہوکر ہی رہیگا۔ اسلئے کہ ان حضرات کی برکت و تصرف سے بہت سی ناممکن چیزین وجود مین آگئین۔ اور زہر اُن کی برکت سے شکر کی طرح خوشگوار بن گیا علے ہذا اور چیزین کہ وہ مضر تھین لیکن ان حضرات کی برکت سے وہی چیزین بے ضرر بلکہ مفید بن گئین لیکن جسکو صفات روح حاصل نہین ہین اور صرف بشر ہی ہے وہ تو اُنکے اندر کسی اور شے کو نہ دیکھیگا بلکہ وہ تو صرف اُنکی صفت بشریت ہی پر نظر رکھیگا اُسکو کسی بات کی بھی اُنکے کمالات مین سے خبر نہ ہوگی۔ جیسے کفار کہا کرتے تھے کہ یہ نبی کیسے ہین جیسے ہم ہین ویسے ہی یہ ہین۔ کھانا کھاتے ہین۔ پانی پیتے ہین تو اُنکو سوائے اسکے اور اُنکے کمالات باطنی نظر ہی نہ آتے تھے۔ آگے فرماتے ہین کہ۔

تا قیامت گر بگویم زین کلام   صد قیامت بگذرد وین ناتمام

یعنی اگر مین اس کلام کو قیامت تک بیان کرون تو سیکڑون قیامتین گذر جاوین اور یہ ناتمام ہی ہو۔ مطلب یہ کہ اولیاء اللہ کی صفات اگر ہم قیامت تک بھی بیان کرین تب بھی ختم نہین ہو سکتین۔ لہذا اب ہم انکے بیان کو بند کرتے ہین۔ اب مولانا کو یہ خیال آیا کہ ممکن ہے کہ کسیکو ان کا سننا ناگوار ہوا ور سمجھے کہ یہ مضامین تو بار ہا بیان ہو چکے ہین اور پھر ان ہی کو بیان کرنے لگتے ہین اور اسلئے کوئی اکتا وے تو آگے اُن آداب کو بیان فرماتے ہین جنکا لحاظ رکھنا مرید کو شیخ کا کلام سننے کیوقت ضروری ہے۔

متن جلیبی

بر ملولان این مکرر کردن است   نزد من عمرے مکرر بردن است

شمع از برق مکرر بر شود   خاک از تاب مکرر زر شود

گر ہزاران طالب اند و یک ملول   از رسالت باز می ماند رسول

این رسولان ضمیر راز گو   مستمع خواہند اسرافیل خو

نخوتے دارند و کبرے چون شہان   چاکری خواہند از اہل جہان

تا ادبہاشان بجا گہ ناوری   از رسالت شان چگونہ برخوری

کے رسانند آن امانت را بتو   تا نباشی پیش شان راکع دوتو

ہر ادب شان کے ہمی آید پسند   کامدند ایشان ز ایوان بلند

نے گدایانند کز ہر خدمتے   از تو دارند اے مزور منتے

لیک با بی رغبتیہائے ضمیر   صدقہ سلطان بیفشان وا مگیر

اسپ خودران ای رسول آسمان
در ملولان منگر و اندر جہان
فرخ آن ترکے کہ استیزہ نہد
اسپش اندر خندق آتش جہد
گرم گرداند فرس را آنچنان
کہ کند آہنگ اوج آسمان
چشم را از غیر و غیرت دوختہ
ہمچو آتش خشک و تر را سوختہ
گر پشیمانی برو غلبے کند
آتش اول در پشیمانی زند
خود پشیمانی نروید از عزم
چون بہ بیند گرمئ صاحب قدم

لوگ ان مضامین کو بار بار سنکر اُکتا گئے ہین اسلئے ختم کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے لیکن گو اکتانے والوں کو تو مکرر معلوم ہوتا ہے مگر مجھے اس سے بار بار حیات تازہ حاصل ہوتی ہے۔ تم تعجب نہ کرنا کہ تکرار تازہ حیات کا سبب کیونکر ہوسکتی ہے اسلئے کہ محسوسات مین بھی اسکی نظیر موجود ہے اسلئے کہ شمع لگاتار روشنی سے زیادہ اونچی یا روشن ہوتی ہے۔ اور آفتاب کی گرمی کے لگاتار پہونچنے سے مٹی سونا ہوجاتی ہے یہ سب کچھ ہے لیکن اگر سو طالب ہوں اور اُن مین ایک برداشتہ خاطر ہو تو قاعدہ ہے کہ ولی جو مضامین الہامیہ کو پہونچاتا ہے اُس کی طبیعت رُکجاتی ہے اور وہ مضامین بیان نہین کرسکتا۔ اور راز اسکا یہ ہے کہ یہ پیغامبر جو اسرار الٰہیہ کے بیان کرنیوالے اہل دل ہین یہ چاہتے ہین کہ سننے والا یون ہمہ تن گوش ہو جیسے اسرافیل حکم نفخ سننے کیلئے ہمہ تن گوش کھڑے ہین اور وجہ اسکی یہ ہے کہ انکے دماغ شاہانہ ہوتے ہین اور یہ نہایت غیور ہوتے ہین اسلئے شائبہ ذلت کو بھی پسند نہین کرتے اور یہ چاہتے ہین کہ لوگ ہمارے محتاج ہون اور غلامانہ برتاؤ کرین بس جب تک تم ان کا پورا پورا ادب نہ بجالاؤ گے اُسوقت تک تم ان کی پیغامبری سے متمتع نہین ہوسکتے۔ اور جب تک تم ان کے سامنے نہ جھکوگے اُسوقت یہ امانت خداوندی تمکو نہین دیسکتے مگر یہ بھی یاد رکھو کہ ہر ادب بھی انکو پسند نہین ہے کیونکہ یہ تو بڑے قصر شاہی سے آئے ہین اسلئے ان کا دماغ بھی

نہایت عالی ہے لہذا ممکن ہے کہ ایک شے کو تم ادب سمجھو مگر انکے نزدیک وہ بے ادبی ہو۔
اسلئے ادب وہ ہونا چاہیے جسکو وہ ادب سمجھین۔ یہ لوگ کچھ بھیک مانگنے والے نہین ہین کہ جو
خدمت تم کرو وہ شکر کیساتھ اسکو قبول کرلین بلکہ یہ نہایت مستغنی ہین اسلئے خدمت ان کی مرضی
کے موافق ہونی چاہیے۔ یہانتک پہونچکر پھر مولانا کو جوش ہوا اور فرماتے ہین کہ اے حسام الدین مانا
کہ لوگ ملول ہین اسلئے آپکا جی نہین چاہتا کہ اسرار بیان کرین لیکن آپ خدا کیلئے اور پورے ہی
دل سے بیان کیجئے مگر بیان کیجئے اسرار کو روکئے نہین اور اے آسمانی قاصد آپ اپنا کام
کئے جائے اور جہان اور اہل جہان پر نظر نہ کیجئے مبارک ہے وہ شہسوار کہ لڑائی قائم کرے اور
اپنے گھوڑے کو آگ کی خندق مین ڈالدے اور اپنے گھوڑے کو اسقدر تیز کرے کہ قلعہ تو قلعہ
آسمان پر پہونچنے کا قصد کرے۔ یعنی کیا کہنا ہے اُس ولی کا جو تمام موانع کو اٹھا کر اپنے کام
مین مصروف رہے نہ غیر اللہ کو خاطر مین لائے اور نہ غیرت ناقدر دانی کو کام مین لائے بلکہ آگ کی
طرح درجۂ توجہ مین تمام ماسوی اللہ کو جلا ڈالے اور کسی پر بھی نظر نہ کرے۔ اگر ناقدر دانی کے سبب
پشیمانی اُسپر ملامت کرے اور کہے کہ تونے ان ناقدر دون کے سامنے یہ گفتگو کیون کی تو سب سے
پہلے اس پشیمانی ہی کو آگ لگائے یہ گفتگو بطور فرض و تقدیر کے ہے ورنہ جب حق سبحانہ کو
مطمح نظر بنالیا جاویگا اور پشیمانی اُس قدیم الذات والصفات کے جلال پر نظر کریگی تو وہ عدم سے
وجود ہی مین نہ آئیگی۔ کیونکہ حق سبحانہ تو پشیمانی کے دشمن ہین اور ہر چیز اپنے دشمن کو پہچانتی ہے
لہذا ناممکن ہے کہ کسی کے اپنے کسی فعل مین حق سبحانہ مطمح نظر ہون اور اُس فعل پر پشیمانی ہو یہ توجیہ
اُسوقت ہے جبکہ صاحب قِدم کو بکسر قاف پڑہا جاوے لیکن اگر اُسکو بفتح قاف پڑہا جاوے تو
معنی یہ ہونگے کہ جب اُس تیز رفتار بزرگ کی مستعدی کو دیکھیگی تو پشیمانی وجود ہی مین نہ آویگی
آگے اسکی تائید ہے کہ ہر شے اپنے دشمن کو پہچانتی ہے اور فرماتے ہین اسپ داند
بانگ دیوے شیر را الخ

شرح شبیری

شیخ کی زبان سے حکمت کے فیضان کیوقت سننے وال[illegible]

اور مریدون کے لئے آداب

بر ملولان این مکرر گفتن است نزد من عمرے مکرر بردن است

یعنی اُکتانے والون پر یہ مکرر کہنا ہے اور میرے نزدیک ایک عمر دوبارہ لیجانا ہے۔ مطلب یہ کہ لوگ ان مضامین کو مکرر سمجھکر اُن سے اُکتاتے ہین اور میرے نزدیک انسے ایسا نشاط ہوتا ہے کہ گویا کہ ایک جدید عمر حاصل ہوگئی اور نئی زندگی ملگئی۔

شمع از برقِ مکرر بر شود خاک از تابِ مکرر زر شود

یعنی شمع دوبارہ روشن کرنے سے بڑہتی ہے اور خاک مکرر تپش سے سونا ہوجاتی ہے۔ مطلب یہ کہ اگر شمع کو بار بار جلاتے رہو اور اُس مین دیا سلائی لگاتے رہو تو اُسکی روشنی زیادہ ہی ہوگی کم تو ہونے سے رہی۔ علے ہذا خاک پر جب بار بار آفتاب کی تپش پڑتی ہے تو دیکھو وہ سونا ہوجاتی ہے تو اسیطرح ان مضامین کی تکریر سے قلب مین نورانیت زیادہ ہوتی ہے اب آگے ایک عام قاعدہ بیان فرماتے ہین کہ۔

گر ہزاران طالب اند و یک ملول از رسالت باز می ماند رسول

یعنی اگر ہزارون طالب ہون اور ایک اُکتانے والا ہو تو رسالت سے رسول باز رہجاتا ہے مطلب یہ کہ اگر مجمع مین ایک اُکتانیوالا ہو اور ہزارون سائل ہون تو اُس اُکتانے والے کا اثر پڑتا ہے اور وہ رسالت سے عاجز ہوجاتا ہے۔

این رسولان ضمیر راز گو مستمع خواہند اسرافیل خو

یعنی یہ دلِ راز گو کے رسول۔ سننے والا اسرافیل کی خصلت کا چاہتے ہین مطلب یہ کہ یہ جو اولیاء اللہ ہین جو کہ دل راز گو کے رسول ہین اور اُسکے رازون کو ظاہر کرتے ہین۔ یہ بھی یون چاہتے ہین کہ ہماری باتون کا سننے والا ایسا مستعد ہو کہ ہمہ تن ہماری ہی طرف متوجہ رہے۔

نخوتے دارند و کبرے چون شہان چاکری خواہند از اہل جہان

یعنی ایک نخوت اور کبر بادشاہون کی طرح رکھتے ہین اور اہل جہان سے ملازمت چاہتے ہیں

تا ادبہا شان بجا گہ نا وری   از رسالت شان چگونہ برخوری

یعنی جب تک کہ اُنکے آداب کو تو بجا نہ لاویگا اُنکی رسالت سے کس طرح پہل کہاویگا۔

کے رسانند آن امانت را بتو   تا نباشی پیش شان راکع دو تو

یعنی وہ امانت کو تجھ تک کب پہونچادینگے جب تک کہ تو اُنکے آگے دوہرا نہ جہکیگا مطلب یہ ہے کہ اہل اللہ جب اپنا فیض پہونچاتے ہین تو اُن کا دل یہ چاہتا ہے کہ کوئی سننے والا ہو کہ بس ہمہ تن گوش ہو جاوے اور اُنکے پاس جو طالب ہوکر جاوے اُسکی آزمایش اور طلب کے دیکہنے کیلئے وہ اول اول ظاہرا نخوت اور تکبر کرتے ہین اور استغنا سے کام لیتے ہین اور دیکہتے ہین کہ کسکو طلب ہے جو کہ باوجود ہماری اسقدر بیرُخی کے بھی لپٹے بس وہ اس خدمت کی طلبگار ہین۔ جو کہ طلب پر دلالت کرے اور جسوقت تک کہ طلب معلوم نہ ہوگی اُسوقت تک وہ اُس امانت کو جسکو وہ اپنے اندر لئے ہوئے ہین تم تک نہ پہونچاوینگے وہ اپنی خدمت کے طلب گار نہین ہوتے اُن مین تکبر نہین ہوتا ہان اول طلب دیکہتے ہین اور یہی اُنکے آداب مین سے ہے کہ اوّل طلب پیدا کرلو۔ پہر دیکہئے اُنکے آداب وہ نہین ہین جیسے کہ اور لوگون کے آداب ہوتے ہین بلکہ اُنکے آداب مین سے تو یہی ہے کہ اول طلب پیدا ہو جاوے بس پہر کوئی غم نہین ہے آگے اُسیکو بیان فرماتے ہین کہ۔

ہر ادب شان کے ہمی آید پسند   کامدند الیشان ز ایوان بلند

یعنی ہر ادب انکو پسند نہین آتا۔ کیونکہ وہ ایوان بلند سے آئے ہین۔

نے گدایانند کز ہر خدمتے   از تو دارند اے مزور منتے

یعنی وہ فقیر نہین ہین کہ ہر خدمت کی وجہ سے اے طالب وہ تیرا احسان لین۔ مطلب یہ کہ اُنکے لئے ہر ادب کافی نہین کہ بعضے لوگ اُنکے ساتھ تکلف کا برتاؤ کرتے ہین تو انکو یہ ادب پسند نہین آتا بلکہ اُنکو تو وہی ایک خدمت کہ جس سے طلب معلوم ہو جاوے پسند ہے وہ کوئی فقیر تو ہین نہین کہ جو اُسکی عمر بہر کسی نے خدمت نہ کی ہو تو وہ ذراسی خدمت سے بھی تمہارا ممنون ہو اُن کی خدمت تو جب تک اُن کی مرضی کے موافق نہوگے وہ ہرگز خوش نہین ہو سکتے لہذا چاہیے کہ اہل اللہ کی خدمت اُسی طرح کرین جس سے اُنکو راحت ہو اور جو خدمت کہ اُنکو

پسند کوے دہ دایسی خدمت سے کیا فائدہ کہ جس سے اُنکو الٹی کوفت ہو غرضکہ اُنکے کلام کے وقت کا ادب یہی ہے کہ ہمہ تن گوش ہو جاؤ۔ اب یہ قاعدہ تو اس امر کو مقتضی تھا کہ مولانا آگے کچھ نہ بیان کریں کیونکہ لوگ اُکتانے لگے ہیں مگر مولانا اپنے نفس کو خطاب کرکے فرماتے ہیں کہ۔

لیک یا بے رغبتیہائے ضمیر ۔۔۔ صدقۂ سلطان بیفشان وامگیر

یعنی لیکن باوجود قلوب کی بے رغبتی کے صدقۂ سلطان نثار کرو اور سمیٹو مت مطلب یہ کہ باوجود بے رغبتی کے بھی علوم ربانی کے بیان کو بند مت کرو اور بیان کرو۔

اسپ خود را ان اے رسول آسمان ۔۔۔ در ملولان منگر و اندر جہان

یعنی اے رسول آسمانی اپنا گھوڑا چلاؤ۔ اُکتانے والوں میں اور جہان میں مت دیکھو۔ کیونکہ

فرخ آن ترکے کہ استیزہ نہد ۔۔۔ اسپش اندر خندق آتش جہد

یعنی مبارک ہے وہ سوار جو کہ لڑائی رکھے (باوجودیکہ) اُس کا گھوڑا آگ کی خندق میں کودے

گرم گرداند فرس را آنچنان ۔۔۔ کہ کند آہنگ اوج آسمان

یعنی گھوڑے کو ایسا گرم کرے کہ وہ بلندی آسمان کا قصد کرے۔ مطلب یہ کہ اے رسول غیبی تم اپنے فیوض کو روکو مت اور باوجود لوگوں کی بے رغبتی کے بیان کرتے رہو کیونکہ اصل سوار تو وہی ہے کہ باوجودیکہ گھوڑا خندق آتش میں جارہا ہے لیکن وہ سپر جمائے ہے تو بس تم بھی اُن لوگوں کی بے رغبتی اور ملال کو مت خیال کرو۔ بلکہ تم بیان کرتے رہو کیونکہ یہ تو صدقۂ سلطانی ہے پھر کیوں کسی سے دریغ رکھتے ہو تم تو سبکو دو اب جسکا دل چاہے لے اور جو محروم رہے اُسکو رہنے دو اُسکی وجہ سے اور حقداروں کو کیوں محروم کیا جاوے تمہاری تو یہ حالت ہونی چاہیئے کہ۔

چشم را از غیر و غیرت دوختہ ۔۔۔ ہمچو آتش خشک و تر را سوختہ

یعنی غیر اور غیرت سے آنکھ کو سی کر آگ کی طرح خشک و تر سبکو آگ لگائے ہوئے۔

گر پشیمانی برد عیبے کند ۔۔۔ آتش اول در پشیمانی زند

یعنی اگر پشیمانی لیجاوے تو ایک عیب کرتا ہے۔ اول تو پشیمانی ہی میں آگ لگادے۔

خود پشیمانی نروید از عدم　　چون ببیند گرمی صاحب قدم

یعنی خود پشیمانی عدم سے پیدا نہین ہوتی ہے جبکہ وہ صاحب قدم کی گرمی کو دیکھ لیتی ہے۔ مطلب یہ کہ رسول حق کی تو یہ حالت ہونی چاہئے کہ وہ غیر حق سے اور غیرت سے سب سے آنکھ کو بند کرکے بس خدا کیواسطے سارے کام کرے اور یہ نہ سوچے کہ کسیکو نفع ہوا ہے یا نہین کہ اسی سے تو پشیمانی ہوگی کہ افسوس ہمنے فضول ہی محنت کی۔ بس یہ سمجھے کہ یہ کام خدا کے لئے کرتے ہین اور خدا ثواب دیگا۔ تو پھر خواہ کوئی سنے یا نہ سنے ثواب ملے ہیگا۔ پھر پشیمانی کیسی بلکہ جب کوئی سرگرمی سے کام مین لگا ہوا ہو تو پھر اُسکے پاس پشیمانی بھی نہیں آتی بلکہ پشیمانی بھی اُن ہی کے پاس آتی ہے جو کہ ڈھل مُل یقین ہوتے ہین خوب سمجھ لو۔ بس کام مین لگے رہو اور خوب علوم و معارف کو بیان کرو کسیکے سننے نہ سننے کی پرواہ مت کرو کہ تمہارا کام پہونچانا ہے اور خدا اُس کام کو اجر دیگا۔ وہ ہر وقت مین تمکو ملیگا خواہ کوئی سُنے یا نہ سُنے۔ خوب سمجھ لو۔ اب یہان کسیکو شبہ ہوا کہ بھلا پشیمانی کو کیا خبر کہ یہ سرگرمی سے کام مین لگا ہوا ہے اور یہ لاپروائی سے جو وہ ان دونون مین فرق کریگی۔ اور سرگرمی والے کے پاس نہ آویگی اور دوسرے کے پاس آویگی آگے اسی کا جواب ہے۔

خلاصہ جواب کا یہ ہے کہ دیکھو حیوانات باوجود غیر ذوی العقول ہونیکے اپنے دشمنون کو پہچانتے ہین اور دشمن دوست مین فرق کرتے ہین تو اسیطرح پشیمانی بھی جانتی ہے اور سرگرم رہرو کو اور غیر کو خوب جانتی ہے۔ خوب یاد رکھو۔ اب آگے اسیکو بیان فرماتے ہین۔

قد تم الربع الثالث من الدفتر الثالث من المثنوی المعنوی ولله الحمد